

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	کتاب الایمان والعقائد	
	ما يتعلق بالایمان	
	(ایمان کا بیان)	
۲۸	ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز؟	۱
۲۹	جنت میں جانے کا وعدہ کس کے لئے ہے؟	۲
	ما يتعلق بالتقدير	
	(تقدیر کا بیان)	
۳۱	کافر امیر اور غریب دونوں جہنم میں کیوں؟	۳
	ما يتعلق بالسعادة والنحوسة	
	(نیک شگون اور بد شگون کا بیان)	
۳۳	کیا سفید پیر والی بھینس منحوس ہے؟	۴

باب العقائد

ما يتعلق بالله تعالى وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان)

۳۴	 کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے؟	۵
۳۵	 دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار	۶
۳۶	 اللہ کے لئے واحد کا لفظ استعمال کیا جائے یا جمع کا؟	۷

ما يتعلق بالإشراك بالله تعالى وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شرک کا بیان)

۳۸	 غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے اور خدا کے سامنے نہ جھکانے والے کا حکم	۸
۳۸	 کیا وفات کے بعد بزرگ اپنے مزار پر چادر چڑھانے کا حکم دیتے ہیں؟	۹
۴۰	 مرادیں مانگنے کے لئے مزاروں کا چکر لگانا	۱۰
۴۰	 غیر اللہ کے نام نذر و نیاز و فاتحہ کا حکم	۱۱

ما يتعلق بالاستمداد بغير الله تعالى

(غیر اللہ سے مدد مانگنا)

۴۳	 یا حضور، یا غوث وغیرہ کہنے کا حکم	۱۲
۴۳	 کیا اولیائے کرام دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں؟	۱۳

ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام وأتباعهم

(انبیائے کرام اور ان کے تابعین)

۴۵	 قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد	۱۴
۴۶	 کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ بڑے بھائی کا ہے؟	۱۵

۲۸	 کیا حضرت مریم علیہا السلام کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگا؟	۱۶
۲۹	 حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں یا زوجہ؟	۱۷
۵۴	 نبوت آدم علیہ السلام و خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸
۵۵	 تورات پھینکنے سے آیت کے اڑنے کا عقیدہ رکھنا	۱۹
۵۶	 حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا امت محمدیہ میں ہونے کی دعا و خواہش کرنا	۲۰
۵۶	 حضرت عیسیٰ نبی ہوں گے یا امتی اور ان پر وحی آئے گی یا نہیں؟	۲۱
۶۳	 کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں شامل ہوں گے؟	۲۲
۶۶	 نبوت اور حیات خضر علیہ السلام	۲۳
۶۷	 حضرت عائشہ و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تفاضل کا حکم	۲۴
۶۸	 کیا امام مہدی پہلے سے موجود ہیں؟	۲۵
۶۹	 حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ کی مسافت	۲۶

ما يتعلق بعلم الغیب (علم غیب کا بیان)

۷۱	 ہاتھ دیکھ کر قسمت بتانا	۲۷
۷۱	 تعمیر مکان سے پہلے نجومی کو زمین دکھانا	۲۸

ما يتعلق بالحاضر والناظر والنور والبشر (حاضر و ناظر اور نور و بشر کا بیان)

۷۳	 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا	۲۹
۷۵	 کیا ”یا“ کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں؟	۳۰
۷۶	 تشہد میں بوقت سلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا	۳۱

ما يتعلق بحياة الأنبياء وسماع الموتى (حیات انبیاء اور سماع موتی کا بیان)

۸۱	 مسئلہ حیات النبی	۳۲
----	------------------------	----

۸۴	 انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا	۳۳
۸۵	 میت کا قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا	۳۴
ما يتعلق بالتوسل في الدعاء (دعائیں توسل کا بیان)		
۸۷	 دعائیں توسل	۳۵
۸۸	 قبولیت دعا کے لئے ضعفاء کا وسیلہ	۳۶
ما يتعلق بأحوال القبور والأرواح (روح اور قبر کے احوال کا بیان)		
۸۹	 مرنے کے بعد عذاب و ثواب کا محل اور روح کا جسم سے تعلق	۳۷
۹۳	 عذاب قبر روح کو ہوتا ہے یا جسم کو؟	۳۸
ما يتعلق بالجزاء والعقوبة (جزاء اور سزا کا بیان)		
۹۶	 قیامت کا ایک دن دنیا کے اعتبار سے کتنے دنوں کا ہے؟	۳۹
۹۷	 میدانِ حشر میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟	۴۰
۹۸	 کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی؟	۴۱
باب الفرق ما يتعلق بالروافض (شیعوں کے عقائد کا بیان)		
۱۰۰	 خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو منافق کہنے والے روافض کا حکم	۴۲
۱۰۱	 کیا تعزیر شعاہ اسلام میں سے ہے؟	۴۳

۱۰۴	 شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ	۴۴
۱۰۵	 تعزیہ کے سامنے تلوار چلانا و کھیلنا	۴۵
	(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات)	
۱۰۹	 کر بلا کی لڑائی کو دنیوی معاملہ قرار دینا	۴۶
	مايتعلق بالقاديانية	
	(قادیانی فرقے کا بیان)	
۱۱۱	 قادیانی کا دعوائے نبوت	۴۷
	مايتعلق بالبريلوية	
	(بریلوی فرقے کا بیان)	
۱۱۳	 رضا خانی مذہب	۴۸
۱۱۳	 بریلی اور دیوبند کے علماء میں امتیاز کی صورت	۴۹
۱۱۴	 کیا اہل بدعت کو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہیے	۵۰
	متفرقات الفرق	
۱۱۶	 بہتر فرقے	۵۱
	باب الکفریات	
	(کفریات کا بیان)	
۱۱۷	 کافر، مجاہر و غیر مجاہر کی تعریف	۵۲
۱۱۷	 قرآن کریم کو جلا دینا	۵۳
	مايتعلق بألفاظ الکفر	
	(الفاظ کفر کا بیان)	
۱۱۹	 شریعت کے منکر کا حکم	۵۴

۱۲۰	 غصہ میں کلمہ کفر کہنا	۵۵
۱۲۱	 شرع محمدی کو نہ ماننے والے کا حکم	۵۶
۱۲۲	 ”اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا“ کا حکم	۵۷
۱۲۳	 ”نحن عباد محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)“ کا مطلب	۵۸
۱۲۴	 داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا	۵۹
۱۲۵	 غیر عالم باپ کا عالم بیٹوں کو گالیاں دینا	۶۰
۱۲۸	 خلاف شرع کلمات سے رجوع کرنا	۶۱
۱۲۹	 پیر کو مولا اور ہادی کہنا	۶۲
۱۲۹	 ”ہم بے شرع ہی رہیں گے“ اور ”ہم فتویٰ کو نہیں مانتے“ کہنے والے کا حکم	۶۳
ما يتعلق بتکفیر المسلم (تکفیر مسلم کا بیان)		
۱۳۱	 علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے والے کا حکم	۶۴
	ازواج مطہرات کو انبیائے کرام کی قبروں میں پیش کرنے اور ان سے شب باشی کرنے کا عقیدہ رکھنا	۶۵
۱۳۲	 کیا عبد الوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے؟	۶۶
۱۳۲		
ما يتعلق بالاستخفاف بالله تعالى وشعائره (اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)		
۱۳۶	 نبوت اور وحی کا مذاق بنانا	۶۷
۱۳۷	 حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ ”ملا“ کا استعمال	۶۸
۱۳۸	 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک حضرت پیران پیر کے کندھے پر	۶۹
۱۳۹	 قرآن پاک قصداً زمین پر پھینکنے کا حکم	۷۰
۱۴۰	 نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے شخص کا حکم	۷۱

۱۴۱	 ”مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں“ کہنے والے کا حکم	۷۲
۱۴۲	 کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا	۷۳
۱۴۳	 ڈرامہ کے ذریعہ علماء کی توہین کرنے والوں کا حکم	۷۴
۱۴۷	 دینی مسائل کا مذاق اڑانا	۷۵
۱۴۸	 مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل و حقیر سمجھنا	۷۶

باب التقليد

(تقلید کا بیان)

۱۴۹	 تقلید کا مطلب	۷۷
۱۵۱	 ثبوت تقلید	۷۸
۱۵۱	 ایضاً	۷۹
۱۵۱	 غیر مقلد کی امامت	۸۰
۱۵۱	 ائمہ اربعہ کی سن ولادت و وفات اور ان کے مذاہب کی ترویج	۸۱
۱۵۱	 ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا	۸۲
۱۵۱	 ائمہ اربعہ کو گالی دینے والے کی امامت	۸۳
۱۵۷	 ائمہ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟	۸۴
۱۵۸	 ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ	۸۵
۱۶۱	 جو شخص فقہ کو نہ مانے، اس کا حکم	۸۶

باب البدعات والرسوم

(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)

۱۶۳	 قرآن کی سالگرہ کے موقع پر ختم کا اہتمام کرنا	۸۷
۱۶۴	 فجر کی نماز کے بعد سورہ یسین شریف کا اہتمام	۸۸

۱۶۵	 تیجہ و چہلم کا کھانا	۸۹
۱۶۶	 کیا نیاز و فاتحہ کا کھانا مردہ کو پہنچتا ہے؟	۹۰
۱۶۷	 درگاہ میں آئے ہوئے ایصالِ ثواب کے پیسے کا مصرف	۹۱
(مروجہ صلوٰۃ و سلام کا بیان)		
۱۶۹	 سلام پڑھنے کا طریقہ	۹۲
۱۶۹	 درود شریف کے لئے مجلس منعقد کرنا	۹۳
۱۷۱	 نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا	۹۴
۱۷۱	 نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ و سلام پڑھنا	۹۵
۱۷۳	 روضہ اقدس کے پاس عشاء کے بعد درود و سلام پڑھنا	۹۶
۱۷۴	 ریڈیو پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا	۹۷
(فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)		
۱۷۶	 نماز کے بعد مصافحہ	۹۸
۱۷۶	 عید کے بعد مصافحہ	۹۹
(اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)		
۱۷۸	 نام مبارک پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگانا	۱۰۰
(میلا دو سیرت کی محافل اور عرس کا بیان)		
۱۷۹	 مروجہ میلا د کا حکم	۱۰۱
۱۸۱	 میلا دو مروجہ اور ختنہ کی دعوت	۱۰۲
۱۸۲	 دعوت و میلا د	۱۰۳
۱۸۳	 میلا د النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چراغاں کرنا	۱۰۴
۱۸۴	 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل و نذر اور شہادت کی محافل منعقد کرنا	۱۰۵
۱۸۷	 ۱۲/ربیع الاول پر عید الاضحیٰ کو ترجیح دینا	۱۰۶

(مخصوص ایام کی مروجہ بدعات کا بیان)

۱۸۹	شب ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا.....	۱۰۷
۱۹۰	شب برات و شب معراج میں لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت کرنا.....	۱۰۸
۱۹۲	شب برات کو جمع ہو کر عبادت کرنا.....	۱۰۹
۱۹۳	شب برات کے اعمال، حلو اور غیرہ.....	۱۱۰
۱۹۵	شب معراج کی رسوم.....	۱۱۱
۱۹۶	۲۷ رجب اور ۱۲ ربیع الاول کو تقریر اور جلسہ.....	۱۱۲
۱۹۷	کون سی راتیں افضل ہیں؟.....	۱۱۳
۱۹۸	عید کارڈ.....	۱۱۴

کتاب العلم

ما يتعلق بطلب العلم

(طلب علم کا بیان)

۱۹۹	قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب.....	۱۱۵
۱۹۹	کیمیا.....	۱۱۶
۲۰۰	اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا.....	۱۱۷

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

۲۰۱	سنن ہدیٰ اور سنن زوائد.....	۱۱۸
۲۰۱	مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق.....	۱۱۹
۲۰۲	تأویل.....	۱۲۰
۲۰۳	لفظ درست نہیں سے کیا مراد ہے؟.....	۱۲۱
۲۰۴	معذور و مجبور میں فرق.....	۱۲۲

۲۰۴	 اباحت اور تملیک	۱۲۳
۲۰۴	 دور اور تسلسل	۱۲۴
۲۰۵	 فصاحت و بلاغت	۱۲۵
۲۰۶	 ناری اور نوری میں فرق	۱۲۶
۲۰۶	 ”استعینوا علی امور کم بالکتمان“ کا مطلب	۱۲۷
۲۰۷	 ”ہفت مسئلہ“ میں حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیام کی تاویل	۱۲۸
۲۰۸	 ”حفظ الایمان“، ”تذکرۃ الرشید“، ”براہین قاطعہ“، ”بہشتی زیور“ وغیرہ پر اشکالات کا جواب	۱۲۹
۲۱۸	 ایضاً	۱۳۰
۲۲۴	 اُمی کی تشریح	۱۳۱
۲۲۵	 امت اُمیہ کا مصداق	۱۳۲
۲۲۵	 کیا عرب سب ”اُمی“ تھے؟	۱۳۳
۲۲۶	 کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا	۱۳۴
۲۲۷	 ”مرحبا“ کا مطلب	۱۳۵
(فتویٰ کا بیان)		
۲۲۸	 فتویٰ دینے کا حق کس کو ہے؟	۱۳۶
۲۲۸	 غیر عالم سے مسائل پوچھنا	۱۳۷
۲۲۹	 بغیر دلیل کے کسی چیز پر حکم لگانا	۱۳۸
۲۲۹	 عالم کا غلط رائے پر اڑ جانا	۱۳۹
۲۳۰	 بغیر علم کے فتویٰ دینا	۱۴۰
۲۳۰	 تارک جماعت عالم کا فتویٰ دینا	۱۴۱
۲۳۲	 فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم سے مسئلہ بتانا	۱۴۲
۲۳۲	 مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو تو کیا حکم ہے؟	۱۴۳
۲۳۴	 حنفی المسلك مفتی کا شافعی فقہ پر فتویٰ دینا	۱۴۴

۲۳۵	 فرضی مسئلہ دریافت کرنا	۱۳۵
۲۳۵	 دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت	۱۳۶

باب مایتعلق بالقرآن الکریم

(تفسیر کا بیان)

۲۳۶	 قرآن کریم میں صیغہ جمعہ و صیغہ مفرد کی تفصیل	۱۳۷
۲۳۸	 ”ادعونی استجب لکم“ کا مطلب	۱۳۸
۲۳۸	 ”فتلقی آدم من ربہ“ کلمات کی تشریح	۱۳۹
۲۴۰	 ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ کا مطلب	۱۵۰

(تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان)

۲۴۵	 بغیر تجوید کے قرآن کریم پڑھنا	۱۵۱
۲۴۶	 لفظ ”اللہ“ میں مد کی مقدار	۱۵۲
۲۴۷	 آیات قرآنیہ کی ترتیب	۱۵۳
۲۴۸	 آیات کے رموز و علامات کا حکم	۱۵۴
۲۴۹	 قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی علامات کیا بدعت ہیں؟	۱۵۵
۲۵۳	 قرآن کریم اردو میں لکھنا	۱۵۶
۲۵۵	 قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا	۱۵۷

(آداب قرآن کا بیان)

۲۵۷	 جنبی کے لئے مس قرآن کریم	۱۵۸
۲۵۸	 قرآن شریف جیب میں رکھنا	۱۵۹
۲۵۸	 قرآن کریم کو چومنا	۱۶۰
۲۵۹	 قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا	۱۶۱

۲۶۰	 بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا	۱۶۲
۲۶۰	 اس کمرہ کی چھت پر چلنا، جس میں قرآن مجید موجود ہو	۱۶۳
۲۶۰	 جن اخبارات میں قرآن کی آیات ہوں، ان کا حکم	۱۶۴
۲۶۱	 قاعدہ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر	۱۶۵
۲۶۲	 قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا	۱۶۶
(آداب تلاوت کا بیان)		
۲۶۴	 ایک مجلس میں پورا قرآن مجید ختم کرنا	۱۶۷
۲۶۷	 ”قل أعوذ برب الناس“ پڑھنا	۱۶۸
۲۶۷	 بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا	۱۶۹
۲۶۸	 قرأت قرآن کا تقابل	۱۷۰
۲۶۹	 ریڈیو کی تلاوت کا سننا	۱۷۱
المتفرقات		
۲۷۱	 مسئلہ خلق قرآن	۱۷۲
۲۷۱	 ۸۶ لکھنے کی وجہ	۱۷۳
۲۷۲	 کیا سورہ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے؟	۱۷۴
۲۷۲	 آیت قطب اور اس کے پڑھنے کا طریقہ	۱۷۵
۲۷۲	 قرآن پاک کا معنی سمجھے بغیر تلاوت کرنا	۱۷۶
۲۷۳	 قرآن کریم بواسطہ جبریل آیا اور توراۃ بلا واسطہ	۱۷۷
باب ما يتعلق بالحديث النبوي		
(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)		
۲۷۶	 طبقات حدیث	۱۷۸

۲۷۷	 "إنما أنا قاسم والله يعطي" کی تحقیق	۱۷۹
۲۷۸	 بنیانِ کعبہ کے وقت ازار مبارک اتار دینا	۱۸۰
۲۸۰	 سات لاکھ والی حدیث کا ثبوت	۱۸۱
۲۸۱	 ایک حدیث کا مطلب	۱۸۲
۲۸۲	 "الإسلام بدأ غريباً"	۱۸۳
۲۸۳	 حضرت شمس تبریز کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ	۱۸۴
۲۸۳	 معراج نامہ کی ایک موضوع روایت	۱۸۵

باب الكتب المعتمدة وغيرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

۲۸۵	 بخاری و مسلم کی شروح کا حال	۱۸۶
۲۸۶	 کتاب "صلوة وسلام کا ثبوت" کا تجزیہ	۱۸۷
۲۸۹	 تفہیم القرآن کا حال	۱۸۸
۲۸۹	 ایک کتاب کے متعلق لاعلمی	۱۸۹
۲۹۰	 کتاب "جلوہ طور" کا پڑھنا	۱۹۰
۲۹۰	 شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النبی" کا مطالعہ	۱۹۱
۲۹۱	 فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق	۱۹۲
۲۹۱	 فقہ کی معتبر کتابیں	۱۹۳
۲۹۲	 رسالہ آستانہ پڑھنا	۱۹۴

باب في تذكرة الرجال

(رجال کا بیان)

۲۹۳	 محمد عبدالوہاب نجدی	۱۹۵
-----	---------------------------	-----

۲۹۵	 سید قطب اور اخوان المسلمین	۱۹۶
۲۹۵	 شاہ ابن مسعود و شاہ فیصل کے عقائد	۱۹۷
باب الفلکیات		
(فلکیات کا بیان)		
۲۹۷	 چاند پر پہنچنے والوں کی تکذیب کی جائے یا تصدیق؟	۱۹۸
۲۹۸	 دمدار ستارہ	۱۹۹
۲۹۹	 چاند کی خبریں	۲۰۰
باب التبلیغ		
(تبلیغ کا بیان)		
۳۰۰	 امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۲۰۱
۳۰۰	 تبلیغی جماعت کی حقیقت	۲۰۲
۳۰۱	 تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ	۲۰۳
۳۰۳	 تبلیغی جماعت کے امیر کے لئے ضروری شرائط	۲۰۴
۳۰۵	 کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے؟	۲۰۵
۳۰۶	 طلباء کا تبلیغی جماعت میں جانا	۲۰۶
۳۰۷	 موجودہ وقت میں مسلمانوں کی اصلاح کا طریق کار	۲۰۷
۳۰۷	 کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں؟	۲۰۸
۳۰۸	 کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے؟	۲۰۹
۳۰۹	 امام مسجد اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو کیا حکم ہے؟	۲۱۰
۳۰۹	 کیا تبلیغ و تعلیم ہفتہ میں صرف ایک روز ہونی چاہیے؟	۲۱۱
۳۱۰	 کیا تبلیغ میں جانا محبت شیخ کے قائم مقام ہے؟	۲۱۲

۳۱۱	 حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں؟	۲۱۳
۳۱۱	 والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغی جماعت میں جانے کا حکم	۲۱۴
۳۱۲	 سنن و نوافل کے وقت تبلیغی پروگرام	۲۱۵
۳۱۳	 مسجد میں اذانین پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں؟	۲۱۶
۳۱۴	 تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے، ان کا حکم	۲۱۷
۳۱۵	 اجتماعی جمع کی گئی رقم سے بچے ہوئے پیسوں کا مصرف	۲۱۸
۳۱۶	 جماعت والوں کا مساجد میں قیام و طعام وغیرہ کرنے کا حکم	۲۱۹
۳۱۹	 عورتوں کی تبلیغ	۲۲۰
۳۲۲	 عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	۲۲۱
۳۲۳	 عورت کا مخلوط مجمع میں وعظ کہنے کا حکم	۲۲۲
۳۲۴	 عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر ٹکنا	۲۲۳
۳۲۶	 مستورات کا اجتماع	۲۲۴
۳۲۷	 کیا مرکز تبلیغ آمدنی کا ذریعہ ہے؟	۲۲۵
۳۲۷	 ایک واقعہ کی تحقیق	۲۲۶
☆	بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے	۲۲۷
۳۲۸	 جوابات	
۳۳۲	 مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے متعلق	۲۲۸
۳۳۳	 رشید احمد گنگوہی	۲۲۹
۳۳۴	 خلیل احمد انیسٹھوی	۲۳۰
۳۳۴	 اشرف علی تھانوی	۲۳۱
۳۳۵	 تبلیغی جماعت کے بارے میں	۲۳۲
۳۳۵	 شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں	۲۳۳
۳۳۶	 حضرت نانوتوی کے بارے میں	۲۳۴

۳۳۶	 مولانا حسین احمد کے بارے میں	۲۳۵
۳۴۷	 حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے متعلق اعتراضات کے جوابات ...	۲۳۶
۳۵۲	 حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق	۲۳۷
۳۵۲	 حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھانوی سے متعلق اعتراضات کے جوابات	۲۳۸
۳۵۵	 تبلیغی جماعت کے بارے میں	۲۳۹
۳۵۶	 حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اعتراضات کے جوابات	۲۴۰
۳۵۶	 حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے متعلق اعتراضات کے جوابات	۲۴۱
۳۵۸	 حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مدنی پر اعتراضات کے جوابات	۲۴۲
۳۵۹	 جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں؟	۲۴۳
۳۶۰	 فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری	۲۴۴
۳۶۲	 فتنہ کے وقت تنہائی	۲۴۵
ما يتعلق بالمواعظ والنصح (وعظ ونصيحت کا بیان)		
۳۶۳	 غیر عالم کی تقریر سننا	۲۴۶
۳۶۵	 علماء سوء اور ان کا علاج	۲۴۷
۳۶۶	 نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا	۲۴۸
کتاب السلوک والإحسان		
۳۶۷	 اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوئے تھے؟	۲۴۹
۳۶۷	 تحقیق مجدد	۲۵۰
۳۷۰	 اقصاب و ابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب	۲۵۱
۳۷۱	 کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟	۲۵۲

۳۷۱	روحانیت کا حاصل.....	۲۵۳
	مايتعلق بصفات الشيخ وأهمية التزكية (شيخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)	
۳۷۳	اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے.....	۲۵۴
۳۷۳	مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ اور طبیب روحانی کی پہچان.....	۲۵۵
	مايتعلق بالبيعة (بیعت کا بیان)	
۳۷۵	بیعت کا حکم.....	۲۵۶
۳۷۵	دوپیر سے بیعت ہونا.....	۲۵۷
۳۷۶	کیا پیر اور مرید کے لئے ایک امام کا مقلد ہونا ضروری ہے؟.....	۲۵۸
۳۷۶	تمباکو کے تاجر کو اجازت بیعت.....	۲۵۹
۳۷۷	بغیر اجازت شیخ بیعت کرنا.....	۲۶۰
۳۷۹	پیر بدلنا.....	۲۶۱
۳۷۹	بے دین پیر سے بیعت کرنا.....	۲۶۲
	مايتعلق بمجالس الصوفية وأذکارهم (صوفیاء کی مجالس اور ان کے وظائف کا بیان)	
۳۸۱	ختم خواجگان کی تاثیر.....	۲۶۳
۳۸۳	پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت.....	۲۶۴
۳۸۳	دل سے دعا پڑھنا.....	۲۶۵
۳۸۳	حلقہ ذکر مخصوص ایام میں اور اس میں عورتوں کی شرکت.....	۲۶۶
۳۸۵	قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا.....	۲۶۷

کتاب السیر والتاریخ

باب فی شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل نبوی کا بیان)

۳۸۶	 قدم شریف وغیرہ تبرکات کا حکم	۲۶۸
۳۸۷	 کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعا فرمائی ہے؟	۲۶۹
۳۸۹	 لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال	۲۷۰

باب التاریخ

(تذکرہ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

۳۹۳	 ایک حکایت سے لاعلمی	۲۷۱
۳۹۳	 حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ	۲۷۲

(عہد صحابہ تاریخ کی روشنی میں)

۳۹۵	 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی سے	۲۷۳
۳۹۶	 کیا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضائی بھائی تھے؟	۲۷۴
۳۹۷	 مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ	۲۷۵

(تاریخ ہند)

۳۹۹	 خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا زمانہ	۲۷۶
۳۹۹	 گاڑا کون ہیں؟	۲۷۷
۴۰۰	 گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی؟	۲۷۸

کتاب السياسة والهجرة

(سیاست و ہجرت کا بیان)

۲۰۱	 علماء کی سیاست میں شرکت	۲۷۹
۲۰۲	 ”میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان“، کہنے کا حکم	۲۸۰
۲۰۲	 ہندوستان سے ہجرت	۲۸۱
۲۰۵	 قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرچھی کرنا	۲۸۲
۲۰۶	 حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑنا	۲۸۳
۲۰۷	 گناہ والی جگہ میں قیام کرنا	۲۸۴
	(امامت اور خلافت کا بیان)	
۲۰۸	 حرمین شریفین پر کافر کی حکومت ہو سکتی ہے یا نہیں؟	۲۸۵
	(انتخابات کی شرعی حیثیت)	
۲۱۰	 الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کرانا	۲۸۶

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

۲۱۲	 خواب پر حکم	۲۸۷
۲۱۳	 خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا	۲۸۸
۲۱۴	 خواب میں اللہ تعالیٰ کی سواری دیکھنے کا حکم	۲۸۹
۲۱۵	 خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا	۲۹۰
۲۱۵	 خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا	۲۹۱
۲۱۶	 خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا	۲۹۲
۲۱۶	 خواب میں حج کرنا	۲۹۳

۲۹۴	دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کر کے آیا ہوا پایا.....	۲۱۷
۲۹۵	خواب میں وضو کرتے ہوئے مینار دیکھنا.....	۲۱۸
۲۹۶	خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا.....	۲۱۸
۲۹۷	خواب میں استاد کو برہنہ دیکھنا.....	۲۱۸
۲۹۸	خواب میں کیکر کی ڈالی میں جمبیلی کے پھول دیکھنا.....	۲۱۹
۲۹۹	خواب میں کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۱۹
۳۰۰	خواب میں حیض والی گدی سے استنجاء خشک کرتے ہوئے دیکھنا.....	۲۲۰

کتاب الطہارۃ

باب فی نواقض الوضوء

(نواقض وضو کا بیان)

۳۰۱	کیا آنکھ کے زخم کا پانی ناقض وضو ہے؟.....	۲۲۱
۳۰۲	کیا صرف لیٹنا ناقض وضو ہے؟.....	۲۲۲
۳۰۳	پلو تھما مارے ہوئے نیند کا حکم.....	۲۲۲

باب الغسل

(غسل کا بیان)

۳۰۴	نطفہ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہو سکتا ہے؟.....	۲۲۴
-----	--	-----

الفصل الأول فی فرائض الغسل

(فرائض غسل کا بیان)

۳۰۵	غسل میں کلی کا بھول جانا.....	۲۲۵
-----	-------------------------------	-----

الفصل الثاني في موجبات الغسل

(موجبات غسل کا بیان)

۴۲۶	 کیا شراب موجب غسل ہے؟	۳۰۶
۴۲۷	 ایضاً	۳۰۷

باب التيمم

(تیمم کے احکام کا بیان)

۴۲۸	 تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کا حکم	۳۰۸
-----	--------------------------------------	-----

أحكام المعذورين

(معذور کے احکام کا بیان)

۴۲۹	 معذور کی تعریف اور حکم	۳۰۹
۴۳۱	 تقاطر ندی کا حکم	۳۱۰
۴۳۲	 طہارت و نماز میں وہم	۳۱۱

باب في الأنجاس و تطهيرها

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

۴۳۴	 کتے کی قے اور پانچخانہ سے مسجد کو پاک کرنا	۳۱۲
۴۳۵	 ناپاک گھی اور مٹی کے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ	۳۱۳

باب الاستنجاء

(استنجاء کا بیان)

۴۳۷	 استنجاء و غسل کے وقت استقبال قبلہ	۳۱۴
-----	---	-----

۳۱۵	ایسے زیور کے ساتھ بیت الخلا میں جانا، جس پر اللہ لکھا ہو.....	۲۳۸
کتاب الصلاة		
۳۱۶	کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائے گی؟.....	۲۴۰
۳۱۷	تعزیه داری چھوڑنے کے لئے نماز چھوڑنے کی شرط.....	۲۴۱
۳۱۸	تارک نماز کا کیا حکم ہے؟.....	۲۴۱
باب المواقیت		
الفصل الأول في أوقات الصلاة		
(اوقات نماز کا بیان)		
۳۱۹	فجر کی نماز کا وقت مستحب.....	۲۴۲
۳۲۰	وقت فجر میں تین طرح کا عمل.....	۲۴۶
۳۲۱	نماز فجر دن کی نماز ہے یا رات کی؟.....	۲۴۹
۳۲۲	ظہر اور عصر کا وقت.....	۲۵۱
۳۲۳	مثل اول پر نماز عصر پڑھنا.....	۲۵۳
۳۲۴	کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر ایک مثل پر پڑھنا.....	۲۵۴
۳۲۵	مغرب و عشاء کی نمازوں میں فاصلہ.....	۲۵۵
۳۲۶	صلوۃ الحاجۃ وغیرہ بعد مغرب پڑھنے کا حکم.....	۲۵۷
۳۲۷	انگلینڈ میں وقت عشاء.....	۲۵۸
۳۲۸	بچگانہ نماز کے مستحب اوقات.....	۲۵۹
۳۲۹	تہجد کا وقت.....	۲۶۰
۳۳۰	تہجد کا وقت کب تک ہے؟.....	۲۶۱
۳۳۱	وقت اشراق.....	۲۶۲

۳۶۳	 جنتری سے اوقات مقرر کرنا	۳۳۲
۳۶۵	 جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کے لئے کس کا اعتبار کیا جائے؟	۳۳۳
۳۶۶	 فجر کی سنتوں کا وقت ادا و قضا	۳۳۴

الفصل الثاني في الأوقات المكروهة

(اوقات مکروہہ کا بیان)

۴۷۱	 نماز فجر ختم ہونے سے پہلے سورج کا طلوع ہونا	۳۳۵
۴۷۱	 نماز فجر میں طلوع تک تاخیر کرنا	۳۳۶
۴۷۲	 فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنا	۳۳۷
۴۷۳	 فجر کے وقت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا	۳۳۸
۴۷۴	 عصر کے بعد باتیں کرنا	۳۳۹

باب الأذان

الفصل الأول في إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

۴۷۶	 اذان کا جواب اور اذان و نماز میں فصل	۳۴۰
-----	--	-----

الفصل الثاني في الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعا کا بیان)

۴۷۸	 اذان کے بعد وسیلہ کی دعا	۳۴۱
-----	--------------------------------	-----

الفصل الثالث فيما يكره في الأذان

(مکروہات اذان کا بیان)

۴۸۰	 بحالت نشہ اذان و نماز کا حکم	۳۴۲
-----	------------------------------------	-----

۳۴۳	پیشہ ور پھرائی کو مؤذن بنانا.....	۴۸۲
	الفصل الرابع في إعادة الأذان	
	(دوبارہ اذان دینے کا بیان)	
۳۴۴	غروب سے پہلے اذان کا حکم.....	۴۸۴
	الفصل الخامس في الأذان لقضاء الفوائت	
	(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)	
۳۴۵	قضا نماز کے لئے اذان و اقامت.....	۴۸۶
	الفصل السادس في الأذان في اذان المولود	
	(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)	
۳۴۶	بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ.....	۴۸۷
	باب الإقامة والتشويب	
	الفصل الأول في الإقامة	
	(اقامت کا بیان)	
۳۴۷	منفرد کے لئے اقامت کا حکم.....	۴۸۸
۳۴۸	کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے؟.....	۴۸۸
	الفصل الثاني في التشويب	
	(تشویب کا بیان)	
۳۴۹	نماز فجر کے لئے قرآن کریم کی تلاوت یا نظم وغیرہ سے جگانے کا حکم.....	۴۹۰

باب صفة الصلاة

الفصل الأول في شروط الصلاة

(شروط صلاة کا بیان)

۴۹۲	 کیا نیت کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟	۳۵۰
۴۹۳	 عربی میں نیت نماز	۳۵۱
۴۹۴	 سنت میں نیت کا طریقہ	۳۵۲
۴۹۵	 نفل نماز میں حتمی نیت کرنا	۳۵۳
۴۹۵	 لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا	۳۵۴
۴۹۶	 جس کپڑے میں بدن نظر آئے اس میں نماز پڑھنے کا حکم	۳۵۵
۴۹۷	 مستورات کے لئے ٹخنہ ستر ہے یا نہیں؟	۳۵۶
۴۹۸	 قبلہ سے معمولی انحراف کی صورت میں نماز کا حکم	۳۵۷
۴۹۹	 کیا مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں؟	۳۵۸
۵۰۰	 قبلہ کا مشتبہ ہونا	۳۵۹

الفصل الثاني في أركان الصلاة

(ارکان نماز کا بیان)

۵۰۱	 فرض و نفل نماز میں قیام کا حکم	۳۶۰
۵۰۲	 چارپائی پر نماز	۳۶۱
۵۰۳	 بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت	۳۶۲
۵۰۳	 نماز کے دوران سجدے میں دعا کرنا	۳۶۳
۵۰۵	 مرد و عورت کی نماز میں فرق	۳۶۴

الفصل الثالث في سنن الصلاة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

۳۶۵	دو قدموں کے درمیان کتنا فصل ہو؟	۵۰۷
۳۶۶	نماز میں ٹخنوں کو ملانے کا حکم	۵۰۸
۳۶۷	امام تکبیر تحریمہ کب کہے؟	۵۰۹
۳۶۸	امام کے پیچھے ثناء پڑھنا	۵۱۰
۳۶۹	سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا	۵۱۰
۳۷۰	نماز شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم	۵۱۲
۳۷۱	رفع یدین کتنی جگہ ہے؟ نیز مرد و عورت کی نماز میں فرق	۵۱۲
۳۷۲	قومہ میں تحمید اور تسبیح کا حکم	۵۱۷
۳۷۳	مصلیٰ پر کھڑے ہو کر زمین پر سجدہ کرنے کا حکم	۵۱۸
۳۷۴	تشہد کے بعد کی دعا	۵۱۹

الفصل الرابع في آداب الصلاة

(نماز کے آداب کا بیان)

۳۷۵	جوتے پہن کر نماز پڑھنا	۵۲۰
۳۷۶	نماز میں کیا خیال رکھنا چاہیے؟	۵۲۱

باب الذكر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول في الذكر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

۳۷۷	نماز کے بعد جہر اُذکر کرنا	۵۲۳
-----	----------------------------	-----

۵۲۳	 فرض نماز کے بعد وظیفہ پڑھنا	۳۷۸
۵۲۴	 فجر اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے؟	۳۷۹
۵۲۶	 چلتے پھرتے ذکر کرنا	۳۸۰

الفصل الثانی فی الدعاء بعد الصلاۃ

(نماز کے بعد دعا کا بیان)

۵۲۷	 نماز کے بعد دعا کا طریقہ	۳۸۱
۵۲۸	 نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر کہنا	۳۸۲
۵۳۰	 نماز کے ختم پر ”اللہم أنت السلام“ کی دعا کہاں تک ہے؟	۳۸۳
۵۳۱	 سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا	۳۸۴
۵۳۲	 مشترک دعائیں کتنا وقت صرف ہونا چاہیے؟	۳۸۵
۵۳۲	 سنت و نفل کے بعد کس قدر طویل دعا مسنون ہے؟	۳۸۶
۵۳۳	 دعا سر اُہویا جہراً؟	۳۸۷
۵۳۴	 دعائے ثانی	۳۸۸
۵۳۶	 دعائے ثانیہ کا حکم	۳۸۹
۵۳۹	 نماز کے بعد دعائے ثانیہ و ثالثہ و فاتحہ مروجہ	۳۹۰
۵۴۱	 صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی؟	۳۹۱
۵۴۲	 نماز فجر و عصر کے بعد مسجد میں تقریر و نعت میلاد کا حکم	۳۹۲
۵۴۳	 دعائیں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو.....؟	۳۹۳
۵۴۳	 مختلف دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا	۳۹۴



کتاب الإيمان والعقائد

ما يتعلق بالإيمان

(ایمان کا بیان)

ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز؟

سوال [۹۸۸۶]: مسلمانوں کو سب سے پہلے عقیدہ کی ضرورت ہے یا پہلے نماز کی؟ اور بعد میں عقیدے کی؟ اور مسلمانوں کے لئے عقیدہ میں کن کن باتوں کی ضرورت ہے؟ اگر ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہے اور ہم نماز پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس نماز سے جنت نصیب فرمائے گا تو ایسا ہو سکتا ہے؟ مثال کے طور پر شیعہ، اہل حدیث، روافض جنت کے حق دار ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ کی شہادت سب سے مقدم ہے، پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا نمبر ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں صاف مذکور ہے (۱)، عقائد میں ”أمنت بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، والقدر خيره وشره من الله تعالى، والبعث بعد الموت“ کو اہمیت حاصل ہے،

(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمد رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان.“ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۵/۱، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام: ۳۲/۱، قديمی)

(ومشکوۃ المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ۱۱، قديمی)

یہی مدار نجات ہے، اسی کسوٹی پر سب کو پرکھا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنت میں جانے کا وعدہ کس کے لئے ہے؟

سوال [۹۸۸]: مدرسہ آستانہ تقریباً آٹھ سو روپیہ کا مقروض تھا، سالانہ جلسہ میں بیان کے بعد واعظ نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو جنت خریدے، یعنی مدرسہ مذکورہ کا قرض ادا کر کے آٹھ سو روپیہ میں جنت خرید لے، لہذا ایک سکھ کھڑا ہوا اور پورا قرض ادا کر دیا، اب آپ تحریر فرمائیں کہ واعظ اس وعدہ کو کس طرح پورا کریں گے اور اس طرح روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہیں چڑھی ہوئی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس روپیہ کو مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان لائے کوئی سکھ وغیرہ آٹھ سو روپیہ دے کر جنت میں نہیں جاسکتا، واعظ کا مقصود بھی یہی تھا کہ مسلمان روپیہ دے دے تو جنت کا مستحق ہوگا، کوشش کی جائے کہ وہ سکھ اسلام قبول کرے، ورنہ اس کو بتلادیا جائے کہ جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے، اس شرط کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے، بغیر اس کے نہیں (۲)۔ اگر وہ اس کو منظور نہ کرے تو اس کا روپیہ واپس

(۱) ”فی حدیث جبریل - علیہ السلام - قال: فأخبرني عن الإيمان، قال: أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه،

ورسله، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره“ الخ. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان: ۱/۱، قدیمی)

”أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب، أن يقول: أمنت بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله والبعث

بعد الموت، والقدر خيره وشره من الله تعالى“ الخ. (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۰-۱۳، قدیمی)

(وفي الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان: ۲۷/۱، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ (الكهف: ۱۰۷)

وقال الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِّ جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جَنَّاتٍ عِدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ (البينة: ۷، ۸)

”وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من قال: لا إله إلا الله مخلصاً دخل الجنة“ (فيض =

کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



ما يتعلق بالتقدير

(تقدير کا بیان)

کافر امیر اور غریب دونوں جہنم میں کیوں؟

سوال [۹۸۸۸]: کافر غریب دنیا میں بہت ہیں اور اکثر نان شبینہ کو محتاج ہیں اور مرنے پر جہنم رسید ہوتے ہیں اور کافر امراء دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور کفر میں بھی اشد ہیں، مرنے پر نار جہنم ان کو بھی ہے، کیا سبب ہے؟

محمد شمس الحق گجر اکول نہا وج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قدرت کے رموز ہیں، کون جانے کس کے ساتھ کیا معاملہ کس وجہ سے ہے؟ اس کے درپے نہیں ہونا چاہیے، جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو پڑھنا چاہیے:

”الحمد لله الذي أذهب عني الأذى وعافاني من ما ابتلاك به“ (۱).

(۱) بعینہ یہ الفاظ تو نہیں ملے البتہ عمومی طور پر احادیث میں مصیبت زدہ شخص کو دیکھنے کے وقت مندرجہ ذیل الفاظ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے:

”الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً“.

”عن عمر رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من رأى صاحب بلاءٍ فقال: ”الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به، وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً، إلا عوفي من ذلك البلاء كائناً ما كان ما عاش“. (سنن الترمذي، أبواب الدعوات عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ما يقول إذا رأى مبتلى: ۱۸۲/۲، قديمی)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل إذا نظر إلى أهل البلاء، ص: ۵۵۷، دار السلام) (وكذا في المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الدعاء، باب الرجل يرى المبتلى ما يدعو به: ۳۵۲/۱۵،

۳۵۳، المجلس العلمي) =

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔



= (و کذا في مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا رأى الكوكب ينقض: ۱۰/۲۰۰، دار الفكر)

(و کذا في فيض القدير: ۱۱/۵۸۰۰، رقم الحديث: ۸۶۸۶، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة)

(و کذا في كتاب الأذكار للنووي، كتاب الأذكار المتفرقة، باب ما يقول إذا رأى مبتلى بمرض أو غيره، ص: ۲۰۸، دار ابن حزم)

(و کذا في حصن الحصين، ص: ۲۴۲، گابا سنز)

ما يتعلق بالسعادة والنحوسة

(نیک شگوننی اور بد شگوننی کا بیان)

کیا سفید پیر والی بھینس منحوس ہے؟

سوال [۹۸۸۹]: اگر کوئی بھینس سیاہ ہوتی ہے اور اس کے پیر سفید ہوں، تو اس کو منحوس جانا جاتا ہے،

یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بے اصل اور غلط ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة، ص: ۳۹۱، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب الطب، باب لا عدوى: ۸۵۹/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب لا عدوى ولا طيرة ولا هامة: ۲۳۰/۲، قديمی)

باب العقائد

ما يتعلق بالله تعالى وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بیان)

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے؟

سوال [۹۸۹۰]: زید کہتا ہے کہ: اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اس کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور قرآن شریف میں جو آیت کے معنی بتائے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جواب میں بکر کہتا ہے کہ: یہ جو عقیدہ عوام میں رائج ہے، معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے، موجود ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ علیم وخبیر ہے۔ زید اور بکر دونوں میں سے کون صحیح عقیدہ پر ہے اور صحیح عقیدہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی جسم ہے جو ہر جگہ موجود ہے، جیسے: مثلاً کوئی آدمی ہو، مکان کے مختلف کمروں میں آئے جائے، ایک کمرے میں ہے، تو دوسرے کمرے میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایک جسم ہے، پاک ناپاک ہر جگہ موجود ہے، یہ عقیدہ غلط ہے (۱)۔ وہ جسم

(۱) ”وہو شیء لا کلاً شیء، ومعنی الشیء إثباته بلا جسم ولا جوهر ولا عرض“۔ (الفقه الأكبر، ص:

۳۵، ۳۶، قدیمی)

” (ولا جسم)؛ لأنه مترکب ومتحیز، وذلك إماراة الحدوث“۔ (شرح العقائد النسفية، ص:

۳۸، ۳۹، قدیمی)

”قال ابن بطال: تضمنت ترجمة الباب أن الله ليس بجسم؛ لأن الجسم مرکب من أشياء مؤلفة،

وذلك يرد على الجهمية في زعمهم أنه جسم“۔ (فتح الباري، کتاب التوحید: ۱۳/۳۴۵، دارالمعرفة بیروت)

وجسمانیت سے بالاتر ہے، البتہ اپنے علم و قدرت کے اعتبار سے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، کوئی شے کوئی جگہ اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں، شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار

سوال [۹۸۹۱]: ہماری یہ بحث ہے کہ کیا انسانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے یا نہیں؟ مثلاً: انسان جو بھی کام دل سے کرے، وہ اچھے ہوں یا بُرے، کیا دل پر خدا کا اختیار ہے یا نہیں؟ کیا وہ خدا کے حکم سے کرتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے، جس دل میں جو چاہے ڈال دے، اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ: اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ (۲)۔ سب

(۱) ”قال الله تعالى عالم بجميع الموجودات لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في العلويات والسفليات، وأنه تعالى يعلم الجهر والسر وما يكون أخفى منه من المغيبات، بل أحاط بكل شيء علماً من الجزئيات والکلیات والموجودات والمعدومات والممكنات والمستحيلات، فهو بكل شيء علیم من الذوات والصفات بعلم قديم، لم يزل موصوفاً به على وجه الكمال، لا بعلم حادث حاصل في ذاته بالقبول والانفعال والتغير والانتقال، تعالى الله عن ذلك شأنه وتعظم عما نهاك برهانه“۔ (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۱۶، قدیمی)

”قال الله تعالى: ﴿وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ وإنما المراد: إحاطة عظيمة وسعة وقدرة“۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص: ۲۸۱، قدیمی)
(و کذا في روح المعاني، النساء: ۱۲۶: ۵/۲۲۹، دار الفکر بیروت)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: ”كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكثُر أن يقول: يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك“۔ فقلت: يا نبي الله! منا بك وبما جئت به، فهل تخاف علينا؟ قال: نعم! إن القلوب بين أصبعين من أصابع الله، يقلبها كيف يشاء“۔ (جامع الترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن: ۳۵/۲، ۳۶، سعيد)

امت کو یہ دعا کرنی چاہیے، مگر خدائے پاک نے اچھے کاموں کا حکم دیا ہے اور بُرے کاموں سے منع کیا ہے (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۸/۱۴۰۰ھ۔

اللہ کے لئے واحد کا لفظ استعمال کیا جائے یا جمع کا؟

سوال [۹۸۹۲]: اللہ تعالیٰ واحد ہے تو ”اللہ تعالیٰ کرتا دھرتا، دیتا، لیتا“ بولا جاتا ہے، لیکن آج کل تبلیغی نصاب وغیرہ اور تقریروں میں آپ لوگ ”کرتے دھرتے“ جمع بولتے اور لکھتے ہیں، کیا چکر ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

تعظیم کے لئے تم اور آپ بولنا بھی درست ہے، اللہ پاک نے بھی فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (۲)

= (وسنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲/۲۷۷، قدیمی)
(وکذا فی مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالک، رقم الحدیث: ۱۱۶۹۷، ۵۵۵/۳، دار
إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل: ۹۰)
”وَأَمْثَالُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء: ۵۸)
وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (ال
عمران: ۱۰۲)

وقال الله تعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ﴾ (الأنعام: ۱۲۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ
سَبِيلًا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ

أَشَدَّهُ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل: ۳۱-۳۶)

(۲) (الکوثر: ۱)

اور ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾ (۱) اور ﴿نَحْنُ أَقْرَبُ﴾ (۲) وغیرہ وغیرہ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) (القدر: ۱)

(۲) (ق: ۱۶)

(۳) البتہ بہتر ہے کہ واحد کے صیغے سے پکارا جائے، کیونکہ اس میں توحید کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے، اسی طرح ادعیہ ماثورہ بھی واحد کے صیغہ کے ساتھ ہیں۔

ما يتعلق بالإشراك بالله تعالى وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شرک کا بیان)

غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے اور خدا کے سامنے نہ جھکانے والے کا حکم

سوال [۹۸۹۳]: جو شخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے، اس کا حال اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟ جو جانتے تو سب کچھ ہیں، مگر کرتے کچھ نہیں اور نہ ہی دوسروں کو منع کرتے ہیں، ہندو تو پیروں کو پوجتے ہیں، مگر مسلمان کو معلوم ہے کہ خالق کون ہے، پھر بھی وہ دور بھاگتا ہے، خدا کے بجائے اوروں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

خطا وار اور گنہ گار ہیں، ان کو توبہ کر کے اپنا عقیدہ اور عمل درست کرنا ضروری ہے (۱)۔ خدائے پاک سب کو توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۶ھ۔

کیا وفات کے بعد بزرگ اپنے مزار پر چادر چڑھانے کا حکم دیتے ہیں؟

سوال [۹۸۹۴]: نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ وفات کے

(۱) ”من سجد للسلطان بنية العبادة أو لم يحضرها فقد كفر. وفي الخلاصة: ومن سجد لهم إن أراد به التعظيم أي: كتعظيم الله سبحانه وتعالى، كفر، وإن أراد به التحية، اختار بعض العلماء أنه لا يكفر، أقول: هذا هو الأظهر. وفي الظهيرية: قال بعضهم، يكفر مطلقاً، وأما تقبيل الأرض فهو قريب من السجود، إلا أن وضع الجبين أو الخد على الأرض فحش وأقبح من تقبيل الأرض. أقول: وضع الجبين أقبح من وضع الخد اهـ.“ (شرح الفقه الأكبر، أو آخر فصل في الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۹۳، قديمی)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی البیع: ۳۶۴/۸، رشیدیہ) =

بعد یہ آکر سوال کر سکتے ہیں کہ ہمارے مزار پر آکر چادر چڑھاؤ اور غیب کی باتیں بتلاتے ہیں اور اپنا پتہ بتلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے مزار پر جا کر جو دعا کی جاتی ہیں، وہ پوری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت نظام الدین اولیا رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے بزرگ تھے، انتقال کے بعد آکر کسی کو ستانا ان حضرات کا کام نہیں، نہ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری قبر پر چراغ، چادر یا غلاف چڑھائی جائے، نہ اس بات پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں، شیطان اور جنات ان کا نام بتا دیتے ہیں، بزرگان دین کے مزار پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا (۱) اور اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ! اپنے نیک بندہ کے طفیل ہمارا کوئی کام کر دے، درست ہے (۲)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

= (و كذا في روح المعاني، تحت قوله: ﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ﴾: ۲۲۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "والسنة زيارتها قائماً، والدعاء عندها قائماً، كما كان يفعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الخروج إلى البقيع فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوة كان أو عمرة أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، ۶۲۲، قديمی)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۳۲/۳، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

(۲) "أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه كان إذا قحطوا، استسقى بالعباس ابن عبدالمطلب رضي

الله تعالى عنه، فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فنتسقين، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا".

(صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱۳۹/۱، قديمی)

"وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في شرحه: ويستفاد من قصة العباس استحباب

الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة". (فتح الباري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس

الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۶۳۲/۲، قديمی)

"وقال السبكي: يحسن التوسل بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى ربه، ولم ينكر أحد من =

مرادیں مانگنے کے لئے مزاروں کا چکر لگانا

سوال [۹۸۹۵]: جو اس دنیا سے چل بسا، وہ زندوں کے کام آسکتا ہے یا نہیں؟

۲..... خداوند کریم قرآن شریف میں فرماتے ہیں کہ اتباع کرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، پھر مزاروں

کا چکر، مرادوں کا مانگنا، کیسے اسلام میں داخل ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کام سے کیا مراد ہے؟

۲..... مرادیں مانگنے کے لئے مزاروں کا چکر غلط اور خلاف شرع ہے (۱)، البتہ ایصالِ ثواب کے لئے

اور دنیا کی محبت کم کرنے کے لئے قبرستان جانے کی ترغیب آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر اللہ کے نام نذر و نیاز و فاتحہ کا حکم

سوال [۹۸۹۶]: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی یا ولی کے نام سے چندہ کر کے

= السلف ولا الخلف إلا ابن تیمیة وابتدع ما لم يقله عالم قبله، ونازع العلامة ابن امير الحاج في دعوى الخصوصية وأطال الكلام على ذلك في الفصل الثالث عشر في شرحه على المنية فراجعه“۔
(رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۹۷/۶، سعید)

”عندنا وعند مشائخنا رحمهم الله تعالى يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من

الأولياء والصديقين والشهداء في حياتهم وبعد وفاتهم“۔ (المهند على المفند، ص: ۸، قديمی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ذلك بأن الله هو الحق وأن ما تدعون من دونه هو الباطل وأن الله هو العلي الكبير﴾ (حج: ۲۲)

وقال الله تعالى: ﴿والذين تدعون من دونه لا يستطيعون نصركم ولا نصر أنفسهم ينصرون﴾

(الأعراف: ۱۹۷)

(۲) ”وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”كنت نهيتكم

عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة“۔ رواه ابن ماجه. (مشكاة المصابيح،

كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، رقم الحديث: ۱۷۹۹: ۱/۳۳۴، دار الكتب العلمية بيروت)

نیاز فاتحہ کرائی جائے اور اللہ تعالیٰ کا نام شامل نہ کیا جائے، تو اس جنس کا کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد

بلاشبہ کھانا محبوب و مندوب بہت خوب ہے کہ ان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر بارگاہ اہل اللہ میں نذر عقیدت

پیش کرنا اس کو تبرک بنا دیتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

”طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت مابین نمانید و بر آن فاتحہ و قل درود و خواندن

تبرک می شود خوردن بیار خوب است“ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الفقیر: محمود ایوب الرضوی غفرلہ، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مقصد کے لئے چند مانگنا اور سوال کرنا غلط طریقہ ہے، حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، حسب توفیق

غرباء کو اللہ کے لئے دے کر ثواب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح اقدس کو پہونچا دینا درست ہے،

قرآن کریم جس قدر پڑھ کر ثواب پہونچایا جائے، وہ بھی درست ہے، نوافل پڑھ کر نیز دیگر حسنات کر کے بھی

ثواب پہونچایا جاسکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے (۲)۔ کھانے کی اشیا سامنے رکھ کر مخصوص آیات پڑھ کر

مروجہ فاتحہ ثابت نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا اعتقادی مفسدہ ہے (۳)۔ غیر اللہ کے نام پر دینا ہرگز درست

(۱) (فتاویٰ عزیزی: ۷۸/۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) ”الأصل في هذا الباب: أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها

عند أهل السنة والجماعة“۔ (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۲/۱، شركة علمیه)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۲، رشیدیہ)

(۳) ”قال العلامة اللكنوي رحمه الله تعالى في الفاتحة المروجة: این طور مخصوص نہ در آن حضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، نہ در زمان خلفاء، بلکه وجود آن در قرون ثلاثہ کہ مشہود لها بالخیر

اند، منقول نہ شدہ، و حالاً در حرمین شریفین۔ زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً - عادات خواص نیست و این

را ضروری دانستن مذموم است“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلاة،

أبواب الجنائز: ۱۹۵/۱، امجد اکیڈمی لاہور)

نہیں (۱)، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر فتح العزیز میں اس کی پرزور تردید فرمائی ہے (۲) اور اکیلیں (۳) میں بہت عبارت اس مسئلہ کے لئے جمع کی ہیں اور اس کو بالکل ناجائز تحریر فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۹۷ھ۔



(۱) ”اعلم أن النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشموع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام“۔ (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، قبيل باب الاعتكاف: ۲/۴۳۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۱، رشيدية)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

(۲) (اردو ترجمہ تفسیر عزیزی موسوم بہ تفسیر فتح العزیز مجیدی، سورة البقرہ: ﴿وما أهل لغير الله به﴾: ۲/۹۴۳، سعيد)

(۳) لم أجد هذا الكتاب

مايتعلق بالاستمداد بغير الله تعالى (غير اللہ سے مدد مانگنا)

يا حضور، يا غوث وغيرہ کہنے کا حکم

سوال [۹۸۹۷]: کھیلنا کے پیر شان عزیز اللہ صاحب کو ”یا کھیلنا“ کہنا کہاں تک درست ہے؟ اس پیر صاحب کے خلیفہ پیر علیم الدین صاحب کو ”یا حضور“ کہنا کہاں تک درست ہے؟ سوتے وقت، اٹھتے بیٹھے وقت، خوشی و غم میں ہر حالت میں ”یا حضور“، ”یا غوث“ وغیرہ کہنا کہاں تک درست ہے؟ جب کہ کسی بھی وقت میں اللہ اور رسول کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے، شرک کے مشابہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

کیا اولیائے کرام دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں؟

سوال [۹۸۹۸]: لوگ کہتے ہیں کہ اولیائے کرام و صالحین دنیا میں بھی زندہ ہیں اور آخرت میں بھی

(۱) ”إن الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدي فلان! أغثنني، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك، وأن لا يحول حول حماه، وقد عدّه أناس من العلماء شركاً“۔ (روح المعاني، المائدة: ۳۵: ۲۶/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”یکفر بقوله: أرواح المشائخ حاضرة تعلم“۔ (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد،

النوع الأول: ۱/۲۹۱، دار إحياء التراث العربي بيروت) =

اس لئے وہ مدد کو آتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مايتعلق بالانبياء عليهم السلام واتباعهم (انبیائے کرام اور ان کے متبعین)

قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد

سوال [۹۸۹۹]: قرآن پاک میں مذکور پیغمبروں کی کل تعداد بمطابق دعویٰ بیضاوی ۲۸ ہے، کیا یہ درست ہے؟ نیز مذکور انبیاء فی القرآن کی نبوت کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟ مثلاً: نبیوں کی فہرست میں ہوں تو نبی ہوں گے، بعض کتابوں میں معلوم ہوا، مگر یہ اس لئے درست نہیں کہ حضرت مریم، حضرت ذوالکفل، حضرت عزیر بلکہ حضرت عیسیٰ نبیوں کی فہرست میں مذکور ہیں اور پھر نبی ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کس جگہ پر کیا ہے، اس کی پوری نشاندہی فرمائیں تاکہ اس کے متعلقات میں دیکھا جائے، شاید وہاں تفصیل مذکور ہو، تمام پیغمبروں کے نام تو حق تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی بتائے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصِصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ (۱) پھر کوئی پوری فہرست کیسے بتا سکتا ہے؟ قرآن کریم میں کسی کے نام کے ساتھ رسول کا لفظ ہے (۲) اور کسی کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ ہے (۳)،

(۱) (النساء: ۱۶۴)

(۲) قال الله تعالى: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾ (الفتح: ۲۹)

وقال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَهُ﴾ (النساء: ۱۷۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الصف: ۱۲۳)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَبَشَرْنَا هَبْشًا بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (الصافات: ۱۱۲)

وقال الله تعالى: ﴿وَإِذْ كَرَّمْنَا إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ صَدِيقًا نَبِيًّا﴾ (مریم: ۴۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا﴾ (مریم: ۵۳)

کسی کے متعلق اس پر کتاب نازل ہونے کا تذکرہ ہے (۱) یہ پیغمبر ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ بڑے بھائی کا ہے؟

سوال [۱۹۹۰]: انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اسی کی چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام، امام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں، سو ان کی تعظیم انسان کی سی کرنی چاہیے، نہ خدا کی سی، تمام انسان اللہ کے بندے بے شک ہیں، لیکن سب کے سب بڑے بھائی کی طرح ہیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی۔ اور مقیس علیہ حدیث ہے:

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم كان في نفر من المهاجرين والأنصار فجاء بعير فسجد له، فقال

أصحابه: يا رسول الله! تسجد لك البهائم والشجر، فنحن أحق أن

نسجد لك، فقال: اعبدوا ربكم وأكرموا أباكم“ مسند الإمام أحمد بن

حنبل: ۶/۷۶ (۲)۔

اور عقائد دیوبند (مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ)، ص: ۱۴ میں ہے:

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنا نحن نزلنا عليك القرآن تنزيلاً﴾ (الدھر: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿ولقد اتينا موسى الكتاب فاختلف فيه﴾ (هود: ۱۱۰)

وقال الله تعالى: ﴿واتينا داود زبوراً﴾ (المائدة: ۱۶۳)

وقال الله تعالى: ﴿وقفينا على آثارهم بعيسى ابن مريم مصدقا لما بين يديه من التوراة واتيناه

الإنجيل فيه هدى ونور﴾ (المائدة: ۴۶)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، رقم الحديث: ۲۳۹۵۰:

۷/۱۱۱، ۱۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے،

جتنی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے، تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ

ایمان سے خارج ہے“ (۱)۔

ان میں کون ٹھیک ہے؟ خلاصہ واضح مع الدلیل ثانی جواب فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ نے عقائد علماء دیوبند کا تو حوالہ دیا، مگر اس سے پہلے جو عبارت نقل کی ہے، اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب سے نقل کی ہے، یا تو وہ کتاب یہاں بھیج دیجئے، تاکہ پوری کتاب دیکھ کر معلوم ہو سکے کہ اس میں اتنی ہی بات مذکور ہے، یا اس سے زائد بھی ہے، جس سے یہ بات بھی صاف ہو جائے۔

اگر وہ کتاب آپ کے پاس نہ ہو، یا بھیجنا مناسب نہ سمجھیں، تو اس کا حوالہ مع صفحہ دیجئے اور اگر آپ تقویۃ الایمان پوری دیکھ لیں، تو امید ہے انشاء اللہ آپ کا خلجان رفع ہو جائے گا، نفس مخلوق ہونے میں اگر برابر کا درجہ ہو اور فضائل و صفات میں تفاوت ہو تو یہ بھی کوئی خلجان کی بات نہیں (۲)۔ اللہ پاک نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے علوم اور فضائل عطا فرمائے کہ کسی مخلوق کو وہ نہیں ملے (۳)۔ اس کے باوجود ان کو عبد ہی

(۱) (المہند علی المفند، ص: ۴۳، المیزان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿هَلْ كُنْتَ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ (الإسراء: ۹۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾ (الکہف: ۱۱۰)

”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنَسَى كَمَا تَنسُونَ“۔ (صحیح

البخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان: ۵۸/۱، قدیمی)

(۳) ”والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلك، فقد

قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إن الله فضل محمداً على أهل السماء والأنبياء“۔ (شرح الفقه

الأكبر للملا علی القاری، ص: ۱۱۴، قدیمی)

”وعن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أعطيت

خمسة لم يعطهن أحد قبلي: نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، فأیما

رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل، وأحلت لي المغانم ولم تحل لأحد قبلي، وأعطيت الشفاعة، وكان =

کہا جائے گا، معبود نہیں قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

کیا حضرت مریم علیہا السلام کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگا؟

سوال [۹۹۰۱]: سنا گیا ہے کہ حشر کے دن بعد از حساب و کتاب نبی بی مریم کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا جائے گا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

نبی بی مریم کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۱ھ۔

= النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعث إلى الناس عامة“ (مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم، الفصل الثاني: ۲/۵۱۲، قديمي)
”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفع“ (صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم على جميع الخلائق: ۲/۲۳۵، قديمي)
(۱) ”وقال أبو القاسم الطبراني في معجمه الكبير: عن ابن بريدة عن أبيه ﴿ثيبات وأبكار﴾ قال: وعد الله نبيه في هذه الآية أن يزوجه، فالثيب أسيه امرأة فرعون وبالأبكار مريم بنت عمران
وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: جاء جبريل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فمرّت خديجة فقال: إن الله يقرئها السلام، ويشرها بيت في الجنة من قصب، بعيد من اللعب لا نصب فيه ولا ضحج، من لؤلؤة جوفاء بين بيت مريم بنت عمران وبيت أسيه بنت مزاحم“ (تفسير ابن كثير، التحريم: ۵: ۵۰۱/۴، دارالسلام)

”وجاء في بعض الآثار أن مريم وأسيه زوجا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الجنة، أخرج الطبراني عن سعد بن جنادة قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران، وامرأة فرعون وأخت موسى عليه السلام“ (روح المعاني، آخر سورة مريم: =

حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں یا زوجہ؟

سوال [۹۹۰۲]: یہاں یہ بات سننے میں آئی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے، مگر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نہیں ہوا تھا، یہ بات درست ہے؟

جواب از بریلی شریف: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ماہ ذی الحجہ ۸ ہجری (۱) میں حضرت ماریہ قبطیہ کے لطن سے پیدا ہوئے اور رسولہ یا اٹھارہ مہینے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ”الإكمال في أسماء الرجال“ (۲) میں ہے: ”هذا إبراهيم ابن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من مارية القبطية رضي الله تعالى عنها“۔
کتب توارخ سے ثابت ہے کہ عزیز مصر کو جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا، تو اس کے جواب میں اس نے ایک طویل خط لکھا، اس کی مختصر عبارت یہ بھی ہے:

”میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دولڑکیاں بھیجتا ہوں، جن کی قبطیوں

= ۲۸/۱۶۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وعن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لخديجة وهي تجود بنفسها: أكرهين ما قد نزل بك ولقد جعل الله في الكره خيراً، فإذا قدمت على ضراتك فأقريهن مني السلام، مريم بنت عمران الخ“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، آخر سورة التحريم، جزء: ۱۸ : ۱۳۱/۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”وكان مولده في ذي الحجة سنة ثمان من الهجرة“۔ (أسد الغابة في معرفة الصحابة، باب الهمزة والباء وما يثلثهما، إبراهيم ابن رسول صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱۵۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)
(و كذا في شرح المواهب للعلامة الزرقاني، الفصل الثاني في ذكر أولاده الكرام : ۳۴۵/۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”إبراهيم بن النبي (صلى الله تعالى عليه وسلم) : هو إبراهيم بن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من مارية القبطية سريته، ولد في المدينة في ذي الحجة سنة ثمان، ومات وله ستة عشر شهراً، وقيل: ثمانية عشر، ودفن بالبقيع“۔ (الإكمال في أسماء الرجال، الباب الأول، ص: ۵۸۵، قديمی)

(مصر کی قوم) میں بہت عزت کی جاتی ہے۔

وہ لڑکیاں جو بھیجی تھیں، ان میں ایک ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور حرم نبوی میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ ایمان سے مشرف ہو چکی تھیں (۱)۔

اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرور نکاح کیا ہوگا، نہ کہ آپ حرم نبوی میں لونڈی کی حیثیت سے داخل ہوئیں تھیں کہ یہ شبہ ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح آپ سے ہوا ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شمیم یوسف رضوی دارالافتاء محلہ سودا کراں بریلی شریف، ۸/۸/۱۳۹۹ھ۔

جواب از فقیہ الأمت: شرعی جہاد میں جب دشمن پر غلبہ حاصل کر لیا جائے اور اس کو قید

کر کے اپنی حراست میں لے آئیں، پھر دشمن کے افراد کو غازیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، تو وہ غازی مال غنیمت کی طرح دشمن کے افراد کے بھی مالک ہو جاتے ہیں، ان سے خدمت لینے کا بھی حق ہوتا ہے اور ان کو فروخت کرنے کا بھی حق ہوتا ہے (۲)۔ ان میں جو عورتیں ہوتی ہیں، ان کو باندی لونڈی کہتے ہیں، عربی میں

(۱) ”ماریہ القبطیہ، أم ولد رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) بعث المقوقس صاحب الإسكندرية إلى رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) في سنة سبع من الهجرة بمارية وأختها سيرين، وألف مشقال ذهباً، وعشرين ثوباً لينا، وبغلتة الدلدل، وحمارة عفيرا، ويقال يعفور، ومع ذلك خصي يقال له مأبور، شيخ كبير، كان أختا مارية، وبعث بذلك كله مع حاطب بن أبي بلتعة فعرض حاطب بن أبي بلتعة على مارية الإسلام ورغبها فيه فأسلمت، وأسلمت أختها، وأقام الخصي على دينه حتى أسلم بالمدينة بعد في عهد رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم)، وكانت مارية بيضاء جميلة، فأنزلها رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) في العالية في المال الذي صار يقال له سرية أم ابراهيم، وكان يختلف إليها هناك وكان يطؤها بملك اليمين، وضرب عليها مع ذلك الحجاب، فحملت منه، ووضعت هناك في ذي الهجة سنة ثمان“. (الإصابة، كتاب النساء، حرف الميم، القسم الأول: ۳۱۱/۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(و کذا في أسد الغابه، النساء، حرف الميم: ۲۶۳/۲، دار الفکر)

(و کذا في تاريخ الطبري، ذکر موالی رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم): ۴۲۰/۲، مؤسسة الأعلمی)

(۲) ”الغنيمة: اسم لما يؤخذ من أموال الكفرة بقوة الغزاة وقهر الكفرة“ (قوله: فتصح) أي: وثبت =

”امہ“ کہتے ہیں، جس کی جمع اماء آتی ہے (۱)۔ قرآن کریم نے ایسے افراد کو ﴿ما ملکت ایمانکم﴾ سے تعبیر کیا ہے (۲)، یعنی جو غلام و باندیاں تمہاری ملک میں ہیں، جو لونڈی جس کی ملک میں آئے، اس کو یہ بھی حق ہے کہ اس سے خدمت لے، یہ بھی حق ہے کہ فروخت کر دے، یہ بھی حق ہے کہ ہبہ کر دے، یہ بھی حق ہے کہ اس سے صحبت کرے، لیکن اگر لونڈی کا کسی سے نکاح کر دیا ہے تو مالک کو اب اس سے صحبت کا حق نہیں رہا (۳)۔ جس لونڈی کو مالک صحبت کے لئے تجویز کرے کہ اس سے صحبت کیا کریں گے، تو وہ اس کی ”سریہ“ کہلاتی ہے،

= الأحكام ”فتح“ أي: من حل الوطاء، والبيع والعق والإرث، بخلاف ما قبل القسمة“۔ (رد المحتار، کتاب الجہاد، باب الغنائم وقسمته: ۱۳۹/۴ - ۱۴۱، سعید)

”الغنائم: جمع غنيمه، وهي اسم لمال مأخوذ من الكفرة بالقهر والغلبة والحرب قائمة، وحكمها أن يخمس والباقي بعد الخمس للغانمين خاصة..... (قسمه)..... (بين المسلمين) أي: الفاتحين كما فعل رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) بخير فحينئذ يكون نفس البلاد عشرية وفيه إشعار، بأنه يسترى نساؤهم وذرايرهم“۔ (مجمع الأنهر، باب الغنائم وقسمتها: ۶۴۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الجهاد، باب الغنائم وقسمته: ۴۴۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”الأمه: المرأة المملوكة خلاف الحرة وتقول: يا أمه الله! كما تقول يا عبد الله! (جمع) إماء، وآم“۔ (المعجم الوسيط، باب الهمزة، ص: ۲۸، مكتبة الإسلامية)

”أمّا أمه: المملوكة خلاف الحرة، وجمع الأمة أموات وإماء“۔ (لسان العرب، ص: ۱۴/۴، دار صادر)

(و كذا في المنجد، ص: ۱۸، بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمحصنات من النساء إلا ما ملکت ایمانکم﴾ (النساء: ۲۴)

(۳) ”وأما في الأمة فلحرمة الاستمتاع بها عليه بالنكاح“۔ (فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق: ۳۹۰/۳، مصطفى الباز)

”عن روفع ابن ثابت رضي الله تعالى عنه، عن النبي (صلى الله تعالى عليه وسلم) قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسق ماءه ولد غيره“۔ (سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في الرجل يشتري الجارية وهي حامل: ۲۰۴/۲، رقم الحديث: ۱۱۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في وطئ السبايا: ۳۱۰/۱، مكتبة رحمانيه)

جس کی جمع سراری آتی ہے (۱)۔ ایسی باندی لونڈی سے شرعاً نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، پھر اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ ”ام ولد“ کہلاتی ہے (۲)، اس کو فروخت کرنے کا بھی حق نہیں رہتا اور مالک کے انتقال کے بعد وہ آزاد بھی ہو جاتی ہے (۳)۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک میں آئیں تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”سریہ“ بنالیا تھا، یعنی صحبت کے لئے تجویز فرمالیا تھا، کہ ان کا نہ کسی سے نکاح کرنا ہے، نہ ان کو فروخت کرنا ہے، چنانچہ ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے (۴)۔

ہمشتہ فتویٰ میں ”الاکمال فی أسماء الرجال“ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں ایک لفظ آگے بھی نقل کر دیا جاتا، تو بات صاف ہو جاتی۔ پوری عبارت یہ ہے:

”إبراهيم بن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من مارية القبطية رضي الله تعالى عنها

(۱) ”والسرية: الجارية المتخذة للملك والجماع والجمع السراري. وفي حديث عائشة، وذكر لها المتعة، فقالت: والله مانجد في كلام الله إلا النكاح والاستسرار، تريد اتخاذ السراري.“ (لسان العرب: ۳/۳۵۸، دار صادر)

”السرية، الجارية المملوكة (ج) سراري.“ (المعجم الوسيط، ص: ۴۲۷، مكتبة الإسلامية)
(۲) ”فأم الولد، جارية استولدها الرجل بملك اليمين أو النكاح أو بالشبهة ثم ملكها.“ (رد المحتار، كتاب العتق، باب الاستيلاء، ص: ۶۸۹، سعيد)

”إذا ولدت الأمة من مولاها، فقد صارت أم ولد.“ (الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب العتق، فی أمهات الأولاد: ۲/۲۷۳، قدیمی)

(و کذا فی الهدایة، کتاب العتاق، باب الاستیلاء: ۲/۲۷۳، مکتبہ شرکت علمیہ)
(۳) ”لا يجوز بيعها ويوجب عتقها بعد موته.“ (الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب العتق، فی أمهات الأولاد: ۲/۲۷۳، قدیمی)

(و کذا فی الهدایة، کتاب العتق، باب الاستیلاء: ۲/۲۷۳، مکتبہ شرکت علمیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۶/۱۱۸، رشیدیہ)

(۴) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۵۰

سریتہ“ (۱)، یعنی: ”حضرت ابراہیم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لطن سے پیدا ہوئے تھے اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سریہ (لونڈی باندی) تھیں، جن کے نکاح کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ کتب فتاویٰ عالمگیری (۲)، مجمع الأنہر (۳)، بحر الرائق (۴)، شامی (۵) وغیرہ سب میں مذکور ہے کہ مالک کا نکاح اپنی مملوکہ لونڈی سے جائز نہیں۔

جن عورتوں سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے، جو کہ ازواج مطہرات ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی (۶)، حافظ بدر الدین عینی (۷)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ اکابر نے ان کی تفصیلی فہرست اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور ہر ایک کے متعلق بتایا ہے کہ کس سے کس سن میں نکاح ہوا، ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان میں شمار نہیں کیا، جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا، بلکہ شرعاً اس سے نکاح کرنا جائز بھی نہیں، اس کے متعلق یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرور نکاح کیا ہوگا اور یہ کہ وہ

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۲، ص: ۵۰

(۲) ”إذا زوج الرجل أمة أو مكاتبه أو مدبرته أو أم ولده أو أمة يملك بعضها لم يكن ذلك نكاحاً“.

(الفتاوى العالمگیریة، كتاب النكاح، القسم الثامن المحرمات بالملك: ۲۸۲/۱، رشیدیہ)

(۳) (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۸۶/۱، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(۴) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۸۰/۳، رشیدیہ)

(۵) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۳/۳، سعید)

(۶) ”أن الأولى كانت في أول قدومه المدينة حيث كان تحته تسع نسوة، والحالة الثانية في آخر الأمر حيث اجتمع عنده إحدى عشرة امرأة، وموضع الوهم منه أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لما قدم المدينة، لم يكن تحته امرأة سوى سودة، ثم دخل على عائشة بالمدينة، ثم تزوج أم سلمة، وحفصة وزينب بنت خزيمة في السنة الثالثة والرابعة، ثم تزوج زينب بنت جحش في الخامسة، ثم جویریة في السادسة، ثم صفیة وأم حبیبہ ومیمونہ في السابعة، وهؤلاء جميع من دخل بهن من الزوجات بعد الهجرة على المشهور“۔ (فتح الباري، كتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد، ومن دار على نساءه في غسل واحد: ۵۹۶/۱، قديمی)

(۷) (عمدة القارئ، كتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد، ومن دار على نساءه في غسل واحد:

۳۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

حرم نبوی میں داخل ہوئیں، یہ بے جا جسارت ہے۔ استغفر اللہ العظیم ایسی جسارت پر وعید شدید ہے اور یہ حقیقت سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے۔

سریہ کا رواج صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے حضرات میں بھی رہا، اس وجہ سے ام ولد کی بیع کے متعلق فقہی جزئیات موجود ہیں اور آج کے دور میں نہ شرعی جہاد ہے، نہ کسی کو غلام باندی بنایا جاتا ہے، نہ سریہ کا وجود ہے، اس وجہ سے ایسے مسائل کے سمجھنے میں بھی ناواقف لوگوں کو دشواری ہوتی ہے، ممکن ہے کہ فاضل مجیب نے ناواقفیت کی وجہ سے الإكمال في أسماء الرجال کی عبارت نقل کرتے وقت سریہ کا لفظ بیکار و مہمل سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۱۳۹۹ھ۔

نبوت آدم علیہ السلام و خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال [۹۹۰۳]: آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ نیز خلافت راشدہ میں حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت آدم علی نبیا علیہم السلام نے بھی بذریعہ وحی احکام خداوندی کو حاصل کیا اور تبلیغ کی، نبی کی یہی شان ہوتی ہے (۱)۔ اس لحاظ سے وہ بھی نبی تھے (۲)۔

(۱) ”والرسول إنسان بعثه الله إلى الخلق لتبليغ الأحكام، وقد يشترط فيه الكتاب، بخلاف النبي فإنه أعم“۔ (شرح العقائد، ص: ۱۰۷، قدیمی)

”والرسول من له شريعة وكتاب فيكون أخص من النبي“۔ (شرح الفقه الأكبر لابن المنتهي، ص: ۱۰، قطر)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر لملا على القاري، ص: ۱۲، قدیمی)

(۲) ”روى الطبراني أن رجلاً قال: يا رسول الله! أبنی آدم؟ قال: نعم، قال: كم بينه وبين نوح؟ قال:

عشرة قرون“۔ (الفتاویٰ الحديثية، مطلب في عدد الأنبياء والرسل، ص: ۲۴۱، قدیمی)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ألا =

خلافتِ راشدہ جس کا تذکرہ حدیث شریف میں ہے، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر بننے سے پہلے پوری ہو چکی تھی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تورات پھینکنے سے آیت کے اڑنے کا عقیدہ رکھنا

سوال [۹۹۰۲]: جس شخص کا عقیدہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے تورات پھینکنے سے ﴿وتفصيل کل شیء﴾ (۲) آیت اڑ گئی۔ اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ اصل بات کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا تذکرہ کتب عقائد میں کہیں نہیں پایا، جس شخص کا یہ عقیدہ ہے، اسی سے اس کی دلیل دریافت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= أخبركم بأفضل الملائكة جبريل، وأفضل النبيين آدم“. (البداية والنهاية: ۱/۱۰۸، باب خلق آدم)
 ”وَأُولَ الْأَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآلِهِمْ مُحَمَّدٌ (عليهما السلام)“. (شرح العقائد للنسفي، ص: ۱۳۶، قديمي)
 (۱) ”عن سفينة رضي الله تعالى عنه، قال سمعت النبي (صلى الله تعالى عليه وسلم) يقول: الخلافة ثلاثون سنة، ثم تكون ملكاً، ثم يقول سفينة، أمسك خلافة أبي بكر سنتين، وخلافة عمر عشرة، وعثمان اثنتي عشرة، وعلي سنة“. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، الفصل الثاني: ۲/۲۸۱، رقم الحديث: ۵۲۹۵، دارالكتب العلمية بيروت)

”فعلي خاتم الخلفاء كالنبي خاتم الأنبياء والمهدي خاتم الأولياء“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الفتن، الفصل الثاني: ۲۲/۱۰، رشيدية)

”والتحقيق: أنه كان بعد علي رضي الله عنه نحو ستة أشهر باقية من ثلاثين، وهي مدة خلافة الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما، وكان كمال ثلاثين عند تسليم الحسن رضي الله تعالى عنه الخلافة إلى معاوية رضي الله تعالى عنه. وذكر بعضهم: أن خلافة أبي بكر رضي الله تعالى عنه سنتان وثلاثة أشهر، وعمر رضي الله تعالى عنه عشر سنين وستة أشهر، وعثمان رضي الله تعالى عنه اثنتا عشر سنة إلا عدة أيام، وعلي رضي الله تعالى عنه أربع سنين وتسعة أشهر“. (البراس، مبحث اختلاف علي ومعاوية رضي الله تعالى عنهما، ص: ۳۰۸، مكتبة حقانيه ملتان)

(۲) (يوسف: ۱۱۱)

حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا امت محمدیہ میں ہونے کی دعا و خواہش کرنا

سوال [۹۹۰۵]: کیا یہ صحیح ہے کہ جب اس امت کی تعریف کی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے خواہش کی کہ وہ اس امت کے نبی ہوں؟

۲..... یہ ثابت ہے یا نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس امت میں

ہونے کی خواہش کی یا دعا کی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱..... معالم التنزیل (۱) وغیرہ میں روایت مذکور ہے، جس میں یہ خواہش اور دعا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۷ھ۔

حضرت عیسیٰ نبی ہوں گے یا امتی اور ان پر وحی آئے گی یا نہیں؟

سوال [۹۹۰۶]: ۱- ایک صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے آسمان سے نزول فرمائیں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبی کی

حیثیت سے رہیں گے، اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی نہ مانے،

اس کا ایمان باقی نہیں رہتا، ان کے دلائل کا صرف امتی ہونا تحریر فرمایا ہے، ان صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کو ”امتی نبی“ کا لقب و عنوان دیا، ایک پمفلٹ میں یہ بھی لکھا کہ ”آج ایک شخص نزول عیسیٰ کے سلسلہ میں

(۱) ”عن کعب الأحبار رضي الله تعالى عنه: أن موسى عليه السلام، نظر عند سعيد في التوراة، فقال: إني

أجد أمة خير الأمم أخرجت للناس يأملون بالمعروف وينهون عن المنكر، ويؤمنون بالله وبالكتاب

الأول وبالكتاب الآخر، ويقاتلوا أهل الضلالة حتى يقاتلوا الأعور الدجال، رب اجعلهم امتي، قال: هي

أمة محمد يا موسى! فقال: رب إني أجد أمة هم الحمادون لله على كل حال..... فلما عجب موسى من

الخير الذي أعطى الله محمداً وأمته، قال: ياليتني من أصحاب محمد! فأوحى الله إليه ثلاث آيات.....

الخ“ (تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، الأعراف: ۱۳۳: ۱۹۸/۲، إداره تالیفات اشرفیہ)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر، الأعراف: ۱۵۴: ۳۳۲/۲، دارالسلام)

(و کذا فی جامع البیان عن تأویل آی القرآن، الأعراف: ۱۵۰: ۶۵/۶، مصطفى البابی الحلبي مصر)

اکابر علماء سلف کے اقوال کو پس پشت ڈال دیتا ہے، ان کے اقوال اور امت اسلامیہ کے عقیدہ کے خلاف محض اپنی تحقیق کے بل بوتے پر علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت نبی کے ہوگی اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی، تو کیا ان کے دعویٰ سے علماء کرام اور عامۃ المسلمین کے عقیدہ ختم نبوت کو ٹھیس نہیں لگتی ہے؟ انتہی کلامہ۔ حاصل دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ماننا ایمان و عقیدہ کا جزو ہے۔

۲- دوسرے صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے، تو بے شک شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے شریعت موسویہ کا اتباع بھی کر چکے ہیں۔ شریعت محمدیہ کا اتباع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں، جو پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے بھی جو دنیا میں آتے شریعت محمدیہ پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری ہوتا، اتباع اور چیز ہے، امتی ہونا اور چیز ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے، اس کے باوجود ملت ابراہیمی پر تھے، حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام بھی رسول تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے (کتاب النبوات، ص: ۱۷۳-۱۷۴، حافظ ابن تیمیہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام امتی ماننا ضروری نہیں، نہ یہ ایمان و عقیدہ کا جز ہے، عوام الناس اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزول کے بعد نبی قرار دینا ضروری نہیں، ”امتی نبی“ قادیانیوں کی اصطلاح ہے۔

اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی نبی نبوت سے معزول نہیں کیا جاتا، نبوت کا مرتبہ کسی نبی کو عطا ہوتا ہے، اس میں ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی، ان کی نبوت کا کسی درجہ میں انکار کفر ہے، حضرت عیسیٰ پر وحی آنے کا ذکر صحاح کی حدیث میں ہے وہ وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہوگی اور وہ وحی نبوت ہوگی، بعد نزول بھی حضرت عیسیٰ معصوم رہیں گے، البتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت فرمائیں گے۔ (امداد الفتاویٰ مسائل شتی) (۱)۔ از حکیم الامت تھانوی قدس سرہ۔

(۱) مذکورہ عبارت امداد الفتاویٰ میں باوجود تلاش کے نہ مل سکی۔ البتہ اسی مضمون کا جواب مذکور ہے۔ (امداد الفتاویٰ، مسائل شتی،

جامعہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم حال نے تحریر فرمایا: حضرت عیسیٰ ایک مستقل شرعی نبی ہیں اور ان کو آسمان پر زندہ اٹھالینا بھی تو اتر سے ثابت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ وہ قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، دوسری بات کہ امتی اسے کہتے ہیں جس کی اصلاح و ہدایت کے لئے اس کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا ہو اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں امتی نہیں، البتہ انہوں نے ایک دعا کی تھی اور وہ پوری ہوئی، لہذا قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لا کر آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت کریں گے، مگر وہ اپنی جگہ نبی ہی رہیں گے، امتی نہ ہوں گے۔

نیز ملا علی قاری نے باب نزول عیسیٰ میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے حدیث نقل فرمائی:

”قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: كيف أنتم الخ“.

اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”والحاصل: أن إمامكم واحد منكم دون عيسى عليه السلام، فإنه

بمنزلة الخليفة، وقيل: فيه دليل أن عيسى عليه السلام لا يكون من أمة محمد

عليه الصلاة والسلام بل مقرر الملة ومعيناً لأمتة عليهما السلام“ (۱).

نیز عقائد اہل سنت والجماعت کی مسلمہ کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا امتی ماننا جزو ایمان و عقیدہ قرار نہیں دیا، نہ کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

ذکر ”خليفة من أمتي من بعدي أو حكما عادلاً“ (۲) وغیرہ کے الفاظ احادیث میں ہیں۔ کذا فی

الخير الكثير (۳)، ص: ۷۷، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، الفصل الأول، رقم الحدیث:

۵۵۰۶: ۱۰/۱۶۳، رشیدیہ)

(۲) (مشکاۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، الفصل الأول، رقم الحدیث:

۵۵۰۵، ۵۵۰۶: ۲/۳۰۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (الخير الكثير لشاہ ولی اللہ المحدث الدهلوی، أنبياء عليهم السلام وبيان مبادئ تعيناتهم بتفصيل

عجیب نادر، ص: ۹۸، ۹۹، رحیمیہ پشاور)

مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں حسب ذیل سوالوں کا جواب مطلوب ہے:

۱..... مندرجہ بالا دونوں فریق میں کون سا قول اقرب الی الصواب و احوط ہے؟

۲..... کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ماننا جزو ایمان ہے اور جو یہ کہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، مگر امتی نہ ہوں گے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

۳..... امتی کی صحیح تعریف کیا ہے؟

۴..... کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبی نہ رہیں گے اور نبی ہونے کی حیثیت ان کی ذات

سے ختم ہو جائے گی۔

۵..... نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے معصوم رہیں گے یا نہیں؟

۶..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی یا نہیں؟ اور وہ وحی نبوت ہوگی یا نہیں؟ البتہ یہ امر مسلم ہے

کہ وہ وحی مطابق شریعت محمدیہ کے ہوگی۔

۷..... حضرت عیسیٰ کو حسب سابق کی حیثیت سے ماننے سے اور ان پر وحی آنے کے قائل ہونے سے ختم

نبوت کے مسلمہ مسئلہ پر اثر پڑنے کا اشکال صحیح ہے یا غلط؟

۸..... عوام الناس اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ امتی کی حیثیت سے نزول

فرمائیں گے تو وہ نہ تو نبی کی حیثیت میں رہیں گے اور نہ ان پر وحی آ سکے گی، یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے جلیل القدر رسول ہیں، جو بغیر باپ کے

پیدا ہوئے (۱) فرائض رسالت پوری تندہی کے ساتھ ادا کئے، یہود نے ان کو بہت اذیت پہنچائی اور ان کے

(۱) ”وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ ۖ أَيُّ دَلَالَةٍ وَعَلَامَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى قَدَرِهِمْ وَخَلْقِهِمُ الَّذِي نَوَّعَ فِي خَلْقِهِمْ،

فَخَلَقَ آبَائَهُمْ آدَمَ مِنْ غَيْرِ ذَكَرٍ وَلَا أُنْثَىٰ، وَخَلَقَ حَوَّاءَ مِنْ ذَكَرٍ وَلَا أُنْثَىٰ، وَخَلَقَ بَقِيَّةَ الذَّرِيَّةِ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

إِلَّا عِيسَىٰ، فَإِنَّهُ أَوْ جَدُّهُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا ذَكَرٌ“۔ (تفسیر ابن کثیر، مریم: ۲۱، ۱۵۶/۳، دارالسلام)

”قوله تعالى: ﴿إِنْ مَثَلُ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ﴾ دليل على صحة القياس،

والتشبيه واقع على أن عيسى خلق من غير أب كآدم، لا على أنه خلق من تراب“۔ (الجامع لأحكام

القرآن للقرطبي، ال عمران: ۶۰، ۷۱/۴، دار إحياء التراث العربي بيروت) =

متعلق سخت ارادہ کیا، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قتل و صلب سے بچا کر ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا (۱)۔ انہوں نے ایک دعا کی تھی کہ ان کو امت محمدیہ میں شامل کر دیا جائے، وہ دعا قبول ہوئی (۲)، اخیر زمانے میں فتنہ دجال کے دفعیہ کے لئے وہ آسمان سے اتریں گے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ان کی شریعت پر عمل اور حکم کریں گے، نہ کہ اپنی شریعت پر۔ اس اعتبار سے ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی کہنا درست ہے (۳)، ورنہ حقیقی معنی کے لحاظ سے امتی کہنا درست نہیں، ان کی نبوت محفوظ رہے گی، وہ سلب

= ”ولهذا قيل لعيسى: إنه كلمة الله وروح منه؛ لأنه لم يكن له أب تولد منه، وإنما هو ناشئ عن

الكلمة التي قال له بها كن، فكان“۔ (تفسير ابن كثير، النساء: ۱۷۲: ۱/۸۵، دار السلام)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ (النساء: ۱۵۷)

”والصحيح: أن الله تعالى رفعه إلى السماء من غير وفاة ولا نوم، كما قال الحسن وابن زيد،

وهو اختيار الطبري، وهو الصحيح عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه“۔ (تفسير قرطبي، آل عمران:

۵۵: ۴/۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في روح المعاني: ۳/۱۷۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”قيل: سينزل عيسى عليه السلام من السماء على عهد الدجال ويقتل الدجال ويتزوج بعد قتله

امراً من العرب، وتلد منه، ثم يموت هو بعد ما يعيش أربعين سنة من نزوله، فيصلي عليه المسلمون؛

لأنه سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة، فاستجاب الله دعاءه“۔ (تفسير روح البيان، آل عمران: ۵۵:

۲/۵۱، مكتبة القدس كوئته)

(و كذا في تفسير بحر العلوم للسمرقندي: ۱/۲۷۲، آل عمران: ۵۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”أن سعيد بن المسيب سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: ”والذي نفسي بيده ليوشكن لينزلن فيكم ابن مريم حكماً“۔ الحديث قوله: (حكماً) أي:

حاكماً، والمعنى أنه ينزل حاكماً بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ، بل يكون حاكماً من

حكام هذه الأمة الخ“۔ (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليه السلام:

۶/۴۹۰، ۴۹۱، دار المعرفة)

”فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسى بعده؟ قلنا: نعم! لكنه يتابع محمداً عليه السلام؛

لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحي، ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام“۔ =

نہیں ہوگی، لہذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اعتقاد کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول محل اور مانع نہیں، وہ کوئی جدید نبی نہیں، جن کی پیدائش خاتم النبیین کے بعد ہو، ان کا آسمان سے نازل ہونا تواتر سے ثابت ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے (۱)۔ مزید شواہد "التصريح بما تواتر في نزول المسيح" میں ہے (۲)۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وعيسى عليه السلام هو من أتم الأنبياء شأنًا وأجلهم برهانًا ومزاجه السبوغ، ولذلك كانت معجزاته سبوغية كلها، وكان وجوده من طريق السبوغ، ولذلك حق له أن ينعكس فيه أنوار سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم، ويزعم العامة إذا نزل في الأرض كان واحداً من الأمة، كلاب هو شرح للاسم الجامع المسمى ونسخة منسوخة منه، فشتان بينه وبين أحد من الأمة إلا أن يتبع القرآن ويأتم بخاتم الأنبياء، وذلك لا يقدر في كماله بل

= (شرح عقائد النسفية للفتاواني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل)

"إن عيسى عليه الصلاة والسلام مع بقائه على نبوته معدود في أمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وداخل في زمرة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو حي مؤمن به ومصدقاً عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ألا! إن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول، إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدي، إنما يحكم عيسى بشريعة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم بالقرآن والسنة". (الحاوي للفتاوى، كتاب الأعلام بحكم عيسى عليه السلام: ۱۹۵/۲، دار الفكر)

(۱) "ثم إنه رفعه إليه، وإنه باق حي، وإنه سينزل قبل يوم القيامة كما دلت عليه الأحاديث المتواترة التي سنوردها إن شاء الله قريباً". (تفسير ابن كثير، النساء: ۵۹: ۱/۲۸، دار السلام)

"وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة إماماً عادلاً مقسطاً". (تفسير ابن كثير، الزخرف: ۶۱: ۱/۲۹، دار السلام)

(۲) (التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ص: ۹۱، مكتبة دار العلوم کراچی)

يؤيده فتعرف وهو بذاته محاق لشُرور اليهود، ولذلك نزل بين يدي القيامة،

وسياتيك تمام الكلام“. الخیر الكثير، ص: ۷۲ (۱)۔

۲..... حضرت عیسیٰ وعلی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ امتی ہی ہوں گے اور جو شخص

ان کے امتی ہونے کا اعتقاد نہ رکھے، وہ اسلام سے خارج ہے یہ کوئی بنیادی عقیدہ نہیں، جس پر مدار نجات ہو، اس لئے ایمان کی بنیادوں میں اس کو ذکر نہیں کیا گیا، البتہ چونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ چیز نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا (۲)۔ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نص قطعی کے مخالف عقیدہ کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا (۳)۔

۳..... امتی وہ ہے جو نبی نہ ہو اور اس کی ہدایت کے لئے نبی کو مبعوث کیا جائے۔

(۱) (الخیر الكثير لشاہ ولی اللہ المحدث الدهلوي، أنبياء عليهم السلام وبيان مبادئ تعيناتهم بتفصيل عجيب نادر، ص: ۹۸، ۹۹، مکتبہ رحیمیہ پشاور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الأحزاب: ۴۰)
”عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: “قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي“ (جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى تخرج كذابون، رقم الحديث: ۲۲۱۹: ۳/۲۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

”وكونه صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم النبيين مما نطقت به الكتاب، وصدعت به السنة، وأجمعت عليه الأمة“ (روح المعاني، الأحزاب: ۴۰: ۲۲/۵۹، دار الفكر)

(۳) ”ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“ (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، س: ۱۶۴، قديمی)

”وكل دعوة نبوة بعد ظهور (نبوته) الخاتمة (فغی) أي: ضلال وفرط جهل، حملة على

دعواها (وهوى) نفس أمارة بهواها“ (شرح العقيدة الطحاوية للميداني، ص: ۲۷، زمزم پبلشرز)

”وقد أخبر الله تبارك وتعالى في كتابه ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في السنة المتواترة

عنه، أنه لا نبي بعده، ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب وأفاك، دجال، ضال مضل“.

(تفسير ابن كثير، الأحزاب: ۴۰: ۳/۲۵۲، دار السلام)

۴..... ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، بلکہ محفوظ رہے گی، البتہ وہ حکم و عمل شریعت محمدیہ کے مطابق کریں گے (۱)۔

۵..... جب ان کی نبوت محفوظ ہے، تو لوازم نبوت بھی ان کو حاصل رہیں گے اور وہ معصوم رہیں گے۔

۶..... ان کے لئے جدید وحی کی ضرورت نہ ہوگی۔

۷..... ختم نبوت تو پختہ طور پر ثابت ہے اور ان کے اوپر کوئی جدید وحی نہیں آئے گی اور نہ وہ اپنی شریعت پر حکم و عمل کریں گے، اس لئے سلسلہ ختم نبوت اپنی جگہ پر مستحکم ہے (۲)۔

۸..... اور جدید وحی بھی نہیں آئے گی اور اپنی شریعت کو نافذ بھی نہیں کریں گے، بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو احکام نازل ہوئے، انہیں کو جاری و نافذ کریں گے اور ان احکام کو بھی اس دنیا میں کسی طالب علمانہ حیثیت سے حاصل نہیں کریں گے، بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان ہی احکام کی طرف ان کو رہنمائی حاصل ہوگی (۳)۔ شیخ محی الدین بن العربی نے بھی فتوحات مکیہ (۴) میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۱۴۲۵ھ۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں شامل ہوں گے؟

سوال [۹۹۰۷]: تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں اکابر علماء کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا، امت محمدیہ کی فضیلت میں انہوں نے بیان کیا کہ انبیاء سابقین میں سے بعض نے امت محمدیہ میں شامل ہونے کی تمنا

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۳، ص: ۶۰

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۳، ص: ۶۰

(۳) راجع رقم الحاشیة: ۳، ص: ۶۰

(۴) ”وإنما ذكرناه لكون الخصم يعلم أنه لا بد أن ينزل في هذه الأمة في آخر الزمان ويحكم بسنة

محمد صلى الله تعالى عليه وسلم مثل ما حكم الخلفاء المهديون الراشدون“۔ (الفتوحات المكية، الباب

الثالث والسبعون إيضاح وشرح المسائل الروحانية، عيسى بن مريم من أمة محمد وهو أفضل من أبي

بكر: ۱۰۸: ۱۳/۱۳۸، المكتبة العربية، مصر)

کی تھی، چنانچہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہو کر تشریف لائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے بھی اپنی تصنیف کتاب ”داڑھی کا وجوب“، ص: ۲۹، (مطبوعہ ۱۲۹۶ھ) میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے:

”مدعیان اسلام بتلائیں کہ وہ کیا قدر کر رہے ہیں، سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، جن کے امتی بن کر قبل قیامت ہی حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔“

اور اسی طرح پورے برما کے تبلیغی بیانات میں کہا جاتا ہے، لہذا یہ کہنا کہ قبل قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہو کر تشریف لائیں گے، شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہودیوں کے ارادہ بد سے بچانے کے لئے زندہ آسمان پر اٹھا لیا (۱) اور پھر صدیوں بعد حضرت سید الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور اپنی دعوت قوم کے سامنے پیش کی، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں موجود نہیں تھے، آسمان پر تھے، تو حضرت عیسیٰ کی ہدایت کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، اس اعتبار سے ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی نہیں کہا جاتا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی امت محمدیہ میں شامل ہونے کی (۲)، ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا گیا کہ وہ اخیر زمانہ میں جب کہ ان کی نبوت اور تشریع کا زمانہ نہیں ہوگا،

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ، مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ، وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (النساء: ۱۵۷)

”والصحيح أن الله تعالى رفعه إلى السماء من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد، وهو اختيار الطبري، وهو الصحيح عن ابن عباس“. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، ال عمران: ۵۵: ۷۰/۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير روح المعاني: ۷۹/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”قيل: سينزل عيسى عليه السلام من السماء على عهد الدجال ويقتل الدجال ويتزوج بعد قتله =

بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور تشریع کا زمانہ ہوگا، آسمان سے نازل ہوں گے (۱) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے آپ کی شریعت کے مطابق حکم فرمائیں گے اور عمل کریں گے، اس اعتبار سے گویا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں گے، مگر ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، وہ محفوظ ہوگی اور حکم شرع محمدی پر کریں گے (۲)۔ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ

= امرأة من العرب وتلد منه، ثم يموت هو بعد ما يعيش أربعين سنة من نزوله، فيصلي عليه المسلمون؛ لأنه سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة فاستجاب الله دعاءه“۔ (تفسير روح البيان، ال عمران: ۵۵: ۵۱/۲، المكتبة القدس كوئته)

”ويقال: إنه ينزل ويتزوج امرأة من العرب بعد ما يقتل الدجال، وتلد له ابنة فتموت ابنته، ثم يموت هو بعد ما يعيش سنين؛ لأنه قد سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة فاستجاب الله دعاءه“۔ (تفسير بحر العلوم للسمرقندي: ۲/۱، ال عمران: ۵۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”أن أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم“۔ (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليه السلام: ۴۹۰/۱، قديمي)

”عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا، وليكسرن الصليب.....“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب نزول عيسى عليه الصلوة والسلام، الفصل الأول: ۲/۴۹، قديمي)

(۲) ”فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسى بعده؟ قلنا: نعم! لكنه يتابع محمدا عليه السلام؛ لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحي ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام“۔ (شرح عقائد النسفية للفتازاني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل)

”إن عيسى عليه الصلاة والسلام مع بقائه على نبوته معدود في أمة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وداخل في زمرة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو حي مؤمنا به ومصداقا..... إنما يحكم عيسى بشريعة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم بالقرآن والسنة، عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ألا! إن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول، إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدي“۔ (الحاوي للفتاوى، كتاب الأعلام بحكم عيسى =

الحديث مدخلہ کا مقصد یہ نہیں کہ ان کی نبوت سلب ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

نبوت اور حیاتِ خضر علیہ السلام

سوال [۹۹۰۸]: حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے؟ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام والے حضرت خضر

ابھی تک حیات ہیں؟ قرآن و حدیث سے اگر کوئی ثبوت ہو تو مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

راجح یہ ہے کہ حضرت خضر ولی تھے (۱)، ان کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور

= علیہ السلام: ۱۸۸/۲، ۱۹۵، دارالفکر

”أن سعيد بن المسيب سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً“۔ الحديث قوله: (حكماً) أي: حاكماً، والمعنى أنه ينزل حاكماً بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ، بل يكون حاكماً من حكام هذه الأمة الخ“۔ (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ۲/۴۹۰، ۴۹۱، دارالمعرفة)

(۱) ”وذهب كثيرون إلى أنه لم يكن نبياً بل كان ولياً، فالله أعلم“، (تفسير ابن كثير، كهف: ۸۲: ۱۳۵/۳، دار الفحاء)

یہ ایک جماعت کی رائے ہے، البتہ اکثر مفسرین اور شراح حدیث آپ کے نبی ہونے کے قائل ہیں۔ اور اسی کو انہوں نے جمہور کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور یہی رائے معاصر اربابِ فتاویٰ کی بھی ہے۔

”فالجمهور على أنه عليه السلام نبى وليس برسول، وقيل هو رسول، وقيل هو ولي، وعليه القشيري وجماعة، والمنصور ما عليه الجمهور، وشواهد من الآيات والأخبار كثيرة وبمجموعها يكاد ويحصل اليقين“۔ (روح المعاني، الكهف: ۶۵: ۱۵/۳۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”والخضر نبى عند الجمهور، وقيل: هو عبد صالح غير نبى، والآية تشهد بنبوته؛ لأن بواطن الأفعال لا تكون إلا بوحي والأول صحيح، والله أعلم“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الكهف: ۶۵: ۱۱/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وحكى ابن عطية البغوي عن أكثر أهل العلم أنه نبى وقالت طائفة منهم القشيري: هو =

ہے (۱)۔ محدثین ان کے حیات ہونے کے قائل نہیں، صوفیہ قائل ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۵ھ۔

حضرت عائشہ وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تفاضل کا حکم

سوال [۹۹۰۹]:

جناب فاطمہ اور عائشہ میں فرق ہے اتنا کہ
یہ جنت کی شہزادی تو وہ فردوس کی رانی

= ولي. (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليه السلام، رقم الحديث: ۳۴۰۲: ۵۳۶/۲، قديمي)

”فالجمهور على أنه نبي، وهو الصحيح؛ لأن أشياء في قصته تدل على نبوته، وروى مجاهد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه كان نبياً“. (عمدة القارئ، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليه السلام، رقم الحديث: ۳۴۰۲: ۵۳۶/۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

”قال الحميري المفسر وأبو عمرو: هو نبي -واختلفوا في كونه مرسلًا- وقال القشيري وكثيرون: هو ولي واحتج من قال بنبوته بقوله: ﴿ما فعلته عن أمري﴾ (الكهف: ۸۲) فدل على أنه أوحى إليه.....“ (مرقاة المفاتيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۷۱۱: ۳۸۳/۱۰، رشيدية)

(وكذا في فتاوى حقانية: ۱/۱۳۸، جامعہ دارالعلوم حقانیہ)

(وكذا في خير الفتاوى: ۱/۳۲۴، ۳۲۵)

(وكذا في آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۹۹)

(۱) (الكهف: ۶۰-۸۲)

(۲) ”وقال ابن الصلاح: هو حي عند جمهور العلماء، والعامّة معهم في ذلك، وإنما شذ بانكاره بعض المحدثين وتبعه النووي، وزاد أن ذلك متفق عليه بين الصوفية وأهل الصلاح، وحكاياتهم في رؤيته، والاجتماع به أكثر من أن تحصي الخ“. (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليهما الصلاة والسلام: ۵۳۶/۲، قديمي)

(وكذا في شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه الصلاة والسلام: ۲/۲۶۹، قديمي)=

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت عائشہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تفاضل کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس سے سکوت چاہیے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۹۵ھ۔

کیا امام مہدی پہلے سے موجود ہیں؟

سوال [۹۹۱۰]: بہشتی زیور میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے، تو کیا ان کا وجود پہلے سے ہے؟ ظاہر ہونے سے شبہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں، پہلے سے نہیں، کتاب المہدی کے عنوان پر امام ابوداؤد - رحمہ اللہ تعالیٰ - نے اپنی سنن میں

= (و كذا في روح المعاني، الكهف: ۶۵: ۱۵/۳۲۱، ۳۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”وقيل: إن فاطمة رضي الله تعالى عنها أفضل، ويمكن إرجاعه إلى الأول وقيل: بالتوقف لتعارض الأدلة، واختاره الأستروشي من الحنفية وبعض الشافعية“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۹۳/۳، سعيد)

”قال السبكي الكبير كما تقدم: لعائشة من الفضائل ما لا يحصى، ولكن الذي نختاره وندين الله به أن فاطمة رضي الله تعالى عنها أفضل، ثم خديجة رضي الله تعالى عنها، ثم عائشة رضي الله تعالى عنها، واستدل لفصل فاطمة رضي الله تعالى عنها بما تقدم في ترجمتها أنها سيدة نساء المؤمنين، قلت: وقال بعض من أدر كناه، الذي يظهر أن الجمع بين الحديثين أولى، وأن لا تفضل إحدى هما على الأخرى“۔ (فتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خديجة رضي الله تعالى عنها: ۱۷۴/۷، قديمي)

”وقال السيوطي في النقاية: نعتقد أن أفضل النساء مريم وفاطمة، وأفضل أمهات المؤمنين خديجة وعائشة، وفي التفضيل بينهما أقوال: ثالثها: التوقف، أقول: التوقف في حق الكل أولى؛ إذ ليس في الأفضلية دليل قطعي، والظنيات متعارضة غير مفيدة للعقائد المبنية على اليقينية (ق)“۔ (التعليق الصريح، كتاب الفتن، باب مناقب أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الفصل الأول: ۳۶۹/۷، رشيدية)

احادیث بھی سند کے ساتھ بیان فرمائی ہیں، جن میں ان کی علامات اور کچھ حالات درج ہیں کہ وہ ایسے ایسے ہوں گے اور یہ کام کریں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۹۹ھ۔

حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ کی مسافت

سوال [۹۹۱۱]: ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ سے سر تک آٹھ سو برس کی مسافت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

محمد سلمان متعلم اشرف العلوم گنگوہ سہارنپور

(۱) ”عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لولم يبق من الدهر إلا يوم، لبعث الله رجلاً من أهل بيتي، يملأها عدلاً كما ملئت جوراً“.

”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”المهدي من عترتي من ولد فاطمة“.

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”المهدي مني، أجلي الجبهة، أقنى الأنف، يملأ الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً، ويملك سبع سنين“.

”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يكون اختلاف عند موت خليفة، فيخرج رجل من أهل المدينة هارباً إلى مكة، فيأتيه ناس من أهل مكة، فيخرجونه وهو كاره، فيبايعونه بين الركن والمقام، ويبعث إليه بعث من الشام، فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة، فإذا رأى الناس ذلك أتاه أبدال الشام، وعصائب أهل العراق فيبايعونه، ثم ينشأ رجل من قريش أخواله كلب، فيبعث إليهم بعثاً فيظهرون عليهم، وذلك بعث كلب، والخبيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب، فيقسم المال، ويعمل في الناس بسنة بنهم صلى الله تعالى عليه وسلم، ويلقي الإسلام بجرانه إلى الأرض، فيلبث سبع سنين، ثم يتوفى، ويصلي عليه المسلمون“ (سنن أبي داود، باب ذكر المهدي: ۲/۲۳۹، إمداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلحاً:

عظم جثہ کا بتانا مقصود ہے، تحدید مقصود نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) حضرت میکائیل علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت نہ مل سکی، البتہ حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں ایک روایت

میں موجود ہے کہ شانہ سے سر تک پانچ سواور دوسری روایت میں سات سو برس تک کی مسافت ہے:

”وأخرج أبو الشيخ، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

قال: ”ما بين منكبَي جبريل مسيرة خمس مائة عام للطائر السريع الطيران“.

وأخرج أبو الشيخ، عن وهب بن منبه أنه سئل عن خلق جبريل؟ فذكر أن ما بين منكبَيه من زي

إلى زي خفق الطير سبع مائة عام“، (الدر المنثور، البقرة: ۹۷، ۹۸: ۱/۱۸۷، دار الكتب العملية

بيروت)

ما يتعلق بعلم الغیب

(علم غیب کا بیان)

ہاتھ دیکھ کر قسمت بتانا

سوال [۹۹۱۲]: کیا فرمائیں گے علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک مولوی صاحب ہاتھ دیکھ کر دولہا و دلہن کا جوڑا اچھا بُرا نصیب اور بیماری بتلاتے ہیں؟ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا درست نہیں، اس سے پرہیز اور توبہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۴ھ۔

تعمیر مکان سے پہلے نجومی کوزمین دکھلانا

سوال [۹۹۱۳]: ہمارے یہاں لوگوں کا دستور ہے کہ جب گھر بنوانا چاہتے ہیں تو پہلے نجومی کوزمین

(۱) ”من أتى كاهناً أو عرافاً، فصدقه بما يقول: فقد كفر بما أنزل على محمد. أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.“ (رد المحتار، باب المرتد، مطلب في الكاهن والعراف: ۲۳۲/۴، سعید)

”عن بعض أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من أتى عرافاً، فسأله عن شيء لم تقبل له صلوة أربعين ليلة.“ (صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲۳۲/۲، قديمی)

”قال النووي: العراف من جملة الكهان، وقال الخطابي وغيره: العراف هو الذي يتعاطى معرفة مكان المسروق، ومكان الضالة، ونحوهما.“ (شرح النووي على صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲۳۲/۲، قديمی)

یا سفلی والے کو دکھاتے ہیں، وہ اس جگہ بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہے، پھر زمین کی اچھی بری کی خبر دیتا ہے یا کہتا ہے کہ بعض حصہ میں نقصان دینے والی اشیاء مدفون ہیں، ان کو نکالتا ہے، جب گھر بنایا جاتا ہے، بعض حضرات اپنا تجربہ بتاتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو گھر والوں کو نقصان ہوتا ہے، تو حکم شرع سے مطلع فرمائیں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے (۱)، اس سے توبہ کریں اور آئندہ بالکل ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن بعض أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من أتى عرافاً، فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة“۔ (صحیح مسلم، باب تحریم الکھانۃ وإتیان الکھان: ۲/۲۳۲، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من أتى كاهناً فصدقه بما يقول فقد برئ بما أنزل على محمد“۔ (سنن أبي داود، کتاب الطب، باب فی الکھان: ۲/۱۸۹، رحمانیہ)

”من أتى كاهناً أو عرافاً، فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل على محمد“۔ أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاكم عن أبي هريرة“۔ (رد المحتار، کتاب السیر، باب المرتد، مطلب فی الکاهن والعراف: ۲/۲۴۲، سعید)

ما يتعلق بالحاضر والناظر والنور والبشر

(حاضر وناظر اور نور و بشر کا بیان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جاننا

سوال [۹۹۱۴]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ کہنے والا کہتا ہے کہ تشہد میں بھی حاضر کا صیغہ ہے، یہ مجہول ہے، کیا حضور دورانِ نماز حاضر ہیں؟ اگر نہیں تو غائب کا صیغہ کیوں نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ یہ شب معراج کی یادگار کے طور پر ہے، اس میں یاءِ حرفِ نداء محذوف بھی ہے۔ ”یا ایہا النبی“ تھا یہ اللہ کا کلام ہے، جسے ہم لوگ صرف دہراتے ہیں، اس کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین“ کہا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے علم میں معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ اس کے بعد والے پڑھیں گے اور اتنا ماننے میں کیا حرج ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور اللہ کے حاضر و ناظر ہونے میں بڑا فرق ہے، مگر میری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ آپ کو حاضر و ناظر کیسے مانا جائے؟

میرا خیال ہے کہ روح کو حسی اشارہ سے متعین نہیں کیا جاسکتا، حقائق محمدیہ وہ روح اعظم ہے جس کا تعلق (کنکشن) ساری ارواح سے ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ اس بناء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوں، مگر بقول حضرت شاہ صاحب اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نماز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کرنا یا خیال آجانا گدھے کے خیال آنے سے بدتر ہے، کیوں کہ گدھے کی تحقیر دل میں ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر دل میں ہوتی ہے، لہذا وہ مشرک ہو جاتا ہے (۱)۔ مگر پھر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تشہد میں حاضر کا

(۱) ہاں بمقتضائے ”ظلمت بعضها فوق بعض“ از سوسۃ زنا، خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است، و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظین گو جناب رسالت مآب باشند چندین مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خراست، کہ خیال آن با تعظیم و اجلال بسویدائے قلب انسان می چسپد، بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آن قدر چسپدگی سے بود و نہ تعظیم، بلکہ مہان و محقر سے بود۔ و این تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود سے شود بشرک میکشد۔ (صراط مستقیم فارسی، ص: ۸۶، بحوالہ عبارات اکابر، چوتھا اعتراض، ص: ۸۶، مکتبہ صفدریہ)

صیغہ ذہن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مائل کر دیتا ہے اور حاضر ہونے کا ہر کوئی دعویٰ کر سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو بحیثیت نقل پڑھا جاتا ہے، جیسے ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۱) اس کو کوئی شخص بھی یہ سمجھ کر نہیں پڑھتا کہ وہ سب سے پہلا مسلمان ہے، لیکن قرآن پاک میں یہ لفظ جس طرح وارد ہوا ہے، اسی طرح پڑھا جاتا ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے مکالمہ (۲) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مکالمہ (۳) وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بطور نقل ہی پڑھی جاتی ہیں۔

التحیات کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ ”روح مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے قلب و ذہن میں تصور کر کے بحیثیت خطاب پڑھا جائے، درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور کیا جائے کہ ملائکہ کے ذریعہ یہ خدمت اقدس میں پیش کیا جائے گا“ (۴)۔ کسی کو ذہن میں تصور کرنا اور چیز ہے، مثلاً: میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں، اس وقت آپ کا تصور میرے ذہن میں ہے، آپ ہی کو خطاب کر رہا ہوں، مگر آپ میرے پاس خارج میں موجود نہیں، آپ حاضر و ناظر نہیں، مسئلہ بہت صاف ہے، مگر یار لوگوں نے اسے الجھا دیا ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کی تعبیر بھی غلط کی ہے، ”صرف ہمت“ ایک اصطلاحی لفظ ہے، اس کا ترجمہ ”خیال“ سے کر کے عوام کو حد درجہ متوحش کر دیا گیا ہے، حالانکہ ”صرف ہمت“ صرف خیال کا نام نہیں اور محض خیالات آنے سے مشرک نہیں ہو جاتا، البتہ ”صرف

(۱) (الأنعام: ۱۶۴)

(۲) (مریم: ۴۱-۴۸)

(۳) (طہ: ۴۷-۵۴)

(والشعراء: ۱۶-۳۳)

(والأعراف: ۱۰۴-۱۲۶) وغیرہ

(۴) ”وأحضر في قلبك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وشخصه الكريم وقل: ”سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته“ وليصدق أملك في أنه يبلغه ويرد عليك ما هو أوفى منه“ (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، الباب الثالث في الشروط الباطنة من أعمال القلب الخ، بيان تفصيل ما ينبغي أن يحضر في القلب: ۱/ ۲۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہمت“ سے مشرک ہو جاتا ہے۔

”صرف ہمت“ کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں کسی تصور کو اس طرح قائم کر لینا اور جمالینا کہ وہ تمام قلب کا احاطہ کر لے، کسی اور تصور کی گنجائش نہ رہے، جیسے کسی آئینہ پر سیاہ کپڑا ڈال دیا جائے کہ اس کپڑے کے عکس نے تمام آئینہ کو گھیر لیا، اب کسی اور کے عکس کے اس میں گنجائش نہیں رہی، تو یہ ”صرف ہمت“ انتہائی محبت و عظمت کے ساتھ ہوگا اور کسی اور کی گنجائش نہیں رہے گی، یہ آدمی جب نماز میں ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ پڑھے گا تو اس کا خطاب بھی اس کو ہوگا، جس کی طرف یہ ”صرف ہمت“ ہے، رکوع سجدہ بھی اسی کے لئے ہوگا۔

غرض! تمام نماز اسی کے لئے ہو جائے گی، حالانکہ نماز تو اللہ کے لئے ہے، حاضر و ناظر کے لئے تمام اشیاء کا علم لازم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، قرآن پاک میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ آپ فرمادیں اور اعلان کر دیں ﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ (۱) نیز ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ﴾ (۲) اور بھی متعدد آیات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی اور کلی حق تعالیٰ کا خاصہ ہے اور تو اور بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص ایک ذرہ بھی علم ذاتی، اللہ کے سوا کسی کے لئے مانے وہ اسلام سے خارج ہے“ (۳)۔

نیز لکھا ہے کہ ”علم محیط حق تعالیٰ کا خاصہ ہے“، نیز لکھا ہے کہ ”اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا منع ہے“۔ تو پھر جو لوگ حاضر و ناظر مانتے ہیں، وہ کس بنیاد پر مانتے ہیں؟ احادیث میں تو بے شمار واقعات ہیں، جن سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے اور اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ حقائق علمیہ کی بحث یہ عقول عامہ کے سمجھنے سے بالاتر ہے، یہ تو عرفاء کا حق ہے، ان کی ہی اصطلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۶ھ۔

کیا ”یا“ کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں؟

سوال [۹۹۱۵]: ”یا“ کے معنی حاضر و ناظر کے کہتے ہو، تو لکھ کر دو کہ ”یا“ کے معنی حاضر و ناظر ہوتا ہے۔

(۱) (الأنعام: ۵۰)

(۲) (الأنعام: ۵۹)

(۳) (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی: ۲۸۴/۳، محمد علی کارخانہ، اسلامی کتب خانہ کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

کلمہ یا حرف ندا ہے، جس کے ذریعہ کسی کو پکارا جاتا ہے (۱)، جو کہ اس کو سنتا ہے اور ہر ندا کو سنتا ہی ہے جو حاضر ہو، جو حاضر نہ ہو، غائب ہو، دور ہو، وہ خود اس ندا کو نہیں سنتا، اس کو اگر ”یا“ کے ذریعہ ندا کی جاتی ہے تو اس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے کہ خدائے پاک وہاں تک ہماری ندا کو پہنچا دے گا، اس کے تصور کو ذہن میں حاضر کر کے اس کو ندا کی جاتی ہے، جیسے: کوئی شخص اپنے کسی بڑے کو خط لکھتا ہے، اس میں اس کو خطاب کرتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ حاضر ہے، جس کو وہ خطاب کر رہا ہے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ میرا یہ خط اس کے پاس ڈاک سے پہنچے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تشہد میں بوقت سلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا

سوال [۹۹۱۶]: التحیات میں سلام کے وقت یہ خیال کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر اور ناظر ہے اور سلام سن رہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً: دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد

مفتیان کرام نے تصریح فرمائی کہ التحیات مبارکہ بقصد انشاء پڑھے اخبار کے ارادے سے نہیں۔ در مختار، ص: ۳۴۲، میں ہے:

”بألفاظ التشهد الإنشاء لا الإخبار“ (۲) (ملخصاً).

مراقی الفلاح، مصری، ص: ۲۳۱ میں ہے:

”فيقصد المصلي إنشاء هذه الألفاظ مرادة له قاصداً معناها

الموضوعة له من عنده، كأنه يحيي الله تعالى سبحانه، ويسلم على النبي صلى

(۱) ”حرف النداء سبعة: وهي: أ، أي، يا الخ وتعين ”يا“ في نداء اسم الله تعالى“۔ (جامع

الدروس العربية، الباب التاسع منصوبات الأسماء، المنادی: ۱۰۹/۳، قديمی)

(۲) (الدرا المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۱۰/۱، سعيد)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ (۱) (ملخصاً).

اور حضرات عرفاء محدثین نے کتنے پیارے کلمات لکھے، جن سے اہل ایمان کے ذوقِ عرفان میں نکھار پیدا ہوا اور مخالفین کے حلقوم پر نشتر چلے، حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں:

”وأحضر في قلبك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وشخصه الكريم (۲).

حضرت شیخ محدث دہلوی مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:

”اور بعض از ارباب تحقیق گفته اند کہ آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم باعتبار سریان حقیقت در ذرہائے موجودات و احاطہ

بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر است و درود بصیغہ

خطاب در حقیقت بملاحظہ آن حضور و شہود دست صلی اللہ علیک یا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“.

عبارت مذکور مسئلہ حاضر و ناظر پر مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔

الجواب وبیدہ الحق والصواب (دارالعلوم دیوبند):

التحیات میں لفظ ”السلام“ پر پہونچ کر صرف نقل و اخبار پر کفایت نہ کرے، بلکہ بقصد انشاء ان کلمات کو

ادا کرے (۳)، جب کوئی شخص کسی اپنے محترم، مکرم، شیخ، استاذ، والد وغیرہ کو خط لکھتا ہے یا اپنے عزیز، مرید،

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۸۵، قدیمی)

(۲) (احیاء علوم الدین، کتاب أسرار الصلاة ومہماتہا، الباب الثالث في شروط الباطنة من أعمال

القلب: ۲۲۱/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ”ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الإنشاء، كأنہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ،

وعلی نفسہ، وأولیائہ، لا الإخبار“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، فصل في بیان تألیف الصلاة إلى

انتہائہا: ۵۱۰/۱، سعید)

”فیقصد المصلی إنشاء هذه الألفاظ مرادۃ لہ قاصدا معناها الموضوعۃ لہ من عنده، كأنہ یحیی اللہ

سبحانہ وتعالیٰ، ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی نفسہ، وأولیاء اللہ تعالیٰ“۔ (حاشیہ

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۸۵، قدیمی)=

شاگرد، بیٹے وغیرہ کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغہ خطاب استعمال کرتا ہے، وہاں مقصود نقل و اخبار نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات مکتوب الیہ کی صورت کو ذہن میں حاضر کر کے وہی محاورات استعمال کرتا ہے، جو اس کے سامنے کرتا اور جانتا ہے کہ یہ خط وہاں پہونچے گا، یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ ہر جگہ ہر وقت حاضر اور ناظر ہے۔

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اللہ عز و جل نے اپنی ذات و صفات سے متعلق شان نبوت کے لائق اتنا علم عطا فرمایا ہے کہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و ملائکہ عظام کا مجموعی علم ایک قطرہ کے برابر ہے، ناپیدا کنار سمندر کے مقابلہ میں اور خدائے قادر مطلق علیم وخبیر کے علم کے مقابلہ میں سب کے علوم کو وہ نسبت نہیں جو سمندر اور قطرہ میں ہوتی ہے، متناہی اور غیر متناہی کے درمیان کیا نسبت (۱)۔

جو شخص اللہ پاک اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر مانے، ملا علی قاری نے اس کی تکفیر کی ہے (۲)۔ ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونا کسی آیت و حدیث سے ثابت نہیں۔ مسئلہ عقیدہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے (۳)، پھر اگر کوئی خبر واحد یا کسی بزرگ کا مقولہ بظاہر دلیل قطعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے، تو حسن ظن کے تحت اس کے ایسے معنی کئے جائیں گے جو دلیل قطعی کے خلاف نہ ہوں، نہ کہ اس کو اصل دلیل قرار دے کر دلیل قطعی کو ترک کر دیا جائے، ایسا کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، عالم الغیب والشہادہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت

= (و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۶۷، رشیدیہ)

(۱) "إن الله جعل للعقول في إدراكها حدة انتهی إليه لا تتعداه، ولم يجعل لها سبيلاً إلى الإدراك في كل مطلوب، ولو كانت كذلك لاستوت مع الباري تعالى في إدراك جميع ما كان وما يكون وما لا يكون؛ إذ لو كان، كيف كان يكون؟ فمعلومات الله لا تتناهی، ومعلومات العبد متناهية، والمتناهی لا يساوي ما لا يتناهی". (الاعتصام للشاطبي، الباب العاشر في معنى الصراط المستقيم الخ، فصل النوع الثالث، ص: ۵۶۲، دار المعرفة بیروت)

(۲) (الموضوعات الكبرى، فصل: ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن، ص: ۳۲۴، قدیمی)

(۳) "ومعرفة العقائد عن أدلتها بالكلام. وقيد الجمهور الأدلة بالقطعية؛ لأن اتباع الظن في العقائد مذموم". (البراس، الأدلة الشرعية أربعة، ص: ۷۱، مکتبہ حقانیہ ملتان)

"والاكتفاء بالظن إنما يجوز في العمليات لا في الاعتقادات". (البراس بیان الخلفاء

الراشدین، ص: ۳۰۱، مکتبہ حقانیہ ملتان)

ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، علم الغیب پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، مولانا احمد رضا خاں صاب بریلوی نے بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ منع کیا ہے، جیسا کہ صمصام میں تصریح ہے (۱)، ملفوظات میں بھی یہ بحث موجود ہے (۲)، خدائے پاک نے حکم فرمایا:

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ الآية (۳)۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ الآية (۴)۔

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ الآية (۵)۔

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ الآية (۶)۔

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ الآية (۷)۔

غیب کی باتوں کا جس قدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا، عطا ہو گیا، یہ بات نہیں ہے کہ غیب کی بات پر جب چاہیں مطلع ہو جائیں۔

”ثم اعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله

تعالى أحياناً، ذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه السلام

يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ

إلا الله﴾“ كذا في المسيرة، ص: ۱۸۵، شرح فقه اكبر (۸)۔

(۱) (صمصام، ص: ۲۷، مطبع اہل سنت والجماعت بریلی محلہ سوداگران)

(۲) ”جو شخص ذرہ برابر غیر خدا کے لئے علم بلا واسطہ مانے، کافر ہے“۔ (ملفوظات بریلوی: ۳/۲۸۴، کارخانہ اسلامی کتب خانہ)

(۳) (الأنعام: ۵۰)

(۴) (الأحقاف: ۹)

(۵) (الأنعام: ۵۹)

(۶) (النمل: ۶۵)

(۷) (التغابن: ۱۸)

(۸) (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاری، ص: ۱۵۱، قدیمی)

”و حاصلہ: أن دعوى الغيب معارضة لنص القرآن، فيكفر بها“۔ (رد المحتار، باب المرتد، =

”ومن اعتقد تسوية علم الله ورسوله يكفر إجماعاً“۔ ملا علی قاری

في الموضوعات، ص: ۱۶۲ (۱)۔

ملفوظ حصہ اول میں حضرات اکابر دیوبند کی طرف غلط باتیں حسب عادت منسوب کرنے کے بعد خاں صاحب نے جو کچھ اپنا مسلک لکھا ہے، وہ یہ ہے، ”برابری تو درکنار میں نے اپنے کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم وحی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی، جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصے کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی سے ہے اور وہ غیر متناہی ہے، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۹۷ھ۔



= مطلب في دعوى علم الغيب: ۲/۲۴۳، سعيد

”وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالى، لا سبيل للعباد إليه، إلا بإعلام منه بالوحي، أو إلهام بطريق المعجزة، أو الكرامة، أو إرشاد.....“ (النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۳۴۳، مكتبه حقانيہ ملتان)

(۱) (الموضوعات الكبرى، فصل: ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن، ص: ۳۲۴، قديمي)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی: ۱/۵۹، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

مايتعلق بحياة الأنبياء وسماع الموتى

(حیات انبیاء اور سماع موتی کا بیان)

مسئلہ حیات النبی

سوال [۹۹۱]: حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں علماء اہل سنت کا کیا نقطہ نظر ہے؟

اگر اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں، تو اس حیات کی کیا نوعیت ہے؟
۲..... منکرین حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متدل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا:

”من كان يعبد محمداً فإن محمداً قد مات، ومن كان يعبد الله، فإن

الله حي لا يموت“ (۱).

اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ نہیں ہیں، وفات پا چکے، اب

حیات کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

۳..... علماء دیوبند نے مسئلہ مجوشہ میں کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر موت کا طاری ہونا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔

(۱) (البدایة والنهاية، احتضاره ووفاته صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۴۸/۵، حقانیہ پشاور)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في مرضه الذي مات: ”يا عائشة! ما أزال أجد ألم الطعام الذي أكلت بخير، وهذا أوانٌ وجدت انقطاع أبهري من ذلك السم“. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب وفاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الفصل

الثالث: ۵۴۸/۲، قدیمی) =

ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (۱) اگر موت طاری نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جاتا جو میت کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی غسل، کفن، صلوٰۃ جنازہ، دفن اور پھر خلیفہ کی تجویز وغیرہ، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت دوسروں کی موت سے خاص امتیاز رکھتی ہے، آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح درست نہیں (۲)، بعض اس کے قائل

= ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لما قبض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اختلقوا في دفنه، فقال أبو بكر رضي الله تعالى عنه: سمعت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شيئاً، قال: ما قبض الله نبياً إلا في الموضع الذي يجب أن يدفن فيه“. ادفنوه في موضع فراشه“۔ (جامع الترمذي، كتاب الجنائز، باب: ۱/ ۱۹۷، ۱۹۸، سعيد)

”عن أنس رضي الله تعالى عنه، لما ثقل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جعل يتغشاها الكرب، فقالت فاطمة: واكرب أباه! فقال لها: ”ليس على أبيك كرب بعد اليوم“ فلما مات قالت: يا أبتاه! أجاب رباً دعاه، من جنة الفردوس ماواه، يا أبتاه! إلى جبريل نعاها. فلما دفن قالت فاطمة: يا أنس! أطابت أنفسكم أن تحثوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم التراب“۔ (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ووفاته: ۲/ ۶۴۱، قديمي)

(۱) (الزمر: ۳۰)

(۲) ”فذهب جماعة من العلماء إلى أن هذه الحياة مختصة بالشهداء، والحق عندي عدم اختصاصها بهم، بل حياة الأنبياء أقوى منهم، وأشد ظهوراً آثارها في الخارج، حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته، بخلاف الشهيد، والصديقون أيضاً أعلى درجة من الشهداء“۔ (التفسير المظهری، البقرہ: ۱۵۴): ۱/ ۱۵۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله: ﴿وما كان لكم أن تؤذوا رسول الله﴾ قال: ”نزلت في رجل هم أن يتزوج بعض نساء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعده، قال رجل لسفيان: أهي عائشة؟ قال: قد ذكروا ذلك..... (قال الحافظ ابن كثير) ولهذا اجتمع العلماء قاطبة على أن من توفي عنها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من أزواجه أنه يحرم على غيره تزوجها من بعده؛ لأنهن أزواجه في الدنيا والآخرة، وأمّهات المؤمنين“۔ (تفسير ابن كثير، الأحزاب: ۵۳): ۲/ ۶۶۸، دار السلام)

= ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن فاطمة بنت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أرسلت إلى

ہیں کہ محض کچھ وقفہ کے لئے روح اطہر، جسم مبارک سے جدا ہوئی، پھر وہیں لوٹا دی گئی (۱)۔ جو احساسات سمع، بصر وغیرہ کے قبل از موت حاصل تھے، وہ اب قوی تر ہو گئے۔

بعض اس کے قائل ہیں کہ روح مبارک، جسم اطہر سے جدا نہیں کی گئی، بلکہ پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کے اوقات کو محدود کر دیا گیا اور کیفیت کے اعتبار سے اس میں بہت اضافہ ہو گیا ہے، جیسے ایک چراغ ہو کہ اس کی روشنی بہت دور تک پھیلتی ہے، مگر جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے، روشنی دھیمی اور ہلکی ہوتی جاتی ہے، اگر اس چراغ پر ایک طشت ڈھانک دیا جائے، تو روشنی طشت سے باہر نہیں نکلتی، دور تک نہیں پہنچتی، صرف طشت کے اندر رہتی ہے، لیکن کیفیت کے اعتبار سے بہت قوی ہو جاتی ہے (۲)۔ کچھ ایسی حالت یہاں بھی ہے، مگر برزخ کے حالات کو عالم مفلکہ کے حالات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز ہے (۳)، کم از کم دوسو

= أبي بكر تسئلہ میراثہا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مما أفاء اللہ علیہ بالمدينة، وفدک، وما بقي من خمس خیر، فقال أبو بكر: إن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا نورث، ما ترکنا صدقة"۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر: ۶۰۹/۲، قدیمی)

(۱) "قال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء"۔ (الحاوي للفتاوى، کتاب البعث، أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء: ۱۸۰/۲، دار الفکر)

(۲) "اور ارواح انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رکھتا ہے پر اطراف و جوانب سے سمٹ آتی ہے اور اس لئے حیات جسمانی کو بہ نسبت سابق ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرف مذکور کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے۔ بہر حال ارواح انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے، بلکہ کیفیت حیات بعد بوجہ اجتماع مدت اور ہی قوت آ جاتی ہے اور مثل نور چراغ و ظلمت ظرف محیط حیات و موت دونوں مجتمع ہو جاتے ہیں"۔ (نادر مجموعہ رسائل، مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، رسالہ جمال قاسمی، ص: ۱۲، ۱۱، میر محمد کتب خانہ)

(۳) "وقياس الغائب على الشاهد فاسد"۔ (شرح العقائد النسفية، مبحث رؤية الله تعالى والدليل عليها، ص: ۷۵، قدیمی)

"ومنعه من قياس الغائب على الشاهد"۔ (روح المعاني البقرة: ۱۴: ۱۵۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وبأن أصل ما ذكره قياس الغائب على الشاهد وهو أصل كل خط"۔ (فتح الباري، کتاب التوحيد، باب ما يذكر في الذات والنوع: رقم الحديث: ۷۴۰۲: ۷۴۳/۱۳، قدیمی)

جگہ اس کو امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے جس کے ذریعہ سے برزخ، جنت، دوزخ، لوح، عرش وغیرہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کو رد کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حقیقتہ الحال، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”آب حیات“ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا

سوال [۹۹۱۸]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں، کیا یہ قول صحیح ہے؟ نیز کیا مرنے کے بعد سمع و بصر و ادراک بڑھ جاتا ہے؟ عام لوگوں کا حتیٰ کہ کفار کے بھی سمع و بصر و ادراک بڑھ جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز ”ولایۃ النبی افضل من نبوتہ“ جو مقولہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انبیاء علیہم السلام کی حیات اُن کی قبور میں برزخی حیات ہے، جو کہ اس عالم کی حیات سے قوی ہے (۱)، جیسے کہ چراغ ہے، اس کی روشنی سارے کمرے میں پھیل رہی ہے، لیکن اس کے اوپر جب طشت ڈھانک دیا جائے، جس سے اس کی روشنی محدود ہو جائے گی، مگر پہلے سے زیادہ قوی ہو جائے گی، جو چیز احادیث سے ثابت ہو، اس کا تو اعتراف کیا جائے گا اور جس چیز کی احادیث میں نفی کر دی گئی ہو، اس کا انکار کر دیا جائے گا (۲)۔ اور

(۱) ”فأقول: حياة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قبره هو وسائر الأنبياء معلومة قطعاً..... فمن الأخبار الدالة في ذلك ما أخرجه مسلم، عن أنس: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة أسري به مر بموسى عليه الصلاة والسلام، وهو يصلي في قبره اهـ“۔ (الحاوي للفتاوى، أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء: ۱/۷۸، دار الفکر)

(و كذا في تفسير ابن كثير، ال عمران: ۱۶۹: ۱/۵۶۵، دار الفیحاء)

(و كذا في التفسير المظهری، البقرة: ۱۵۴: ۱/۱۵۲، حافظ كتب خانہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

”قوله تعالى: ﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ وإن جاء بلفظ الإيتاء، وهو المناولة، فإن معناه

الأمر؛ بدليل قوله تعالى: ﴿وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ فقابله بالنهي، ولا يقابل النهي إلا بالأمر؛ والدليل =

جس چیز سے احادیث ساکت ہو اس میں توقف کیا جائے گا، اپنی قیاس اور رائے سے کوئی بات نہیں کہی جائے گی، میں نے یہ کہیں کسی احادیث میں نہیں دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں۔ کفار کو عذاب کا ادراک و احساس بہت بڑھ جاتا ہے، لہذا انڈ اور نعمتوں سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں، کوئی ادراک باقی نہیں رہتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی دو صفتیں ہیں:

۱۔ نبوت، جس میں مخلوق کی طرف رخ ہوتا ہے، احکام پہنچانے کے لئے۔

۲۔ دوسرا وصف ولایت، اس میں حق تعالیٰ کی طرف رخ ہوتا ہے کمالات حاصل کرنے کے لئے، تو جس حالت میں حق تعالیٰ کی طرف رخ ہو، وہ اعلیٰ ہے، اس حالت سے جس میں مخلوق کی طرف رخ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

میت کا قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا

سوال [۹۹۱۹]: ایک معتبر کتاب میں بزرگوں کے اقوال اس طرح درج کئے گئے ہیں:

بعض اشخاص اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کے بعد قبروں میں نماز کی پابندی کرتے تھے، ایسے واقعات بزرگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایسے واقعات اعتبار کرنے کے قابل ہیں یا نہیں؟ اور بعض لوگ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے تھے اور ان کا جسم بھی اچھی حالت میں تھا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قسم کے متعدد واقعات شرح الصدور میں مذکور ہیں (۱)، اللہ رب العزت کی حفاظت و اجازت سے

= علی فہم ما ذکرناہ قبل مع قوله علیہ السلام: "إذا أمرتکم بأمر فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نہیتکم عن شیء فاجتنبوه"۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحشر: ۷: ۱۸/۱۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

"وقوله تعالى: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ أي: مهما أمرکم به فافعلوه، ومهما نہاکم عنه فاجتنبوه، فإنه إنما یأمر بخیر وإنما ینہی عن الشر"۔ (تفسیر ابن کثیر، الحشر: ۷: ۳/۲۳۱، دارالسلام)

(۱) (ملاحظہ فرمائیں، شرح الصدور فی أحوال الموتی والقبور، باب أحوال الموتی فی قبورهم وأنسهم فیہا=

ايساهونا بعيد نهيس - فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم ديوبند -

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم ديوبند، ۸/۳/۹۱ھ -



مايتعلق بالتوسل في الدعاء

(دعا میں توسل کا بیان)

دعا میں توسل

سوال [۹۹۲۰]: دعا بلا واسطے افضل ہے یا بواسطے؟ اس طرح کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں صدقہ میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا عامۃ بلا واسطے ہی ہے (۱)، گا ہے بواسطے بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وقال ربكم ادعوني استجب لكم﴾ (المؤمن: ۶۰)

وقال الله تعالى: ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون﴾ (البقرہ: ۱۸۶)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كنت خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً فقال: يا غلام! احفظ الله، يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، وإذا سألت فسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله..... الخ“ (جامع الترمذي، أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب: ۷۸/۲، سعيد)
(۲) ”أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه كان إذا قحطوا، استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله تعالى عنه فقال: ”اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنينا فتسقيننا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا“.

(صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱/۱۳۹، قديمی)

”وقال الحافظ رحمه الله تعالى في شرحه: ويستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة“ (فتح الباري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۲/۶۳۲، قديمی)

قبولیت دعا کے لئے ضعفاء کا وسیلہ

سوال [۹۹۲]: خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار پر فتح پانے کے لئے دعا کے وقت خدا کے آگے فقراء صحابہ کا واسطہ پیش کیا تھا، کیا یہ بات شرع سے ثابت ہے؟ مجھے اس بات پر حوالہ چاہیے کہ یہ کس کتاب اور صفحہ پر درج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقراء صحابہ کے لئے غزوہ بدر میں دعا کی تھی اور یہ بھی بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ ”اے اللہ! اگر یہ ختم ہو گئے تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا“۔ یہ بخاری شریف، کتاب المغازی میں ہے: ۵۱۴/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۶ھ۔

= ”وقال السبكي: يحسن التوسل بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى ربه ولم ينكر أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية، وابتدع ما لم يقله عالم قبله، ونازع العلامة ابن امير الحاج في دعوى الخصوصية وأطال الكلام على ذلك في الفصل الثالث عشر آخر شرحه على المنية فراجعه.“ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۹۷/۶، سعيد)

”عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والصديقين والشهداء في حياتهم وبعد وفاتهم“. (المهند على المفند، ص: ۸، قديمی)

(۱) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم بدر: اللهم أنشدك عهدك ووعدك اللهم إن شئت لم تعبد“ فأخذ أبو بكر بيده، فقال: ”حسبك“ فخرج، وهو يقول: ”سيهزم الجمع ويولون الدبر“، (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى: ۵۶۴/۲، قديمی)

”عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: لما كان يوم بدر، نظر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى المشركين وهم ألف، وأصحابه ثلاثمائة وتسعة عشر رجلاً، فاستقبل نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم القبلة، ثم مديديه، فجعل يهتف بربه: ”اللهم أنجز لي ما وعدتني! اللهم إن تهلك هذه العصابة من أهل الإسلام لا تعبد في الأرض“ الخ. (صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملئكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم: ۹۳/۲، قديمی)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث:

۳۲۱: ۵۴/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مايتعلق بأحوال القبور والأرواح

(روح اور قبر کے احوال کا بیان)

مرنے کے بعد عذاب و ثواب کا محل اور روح کا جسم سے تعلق

سوال [۹۹۲۲]: الحمد للہ کسی شک میں مبتلا نہیں ہوں، مگر یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد منکر نکیر کے سوالات کے وقت جسم میں روح لوٹائی جائے گی جو ذکر ہے اسی دنیاوی جسم میں یا کسی دوسرے مثالی جسم میں؟ اور قبر سے مراد یہی گڑھا ہے، جس میں ہم دفن کرتے ہیں، یا عالم برزخ کے مقام کا نام ہے اور روح کو عذاب قبر اس دنیاوی جسم پر محسوس ہوتا ہے، جب کہ وہ عموماً سڑگل کر مٹی ہو جاتا ہے یا کوئی اور جسم ہے؟ اور بعض مخصوص گندہ گاروں کے قبروں میں آجانے پر اس کے سڑے، گلے عبرتناک عذابوں کے مشاہدات معتبر لوگوں نے بیان کئے، مگر اکثر اعلانیہ کبار میں مبتلا حتیٰ کہ کافر و مشرکین کی کھودی ہوئی قبروں میں صرف بوسیدہ ہڈیوں کا ہونا خود اپنا مشاہدہ ہے، ایسے بعض بزرگوں میں قبر میں مدتوں بعد تازہ نعش مع کفن کے پایا جانا بہت مشہور ہے، ایسے ہی بعض نیکوکاروں کی قبر میں جانے پر چند بوسیدہ ہڈیوں کا پایا جانا بھی مشاہدہ میں ہے، اب تک میں یہی سمجھتا رہا ہوں کہ عذاب قبر عالم برزخ کے مثالی جسم پر ہوتا ہے اور یہ قبر بھی عالم برزخ کا مقام ہے۔

سوالات نکیرین اسی قبر میں ہوتے ہیں، البتہ جس کی دنیاوی قبر موجود ہے، اس کے عذاب و ثواب کے اثرات اس دنیاوی قبر پر بھی محسوس ہوتے ہیں، اس قبر اور اس قبر میں قریبی تعلق ہوتا ہے، چنانچہ اس قبر پر کیا گیا سلام مومن بندہ اس قبر میں براہ راست سنتا ہے۔ یہ ساری باتیں میں نے ایک بزرگ کی صحبت سے حاصل کی تھیں، اب وہ مرحوم ہو چکے، ان باتوں کو بعض کتابوں میں تلاش کیا، نہ پایا تو آپ سے رجوع کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر تو یہی ہے کہ اس دنیاوی جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے (۱)، مرنے کے بعد قیامت کو دوبارہ زندہ

(۱) ”(وإعادة الروح) أي: ردها أو تعلقها (إلى العبد) أي جسده بجميع أجزائه أو ببعضها مجتمعة أو =

ہونے سے پہلے درمیانی وقفہ عالم برزخ ہے (۱)، عذاب و ثواب قبر کا محل وہی برزخ ہے، مگر قبر میں عامۃً مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں اسی جسم میں روح داخل کی جاتی ہے (۲)۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ مردہ کو دفن کر کے

= متفرقة (في قبره حق)۔ (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۱۰۰، قدیمی)

”وعن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يأتيه ملكان فيلجسانه، فيقولون له من ربك؟ فيقول ربي الله..... وأما الكافر فذكر موته قال: ويعاد روحه في جسده ويأتيه ملكان، فيلجسانه فيقولان: ”من ربك؟“ فيقول: هاه هاه، لا أدري!!.....“ (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثاني: ۱/ ۲۵، ۲۶، قدیمی)

”أخرج ابن أبي الدنيا وأبو نعيم عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”إن ابن آدم لفي غفلة عما خلق له..... فإذا حضره الموت، ارتفع ذلك الملكان، وجاء ملك الموت ليقبض روحه، فإذا دخل قبره ردت الروح إلى جسده..... الخ“ (شرح الصدور، باب فتنه القبر وسؤال الملكين، ص: ۱۲۳، دار المعرفة بيروت)

(۱) ”قال الجوهری: البرزخ الحاجز بين الشيتين، والبرزخ مابين الدنيا والآخرة من وقت الموت إلى البعث، فمن مات فقد دخل في البرزخ“ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، مؤمنون: ۱۰۰: ۱۲/ ۱۰۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”قال مجاهد: البرزخ الحاجز مابين الدنيا والآخرة. وقال محمد بن كعب: البرزخ مابين الدنيا والآخرة ليسوامع أهل الدنيا يأكلون ويشربون ولامع أهل الآخرة يجازون بأعمالهم، وقال أبو صخر: البرزخ المقابر لاهم في الدنيا ولاهم في الآخرة، فهم مقيمون إلى يوم يبعثون“ (تفسير ابن كثير، المؤمنون: ۱۰۰: ۳/ ۳۴۳، مكتبة دار السلام رياض)

”وعن ابن زيد: أن المراد من ورائهم حاجز بين الموت والبعث في القيامة من القبور باق إلى يوم يبعثون“ (روح المعاني، المؤمنون: ۱۰۰: ۱۷/ ۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”وما ينبغي أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أولم يقبر“ (كتاب الروح، المسئلة السادسة، ص: ۷۸، فاروقيه، پشاور)

”واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيب منه، قبر أولم يقبر“ (شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۳۱۹، جامعہ ستاریہ)

= ”واعلم أنه لما كان أحوال القبر مما هو متوسط بين أمر الدنيا والآخرة ولذا تسمى أحوال

جب اس کے اصحاب لوٹتے ہیں تو وہ قرع نعال کو سنتا ہے (۱)۔ نیز روایات میں ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا ترک کر دو گے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ عذاب قبر تم پر منکشف فرمادے (۲)، نیز روایات میں ہے کہ دو قبروں کے قریب سے گزر رہا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سواری کا جانور بھڑکا، اس پر ارشاد فرمایا کہ ان دو قبروں کے مردوں پر عذاب ہو رہا ہے (۳)۔

نیز روایات میں ہے کہ جب مردہ پر عذاب ہوتا ہے، جس سے وہ چیختا ہے، تو اس کی آواز کو جن وانس کے علاوہ اور جانور وغیرہ سنتے ہیں الی غیر ذلک (۴)۔ کبھی کبھی عبرت کے لئے بعض آدمیوں پر بھی عذاب قبر ظاہر

= البرزخ“۔ (نبراس عذاب القبر وثوابہ، ص: ۲۱۰، حقانیہ ملتان)

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”العبد إذا وضع في قبره وتولى، وذهب أصحابه حتى أنه يسمع قرع نعالهم“۔ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱/۸۷، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب المشي في النعل بين القبور: ۲/۱۰۴، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب التسهيل في غير السبتية: ۱/۲۸۸، قديمی)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لو لا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر“۔ (صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، وأهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه.....: ۲/۳۸۶، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب عذاب القبر: ۱/۲۹۰، قديمی)

(ومصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، باب في عذاب القبر ومم هو، رقم الحديث: ۱۲۱۵۳: ۴/۴۲۹، المجلس العلمي)

(۳) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: مر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على قبرين“۔ فقال: ”إنهما يعذبان وما يعذبان في كبير“۔ أما هذا: فكان لا يستنزه من البول، وأما هذا: فكان يمشي بالنميمة، ثم دعا بعسيب رطب فشقه باثنين، ثم غرس على هذا واحداً وعلى هذا واحداً، وقال: ”لعله يخفف عنها ما لم ييسب“۔ (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول: ۱/۱۴، رحمانیہ)

(وجامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب ماجاء في التشديد في البول: ۱/۲۵، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الطهارة، باب التنزه عن البول: ۱/۱۲، قديمی)

(۴) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: العبد إذا وضع في قبره =

کر دیا جاتا ہے، ان سب آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی جسم پر اسی (گڑھے) میں عموماً یہ عذاب ہوتا ہے، ثواب کے آثار بھی بعض قبور میں دیکھے گئے ہیں، جن لوگوں کو قبر (گڑھے) میں دفن نہ کیا جائے، مثلاً: درندہ کھالے تو ان کا معاملہ دوسرا ہے (۱)۔ تفصیل کے لئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”الروح“ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح الصدر ملاحظہ کریں، ان میں احادیث نقل کی گئی ہیں (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۴/۳/۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ۔

= وتولى ثم يضرب بمطرقة من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين“.

(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱/۸۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب المسألة في القبر وعذاب القبر: ۲/۳۰۵، إمداديه)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب مسألة الكافر: ۱/۲۸۸، قديمي)

(۱) ”ولا يستلزم أن يتحرك ويضطرب من الألم، أو يرى أثر العذاب عليه من إحراق، أو ضرب حتى أن الغريق في الماء، أو المأكول في بطون الحيوانات، أو المصلوب في الهواء يعذب وإن لم نطلع عليه“۔ (نبراس، عذاب القبر، ص: ۲۱۰، حقانيہ ملتان)

”(إذا أقر الميت) أي: دفن وهو قيد غالبی وإلا فالسؤال يشمل الأموات جميعها، حتى أن من مات وأكلته السباع، فإن الله تبارك وتعالى يعلق روحه الذي فارقه بجزئه الأصلي الباقي من أول عمره إلى آخره المستمر على حاله الحالي النمل والذبول الذي تتعلق به أولاً فيحيا ويحيا بحياته سائر أجزاء البدن؛ ليسأل فيثاب أو يعذب، ولا يستبعد ذلك فإن الله تعالى عالم بالجزئيات والکليات کلها حسب ما هي عليها، فيعلم الأجزاء بتفاصيلها ويعلم مواقعها ومحالها ويميز بين ما هو أصل وفصل، ويقدر على تعليق الروح بالجزء الأصلي منها حالة الانفراد، وتعليقه به حالة الاجتماع الخ“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب إثبات عذاب القبر، رقم الحديث: ۱۳۰ : ۱/۳۲۷، رشیدیہ)

”أنه غير ممتنع أن ترد الروح إلى المصلوب والغريق والحريق ونحن لانشعر بها؛ لأن ذلك الرد نوع آخر غير المعهود، فهذا المغمى عليه، والمسكوت والمبهوت أحياء، وأرواحهم معهم، ولا نشعر بحياتهم، ومن تفرقت أجزاءه لا يمتنع على من هو على كل شيء قدير، أن يجعل للروح اتصالاً بتلك الأجزاء على تباعد ما بينها وقربه ويكون في تلك الأجزاء شعور بنوع من الألم واللذة“۔

الخ“۔ (التعليق الصريح، کتاب الإیمان، باب إثبات عذاب القبر: ۱/۸۷، رشیدیہ)

(۲) (شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور، باب عذاب القبر، ص: ۱۶۱، دارالمعرفة)

عذاب قبر روح کو ہوتا ہے یا جسم کو؟

سوال [۹۹۲۳]: کتابوں میں پڑھا ہے کہ مشرکوں کی روح کو قبر کے اندر تا قیامت عذاب ہوتا رہے گا، تو اب روح پر عذاب ہوتا ہے یا جسم پر؟ جب کہ روح تو جسم میں قید ہو جاتی ہے اور بدن، جسم گل سڑ جاتا ہے، تو عذاب قبر کس چیز پر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے (۱)، جس طرح برزخ ہماری نظروں سے مخفی ہے، اسی طرح یہ عذاب بھی مخفی ہے، روح کا تعلق جسم سے بھی رہتا ہے اور قبر سے بھی رہتا ہے (۲)، اس وجہ سے جس قبر میں عذاب ہوتا ہے اور مردہ اسی سے چیختا ہے، تو اس کے قریب جانور گھاس نہیں کھاتے، ڈر کر بھاگ جاتے ہیں، جن وانس کے سوا اس کی آواز کو = (و کتاب الروح، المسألة السادسة، هل تعاد إلى الميت في قبره فصل: أحاديث عذاب القبر، ص: ۱۵۵، دار ابن کثیر)

(۱) ”وما ينبغي أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أو لم يقبر“۔ (کتاب الروح، المسألة السادسة، ص: ۷۸، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

”واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أو لم يقبر“۔ (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص: ۳۱۹، المكتبة الستارية)

”واعلم أنه لما كان أحوال القبر مما هو متوسط بين أمر الدنيا والآخرة ولذا تسمى أحوال البرزخ“۔ (نبراس، عذاب القبر وثوابه، قبيل والبعث حق، ص: ۲۱۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(۲) ”ولا تظن أن بين الآثار الصحيحة في هذا الباب تعارضاً، فإنها كلها حق يصدق بعضها بعضاً، لكن الشأن في فهمها ومعرفة النفس أحكامها، وأن لها شأناً غير شأن البدن، وأنها مع كونها في الجنة فهي في السماء، وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه الخ“۔ (کتاب الروح، المسألة الخامسة عشر، أين مستقر الأرواح ما بين الموت إلى يوم القيامة، ص: ۱۵۰، ۱۵۱، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

”وبهذا يجمع بين ما ورد أن مقرها في عليين أو سجين، وبين ما نقله ابن عبد البر عن الجمهور أيضاً: أنها عند أفنية قبورها. قال: ومع ذلك فهي مأذون لها في التصرف وتأوي إلى محلها من عليين أو سجين قال: ”وإذا نقل الميت من قبر إلى قبر، فالإتصال المذكور مستمر، وكذا لو تفرقت الأجزاء“۔ (شرح الصدور، باب مقر الأرواح، ص: ۲۳۹، دار المعرفة)

سنتے ہیں (۱)۔ یہ چیزیں اپنی عقل سے معلوم کرنے کی نہیں، بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بات جس طرح فرمائی، اس کو اسی طرح مان لینا لازم ہے (۲)۔ اور احادیث میں عذاب قبر کا تذکرہ موجود ہے (۳)۔

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: العبد إذا وضع في قبره وتولى ثم يضرب بمطرقة من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين“۔ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱/۱۷۸، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب مسألة الكافر: ۲/۱۸۸، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب المسألة في القبر وعذاب القبر: ۲/۳۰۵، إمداديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر: ۷)

”قوله تعالى: ﴿وما اتكم الرسول فخذوه﴾ وإن جاء بلفظ الإيتاء وهو المناولة، فإن معناه الأمر؛ بدليل قوله تعالى: ﴿وما نهكم عنه فانتهوا﴾ فقابلته بالنهي، ولا يقابل النهي إلا بالأمر؛ والدليل على فهم ما ذكرناه قبل مع قوله عليه السلام: ”إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه“۔

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحشر: ۷: ۱۸/۱۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”أي: مهما أمركم به فافعلوه ومهما نهاكم عنه فاجتنبوه، فإنه إنما يأمر بخير وإنما ينهى عن

الشر“۔ (تفسير ابن كثير، الحشر: ۷: ۲/۲۳۱، دار السلام)

(۳) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها، أن يهودية دخلت عليها، فذكرت عذاب القبر، فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر، فسألت عائشة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن عذاب القبر، فقال: ”نعم! عذاب القبر حق“۔ قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: فما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعدُ صلى صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب القبر“۔ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر: ۱/۱۸۳، قديمی)

”عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه، قال: بينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: إن هذه الأمة تبتلى في قبورها، فلو لا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه، ثم أقبل علينا بوجهه علينا، فقال: تعوذوا بالله من عذاب القبر الخ“۔ (صحيح مسلم، كتاب الجنة، وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض المقعد من الميت من الجنة والنار: ۲/۳۸۶، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، رقم: ۱۰۹۴۱: =

ہمارے لئے وہی کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔



مايتعلق بالجزاء والعقوبة

(جزاء اور سزا کا بیان)

قیامت کا ایک دن دنیا کے اعتبار سے کتنے دنوں کا ہے؟

سوال [۹۹۲۴]: قیامت کا ایک دن دنیا کے دنوں کے حساب سے کتنے برس کا ہوگا؟ ایک ہزار

برس کا یا پچاس ہزار برس کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعضوں کے حق میں وہ دن ایک ہزار برس کا ہوگا اور بعضوں کے حق میں پچاس ہزار برس کا ہوگا (۱)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۶ھ۔

(۱) ”والمراد بیوم مقداره کذا یوم القيامة ولا ینافی هذا قوله تعالیٰ: ﴿کان مقداره خمسين ألف سنة﴾ بناء على أحد الوجهين فيه لتفاوت الاستطالة على حسب الشدة، أو لأن ثم خمسين موطناً، كل موطن ألف سنة“، (روح المعاني، السجدة: ۵: ۲۱/۱۲۱، دار إحياء التراث العربي بیروت)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله تعالیٰ: ﴿تخرج الملكة والروح إليه في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة﴾ قال: هو يوم القيمة جعله الله تعالى على الكافرين مقدار خمسين ألف سنة وقد وردت أحاديث في معنى ذلك عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ﴿في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة﴾ ما أطول هذا اليوم! فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”والذي نفسي بيده إنه ليخفف على المؤمن حتى يكون أخف عليه من صلاة مكتوبة يصلّيها في الدنيا“، (تفسير ابن كثير، المعارج: ۴: ۵۳۹/۲، دارالسلام)

(و كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، المعارج: ۱۸/۱۸۰، دار إحياء التراث العربي بیروت)

میدانِ حشر میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟

سوال [۹۹۲۵]: سائل کا بیان ہے کہ کیا قبر میں یا حشر میں میت کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا یا باپ کے نام سے پکارا جائے گا؟ حدیث و قرآن سے ثبوت مطلوب ہے، اگر کتاب کا حوالہ دیں، تو زیادہ بہتر ہوگا، نیز سنن ابوداؤد شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نام اچھے رکھو، کیونکہ حشر میں اپنے باپ داداؤں کے نام سے پکارے جاؤ گے۔ کیا اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو قیامت کے میدان میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا؟ اور اکثر علماء کرام سے سنا گیا کہ قیامت کے میدان میں ماں کے نام سے پکارا جائے گا، تاکہ بندے بندی کی پردہ پوشی ہو، یہ کہاں تک درست ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو حدیث اور کتاب کا حوالہ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حشر میں ماں کی طرف منسوب کر کے پکارنے کے متعلق کوئی روایت متون حدیث میں میری نظر سے نہیں گزری، البتہ بذل المجہود شرح ابی داؤد: ۵/۲۶۷، میں نقل کیا ہے:

”قد جاء في بعض الروايات: أنه يدعى الناس يوم القيامة بأسماء أمهاتهم، فقيل: الحكمة فيه ستر حال أولاد الزناء لئلا يفتضحوا. وقيل: ذلك لرعاية عيسى بن مريم عليه الصلاة والسلام. وقيل غير ذلك. فإن ثبت هذا الرواية حمل الآباء على التغليب كما في الأبوين، لو يحمل أنهم يدعون تارة بالآباء وأخرى بالأمهات أو البعض بالآباء، والبعض بالأمهات أو في بعض المواطن بهم، وفي بعضها بهن“ (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

(۱) (بذل المجہود، کتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۵/۲۶۷، معہد الخلیل)

”در بعض روایات آمدہ کہ روز قیامت مردم را بنام مادران خوانند، و گفته اند کہ حکمت درین آن است کہ تا اولاد زنا شرمندہ و رسوا نشوند، و بہت رعایت حال عیسی بن مریم علیہا السلام پدرند را“۔ (اشعة اللمعات، کتاب الاداب، باب =

کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی؟

سوال [۹۹۲۶]: جو کوئی فاسق جہنم میں داخل ہوگا، اپنے کئے کی سزا پا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے خلاصی پا کر جہنم سے آزاد ہو کر جنت میں داخل ہوگا، تو یہاں یہ پوچھنا مقصود ہے کہ تمام گنہگار ایک ہی وقت میں جہنم سے شفاعت کے ذریعہ نکلیں گے، مثلاً: کسی نے پچیس سال گناہ میں گزارے ہوں گے، کسی نے چالیس سال گناہ میں گزارے ہوں گے، تو دونوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی یا دونوں کی سزا کی مدت جب بھی پوری ہوگی، تب ہی رہائی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب کی خلاصی ایک ساتھ نہیں ہوگی (۱)، یہاں تک کہ جس شخص کو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا

= الأسامی: ۵۰/۳، مکتبہ نوریہ سکھر)

(و کذا فی روح المعانی، الإسرائاء: ۷۱: ۱۵/۱۲۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۰/۱۹۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) ”حدثنا أنس بن مالك، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يخرج من النار من قال لا إله إلا الله وكان في قلبه من الخير ما يزن شعيرة، ثم يخرج من النار من قال لا إله إلا الله وكان في قلبه من الخير ما يزن برة، ثم يخرج من النار من قال لا إله إلا الله وكان في قلبه من الخير ما يزن ذرة.....“ (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار: ۱۰۹/۱، قديمی)

” (وهم) أي: أهل الكبار المتقدم ذكرهم (في مشيئته) تعالى (و حكمه) فهو سبحانه تعالى (إن شاء غفر لهم وعفا عنهم) وذلك (بفضله) ورحمته (كما قال تعالى في كتابه العزيز ﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ (النساء: ۴۸)، ﴿وكان فضل الله عليك عظيماً﴾ (النساء: ۱۱۳) وإن شاء عذبهم في النار) المعدة لتطهير الأقدار (بقدر جنائتهم) وظلمهم لأنفسهم ذلك (بعدله) و حكمه (ثم يخرجهم منها برحمته) التي وسعت كل شيء من بريته (و شفاعة الشافعين من أهل طاعته) كأنبيائه ورسله وملائكته وأهل معرفته“ (شرح العقيدية الطحاوية، ص: ۱۰۷، زمزم پبلشرز)

(و صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه: ۱۱/۱، قديمی)

جائے گا، اس کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۹ھ۔



(۱) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إني لأعلم آخر أهل النار خروجاً منها وآخر أهل الجنة دخولاً الجنة رجل يخرج من النار حبواً، فيقول الله تعالى له: ”إذهب فادخل الجنة“ قال ”فيأتيها فيخيل إليه أنها ملأى فيرجع، فيقول: ”يا رب! وجدتها ملأى، فيقول الله تعالى: إذهب فادخل الجنة، فإن لك مثل الدنيا وعشرة أمثالها، أو إن لك عشرة أمثال الدنيا، قال: فيقول: أتسخر بي؟! أو تضحك بي وأنت الملك؟!“. قال: ”لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ضحك حتى بدت نواجذه، قال: فكان يقال ذاك أدنى أهل الجنة منزلاً“.

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار: ۱/۱۰۵، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب الحوض والشفاعة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۵۸۲: ۲/۴۹۱، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث:

باب الفرق

مايتعلق بالروافض

(شیعوں کے عقائد کا بیان)

خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو منافق کہنے والے روافض کا حکم

سوال [۹۹۲]: اس بارے میں شرع کیا ہے کہ جو روافض قرآن پاک کو محرف نہیں سمجھتے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے انکار نہیں کرتے اور نہ قائل افک ہو، لیکن بعض تاویلات فاسدہ اور روایات کتب شیعہ کی بناء پر خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق سمجھتے ہیں اور نصوص و فضائل خلفائے ثلاثہ میں تاویل کرتے ہیں، تو ایسے رافضی کو خلفائے ثلاثہ کو منافق کہنے کی بناء پر محقق علماء اہل سنت کے نزدیک کفر و ارتداد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟

۲..... زید کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق کہنے والا کافر اور مرتد ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ محقق اہل سنت کے نزدیک بھی نص قطعی کا منکر کافر مرتد ہے اور خلفائے ثلاثہ کا ایمان نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے خلفائے ثلاثہ کے ایمان کا منکر اور ان کے نفاق کا قائل بالاتفاق کافر و مرتد ہے، اس کی زوجہ کو بدون طلاق لئے دوسرے فرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے، کیا یہ قول زید کا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابی تسلیم کرنے کے باوجود ان کو منافق سمجھنا، یہ صریح تضاد اور انتہائی تلبیس ہے، اس قسم کے شیعہ ایمان سے خارج ہیں (۱)۔

(۱) "أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي رضي الله تعالى عنه، أو أن جبرئيل غلط في =

۲..... یہ شیعہ ایمان سے خارج ہیں، اگر اس نے ایمان صحیح اختیار کرنے کے بعد یہ مذہب اختیار کیا ہے، تو اس کی سابقہ بیوی کا نکاح فسخ ہو گیا اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، طلاق کی ضرورت نہیں اور اس کا ذبیحہ درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

کیا تعزیہ شعائر اسلام میں سے ہے؟

سوال [۹۹۲۸]: معلوم باید شد کہ رسم تعزیہ داری اگرچہ حرام است، لیکن در ہندوستان این رسم شرعی صورت گرفته است کہ ہنود این را شعائر اسلامیاں فہمیدہ بود، بغض باطن گاہے عملاً باقناع آن سعی می کنند، وجائیکہ موقع غنیمت می شمروند و مسلمان را ضعیف می یابند، بنائے فساد پیدا می کنند و اگر قدرت نمی یابند در خاطر خود این را خاصہ مسلمان دانستہ مبعوض می دارند۔ پس جائیکہ این رسم قبیح بزمانہ

= الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر“۔ (ردالمحتار، کتاب الجہاد، مطلب مهم في سب الشيخين: ۲/۲۳۷، سعید)

”الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر، ومن أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه فهو كافر، وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر، والصحيح أنه كافر“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲/۲۶۳، رشیدیہ)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۴، رشیدیہ)
(۱) ”و شرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم إن كان صيداً“۔ (الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲/۲۹۷، سعید)

”لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي مرتد“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۲/۲۹۸، سعید)

”ومنها: أن يكون مسلماً أو كتابياً، فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرك والمجوسي والوثني وذبيحة المرتد“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الصيد والذبائح: ۲/۲۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

قدیم رائج است، برائے تعزیه او در شرع شریف گنجائش هست یا نیست؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم تعزیه از شعار اسلام شمردن جهالت و ضلالت است، او را هیچ تعلق با اسلام نیست، هر که غور و تدبر را بکار برد، هویدا خواهد شد که این رسم برائے اسلام و شهدائے اسلام چه ننگ و عار است و طریقه دشمنان اهل بیت است که بر مصاب و وفات ایشان طاشه و طبل در بر گرفته و علم بر دست نهاده و تعزیه بر دوش گرفته کوچه کوچه نوحه کنان گشت می کنند و برنگ غم شادی می نمایند. از اینها کدام حرکت است که بر آن در حدیث زجر و توبیخ وارد شده، از علمائے اسلام باید پرسید که کرا شعار اسلام گویند، دیگر اقوام اگر این حرکات را شعار اسلام تصور نمایند، ازین تصور باطل ایس جهالت و ضلالت را اسلام گردانیدن کجا روا است؟! حضرت شاه ولی الله و پسر و جانشین ایشان حضرت شاه عبدالعزیز رد بلیغ نموده اند، فتاویٰ عزیزی و تحفه اثنا عشریه مطالعه باید نمود.

چون در هندوستان بادشاه همایون شکست خورده راه فرار گرفت و در ایران رسید و بعد ازان بمدد اهل ایران باز حمله آورد و ظفریافت، ایرانیان دخل عظیم یافتند و همه مراسم شیعت را رفته رفته رواج دادند، ازان وقت ایس بلا اینجا شیوع یافت، علما دران زمان رد بلیغ نمودند و چون نوبت باکبر رسید، شیعه سعی نمودند که دین اسلام را بکلی مسخ نمایند، و دین اکبری نام نهاده رواج دهند، خدائے پاک حضرت مجدد الف ثانی رحمه الله تعالی را پیدا فرمود برائے قلع این شجر خبیث قائم فرمود، مکتوبات ایشان از دلائل بر بطلان این حرکات پُر اند، جائیکه هیچ از شعار اسلام باقی نباشد و مسلمان آنجا اذان، نماز، جماعت را ترک نمودن و از دین کلیتاً جاهل اند و بجز تعزیه هیچ چیز ندانند و دیگر ساکنان آنجا نیز در مسلم و غیر مسلم فرق بنا بر تعزیه نمایند، در آنجا اگر اختلاف و جنگ مابین بر تعزیه واقع شود، و علماء بر آن سکوت کنند و گویند اینجا

جنگ کفر و اسلام است، و تعزیه را در کار ساختہ شد، ممکن کہ گنجائش باشد و بر اعانت اہل اسلام عوام را برانگیختہ شدہ باشد، و بس، بیش ازین نیست خواہ مقابل مہابیری چہنڈا باشد خواہ غیر۔

اگر بر مسلمان و کافر مسئلہ را واضح نمودہ شود کہ این شعار اسلام نیست، بلکہ خلاف اسلام است، ازین روز این را دور باید کرد، کار آسان شود، نیز غور باید کرد کہ چیز ہائے کہ واقعاً شعار اسلام اند، یک یک بند کردہ شدند و روزانہ بند می شوند، و این سلسلہ را اختتامی نیست، بر آن حمیت مسلمانان در جوش نمی آید و خاموش شدہ بہ زبان ہم تذکرہ نمی نمایند کہ مبادا آتش فتنہ سرزند و بر باطل چنان سرفروش می شوند۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ترجمہ سوال: معلوم ہونا چاہیے کہ تعزیہ کی رسم اگرچہ حرام ہے، لیکن ہندوستان میں اس رسم نے شرعی صورت اختیار کر لی ہے، کیونکہ ہندو لوگ اس کو شعائر اسلام سمجھتے ہیں، دل میں بغض رکھتے ہوئے کبھی بظاہر عملاً اس کی حوصلہ افزائی کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں کہیں موقع غنیمت جانتے ہیں اور مسلمانوں کو کمزور پاتے ہیں، فساد پیا کرتے ہیں اور اگر اس کی قدرت نہ ملے تو دل میں اس کو مسلمانوں کا خاصہ جان کر مبغوض رکھتے ہیں، لہذا جس جگہ یہ رسم قبیح زمانہ قدیم سے رائج ہو، وہاں تعزیہ کرنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب: تعزیہ کی رسم کو شعائر اسلام سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے، اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، جو شخص غور و فکر سے کام لے تو اس پر یہ بات عیاں ہوگی کہ یہ رسم اسلام اور شہدائے اسلام کے لئے ننگ و عار کا باعث ہے اور یہ اہل بیت کے دشمنوں کا طریقہ ہے کہ ان کے مصائب اور ان کی وفات پر ڈھول و طبلہ بٹل میں لئے ہوئے، جھنڈے ہاتھوں میں تھامے ہوئے، تعزیہ کا ندھے پر اٹھا کر گلی گلی نوحہ کرتے پھرتے ہیں اور غم کی صورت بنائے خوشی مناتے ہیں، علمائے کرام سے پوچھنا چاہیے کہ ان میں سے کون سی حرکت ہے جس پر حدیث میں زجر و توبیخ وارد ہوا ہے اور کون سی حرکت کو شعائر اسلام کہتے ہیں؟ دوسری اقوام اگر ان حرکات کو شعائر اسلام خیال کرتے ہیں تو ان کے اس باطل تصور سے اس جہالت اور گمراہی کو اسلام قرار دینا کہاں روا ہوگا؟!

حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند و جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے، فتاویٰ عزیزی اور تحفہ اثنا عشریہ کا مطالعہ کرنا چاہیے، جب ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ایران پہنچا، =

شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ

سوال [۹۹۲۹]: میں بنام ذہانت رضا ایک مسلم شیعہ گھرانے کا ہوں، میری عمر قریب ۲۲ سال ہے اور میں بغیر کسی ڈر و خوف یا دباؤ کے اپنی مرضی سے سنی ہونا چاہتا ہوں، کیونکہ سنی مذہب ہی مذہب ہے اور شیعہ مذہب اور اس کے طور طریق صحیح نہیں ہیں۔ میرا اپنا پکا عقیدہ، ایمان خداوند کریم اور ان کے بھیجے ہوئے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار صحابی حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قرآن، پانچوں وقت کی نماز، روزے، زکوٰۃ و حج پر پورا پختہ ایمان ہے اور اللہ ایک ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی زمین، آسمان روز اول سے آخر تک اور نبی کریم اور ان کے چار اصحاب ہر ایک پر مفصل ایمان کامل ہے، لہذا بزرگان دین سے التماس ہے کہ اس حالت میں میں سنی ہوایا نہیں؟ اور اگر میں سنی نہ ہوا تو مجھے سنی بنالیا جائے۔

= پھر ایرانیوں کی مدد سے حملہ کرتے ہوئے فتح یاب ہوا تو ہندوستان میں ایرانیوں کی مداخلت بڑھ گئی اور انہوں نے وہاں شیعوں کے مراسم کو آہستہ آہستہ رواج دیا، اس وقت یہ مصیبت یہاں پھیل گئی۔

اس وقت کے علماء نے اس کی سخت تردید کی، جب اکبر کا زمانہ آیا تو شیعوں نے دین اسلام کو بالکل مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نام نہاد دین اکبری کو رائج کیا، اس شجرہ خبیثہ کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو پیدا فرمایا، ان کی مکتوبات مذکورہ حرکات کے بطلان پر دیئے گئے دلائل سے بھری پڑی ہیں۔

البتہ جہاں کہیں شعرا اسلام میں سے کچھ نہ رہا ہو، وہاں کے مسلمان اذان، نماز، جماعت کو ترک کئے ہوں، دین سے کلیۃً غافل ہو اور بغیر تعزیہ کے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور وہاں کے رہنے والے بھی مسلم و غیر مسلم کے درمیان تعزیہ ہی کو فرق جانتے ہوں، وہاں اگر تعزیہ پر اختلاف اور جنگ واقع ہو جائے اور وہاں کے علماء اس پر سکوت کو اختیار کریں اور یہ کہیں کہ یہاں کفر و اسلام کی جنگ ہے اور تعزیہ کو اس کام میں لائے، ممکن ہے وہاں گنجائش باقی رکھی جائے اور اہل اسلام کی اعانت کے لئے عوام کو برا بیچتے کیا جاسکے اور بس، اس سے زیادہ گنجائش نہیں خواہ مقابلے میں مہابیری جھنڈا ہو یا کوئی اور، اگر مسلمان و کافر پر اس مسئلہ کو واضح کیا جائے کہ یہ شعرا اسلام نہیں، بلکہ اسلام کے خلاف ہے اسی دن اس کو دور کر دیا جائے، معاملہ سنبھل جائے گا۔ نیز غور کرنا چاہیے کہ بہت سی چیزیں جو کہ واقعتاً شعائر اسلام ہوں، ایک ایک کر کے بند کئے گئے اور روزانہ بند ہوتے جا رہے ہیں اور اس سلسلے کا کوئی اختتام نہیں وہاں مسلمانوں کی حمیت کو جوش نہیں آتا اور خاموش ہیں زبان سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرتے کہ ایسا نہ ہو کہ فتنہ برپا ہو جائے، جب کہ باطل کے لئے اتنے سرفروش ہو جاتے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

قرآن کریم، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق شیعوں کے جو غلط عقائد ہیں، ان سے برأت اور توبہ کر کے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو اختیار کر لینے سے اور ان کے مطابق عمل کرنے سے آدمی سنی ہو جاتا ہے (۱)، آپ نے جو عقائد سوال میں تحریر کئے ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

تعزیر کے سامنے تلوار چلانا و کھیلنا

سوال [۹۹۳۰]: لاٹھی و تلوار چلانا سیکھنا کتنا اہم ہے اور مخفی ہنر ہے، ان علاقوں میں جہاں ہندو مسلمان کے درمیان باہمی کشمکش ہے، اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، مگر اجتماعی شکل میں لوگوں کا جمع ہو کر کھیلنا اور سیکھنا حکومت کی طرف سے ممنوع ہے، خصوصاً ان خطرناک علاقوں میں تلوار نکالنا لڑائی کی دعوت ہے، تعزیر محرم کو تہوار سمجھتے ہیں، اس میں لاٹھی، تلوار وغیرہ کھیلنے میں نہ تو حکومت کی جانب سے کوئی پابندی ہے نہ ہندو غلط اثر لیتے ہیں۔

اگر تعزیر نہ بنائے جائیں تو حکومت کی جانب سے بھی پابندی ہے اور ہندو عوام کی جانب سے بھی خطرہ ہے، نیز یہ ایک ذوقی چیز ہے، جس میں وقت کا بہت دخل ہے، اس لئے محرم پر ایک خاص قسم کا شوق اور جوش پیدا

(۱) ”وفي الخامس بهما مع التبري عن كل دين يخالف دين الإسلام الخ“.

”وفي الرد تحته: ”ثم إن الذي في البدائع: لو أتى بالشهادتين لا يحكم بإسلامه حتى يتبرأ عن الدين الذي هو عليه“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار خمسة.....: ۲۲۷/۴، سعید)

”وإسلامه أن يأتي بكلمة الشهادة، ويتبرأ عن الأديان كلها سوى دين الإسلام، فإن تمام الإسلام من اليهودي بالتبري عن دينه، ومن النصراني بالتبري عن دينه“ (المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين وأحكامهم: ۵۸۸/۵، رشيدية)
(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب السير، فصل في أحكام المرتدين: ۵۳۱/۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ہو جاتا ہے اور ہندوؤں پر رعب طاری ہو جاتا ہے، تو کیا مندرجہ بالا عذروں کو مد نظر رکھتے ہوئے تعزیہ بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے جب کہ تعزیہ کے متعلق ان باطل عقائد کو الگ کر دیا جائے، جو عوام میں مشہور ہیں اور عوام کے ذہنوں کو ان سے پاک کر دیا جائے، تعزیہ کی حقیقت محض بانس و کاغذ کا مجموعہ سمجھا جائے اور اس کو اس فن تلوار سیکھنے کا ذریعہ سمجھا جائے۔

اگر بنانا جائز نہیں تو پھر بنوانے والا کون سے گناہ کا مرتکب ہوگا؟ اور اگر نہ بنانے والے دوسری جگہ لاٹھی تلوار سیکھیں تو کیا ان کو بھی گناہ ہوگا اور اس کھیل کا جو تعزیہ میں کھیلا جاتا ہے، مسلمانوں کے لئے دیکھنا درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں ہے کہ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہوتا ہے اس کے دل میں مخلوق کا ڈر نہیں ہوتا اور جس کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو، تو اس کے دل میں مخلوق کا ڈر ہوتا ہے (۱)۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری نصرت رعب کے ذریعہ سے کی گئی ہے (۲)۔ اپنے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے اصل چیز خدا کا ڈر ہے۔ وہ

(۱) ”من خاف الله خوف الله منه كل شيء“ الحديث. أبو الشيخ في الثواب، والدیلمی والقضاعي عن وائلة، والعسكري عن الحسين بن علي، كلاهما به مرفوعاً، لفظ العسكري: ”من خاف الله أخاف الله منه كل شيء“ وهو عنده عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه من قوله بزيادة الشق الآخر، وقال المنذري في ترغيبه: ”رفعه منكر. وفي الباب عن علي وبعضها يقوي بعضها. وقد قال عمر بن عبد العزيز: من خاف الله أخاف منه كل شيء، ومن لم يخف خاف من كل شيء. وقال الفضيل بن عياض: من خاف الله لم يضره أحد ومن خاف غير الله لم ينفعه أحد.“ (المقاصد الحسنة، حرف الميم، ص: ۴۷۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أعطيت خمسا لم يعطهن أحد من الأنبياء قبل، نصرت بالرعب مسيرة شهر.....“ (صحيح البخاري، أبواب المساجد، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، ص: ۷۶، دارالسلام)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۲۱۲، دارالسلام) (ومشكاة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب فضائل سيد المرسلين: ۳۵۴/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کیا جائے، جب اس سے تعلق ہوگا اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے، احکام کی اطاعت کریں گے اور گناہ کو ایسا سمجھیں گے، جیسے بہت بڑا پہاڑ سر پر گرنے والا ہے، اس سے بچ کر آدمی نکل جاتا ہے، اس طرح گناہ سے بچنے کی فکر ہوگی تو خود بخود ہی دشمن پر اثر پڑے گا اور ہوشیاری کام دے گی۔

اگر یہ چیز نہیں، دل میں خدا کا ڈر نہیں، تو مسلمان کے حق میں ہوشیاری بے کار، نیز ان کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی یا وہ ضائع کر دیئے جائیں گے یا ان پر دشمن قابو پالے گا اور مسلمانوں کی ہلاکت کے لئے استعمال کرے گا، یہ کتنے لوگوں کا تجربہ و مشاہدہ ہے، اس لئے حیلوں سے تعزیہ بنانے یا اس کے سامنے لاٹھی تلوار کھیلنے کے جواز کی تاویل کرنا بے سود ہے۔

۴۷ء تک تو دھوم دھام سے تعزیہ نکلتا تھا، اس کے سامنے لاٹھی تلوار کا کھیل بھی ہوتا تھا، دشمن پر کتنا رعب پڑا، فتنہ تاتار کے وقت سو مسلح فوجوں کو ایک ایک تاتاری مرد عورت نے ذبح کر ڈالا (۱)۔ تعزیہ بہر حال حرام ہے (۲)۔ اس کے سامنے جو کچھ لاٹھی تلوار کھیل ہوتا ہے، وہ ناجائز ہے، اس کو جہاد کا نام دینا یا اس کو جہاد کی مشق

(۱) ”ولقد حکى لي عنهم حكايات يكاد سامعها يكذب بها من الخوف الذي ألقاها الله سبحانه وتعالى في قلوب الناس منهم، حتى قيل: إن الرجل الواحد منهم كان يدخل القرية أو الدرب وبه جمع كثير من الناس فلا يزال يقتلهم واحد بعد واحد لا يتاجسر أحد يمد يده إلى ذلك الفارس. ولقد بلغني أن إنساناً منهم أخذ رجلاً ولم يكن مع التتري ما يقتله به، فقال له: ضع رأسك على الأرض ولا تبرح فوضع رأسه على الأرض، ومضى التتري أحضر سيفاً فقتله به، وحكى لي رجل قال: كنت أنا ومعى سبعة عشر رجلاً في طريق فجاءنا فارس من التتر، وقال: لنا حتى يكتف بعضنا بعضاً، فشرع أصحابي يفعلون ما أمرهم، فقلت لهم: هذا واحد فلم لا نقتله ونهرب؟ فقالوا: نخاف، فقلت: هذا يريد قتلكم الساعة فنحن نقتله فلعل الله يخلصنا فوالله ما جسر أحد يفعل ذلك، فأخذت سكيناً وقتلته وهربنا فنجونا، وأمثال هذا كثير.“ (الكامل في التاريخ لابن الأثير، ذكر ملك التتر مراغة، ذكر دخول التتر ديار بكر والجزيرة وما فعلوه في البلاد من الفساد: ۳۸۵/۹، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) ”تعزیہ داری در عشرہ محرم و ساختن ضرائح و صورت و غیرہ درست نیست، این ہمہ بدعت است، بلکہ بدعت سیئہ است۔“

(فتاویٰ عزیزی، مسئلہ تعزیہ داری محرم: ۷۵/۱، کتب خانہ رحیمیہ)

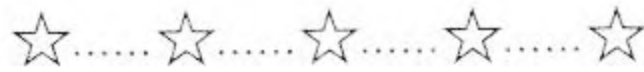
”تعزیہ داری در عشرہ و غیرہ آن و ساختن و صورت قبور..... وغیر ذلک این ہمہ بدعت است، نہ در قرن اول بود، نہ در قرن

ثانی، نہ در قرن ثالث۔“ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ: ۳۴۴/۴، رشیدیہ)

اور تیاری قرار دینا غلط ہے اور جہاد کو رسوا کرنا ہے۔

تعزیه کے متعلق یہ تو ممکن ہے کہ ایک دو آدمی کا ذہن صاف کر دیا جائے، لیکن عمومی ذہنیت کو بدل دینا کسی کے قابو میں نہیں ہے، صاف رہنے والے اگر اقتصادی خرابیوں سے بچ کر بھی رہے، ناجائز چیز کا ارتکاب کریں گے تو عملی خرابی تو بہر حال اس میں موجود ہے، لوگ تعزیه کے ساتھ شریک ہو کر رسوم بجالاتے ہیں، ان کی تقویت و تائید ہی ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۸۷ھ۔



= (و کذا فی کفایت المفتی، کتاب العقائد: ۱/۲۲۰، دارالاشاعت)

(۱) ”من کثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله“۔ (کنز العمال، کتاب

الصحة من قسم الأقوال: ۲۲/۹، رقم الحديث: ۳۲۷۳۵، مكتبة التراث الإسلامي)

”من خرج إلى السدة أي: مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل

في الكفر صريحاً أو كناية، ص: ۱۸۶، قديمی)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل

السادس: ۳۳۳/۶، رشیدیہ)

(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات)

کر بلا کی لڑائی کو دنیوی معاملہ قرار دینا

سوال [۹۳۱]: ایک شخص تاریخ پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کا، جو کر بلا کا معاملہ ہے، یہ لڑائی دنیاوی ہے، آیا یہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟ وہ شخص صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہے اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ سے بھی محبت کرتا ہے، آیا اس کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عامۃً تاریخ کی کتابوں میں صحیح اور غلط دونوں قسم کی باتیں ہوتی ہیں، ان کا مطالعہ کر کے ایسا نتیجہ نکالنا، جس سے کہ حدیث شریف کی مخالفت ہوتی ہو، یہ صحیح نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیاوی معاملہ یعنی حکومت کے لالچ میں کر بلا تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ مظلومین کی امداد کے لئے تشریف لے گئے تھے، نتیجہ میں خود ہی مظلوم ہو کر شہید ہو گئے (۱)۔ حدیث پاک میں ان کو اہل جنت کی ایک جماعت کا سردار

(۱) ”فلما مات معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنۃ ستین وبویع لیزید، بایع ابن عمر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وصمم علی المخالفة الحسین وابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم..... وقد کثر ورود الکتب علیہ من بلاد العراق یدعونہم الیہم. وذلك حین بلغہم موت معاویۃ وولایۃ یزید، ومصیر الحسین إلی مکة فراراً من بیعة یزید..... لما تواترت الکتب إلی الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ من جهة أهل العراق وتکررت الرسل بینہم وبینہ، وجاءہ کتاب مسلم بن عقیل بالقدوم علیہ بأہلہ، ثم وقع فی غبون ذلك ما وقع من قتل مسلم بن عقیل، والحسین لا یعلم بشيء من ذلك، بل قد عزم علی المسیر إلیہم والقدوم علیہم، فاتفق خروجہ من مکة أيام العروبة قبل مقتل مسلم بیوم واحد“. (البداية والنهاية، قصة الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وسبب خروجہ من مکة فی طلب الأمانة وکيفية مقتله: ۴، الجزء الثامن: / ۵۴۷-۵۵۵، المكتبة الحقانیہ پشاور)

فرمایا گیا ہے (۱)۔ شخص مذکور کو اپنے خیالات کی اصلاح لازم ہے، اس کو اسلام سے خارج نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔



= (و کذا فی تاریخ الطبری، ذکر الخبر عن مراسلة الکوفیین الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ للمصیر إلی ما قبلہم وأمر مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۴/۲۵۷، منشورات مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت)

(۱) ”عن أبي سعيد، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة“۔ (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب: ۲/۲۱۷، سعید)

(وابن ماجه، فضل علي ابن أبي طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۱۳۵، دارالجيل)

(و کذا فی الإصابة، حرف الحاء: ۲/۶۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

ما يتعلق بالقاديانية (قادياني فرقے کا بیان)

قادياني کا دعوائے نبوت

سوال [۹۹۳۲]: میرے پاس جماعت احمدیہ کی پچاس کتابیں ہیں۔ میں نے سب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ سے (جو اسلام کی بنیاد ہیں) مرزا غلام احمد قادیانی کو کلی طور پر اتفاق ہے اور مرزا صاحب کا مقصد و منشاء اسلام کی ترقی اور دنیا والوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان کو ثابت کرنا ہے، جو حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کے ظہور و نزول کے بعد) کا کام ہے، رہا شریعت کا سوال تو جہاں تک میں نے اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ تھا اور ایسی نبوت کے ہم سب خود قائل ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، تو نبی بھی ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بھی ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی قرآن و حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں اور ان احادیث نبوی کا مصداق خود کو قرار دیتے ہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حضرت امام مہدی کے ظہور کی پیشن گوئی فرمائی ہے، جو بہت حد تک میری عقل و سمجھ کے مطابق معقول معلوم ہوتا ہے، میں نے ملنے جلنے والے علماء کو یہ کتابیں دکھائیں اور ان سے غلط ثابت کرنے کی درخواست کی، لیکن یہ کترا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوپر کے علماء کو لکھئے، کچھ اداروں سے درخواست کی، لیکن جواب نہیں ملا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سے مسرت ہوئی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حق و باطل کی تحقیق و تمیز کا شوق عطا فرمایا اور اس سلسلے میں

آپ نے کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے، مہربانی فرما کر وہ کتابیں بھیج دیں، جس میں آپ نے دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت اس کا مقصود ہے، اگر کتابیں نہ بھیج سکیں، تو وہ عبارتیں ان کتابوں سے مع حوالہ صفحہ وطباعت نقل کر کے بھیج دیں تاکہ پھر آپ کو بتایا جاسکے کہ قرآن و حدیث کے خلاف کیا کیا مرزا غلام احمد نے لکھا ہے، کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زانیہ تھیں (نعوذ باللہ) کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام سیکھتے تھے اور پھر کیا بنا کر اڑا دیتے تھے، غلام احمد کی خرافات اور باطل اتنی کثرت سے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت، صحیح العقیدہ اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ ایمان کے خلاف سمجھتا ہے، آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ قادیانی کی تردید میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ بھی آپ کے مطالعہ سے گزری ہیں یا نہیں؟

نوٹ: آئندہ خط بھیجیں اور یہ خط بھی ساتھ ساتھ بھیجیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴ھ۔



مايتعلق بالبريلوية (بریلوی فرقے کا بیان)

رضا خانی مذہب

سوال [۹۹۳۳]: مذہب رضا خانی کون سا مذہب ہے؟ اور مذہب رضا خانی کا خدا کون ہے؟ اور اس کا خیال کیا ہے؟ اور ان لوگوں کا قرآن شریف کون سا ہے؟ مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے لئے آپ ”رضا خانی مذہب“ اور ”اعلیٰ حضرت کے دین“ کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

بریلی اور دیوبند کے علماء میں امتیاز کی صورت

سوال [۹۹۳۴]: عمر یہ کہتا ہے کہ یہ علمائے بریلی اور علمائے دیوبند دونوں طرف کے علمائے دین ہیں اور دونوں فرقوں میں کشمکش ہے، ہر فرقہ یہ کہتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہر طرف سے کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور ہر کتاب میں دونوں طرف سے کلام اللہ شریف پیش کیا گیا ہے، آیات و حدیث شریف کا ترجمہ و مستند معتبر کتابوں کے حوالے درج فرمائے ہیں اور جب تقریر کرتے ہیں جب بھی دونوں طرف سے کتابوں کے نام اور حدیث شریف سے بیان فرماتے ہیں، اب عوام کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سب تفصیل کے معلوم کرنے کے بعد آپ خود ہی غور کیجئے، جواب خود بخود سامنے آجائے گا، وہ یہ کہ جب آپ علمائے دیوبند سے دریافت کر رہے ہیں اور وہ اپنے طریق کو حق سمجھتے ہیں تو وہ یہی جواب دیں گے

کہ آپ بھی اسی طریق کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں، کہ غیر حق کو اختیار کریں، اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کسوٹی موجود نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ ایک جماعت کے بڑے مقتداء کے پاس جا کر رہے اور بہت غور سے اس کی عبادات، معاملات، معاشرت، اپنوں سے تعلق، غیروں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے سامنے کے اوقات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدا کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے اور اس کے دل میں بات آجائے گی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمت دین کا جذبہ ہے، صبر و تحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض خوف خدا اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ ہیں اور فلاں شخص میں ریاکاری ہے، نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوف خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمت دین کے جاہ اور مال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے وغیرہ وغیرہ، جس میں پہلی قسم کی صفات عالیہ ہوں، وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے اور اس کی بتائی ہوئی بات پر عمل کیا جائے، جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں، اس سے دوری اختیار کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

کیا اہل بدعت کو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہیے

سوال [۹۹۳۵]: آکولہ میں رضا خانیوں نے علماء دیوبند پر کافی کیچڑ اچھالا اور ان کو بدنام کرنے کے لئے تقریباً پانچ اشتہار نکالے، ہم نے صبر سے کام لیا، جب شہر کی فضا خراب ہونے لگی، تو ہم نے بھی اشتہار نکالا، اس اشتہار کی ایک عبارت محل اعتراض بنی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ (ہر دو فریق دس دس ہزار روپے پیشگی رقم بطور ضمانت گورنمنٹ کے پاس جمع کر دے، اس رقم سے صرف ججوں کے اخراجات ادا کئے جائیں گے اور بقیہ رقم غالب فریق اپنی صوابدید پر دینی امور میں خرچ کرے گا) قوسین کی عبارت میں شرط کی شکل ہے یا نہیں؟ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (پوسٹر مطبوعہ سوال کے ساتھ ہے) مناظرہ کی آمادگی کے لئے رضا خانیوں کو ایک ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کا تو سرمایہ زندگی ہی اکابر دیوبند کو گالیاں دے کر اپنا ایمان تباہ کرنا اور مخلوق کو گمراہ کرنا ہے، ابتداءً مناظرہ کا چیلنج روپیہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہے، پھر جلسہ اسٹیج اشتہار، مناظرین کے مصارف، کتابوں کی فراہمی وغیرہ وغیرہ۔ غرض بہت بڑا بل بن جاتا ہے اور اچھے خاصے وقت کے لئے گزارہ کا، بلکہ عیش و عشرت کا انتظام ہو جاتا ہے، اگر مناسب طریقہ پر مناظرہ کو ٹلا دیا جائے، تو درحقیقت یہی ان کی بڑی شکست ہے، ورنہ مناظرہ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی فتح کے اشتہارات چھپوا لیتے ہیں اور مناظرہ کے بعد ہی مختلف مقامات پر ان کی خوب اشاعت کرتے ہیں، اخبارات میں بھی اشاعت ہوتی ہے، جو لوگ اصل حقیقت سے واقف نہیں ہوتے، وہ متاثر ہو جاتے ہیں، بقیہ رقم کا جو مصرف تجویز کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، بلکہ بقیہ رقم ہر فریق کو واپس دی جائے، یعنی اخراجات اگر مشترک ہوتے تو بقیہ رقم نصف نصف ہر فریق کو مل جائے، ججوں کے متعلق کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ کیسے ہیں مثلاً: قادیانی، شیعہ، رضا خانی، عیسائی، ہندو کیا ان کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا؟ ایک ماہ بعد کی حد نہیں بیان کی گئی، اگر ججوں کی تعین پر اتفاق نہ ہو سکا، تو کیا ہوگا؟ مطلوبہ رقم کے متعلق کوئی تصریح نہیں کہ وہ کہاں جمع کی جائے گی؟ یعنی بینک میں، ڈاک خانہ میں یا تھانہ میں یا کچہری میں؟ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ۔



متفرقات الفرق

بہتر فرقے

سوال [۹۹۳۶]: ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے کہ قیامت تک اسلام میں ۷۲ فرقے نمودار ہوں گے (۱)، برائے مہربانی مطلع فرمادیں کہ اب تک عالم اسلام میں کتنے فرقے نمودار ہو چکے ہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر فرقوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ غیاث اللغات (۲) کا مطالعہ کریں۔ غنیۃ الطالبین (۳) اور الشافعیۃ (۴) وغیرہ میں بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لیأتین علی امتی..... وإن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة، وتفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ملة کلہم فی النار إلا ملة واحدة“۔ قالوا: ومن ہی یا رسول اللہ؟ قال: ما أنا علیہ وأصحابی“۔ (جامع الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة: ۹۳/۲، سعید)

(۲) (غیاث اللغات، فصل ہامع فاء، ہفتاد دو ملت، ص: ۵۵۰، سعید)

(۳) غنیۃ الطالبین، القسم الثانی: العقائد والفرق الإسلامية، فصل فاصل ثلاث وسبعین فرقة: ۱/۱۷۵-۱۹۲، قدیمی)

(۴) ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں بہتر فرقوں کی تفصیل تو نہیں ملی، البتہ محمد بن احمد بن نصر الترمذی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ”ان کی مقالات پر مشتمل ایک کتاب ہے، جس کا نام ”کتاب اختلاف اہل الصلاة“ ہے، اس کتاب کی ابتداء حضرت نے ”تفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقة“ سے کی ہے اور اس میں مبتدعین و فرق باطلہ کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔“ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، الطبقة الثانیہ، محمد بن احمد بن نصر أبو جعفر الترمذی: ۱/۴۰۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

باب الکفریات

(کفریات کا بیان)

کافر، مجاہر و غیر مجاہر کی تعریف

سوال [۹۹۳۷]: کافر اصلی اور غیر اصلی مجاہر اور غیر مجاہر کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر کی تقسیم (اصلی اور غیر اصلی) اور دونوں کے درمیان فرق اور ہر ایک کی تعریف مجھے محفوظ نہیں، کافر مجاہر جو کھلا کافر ہو اور اپنے کو مسلمان نہ کہتا ہو۔ غیر مجاہر جو کہ اسلام کا مدعی ہو مگر اس میں کفر مخفی موجود ہو، جیسے منافقین کا حال تھا۔

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ (۱)۔

﴿يقولون بأفواههم ما ليس في قلوبهم﴾ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کریم کو جلا دینا

سوال [۹۹۳۸]: ایک مسلمان شرابی، جواری، زنا کار ہے، اس کا غلط عورت سے تعلق ہے، جس سے وہ حرام کاری کرتا ہے، اس کی بیوی نے منع کرنے کے لئے قرآن شریف کا واسطہ دیا، تو اس نے (معاذ اللہ) قرآن شریف جلا دیا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص کا حال نہایت خطرناک ہے، ایمان پر سلامت رہنا نہایت دشوار ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے،

(۱) (البقرہ: ۸)

(۲) (الفتح: ۱۱)

اصلاح فرمادے، قرآن پاک کا جلانا اگر اہانت کے لئے ہو، تو کفر ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔



(۱) "وتسمۃ الفتاوی: من استخف بالقران أو بنحوہ مما یعظم فی الشرع، کفر"۔ (شرح الفقہ الأكبر،

فصل فی القراءۃ والصلاۃ، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الکفر أنواع، النوع الثالث فی القرآن:

۱/۹۲، ۹۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۵، رشیدیہ)

ما يتعلق بألفاظ الكفر

(الفاظ کفر کا بیان)

شریعت کے منکر کا حکم

سوال [۹۹۳۹]: ایک شخص کسی نکاح کے معاملہ میں پہلے خود کہتا ہے کہ جو شریعت فیصلہ کرے گی، میں ماننے کے لئے تیار ہوں، لیکن جب اس کی اس بات پر اعتماد کرنے کے لئے کہا گیا کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر کہو، جو شرعی فیصلہ ہوگا میں مان لوں گا، لیکن اس نے ہاتھ رکھنے سے انکار کر دیا، کسی نے کہا کہ جب کہ تم قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا، تو شریعت کا انکار ہی بنتا ہے، اس نے جواب دیا کہ ”میں شریعت کو نہیں مانتا“، اس کی اس بات پر تین گواہ بھی گواہی دینے پر تیار ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کیا کہا جائے، یہ شخص مسلمان باقی ہے اور زوجین کا نکاح باقی ہے یا بوجہ ارتداد نکاح ٹوٹ گیا؟ اس آدمی کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے، اس کی عورت کی عمر ۶۹ سال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ شریعت کا حکم ماننے کا وعدہ کر چکا تھا، تو پھر قرآن شریف پر ہاتھ رکھنے کے لئے اصرار کرنا غلط اور بے محل تھا، جن لوگوں نے اصرار کیا، ابتداءً غلطی ان لوگوں کی ہے، پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ جب تو قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا تو شریعت کا انکار لازم آتا ہے، یہ زیادتی ہے، تو گویا ان لوگوں نے از خود ہی اس کو شریعت کا منکر قرار دے دیا اور اس سے پہلے اس کی زبان سے کوئی غلط لفظ نکلتا اس کو اسلام سے خارج اور مرتد تصور کر لیا، بلکہ اس پر الزام لگا دیا، تو اسی کے جواب میں اس نے وہ لفظ کہا جس پر اب فتویٰ طلب کیا جا رہا ہے، ان لوگوں کو اپنے متعلق بھی فتویٰ طلب کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان کے مرتد اور خارج از اسلام کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسے لوگ مسلمان باقی رہے یا نہیں (۱) اور ان کا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا، غرض ان لوگوں نے بھی سخت غلطی کی کہ اس کو

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول : لا یرمي رجل =

ایسے الفاظ کہے، جن سے متاثر ہو کر اس نے بھی سخت لفظ کہا اور اس نے جو لفظ کہا، وہ بھی شریعت کے نزدیک بہت سخت ہے، دونوں کو توبہ لازم ہے، اپنی اپنی غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کریں، کلمہ پڑھیں احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لیں (۲)۔ اور کوئی کسی کو نہ مرتد کہے، نہ اسلام سے خارج کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۹ھ۔

غصہ میں کلمہ کفر کہنا

سوال [۹۹۴۰]: زید نے عمر سے ایک جھگڑے میں غصہ میں پوچھا کہ ”کیا تم بندوں کو مسبب

= رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ كذلك“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم ”یا کافر“: ۵۷/۱، قدیمی)
”سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من قال لأخیه ”یا کافر“ فقد باء بها أحدهما“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رقم الحدیث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”إذا قال الرجل لغيره: حکم الشرع في الحادثة كذا“ فقال ذلك الغير، ”من برسم کاری کنم، نه بشرع: یکفر عند بعض المشائخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۳، رشیدیہ)

(و کذا في الفتاویٰ البرازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۸/۲، رشیدیہ)
(و کذا في المحيط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدين، نوع في العلم والعلماء: ۵/۵۷، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”ماکان في کون کفره اختلاف، فإنه يؤمر بتجديد النکاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب العاشر: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا في الدر المختار، کتاب السیر، باب المرتد: ۳۲۶/۲، ۳۲۷، سعید)

(و کذا في الفتاویٰ التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة

القرآن کراچی)

الاسباب سمجھتے ہو کہ اگر رسوم میں شرکت کرے تو وہ نوکری سے علیحدہ کر دیں گے؟“ عمر نے ایک دم کہہ دیا کہ ”ہاں! ایسا ہی سمجھتا ہوں۔“ اب عمر پچھتا رہا ہے کہ کلمہ کفر ہو گیا، توبہ تو اسی وقت کر لی، اس کو ندامت بھی بہت ہے، اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

توبہ واستغفار اور آئندہ کے لئے احتیاط کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

شرع محمدی کو نہ ماننے والے کا حکم

سوال [۹۹۴]: جو شخص حج کرتا ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا ہو، وہ تین مرتبہ اقرار کرے کہ

میں شرع محمدی کو نہیں مانتا، اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

وہ شرعی احکام کی پابندی کرتا ہے، پنجگانہ نماز جمعہ ادا کرتا ہے، پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ شرع محمدی کو نہیں مانتا؟ کلمہ تو یہ بہت سخت ہے، ایمان کے خلاف ہے (۲)، مگر جب تک کچھ تفصیل معلوم نہ ہو، اس پر کیا حکم

(۱) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه، وبين امرأته“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، مكتبة غفاريہ كوئٹہ)

(۲) ”إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: من برسم كارمى كنم، نه بشرع“۔ يكفر عند بعض المشايخ“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها =

لگایا جاسکتا ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

”اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا“ کا حکم

سوال [۹۹۲]: خالد اور حامد دونوں کے جھگڑے کے درمیان ماجد پہنچا اور اس سے کہا کہ صلح کرلو، تو حامد بولا کہ ”اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی آکر منع کریں گے، تو بھی نہیں مانوں گا“۔ اب ایسے شخص کو گنہ گار کہا جائے گا یا کافر؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جملہ نہایت سخت ہے، حسب تصریح فقہاء ایسے شخص کا اسلام سلامت رہنا دشوار ہے (۱)، تجدید ایمان

= ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۳، رشیدیہ

(و کذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۸/۲، رشیدیہ)

(و کذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع في العلم والعلماء: ۵/۵۷، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”وفي الفتاوى العتابية: ثم الأصل أن جحود أمر الله تعالى أو أمر رسوله كفر“۔ (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في رد الأوامر الشرعية: ۵/۳۳۰، قدیمی)

”رجل أراد أن يضرب عبده، فقال له رجل: ”لا تضربه“، فقال: ”اگر محمد مصطفیٰ گوید مزن: نهلم يلزمه الكفر“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲/۲۶۶، رشیدیہ)

”رجل قال لامرأته: ”مراسيم ليست“، فقالت امرأته، إنك تكذب، فقال الرجل: لو شهد الأنبياء، والملائكة عندك ”كه مراسيم ليست“ لا تصدقنيهم، فقال: ”نعم لا أصدقهم“، ذكر في مجموع النوازل أنها تكفر“۔ (المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين وأحكامهم، نوع فيما يعود إلى الأنبياء: ۵/۵۶۰، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

ونکاح کیا جائے (۱)، توبہ کر کے خدا سے پختہ عہد کیا جائے کہ اس قسم کا کوئی لفظ بلکہ کوئی بھی حرکت خدائے پاک کے نبی کے خلاف سرزد نہ ہونے پائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ۔

”نحن عباد محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)“ کا مطلب

سوال [۹۹۴۳]: رضا خانیوں کا کلمہ کون سا ہے اور یہ عبارت کیا ہے:

”اللہ رب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نحن عباد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ یہ کلمہ ہے یا درود شریف ہے؟ اس کو پڑھنے سے آدمی گنہگار ہوگا یا اس کو ثواب ملے گا اور اس کو پڑھنے والا مومن رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عبارت حدیث شریف یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، جن کی یہ عبارت ہے ان سے ہی دریافت کرنا چاہیے کہ یہ کلمہ ہے یا درود شریف؟ البتہ اس میں ”نحن عباد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ جو کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ (نعوذ باللہ) ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بندے ہیں، جو شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معبود مانے، وہ اسلام سے خارج ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

(۱) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿واعبدوا الله ولا تشرکوا به شيئاً﴾ (النساء: ۳۶) =

داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا

سوال [۹۹۴۴]: زید نے بکر کو کہا کہ ”داڑھی رکھ لو“ بکر نے جواب دیا کہ ”ناف کے نیچے کے بال رکھ لوں“، ایسی صورت میں بکر کی شرعی کیا سزا تجویز کی جاسکتی ہے؟ اور اہل برادری کیا سزا کفارہ مقرر کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکر کا جواب بہت سخت ہے، یعنی داڑھی کو زیر ناف کے بالوں سے تشبیہ دیتا ہے اور منہ کو شرمگاہ سے تشبیہ دے رہا ہے، پس جس طرح زیر ناف کے بالوں کو رکھا نہیں جاتا، بلکہ صاف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح داڑھی کو نہیں رکھا جائے، بلکہ صاف کر دینا چاہیے، داڑھی رکھنا ایسا قبیح و ناپسند ہے (۱)، حالانکہ داڑھی رکھنے بلکہ بڑھانے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور زیر ناف کے بالوں کو صاف کرنے کا حکم ہے، دونوں چیزوں کا حکم الگ الگ تھا، بکر نے دونوں کا حکم ایک کر دیا، جو کہ بڑی جسارت ہے، ممکن ہے کہ بکر نے اس تفصیل پر غور نہیں کیا ہو، ایسے ہی بے پرواہی سے جواب دے دیا ہو، تاہم

= ”وقال الله تعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

”عن عمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تطروني كما

أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده، فقولوا: عبدالله ورسوله“ (صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَإِذْ كَرَّمْنَا مَرْيَمَ﴾: ۱/ ۴۹۰، قديمی)

و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۱۶۵: ۱/ ۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”من استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر“ (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع، الثاني في الأنبياء عليهم السلام: ۱/ ۶۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت) ”وفي التيممة: من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر“ (شرح الفقه الأكبر، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قديمی)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الرابع في الإيمان دار الإسلام: ۲/ ۳۲۸، رشيدية)

اس کو اپنے اس جواب پر نادم ہو کر توبہ کرنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۴۰۱ھ۔

غیر عالم باپ کا عالم بیٹوں کو گالیاں دینا

سوال [۹۹۲۵]: زید حاجی ہے اور اس کے دو لڑکے عالم دین ہیں، ایک دن لڑائی میں زید نے اپنے عالم لڑکوں کو خوب گالیاں دیں اور کہا ”اے کافر عالم تم قرآن وحدیث کا مطلب کیا سمجھو گے، تم تو کتا ہو، تمہارے عالم ہونے کے لئے کیا ثبوت ہے؟ ایک حرامی چمارا اگر علم حدیث پڑھے، تو کیا وہ عالم دین ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں ارے شیطانو! ہم تو حاجی ہیں، اس لئے ہم نائب رسول ہیں اور ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ کیا ہے کہ جو مکہ معظمہ پہنچ گیا وہ جنت میں جائے گا، اگر کوئی بھی حرامی چمار مکہ معظمہ پہنچ گیا، تو وہ ضروری حاجی ہو جائے گا“ اور اس کے بعد یہ جملہ بھی کہا کہ ”عالم ہی سب سے پہلے جہنم میں جائے گا اور حاجی سب سے پہلے جنت میں جائے گا“، اس صورت میں زید کو تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں؟ اور زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا ایسا کہنا اگر علم دین کی توہین وتحقیر کے لئے ہے، تو یہ کفر ہے (۲)، کوئی ذلیل قسم کا کافر اگر اسلام

(۱) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك.“ (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲۸۳/۳، رشيدية)
(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵۵۰/۵، مكتبة غفاريه كوثه)

(۲) ”رجل رجع عن مجلس العلم فقال له رجل آخر: ”از كنشت آمده“ يكفر، وكذا لو قال ”مرابه مجلس علم چه كار“، أو قال: ”من يقدر على أداء ما يقولون“، أو ألقى الفتوى على الأرض وقال: ”چه شرع است اين“ أو ”چه بازنامه فتوى آوردی“ يكفر.“ (خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم والعلماء: ۳۸۸/۲، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البرازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل =

قبول کر کے علم دین حاصل کرے اور علم و عمل اس کا صحیح ہو جائے، تو وہ یقیناً عالم دین اور مستحق جنت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حج سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (۱)، لیکن اگر حج کے بعد گناہ کرے، تو وہ گزشتہ حج کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے، ان گناہوں کی وجہ سے وہ حاجی جہنم کا مستحق بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈال کر سزا دی جاسکتی ہے اور توبہ کے ذریعے سے یا حق تعالیٰ کے معاف فرمادینے کی وجہ سے دوزخ سے بری بھی ہو سکتا ہے، اگر کوئی غیر مسلم مکہ شریف پہنچ جائے، تو وہ جنت کا مستحق نہیں ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہی میں رہے گا۔ جیسے ابو جہل و ابولہب مکہ معظمہ میں رہتے تھے اور حج بھی کرتے تھے، مگر وہ مستحق جنت نہیں ہوئے، جو عالم بد عمل ہو، وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا، ان میں وہ عالم بھی ہے جس میں اخلاص نہیں تھا، ریاکاری تھی (۲)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ زید کے بیٹوں کا عمل زید کی نظر میں خلاف شرع ہو، جس کی وجہ سے وہ ان کو اس طرح برا کہتا

= الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۷/۶، رشیدیہ

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل من العلم والعلماء: ۵۰۷/۵، ۵۰۹، إدارة القرآن كراچی)
(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه". (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور: ۲۰۶/۱، قدیمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة: ۴۳۶/۱، قدیمی)
(وفي رواية الترمذي: غفر له ما تقدم من ذنبه". (أبواب الحج، باب ما جاء في ثواب الحج والعمرة: ۱۶۷/۱، سعيد)

(۲) "إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد ورجل تعلم العلم وعلمه، وقرأ القرآن، فأتى به، فعرفه نعمه، فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت ولكنك تعلم لي قال عالم، وقرأت القرآن لي قال هو قارئ، فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار الخ". (صحيح مسلم، كتاب الإمامة، باب من قاتل للرياء والسمعة، استحق النار: ۱۴۰/۲، قدیمی)

(وسنن النسائي، كتاب الجهاد، باب من قاتل لي قال: "فلان جريء": ۵۷/۲، قدیمی)
(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۸۰۷۸:

ہے اور گالیاں دیتا ہے اور اس کا مقصود علم دین کی توہین و تحقیر نہ ہو، جیسا کہ سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ وہ قرآن و حدیث کو برا نہیں کہتا، بلکہ ان کو برا کہتا ہے کہ تم قرآن و حدیث کا مطلب کیا سمجھو گے، تم تو کتا ہو، تمہارے عالم ہونے کے لئے کیا ثبوت ہے، مطلب صاف ہے کہ تم کو کتا شیطان اس لئے کہا جاتا ہے کہ تم عالم دین نہیں ہو، قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے ہو، ورنہ تم کو ایسا نہ کہا جاتا، بلکہ تمہارا احترام کیا جاتا، عالم دین حقیقت میں وہ ہے جو اس علم پر عمل بھی کرتا ہو (۱)۔ اگر کوئی صاحب علم حدیث پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے، تو وہ واقعہ عالم دین کہہ دینے کا مستحق نہیں، تاہم زید کو ایسے سخت الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں، خاص کر کافر کہنا اور اپنے ہی لئے نائب رسول کا منصب تجویز کرنا، اس کی انتہائی ناواقفیت اور جہالت کی دلیل ہے، اس کو توبہ لازم ہے، مگر اس کی تکفیر سے بھی احتیاط لازم ہے۔

”ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب اه ويخاف

عليه الكفر إذ قال لفقيه: أي دانشمندك! أو قال: أي علويك! لا يكفر إن لم

يكن قصده الاستخفاف بالدين اه“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۴۱ (۲)۔

تاہم احتیاطاً اس کو تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کر لینا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۶ھ۔

(۱) ”أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال لكعب: ”من أرباب العلم؟“ قال: الذين يعملون بما يعلمون“ قال: ”فما أخرج العلم من قلوب العلماء؟“ قال: ”الطمع“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۳۷/۱، قديمی)

(و كذا في سنن الدارمي، باب صيانة العلم، رقم الحديث: ۵۸۳: ۱/۱۵۲، قديمی)

(و كذا في الدر المنثور، البقرة: ۲۸۲: ۱/۲۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۱، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثامن في

الاستخفاف بالعلم: ۳۳۶/۲، رشيدية)

(و كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم:

۳۸۸/۴، رشيدية)

(۳) ”ما كان في كون كفره اختلاف، فإنه يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق =

خلاف شرع کلمات سے رجوع کرنا

سوال [۹۹۲۶]: زید اور بکر کی بیوی کے مابین کسی بات پہ جھگڑا ہوا، طول کلامی بڑھتی گئی، زید کی اہلیہ نے بکر پر ایک جرم عائد کیا ہے، زید اور اہلیہ زید کے قول کے مطابق بکر کی بیوی کہتی ہے کہ ”میں قرآن وحدیث کو نہیں مانتی“ عورت کا کہنا ہے کہ میں نے یہ کہا کہ ایسے قسم کو نہیں مانتی ہوں، مجھ کو دو گواہ چاہیے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن وحدیث کو نہیں مانتی، اہلیہ بکر کے ان کلمات کو اپنی برادرانہ پنچائیت میں پیش کیا، پنچائیت نے اس مسئلہ کو قلم بند کر کے اس تحریر پر چار گواہ کے دستخط لے کر ایک مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کیا، واضح رہے کہ مذکورہ چاروں گواہان جھگڑے کے وقت موجود نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنے کانوں سے اہلیہ بکر کے نازیبا کلمات سنے ہیں، مفتی صاحب نے اہلیہ بکر کے متعلق یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ وہ تجدید کلمہ اور تجدید نکاح کرے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے گواہوں کی شہادت، جو بروقت واقعات کے موجود نہ ہو اور جنہوں نے اپنے کانوں سے نہ کچھ سنا ہو اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو، ان کی گواہی شریعت کی نظر میں قابل قبول ہے؟ نیز یہ کہ ایسے گواہوں کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

۲..... زید کی اہلیہ نے بکر پر جو جرم عائد کیا ہے، اس جرم سے اہلیہ بکر نفی کرتی ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں نے ایسے نازیبا کلمات نہیں کہے ہیں، حلف لینے کے لئے تیار ہوں، دوسری جانب زید اپنے دعوے کے ثبوت میں حلف لینے کے لئے تیار ہے اور مزید اپنی بیوی کو بھی گواہی میں پیش کر رہا ہے، ایسی صورت میں مسئلہ کا حل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جس معاملہ میں چشم دید گواہوں کی ضرورت ہو، وہاں ایسی گواہی پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ وہ گواہی قابل قبول نہیں (۱)۔

= الاحتیاط۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب السیر، باب المرتد: ۴/۲۴۶، ۲۴۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب احکام المرتدین، فصل فی اجراء کلمۃ الکفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”(ولا يشهد أحد (بما لم يعاينه) بالإجماع الخ“۔ (الدر المختار، کتاب الشہادات: ۵/۴۷۰، سعید) =

۲..... بات کو طول نہ دیا جائے، جب اہلیہ بکران کلمات کو خلاف شرع سمجھ کر ان سے اپنی برات کرتی ہے تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے، زید کو چاہیے کہ وہ درگزر کرے، اپنی بات پر ضد نہ کرے، گویا کہ اہلیہ بکر رجوع کر رہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پیر کو مولا اور ہادی کہنا

سوال [۹۹۴]: مرید کو اپنے پیر کی شان میں مندرجہ ذیل شعر کہنا درست ہے یا نہیں؟

خدا ان کا مربی تھا، وہ مربی تھے خلاق کے
میرے مولا، میرے ہادی تھے، بے شک ربانی

الجواب حامداً ومصلیاً:

بظاہر تو اس شعر میں کوئی خرابی نہیں، جو اعتراض ہو، وہ بیان کیا جائے، تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”ہم بے شرع ہی رہیں گے“ اور ”ہم فتویٰ کو نہیں مانتے“ کہنے والے کا حکم

سوال [۹۹۴۸]: ایک گاؤں میں دو پارٹی ہے، دونوں مسلم حنفی المسلك ہیں، ایک پارٹی کا ایک شخص اپنی اکثریت دولت اور نفسانیت کی بناء پر اگر یہ جملہ کہے کہ ”ہم بے شرع ہی رہیں گے“ اور ایک نے اسی بنیاد پر یہ جملہ کہا کہ ”ہم فتویٰ کو نہیں مانتے“۔ اور ایک شخص نے یہ جملہ کہا کہ ”ہم دس حرام سو رکھا چکے ہیں، ایک اور کھائیں گے“۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ تینوں اشخاص کے اس جملہ پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ

= ”ولا يشهد بمآلہم يعاينہ إلا في النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي وأصل

الوقف..... الخ“۔ (البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۲۲/۷، رشیدیہ)

(و كذا في الهداية، كتاب الشهادات، فصل: ۱۵۹/۳، شرکت علمیہ ملتان)

اسلام سے خارج ہو جائیں گے، پھر سے تجدید ایمان و نکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

جہالت اور نفسانیت کی بناء پر یہ جملہ کہے گئے ہیں، اگر ان کو شرعی حکم معلوم ہوتا اور نفس پر قابو ہوتا تو ہرگز اس کی نوبت نہ آتی، اب یعنی ایسا کہنے والوں کو حکم شرعی بتایا جائے گا، تو اندیشہ ہے کہ پھر جہالت اور نفسانیت جوش میں نہ آجائے اور زیادہ خطرناک جملے نہ زبان سے نکل جائیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان کا کوئی خیر خواہ قابل اعتماد ان کو سمجھائے کہ وہ خود ہی حکم دریافت کر لیں، تاکہ ان کو بتا دیا جائے کہ پہلے دو جملے ایسے ہیں کہ ان سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے (۱)۔ تیسرا جملہ بھی بڑی جرأت کا ہے، اللہ سے نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کر لیں اور کلمہ پڑھ کر دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول دوبارہ کر لیں (۲)۔ فتاویٰ عالمگیری، البحر الرائق وغیرہ کتب فقہ میں ایسا ہی مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۸/۳/۱۴۰۱ھ۔

(۱) ”وإذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: ”من برسم كاركنم، نه بشرع، يكفر عند بعض المشايخ“ رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة، فردها وقال: ”چه بارمه فتوى آورده“ قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، وكذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض، وقال: اين چه شرع است، كفر..... ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۷، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۷، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في أحكام إجراء كلمة الكفر الخ: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط اهـ“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲/۲۷۱، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى البرازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، الفصل الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۸، رشیدیہ)

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱

مايتعلق بتكفير المسلم

(تكفير مسلم کا بیان)

علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے والے کا حکم

سوال [۹۹۲۹]: ایک شخص کا کہنا ہے کہ مولوی حشمت علی حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم اور مفتی ہیں۔ اور اگر کسی شخص کا اعتقاد ایسا ہو (ایک دیوبندی عقیدہ والے آدمی کی طرف اشارہ کر کے) وہ کافر ہے اور جتنے بھی ایسے عقیدے والے ہیں، وہ سب کافر ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دراصل سب دیوبندی عقیدے والے کافر ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ حشمت علی کون ہے؟ اس سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دیوبند میں ایک مدرسہ دارالعلوم ہے۔ جو اکابر اہل اللہ عرفاء و اہل علم نے قائم فرمایا ہے، اس میں قرآن پاک، حدیث شریف، تفسیر، فقہ وغیرہ دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہے، جس کو ایک سو سال سے زائد مدت گزر چکی ہے، یہاں سے پڑھ کر بے شمار علماء دنیا بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہ اللہ تعالیٰ، ائمہ مجتہدین کے مذاہب پڑھائے جاتے ہیں اور یہ سب خود حنفی ہیں اور حضرات صوفیاء اولیائے کرام چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کے طرز پر سلوک طے کر کے نسبت حاصل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور اپنی پوری زندگی کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق اتباع سنت میں گزارنا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات کو عام کرنا اس مدرسہ کا اصل مقصد ہے، ان کے عقائد بالکل وہی ہیں، جو قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہیں، جن پر قائم رہنے کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہی لوگ نجات پائیں گے جو اس

طریق پر رہیں گے (۱)۔

ایسے لوگوں کو جو لوگ کافر کہتے ہیں، وہ خود اپنے ایمان کی خیر منائیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے، حالانکہ وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر خود اس کافر کہنے والے پر لوٹ کر آتا ہے (۲)۔ اس تفصیل و تشریح کے بعد اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ علماء دیوبند اور ان کے ہم عقیدہ حضرات جب اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عین مرضی کے موافق ہیں، تو ان کو کافر کہنے والا کون ہوگا؟! واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۷ھ۔

ازواج مطہرات کو انبیائے کرام کی قبروں میں پیش کرنے اور ان سے شب باشی کرنے کا عقیدہ رکھنا

سوال [۹۹۵۰]: مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب ”المفروض، حصہ سوم، ص: ۳۰۰“ پر یہ عبارت لکھی ہے:

”ازواج مطہرات انبیاء علیہم السلام کے قبور میں پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ... ”وان بني اسرائيل تفرقت ثنتين وسبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة“ قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي“ (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمی)

(۲) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“ (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۵۷/۱، قديمی)

”سمعت ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من قال لأخيه ”يا كافر“ فقد باء بها أحدهما“ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله

تعالى عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

شب باشی فرماتے ہیں۔

کیا یہ عبارت حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے؟ ایسا لکھنے والے اور ایسا کہنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

کیا یہ عبارت علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح ”مواہب لدنیہ“ میں چھٹی جلد، ص: ۶۹ پر لکھی ہے؟ کیا علماء دیوبند نے مولانا احمد رضا خاں کو بھی گستاخ رسول اور کافر یا بد دین ہونے کا فتویٰ دیا ہے؟ یہ رضا خان کون سا فرقہ ہے؟ کیا حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے مذہب اسلام میں رضا خانی فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے ملفوظ میں یہ بات اس طرح موجود ہے، زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ مواہب لدنیہ میں لفظ ”بییت“ ہے، خاں صاحب نے لفظ شب باشی لکھا ہے، جس کا مطلب عرف عام میں شوہر بیوی کے تعلقات خصوصی کو انجام دینا ہوتا ہے، اس وجہ سے ان پر اعتراض ہے، خاں صاحب نے وصیت کی ہے کہ میرے دین و مذہب پر عمل کرنے کو، جو کہ میری کتابوں میں موجود ہے، ایک فرض سے اہم فرض سمجھیں اور اتباع شریعت کو حتی الامکان لازم کہتے ہیں، خود اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ایک چیز ہے اور احمد رضا خاں صاحب کا دین و مذہب ایک مستقل چیز ہے، جو کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکابر اولیاء اللہ کی تکفیر کرتے ہیں، جو شخص تکفیر نہ کرے یا کفر میں شک کرے، اس کو بھی کافر جانتے ہیں اور آگے کو اس کی اولاد کو ثابت النسب تسلیم نہیں کرتے، جس کی وجہ سے بے شمار علماء، اتقیا اور ان کے متبعین خان صاحب کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں۔

العیاذ باللہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ (دلیل شرعیہ) کی روشنی میں کافر نہ ہو تو یہ کلمہ کفر اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے (۱)۔ تو ان کے فتوے سے اولیاء اللہ تبارک و تعالیٰ

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول : لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ، ولا يرميه بالكفر ، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“ . (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن : ۸۹۳/۲، قديمی) =

عز وجل شأنه وعم نوالہ کیا کافر ہوتے، خود خاں صاحب کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۱ھ۔

کیا عبدالوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے؟

سوال [۹۹۵۱]: عبدالوہاب نجدی کے عقائد جن کو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”الشہاب الثاقب“ میں بیان فرمایا ہے، ان عقائد کی وجہ سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ان عقائد کی وجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا، کسی چیز کا غلط ہونا اور ہے اور اس کا کفر ہونا اور ہے، ہر غلط چیز کفر نہیں ہوتی ہے، اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور شرعی دلائل کی وجہ سے وہ کافر نہ ہو، تو یہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹتا ہے، اس لئے کسی کو کافر کہنا معمولی بات نہیں ہے۔

”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم يقول: ”لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت

عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. رواه البخاري، ص: ۷۹۳ (۱)۔

نیز کسی مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کر دینے کے مانند ہے۔

= (وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۵۷/۱، قديمی)

”سمعت ابن عمر رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من

قال لأخيه ”يا كافر“ فقد باء بها أحدهما“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله

تعالى عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۵۷/۱، قديمی)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى، حديث أبي ذر الغفاري رضي الله تعالى عنه، رقم

الحديث: ۲۱۰۶۱: ۲/۲۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”من قذف مؤمناً بالكفر فهو كقتله“. رواه البخاري، باب مانهي عن

السباب، ص: ۸۹۳ (۱).



(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

(و جامع الترمذي، أبواب الإيمان، باب ما جاء فيمن رمى أخاه بكفر: ۹۲/۲، سعيد)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل بلفظ ”ومن رمى مؤمناً بكفر، فهو كقتله“، حديث ثابت بن ضحاك

الأنصاري رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۱۵۹۵۰: ۲/۶۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ما يتعلق بالاستخفاف بالله تعالى وشعائره (اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)

نبوت اور وحی کا مذاق بنانا

سوال [۹۹۵۲]: ایک شخص نے جب دوسرے شخص کو نماز کے لئے بلایا اور سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تو وحی آتی تھی، اگر میرے پاس بھی آنے لگے، تو چھ ماہ کے بعد تبلیغ کے لئے چلا جاؤں، پھر بعد کو اللہ سے معذرت بھی چاہی، بتائیے اس شخص پر کیا لازم ہے؟

۲..... پھر تیسرے شخص نے کہا وحی مجھ پر آتی ہے، تو اسلام کا دشمن ہے، اس شخص پر کیا لازم ہے؟ کیا کفر عائد ہوا اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

وحی اور نبوت کا مذاق بنانا اور ایسے کلمات کہنا بہت غلط طریقہ ہے (۱)، ایسی باتوں سے نادم ہو کر توبہ کریں، آئندہ کبھی بھی ایسا مذاق نہ کریں، توبہ کی تکمیل کے لئے احتیاطاً کلمہ پڑھ کر تجدیدِ ایمان بھی کر لیں اور بہتر یہ ہے کہ وہ دو گواہوں کے سامنے اپنے نکاح کا دوبارہ ایجاب و قبول بھی کر لیں (۲) تاکہ آئندہ پھر کبھی ایسی

(۱) ”وإذا قال لمن يقرأ القرآن ولا يتذكر كلمة “التفت الساق بالساق“ أو ملأ قدحا وجاء به وقال: “وكأساً دهاقاً“، أو قال: “وكانت سرايا“ بطريق المزاح فهذا كله كفر“۔ (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۳۳۴/۵، قدیمی)

”ولو قال: لو كان فلان نبيا لم أو من به كفر، كذا في المحيط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲۶۳/۲، رشیدیہ)

”إذا عاب الرجل النبي عليه السلام في شيء كان كافراً“۔ (فتاویٰ قاضی خان، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۵۷۴/۳، رشیدیہ)

(۲) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة“ =

نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۰ھ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ ”ملا“ کا استعمال

سوال [۹۹۵۳]: ۱۶ فروری ۱۹۸۰ء کو سورج گرہن ہوا تھا، ایک صاحب مسجد میں کھڑے ہو کر سورج گرہن کے متعلق تقریر کرنے لگے اور دورانِ تقریر میں یہ کہا ”ملا کی دوڑ مسجد تک، وہ بڑا ملا رسول اللہ ہمارے بڑے ملا نے نماز پڑھی ہے، ہم لوگوں کو بھی نماز پڑھنی چاہیے۔“

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ”بڑا ملا رسول اللہ“ کا لفظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص پر اور سامعین پر توبہ و استغفار و تجدیدِ ایمان لازم ہے کہ نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ملا (منلا) بہت بڑا تعظیمی لفظ ہے، جید عالم اور مقتدی کے لئے یہ لفظ وضع کیا گیا تھا (۱)۔ چنانچہ افغانستان، فرات، بخاری وغیرہ کے اونچے علماء کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے اور کتابوں میں بھی موجود ہے، جیسے ملا علی قاری وغیرہ اور ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالموں سے بڑے عالم اور تمام

= والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته“۔ (الفتاوى العالمکیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، النوع الاول فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۵۵۰، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۱) ”والنسبة إلى المولى: ”مولوی“ ومنه استعمال العجم ”المولوي“ للعالم الكبير، ولكنهم ينطقون به ”ملا“ وهو قبيح“۔ (تاج العروس: ۲۰/۳۱۵، دار الفکر)

”ملا: (عربی ”مولیٰ یا مولوی“ کی تخریب) نہایت عمدہ لکھنے والا، عالم، فاضل، مسجد میں نماز پڑھانے والا، بچوں کو پڑھانے والا۔“ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۴۲، فیروز سنز لاہور)

مقتداؤں سے بڑے مقتدی ہیں (۱)۔ اگر اسی مقصد کے تحت یہ لفظ کہا گیا ہے، تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی اور مقصد تھا تو کہنے والے سے دریافت کر کے حکم معلوم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک حضرت پیران پیر کے کندھے پر

سوال [۹۹۵۴]: اگر کوئی حافظ یا مولوی یہ کہے: ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کندھے پر ہونا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تھک گئے تھے“۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ”میں اس حدیث کو مانتا ہوں، صرف اس معاملہ میں فقہ کی کتابوں کو نہیں مانتا“، لہذا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قدم مبارک کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کندھے پر ہونا بے اصل ہے، غلط ہے، جھوٹ ہے، نہ کسی حدیث شریف سے ثابت ہے، ان کی پیدائش حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے صدیوں بعد ہوئی (۲)، وہ معراج کے وقت کہاں تھے، ایسی لغو باتیں کہنا ہرگز اہل علم اور اہل عقل کی شان نہیں،

(۱) ”قال عليه السلام: ”أنا مدينة العلم وعلي بابها“۔ (فيض القدير، رقم الحديث: ۲۸۰۵: ۵/۲۳۰، بیروت)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون..... ثم يقول: إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا“۔ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۷/۱، قديمي)

”إن سيدنا وشفيعنا محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعاً“۔ (إمداد الفتاوى، كتاب العقائد والكلام، استفتاء بعض علماء مصر، سوال نمبر ۵۲۲: ۶/۳۲۷، (قديم) : ۲/۳۱۲ (جدید)، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) ”الشيخ عبدالقادر الجيلی، ابن أبي صالح أبو محمد الجیلی، ولد سنة سبعين وأربع مائة، ودخل بغداد، فسمع الحديث..... الخ“۔ (البدایة والنہایة: ۶/۷۸، مکتبہ حقانیہ پشاور)

اس سے توبہ کی جائے (۱)، جو شخص ایسی بات کو تسلیم نہیں کرتا، صحیح راستہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن پاک قصد از میں پر پھینکنے کا حکم

سوال [۹۹۵]: ایک عورت بے وقوف بے عقل ہے، اس نے قصداً قرآن شریف کو اٹھا کر ہاتھوں میں لے کر زمین پر گرادیا ہے، اس کا مسئلہ کیا ہے؟ اور اس عورت کو گھر میں رکھنے کا کیا مسئلہ ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت نے قصداً قرآن کریم کی یہ بے ادبی کی ہے، اس کو کلمہ شریف پڑھا کر توبہ کرائی جائے اور اس کا نکاح بھی دوبارہ کرایا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۱ھ۔

(۱) ”وعن علي بن الحسين رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من حسن إسلام المرأة تركه مالا يعنيه“۔ رواه مالك وأحمد. (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتيم، الفصل الثاني: ۲/۴۱۳، قديمی)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة: ۲/۲۸۶، قديمی)

” (ترکہ مالا یعنیہ) أي: مالا يهمه ولا يليق به قولاً وفعلاً ونظراً وفكراً، فحسن الإسلام عبارة عن كماله وحقيقة مالا يعنيه مالا يحتاج إليه في ضرورة دينه ودنياه، ولا ينفعه في مرضاة مولاه بأن يكون عيشه بدون ماله ممكن، وهو في استحاله بغيره متمكناً، وذلك يشمل الأفعال الزائدة والأقوال الفاضلة“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتيم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۸۴۰: ۵۸۵/۸، رشیدیہ)

(۲) ”ومن وضع رجله على المصحف حالاً استخفافاً كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل: في القراءة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمی)

”یکفر بوضع الرجل علی المصحف مستخفاً“۔ (ردالمحتار، کتاب الأيمان: ۳/۷۱۹، سعید)
(وکذا فی الفتاوی التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فیما یتعلق بالقران: ۵/۴۹۱، إدارة القرآن کراچی)

نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے شخص کا حکم

سوال [۹۹۵۶]: عمدًا تارک صلوٰۃ کے حق میں اور حق میں اس شخص کے جس کو نماز پڑھنے کے لئے بلایا جائے اور وہ شخص نماز پڑھنے سے صاف انکار کر دے یا اس سے اعراض ظاہر کرے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ جلد اول میں، ص: ۵۳۴ (۱) پر جو ادارہ اشرف العلوم کراچی نمبر ۱، میں چھپا ہے، تارک صلوٰۃ عمدًا کے سلسلہ میں مختلف اقوال ثلاثہ ذکر کرنے کے بعد یوں تحریر فرمایا ہے:

”اور اگر نماز سے تنفر یا اعراض ظاہر کیا یا تحقیر واستہزاء سے پیش آیا تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اہانت حکم شرعی کی کفر ہے۔“

اس پر مختلف علماء کرام کے دستخط موجود ہیں، دریافت طلب بات یہ ہے کہ موجود زمانہ میں اس تحریر کے لحاظ سے سینکڑوں ہزاروں کافر ہو جائیں گے، آپ اس سلسلہ میں حدیث و قرآن اور فقہ کی روشنی میں وضاحت کیجئے، آیا یہ شخص ایسی ہی زجر و توبیخ کا مستحق ہے یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قصداً کسی عذر نماز فرض کو ترک کرتا ہے اور قضاء کرنے کی بھی نیت نہیں رکھتا اور اپنی اس بات پر خدا کے عقاب کا بھی خوف نہیں کرتا، اس کے متعلق فقہاء کرام نے لکھا ہے:

”(یکفر) بترك الصلاة متعمداً غیرنا ولللقضاء وغير خائف من

العقاب“ (بحر: ۵/۱۲۲) (۲).

(۱) (إمداد الفتاویٰ، کتاب الصلاة، مسائل منشورہ متعلقہ بکتاب الصلاة حکم تارک صلاة عمدًا:

۶۳۳/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۶، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، ثم إن ألفاظ الکفر أنواع، الثالث فی القرآن والأذکار

والصلاة: ۵۰۸/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فیما يتعلق بالصلاة والزكاة والصوم:

۳۳۷/۵، قدیمی)

جو شخص نماز پڑھنے سے انکار کرے، اس کے متعلق یہ تفصیل ہے:

”وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه، أحدها: لا أصلي لأنني

صليت، والثاني: لا أصلي بأمر ك فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا

أصلي فسقا ومجانة، فهذه الثلاثة ليست بكفر، والرابع: لا أصلي؛ إذ ليس

بواجب علي الصلاة ولم أمر بها“ (۱).

فقہاء کے تحریر کردہ احکام کو حالات پر منطبق کیجئے، پھر جو اشکال ہو، اُسے دریافت کر لیا جائے، جو شخص خود ہی کفر کی راہ اختیار کر لے، اس کے متعلق جو حکم ہوگا، وہ خود ہی اس پر جاری ہوگا۔ اگر وہ اس حکم کو برداشت نہیں کر سکتا، تو دوسری راہ اختیار کرے، یعنی جو شخص جہنم کی راہ پر جا رہا ہے، وہ اگر جہنم نہیں جانتا ہے تو اس راہ پر نہ چلے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ریل کی لائن پر چل رہا ہے، کسی نے اس کو منع بھی کیا، اس پر مت چلو، ریل آئی تو کچلے جاؤ گے، اس نے استہزاء مذاق کر کے اس کی بات نہیں مانی، پھر ریل آ بھی گئی اور وہ لائن سے نہیں ہٹتا تو اس کا انجام معلوم ہے، جس نے لائن پر چلنے سے منع کیا تھا اور کچل جانے سے ڈرایا تھا، اس پر کیا الزام ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۷ھ۔

”مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں“ کہنے والے کا حکم

سوال [۹۹۵]: زید سے نماز پڑھنے کے لئے کہا، اس نے جواب دیا: ”مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں اور نہ اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے“، تو اس قول سے اس کے ایمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی جاوے یا نہیں؟

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن الخ: ۲/۲۶۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمیہ، کتاب ألفاظ تکتون إسلاماً أو کفراً، الفصل

الثانی، النوع التاسع فیما یقال فی القرآن والأذکار والصلاة: ۶/۳۴۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فیما یتعلق بالصلاة والزکاة والصوم:

۵/۳۳۵، ۳۳۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ قول تو نہایت خطرناک ہے، ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ مجھے نماز پڑھنی نہیں آتی اس لئے اس کی تکفیر سے احتیاط کی جائے (۱)۔ جب کہ اس کا شمار مسلمانوں میں تھا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ ”صلوا علی کل بر وفاجر“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ۔

کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا

سوال [۹۹۵۸]: ایک مسئلہ کے بارے میں جھگڑا ہوا تھا مولویوں کا آپس میں، ایک دن بستیوں کے مولوی اور مفتی کے سامنے فیصلہ کر لیا گیا تھا، وہ فیصلہ شرعی اعتبار سے کیا گیا تھا، پھر کچھ دن کے بعد کچھ مولویوں نے دوبارہ فیصلہ کرنے کا پروگرام بنایا، کچھ لوگوں کے سامنے بے عزتی کرنے کے ارادے سے ایک

(۱) ”وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه، أحدها: لا أصلي لأنني صليت، والثاني: لا أصلي بأمر ك فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلي فسقا ومجانة، فهذه الثلاثة ليست بكفر، والرابع: لا أصلي إذ ليس بواجب علي الصلاة ولم أمر بها“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالقران الخ: ۲/۲۶۸، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى البرازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع التاسع فيما يقال في القران والأذكار والصلاة: ۶/۳۴۰، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلاة والزكاة والصوم: ۵/۳۳۷، قديمی)

(۲) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، رقم الحديث: ۶۸۳۲: ۲/۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في سنن الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۵۰: ۲/۴۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مطلب في صلاة الجنابة: ۲/۲۰۷، سعيد)

فیصلہ کردہ مسئلہ کو پھر دوبارہ کروانا اور بے عزتی کی نیت سے ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلا فیصلہ شریعت کے مطابق تھا، تو اس کے توڑنے کا کسی کو حق نہیں، خاص کر ان کی توہین کی غرض سے کسی مسلمان کی توہین درست نہیں، خاص کر اہل علم کی توہین بہت خطرناک ہے (۱)، خدا انفسانیت کے شر سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۴۰۱ھ۔

ڈرامہ کے ذریعہ علماء کی توہین کرنے والوں کا حکم

سوال [۹۹۵۹]: ہمارے محلہ میں کچھ مسلمانوں نے ڈرامہ کرایا۔ تماشہ بین کی حیثیت سے مسلمان مرد و عورت، بوڑھے بچے شریک ہوئے، ڈرامہ میں سب سے پہلے یہ دکھایا گیا کہ بڑے نواب کے نام سے ایک بچہ کرسی پر بیٹھا تھا، تھوڑی دیر میں ایک بچہ عالمانہ وضع قطع بنا کر آیا، وہ لڑکا خسی کی دم کی ڈاڑھی لگائے ہوئے تھا، عالم نما بچہ کی آمد پر بڑے نواب نے کرسی چھوڑی اور عالم صاحب کو یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ میں چھوٹے نواب کو پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہوں، تھوڑی دیر میں چھوٹے نواب بحیثیت معلم مولوی صاحب کے پاس آئے، انہوں نے چھوٹے نواب (شاگرد) کو پڑھنے کے لئے کہا، نواب نے کہا کہ آج پڑھنے کا خیال نہیں ہے، استاذ نے پڑھنے پر آمادہ کیا، لیکن شاگرد نے نہ پڑھنے کا بہانہ بنایا، شاگرد نے استاد کو پان وغیرہ پیش کیا اور ناشتہ کے لئے کباب اپنے نوکر کی معرفت منگایا، نوکر نے کباب یہ کہہ کر دیا کہ یہ کباب کتے کا جھوٹا ہے، شاگرد کو یہ سن کر افسوس ہوا کہ

(۱) ”وفي البزازية: والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالى منحه فضلاً على خيار عباده، ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله، فالاستخفاف بهذا يعلم أنه يعود إليه، ومن أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر“ (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الرابع في الاستخفاف بالعلم: ۱/۶۹۵، دار إحياء التراث العربي بيروت) (وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، الفصل الثاني، النوع الثاني في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۶/۲، رشيدية)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في العلم والعلماء، ص: ۷۳، قديمي)

استاذ کے شایان شان ناشتہ سے خاطر سے نہ کر سکا، شاگرد افسوس کرتے ہوئے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نوکر بھی کباب عالم کے سامنے ہی چھوڑ کر چلا گیا، عالم نے ادھر ادھر دیکھا، جب اپنے آپ کو تنہا پایا تو اس کتے کے جھوٹے کباب کو کھانا شروع کیا اور جو بچا جیب میں رکھ کر جانے لگا، اتنے میں نوکر آیا اور عالم صاحب کی جیب دیکھ کر پوچھا کہ جیب میں کیا رکھا لیا، کتاب ہے یا وہی کتے کا جھوٹا کباب ہے، اسی پر ڈرامہ ختم ہوا۔

مطلق ڈرامہ کی خبر محلہ کے چند علماء کو ہوئی، اپنے ساتھ چند نمازیوں کو لے کر اس بُری حرکت سے روکنے کے لئے گئے، یہ لوگ عین اس وقت پہونچے جب کہ ڈرامہ ہو رہا تھا، علماء اور نمازی حضرات نے دین کا واسطہ دے کر روکنے کی درخواست کی، کسی نے بجلی بجھا دی، اس پر ایک عالم نے نعرہ لگایا، مجمع میں انتشار پیدا ہو گیا، اسی انتشار میں ریکارڈ کی تھالی اور دوسرا سامان ضائع ہو گیا، ان بچوں کی امداد و اعانت کرنے والے اور جن لوگوں نے ڈرامہ کے لئے سامان دیا تھا، یہ سمجھ کر کہ اپنے علماء کی بدولت سامان ضائع ہوا، ان میں سے ایک عالم کے پاس ضائع شدہ سامان لہو لعب کا تاوان مانگئے آئے، عالم صاحب نے اس معاملہ کو پنچایت کے فیصلہ پر معلق کر دیا کہ اگر محلہ کی پنچایت فیصلہ کرے گی، تو مجھے تاوان دینے میں انکار نہ ہوگا، اس عالم کو چیلنج کیا کہ ہم لوگ سامان کی قیمت وصول کر کے رہیں گے۔

اس کے بعد بچوں نے کالی جھنڈی اور بکرے کی دم کی ڈاڑھی لگا کر محلہ میں گشت کیا، اس عالم کو رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، ان کے گھر میں آگ لگانے کی دھمکی دی، اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا، ان بڑے چھوٹوں نے جب عالم صاحب سے تاوان کا غیر معمولی مطالبہ کیا، تو عالم نے کہا کہ صرف مجھ سے مطالبہ کیوں کرتے ہو، میرے ساتھ تو اور نمازی بھی تھے، اس صورت حال کے بعد دیکھنے والے اور امداد و اعانت کرنے والوں میں دو طرح کے لوگ ہو گئے، کچھ لوگوں نے اہانت علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا ڈرامہ دیکھ کر نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا اور کچھ لوگوں نے اس کے بعد بھی ان غلط کاموں کی حمایت و پشت پناہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

محلہ کے علماء حضرات کو جب توہین علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا حال معلوم ہوا، تو معاملہ کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے تقریباً ستائیس علماء پر مشتمل ایک میٹنگ مسئلہ پر غور کرنے بیٹھی، طے یہ ہوا کہ کسی ذمہ دار دارالافتاء سے جواب منگایا جائے، مزید علماء نے اس بات کا بھی احساس کیا کہ معاملہ نازک ہے، ہو سکتا ہے کہ کفر کا فتویٰ آجائے، اس لئے ان تمام دلچسپی لینے والے حضرات کو پوری جماعت علماء کی طرف سے یہ حکم سنا دیا جائے

کہ جواب آنے تک وہ لوگ اپنی اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جائیں۔

حسب پروگرام یہ حکم جمعہ کے بعد پڑھ کر سنایا گیا، یہ حکم سن کر ندامت تو کیا ہوتی، ان میں بعض حضرات محلہ کے مدرسہ اصلاح المسلمین کے مہتمم کے پاس قربانی کی دی ہوئی کھال کی رقم یہ کہہ کر مانگنے آئے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے، اس لئے ہماری دی ہوئی کھال کی رقم واپس کر دی جائے، ان میں سے بعض آدمی یہ پوچھنے لگے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے ہیں، اس کے بعد بھی ہم لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بتائیے! کیا ان باتوں سے رضا بالکفر مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے پہلے کے واقعات پر تو بین دین کا پہلو مفہوم نہیں ہوتا؟ ڈرامہ اور اس کے بعد کے حالات آپ کے سامنے ہیں، دیکھنے والے اور سامان وغیرہ سے امداد و اعانت کرنے والوں میں حقیقت حال ظاہر ہونے کے بعد کچھ لوگ حامی اور کچھ لوگ متنفر ہوئے، آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہر فریق کے بارے میں شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عالم کا بے عمل ہونا یقیناً بڑا جرم اور قابل مذمت ہے (۱)، مگر اس کی وجہ سے مطلقاً سب علماء کی اہانت واستخفاف ہرگز مذہب اسلام میں برداشت نہیں اور ایسی صورت ڈرامہ وغیرہ کے ذریعہ اختیار کرنا، جس سے علم دین اور علماء کی تحقیر و اہانت ہوتی ہو، اتنا خطرناک ہے کہ اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہو جائے گا، ایسی دلیری کرنا، جس سے معلوم ہو کہ کفر پر راضی ہے، یہ تو اپنے ایمان کی ناقدری بلکہ ایمان سے بیزاری کی کھلی دلیل ہو جائے گی، اس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنا لازم ہے، شرعی فتویٰ کا احترام سب کو ضروری ہے، اگر کم علمی کی وجہ سے، یا نفس و شیطان کے بہکانے سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے، جس سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم عائد ہوتا ہو تو ایسی حرکت پر نادم ہو کر تجدید ایمان و تجدید نکاح کے لئے پوری طرح آمادہ رہنا چاہیے کہ یہی سلامتی، ہدایت اور نجات کا راستہ ہے اور اس کے خلاف چلنے میں تباہی، ضلالت اور ہلاکت ہے۔

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة عالم لا ينتفع بعلمه." (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۱/۳۷، قدیمی)

"عن الحسن رضي الله تعالى عنه قال: "العلم علمان؛ علم في القلب، فذاك علم نافع، وعلم على اللسان، فذاك حجة الله عز وجل على ابن آدم." (سنن الدارمی، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، رقم الحديث: ۳۶۴: ۱/۱۱۴، قدیمی)

”ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً، أو فقيهاً من غير سبب. ويكفر بقوله لعالم: ذكر الحمار في است علمك مريداً به علم الدين، ويجلسه على مكان مرتفع، والتشبه بالمدكرين، ومعه جماعة يستلون منه المسائل، ويضحكون منه، ثم يضربون بالمحراق وكذا يكفر الجميع لاستخفافهم بالشرع، وكذا لو لم يجلس على مكان مرتفع، ولكن يستهزئ بالمدكرين ويتمشى والقوم يضحكون. وبإلقاء الفتوى على الأرض حين أتى بها خصمه..... وبقوله كفرت حين تكلم بكلمة زعم القوم أنها كفر وليست بكفر فقليل له كفرت وطلقت زوجتك اه“ (البحر الرائق: ۵/ ۱۲۳) (۱).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بھی اس ڈرامہ میں شریک ہوئے اور اس سے راضی رہے، سب کو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا چاہیے، مگر علماء کو لازم ہے کہ پہلے عوام کے قلب و دماغ میں دین اور علم دین کو قائم فرمائیں، عذاب آخرت اور اس کی تصدیق سے دلوں کو پُر کریں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوئے دین کی اشاعت کریں، جب ہر چیز کا درجہ ان کے اندر پیدا ہو جائے اس وقت فتویٰ کا بھی ان پر اثر ہوگا، ورنہ وہ دیدہ دلیری سے اور آزاد ہو کر دین سے ہی دست بردار ہو جائیں گے، اشتعال انگیز اقدامات سے بھی علماء کو اجتناب لازم ہے، ضائع شدہ سامان کا ضمان اس سے لیا جاسکتا ہے، جس نے ضائع کیا ہو، جس نے ضائع نہیں کیا، اس سے لینا درست نہیں اور یہ کہنا کہ فلاں شخص کی وجہ سے ضائع ہوا ہے، لہذا اسی سے ضمان لیا جائے، یہ غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

”لأن الضمان على المباشر دون المتسبب“ (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۲/۸۷ھ۔

(۱) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/ ۲۰۷، ۲۰۸، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوى التاتارخانية، کتاب ألقاظ الکفر، فصل في العلم والعلماء: ۵/ ۵۰۸، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاوى العالمکیرية، کتاب السیر، الباب التاسع في أحكام المرتدین، مطلب موجبات

الکفر، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/ ۲۷۰، رشیدیہ)

(۲) ”إذا اجتمع المباشر والمتسبب، أضيف الحكم إلى المباشر“. (الأشباه والنظائر، الفن الأول في =

دینی مسائل کا مذاق اڑانا

سوال [۹۹۶۰]: ایک شخص علمائے اکابر کے بتلائے مسائل کا مذاق بنائے اور علمائے کرام کو فحش کلامی اور برا بھلا کہتا ہو، حتیٰ کہ گدھا، آلو اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مسائل حقہ کا مذاق اڑائے، اس کا ایمان خطرہ میں ہے (۱)، گالی اور فحش کلامی علمائے حق کی شان میں تباہ کن ہے (۲)، اس کو باز آنا اور توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے (۳)۔ فقط۔

= القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة التاسعة عشر، ص: ۱۹۰، دار الفكر بيروت

(و كذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، المادة: ۹۰: ۵۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في القواعد الفقه لعلی أحمد الندوي، القسم الثاني، الفصل الثالث، المبحث الثالث، ص: ۳۸۵، دار القلم)

(۱) ”رجل رجع من مجلس العلم، فقال له رجل آخر: ”از كنشت آمده“ يكفر، وكذا لو قال: ”مراه

مجلس علم چه كار“ أو قال: ”من يقدر على أداء ما يقولون“، أو ألقى الفتوى على الأرض، وقال: ”چه

شرع است اين“، أو ”چه بازنامه فتوى آوردی“ يكفر“ (خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل

الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم والعلماء: ۳/۳۸۸، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل

الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۷/۲، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل في العلم والعلماء: ۵/۵۰۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”إهانة أهل العلم كفر“ (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التحرير: ۷۲/۳، سعيد)

”وفي البزازية: فالاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالى

منحه فضلاً على خيار عباده، ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله، فالاستخفاف بهذا يعلم أنه يعود

إليه“ (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الرابع في الاستخفاف

بالعلم: ۱/۶۹۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو

فقيهاً من غير سبب“ (الفتاوى العالمية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ومنها

ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشيدية)

(۳) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لاتنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة =

مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل و حقیر سمجھنا

سوال [۹۹۶۱]: اگر کوئی شخص شریعت کے مسئلہ پر عمل کرتا ہے تو لوگ اس کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں، آیا اس مسئلہ پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

شریعت کے مسئلہ پر عمل کرنے سے کم علم اور کم دین والے حقیر سمجھتے ہیں اپنا نقصان خود کرتے ہیں (۱)، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں اس کی عزت ہوگی، دنیا والوں کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کے لئے احکام شرع کو ہرگز ترک نہ کیا جائے۔

﴿أَيَّتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً﴾ الآية (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۹۲ھ۔



= والرجوع عن ذلك“۔ (الفتاویٰ التاتارخانية، کتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(وکذا في المحيط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵۵۰/۵، مکتبه غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: قال لي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تحقرن من المعروف شيئاً.....“ (صحيح مسلم، کتاب البر والصله، باب استحباب طلاقه الوجه عند اللقاء، ص: ۱۱۴۵، دارالسلام)

(وکذا في السنن الكبرى للبيهقي، کتاب الزکاة، باب وجوه الصدقة: ۳۱۶/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا في تفسير ابن كثير، البقرة: ۱۶۰/۱، قديمی)

(۲) (النسا: ۱۳۹)

باب التقليد

(تقليد کا بیان)

تقليد کا مطلب

سوال [۹۹۶۲]: زید کہتا ہے کہ مسلمان جب تک تقليد کا قائل رہتا ہے، اس وقت تک اس میں ایمان ہی نہیں آسکتا، کیا زید کا یہ کہنا درست ہے؟ کیا واقعی مقلدین بے دین ہوتے ہیں، جب کہ ان لوگوں کے اندر بڑے بڑے عابد، زاہد، صوفی، متقی، پرہیزگار، عالم، محدث، مفسر، مبلغ، دین کے داعی سبھی کچھ پائے جاتے ہیں، مختلف خطابوں سے کروڑوں مسلمان مؤدبانہ طریق پر کسی صاحب کوشیخ الاسلام، کسی کو امام ربانی، کسی کو شیخ الحدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دوسرے ان لوگوں کے ہزاروں مدارس اسلامیہ جاری ہیں، جن کے اندر لاکھوں مسلمان علم حدیث و علم دین حاصل کرتے ہیں، کیا یہ سب پڑھنے پڑھانے والے بے دینی ہی سیکھتے سکھاتے ہیں؟ مثال کے طور پر صحیح سند سے بتایا جاتا ہے کہ حضرت خولجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفع لاہور کی طرف سفر کیا، لاکھوں انسانوں کو مشرف بہ اسلام کیا، کیا وہ دعوت آپ کی بے دینی سے تعلق رکھتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقليد کے معنی ہیں کہ جو شخص مجتہد نہ ہو وہ حکم دین کے بارے میں مجتہد کے قول کو تسلیم کر لے اس اعتماد پر کہ اس نے یہ حکم دلیل شرعی (کتاب، سنت، اجماع و قیاس شرعی) سے بتایا ہے، اس کے پاس اس حکم کی دلیل موجود ہے اور خود اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرے (۱)، یہ تقليد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی تھی کہ ایک صحابی

(۱) "التقليد: مصدر، في عرف الفقهاء: "هو قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل". (القاموس الفقهي،

ص: ۳۰۸، إدارة القرآن کراچی)

"التقليد: عبارة عن اتباع الإنسان غيره فيما يقول، أو يفعل معتقداً للحقية فيه من غير نظر =

دوسرے صحابی سے دینی مسئلہ پوچھتے تھے اور دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے تھے (۱)، صحابہ کے بعد برابر یہ سلسلہ چلتا رہا ہے، اگر زید خدا نخواستہ ان سب کو ایمان سے خالی اور بے دین کہتا ہے تو اس کو اپنے ایمان کی فکر لازم ہے (۲)۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۵ھ۔

= وتامل في الدليل كان هذا المتبع، جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه، وعبارة عن قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل. (التعريفات للجر جاني، ص: ۴۷، قديمي)

(۱) ”وأما غير أهل الاجتهاد فليس له إلا تقليد أهل العلم، فثبت أن أمر الاجتهاد والتقليد أمر متوارث من خير القرون، وقال ابن القيم في كتابه ”أعلام الموقعين“ (۱-۷) قال الشعبي: من سره أن يأخذ بالوثيقة في القضاء فليأخذ بقول عمر رضي الله تعالى عنه. وقال مجاهد: إذا اختلف الناس في شيء فانظروا ما صنع عمر، فخذوا به. فهذه النصوص يدل على أن طريق التقليد كان شائعاً في الصحابة والتابعين حتى كان بعض المجتهدين يقلد بعضاً منهم فضلاً عن غير أهل الاجتهاد بل أرشدهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى التقليد حيث أمرهم باتباع سنة الخلفاء الراشدين، بل أرشدهم الله إلى التقليد حيث قال: ”فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون“. (مقدمة إعلاء السنن، شرائط الإفتاء: ۲/۶، ۷، إدارة القرآن كراچی)

”وكان الصحابة ومن تبعهم من المسلمين مع أنهم كانوا في خير القرون، وكانوا على منزلة عالية من التقى والورع والعفاف كانوا لا يسئلون إلا العلماء والأحبار، وإذا أفتوهم كانوا لا يطالبونهم بالدليل من القرآن والسنة على ذلك بل كانوا يثقون بعلمهم وتقواهم“. (التقليد الشرعي وأهميته في الإسلام للفقهاء الجليل للمفتي عبدالرحيم لاجپوری، ص: ۹۲، مكتبة الحرمين دبي)

(و كذا في أعلام الموقعين، فصل فضل عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ۱/۲۷، دارالجيل)

(۲) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۱/۵۷، قديمي)

”سمعت ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من

قال لأخيه ”يا كافر“ فقد باء بها أحدهما“. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر رضي الله

تعالى عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ثبوت تقلید

سوال [۹۹۶۳]: اگر کوئی مسلمان قرآن و حدیث کے موافق عمل کرتا ہے، لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مذہب کی تقلید نہیں کرتا ہے، کیا وہ شخص بہشتی ہے یا دوزخی یا گمراہ؟

ایضاً

سوال [۹۹۶۴]: کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال کے چار سو سال تک مسلمان مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک مذہب کی تقلید کرتا تھا یا نہیں؟

غیر مقلد کی امامت

سوال [۹۹۶۵]: کیا غیر مقلد و لاندہبی اشخاص کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں، یا گناہ گار ہوگا؟

ائمہ اربعہ کی سن ولادت و وفات اور ان کے مذاہب کی ترویج

سوال [۹۹۶۶]: حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کتنے روز کے بعد مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا؟

اور کس نے اظہار کیا اور ان ائمہ اربعہ کی سن ولادت، وفات کی کیا تاریخ ہے؟ تحریر فرمائیے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا

سوال [۹۹۶۷]: چاروں امام کی پیدائش سے پہلے اسلام مکمل تھا یا نہیں؟ اگر مکمل تھا تو ان کی تقلید واجب کیوں ہے؟

ائمہ اربعہ کو گالی دینے والے کی امامت

سوال [۹۹۶۸]: جو لاندہبی و اہل حدیث بائیان مذاہب اربعہ کو دشنام و طعن و تشنیع کرتے ہیں، ان کی اقتداء نماز میں درست ہے یا نہیں؟ تقلید شخصی کے وجوب کی مفصل دلیل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

..... قال الله تبارك وتعالى: ﴿فاسئلو أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (۱) وقال: ﴿واتبع سبيل من أناب إلى﴾ (۲).

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ ضروریہ کا علم نہ ہو، تو اہل علم سے دریافت کرنا ضروری ہے اور جو شخص خداوند تعالیٰ کی طرف انابت کرتا ہو، اس کا اتباع ضروری ہے۔

قرآن کریم میں نہ تو مسئلہ دریافت کرنے کے لئے کسی عالم کا نام مذکور ہے اور نہ اتباع کرنے کے لئے کسی متبوع کا نام مذکور ہے۔ جس شخص کو مجموعہ احوال سے کسی عالم کا منیب الی اللہ ہونا متحقق ہو جائے، اسی سے مسئلہ دریافت کرنا ضروری ہے اور اسی کا اتباع لازم ہے، اسی کا نام تقلید ہے۔

اتباع کے لئے مسلک کا معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ اتباع کیسے کرے گا اور ائمہ اربعہ کا مسلک و مذہب معلوم و مدون ہے، کسی اور کا مسلک و مذہب اس تفصیل کے ساتھ معلوم و مدون نہیں (۳)۔

لہذا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید لازم اور ضروری ہوئی، نماز، روزہ، قطعی الثبوت و قطعی الدلالت ہیں

(۱) (الأنبياء: ۷)

(۲) (اللقمان: ۱۵)

(۳) ”وليس للعامي التمدد بمذهب أحد من أئمة الصحابة رضي الله تعالى عنهم وغيرهم من الأولين وإن كانوا أعلم وأعلى درجة ممن بعدهم؛ لأنهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط أصوله وفروعه، فليس لأحد منهم مذهب مذهب محرز مقرر، وإنما قام بذلك من جاء بعدهم من الأئمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين، القائمين بتمهيد الأحكام الوقائع قبل وقوعها، الناهضين بإيضاح أصولها وفروعها، كمالك وأبي حنيفة وغيرهما رحمهم الله تعالى“ (مقدمة إعلاء السنن، القاعدة الحادية عشر: ۲۲۳/۳، إدارة القرآن كراچی)

”لا بد في الاستنباط أن يعرف مذاهب المتقدمين؛ لأن لا يخرج من أقوالهم فيخرق الإجماع وينسى عليها ويستعين في ذلك بمن سبقه..... وليس مذهب في هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا هذه المذاهب الأربعة“ (التقليد الشرعي وأهميته للأجفوري، ص: ۹۲، مكتبة الحرمين، دبي)

(وكذا في حجة الله البالغة، فصل في مسائل ضلت فيها الأفهام: ۳۵۰/۱، قديمي)

اور تقلید ائمہ اربعہ کی یہ شان نہیں، کیونکہ ان کے نام ہی مطلوب نہیں۔ پس تقلید واجب کے درجہ میں رہ گئی۔
 ۲..... اگر وہ مسلمان خاص، عام، مطلق، مقید، مشترک، مؤل، ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلول، شاذ، منکر، ناسخ، منسوخ وغیرہ اقسام کتب حدیث پر پوری طرح حاوی ہیں اور ائمہ اربعہ کی طرح روایت و درایت میں کامل ہیں، تو تقلید نہ کرنے میں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔
 اور خوب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ایسے آدمی کاروئے زمین پر موجود ہونا عنقا سے کچھ کم نہیں۔

۳..... اس مدت میں جو حضرات صفات مذکورہ کے ساتھ متصف تھے، وہ تقلید نہیں کرتے تھے، بلکہ خود مجتہد تھے اور جو متصف نہ تھے، وہ کسی کی تقلید کرتے تھے، بعض تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرتے تھے اور بعض دوسرے ایسے اکابر کی تقلید کرتے تھے، جن کو عالم اور منیب الی اللہ سمجھتے تھے اور ان کے مسلک سے واقف تھے، جیسا کہ حدیث کے طلباء پر مخفی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حکم فرمایا:

”عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم: ”إني لا أدري ما بقائي فيكم، فاقتدوا بالذين من بعدي

أبي بكر وعمر (رضي الله تعالى عنهما)“ (رواه الترمذي، ص: ۵۶) (۱)۔

۴..... لا مذہب تو بدین اور دہریہ کو کہتے ہیں، جب وہ کسی مذہب کا قائل ہی نہیں، تو وہ نماز کیا پڑھے اور کیا پڑھائے گا؟! غیر مقلد کے متعلق تفصیل ہے، اگر وہ ائمہ دین کو سب و شتم و لعن طعن کرتا ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، وہ فاسق ہے (۲)۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر دیکھنا چاہیے کہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کر کے پڑھتا

(۱) (الجامع للترمذي، کتاب المناقب، باب في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما كليهما:

۲/۲۰۷، سعيد)

(۲) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”سباب

المسلم فسوق وقتاله كفر“۔ (صحيح البخاري، کتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله:

۱/۱۲، قديمی)

”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة:

۱/۵۵۹، سعيد)

(و كذا في الهداية، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شركة علميه)

ہے یعنی فرائض و واجبات سب کی رعایت کرتا ہے، تب تو اس کی امامت مکروہ نہیں اور اگر ان سب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اگر رعایت و عدم رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔
اگر فرائض میں تو رعایت کرتا ہے اور واجبات اور سنن کو ترک کرتا ہے یا واجبات میں رعایت کرتا ہے، تو ان دونوں صورتوں میں بھی امامت مکروہ ہے۔ پہلی صورت میں زیادہ، دوسری میں کم۔

”إن علم تركها في الثلاثة، لم يصح، وإن لم يدر شيئاً كره؛ لأن بعض ما يجب تركه عندنا ليس فعله عنده، فالظاهر أنه يفعل وإن علم تركها في الأخيرين فقط ينبغي أن يكره؛ لأنه إذا كره عند احتمال ترك الواجب فعند تحققه بالأولى، وإن علم تركها في الثالث فقط ينبغي أن يقتدى به؛ لأن الجماعة واجبة فتقدم على كراهة التنزيه“۔ (ردالمحتار: ۱/ ۵۸۸) (۱)۔

جب اپنا ہم عقیدہ وہم مذہب صالح امام موجود ہو تو کسی غیر کو امام بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

۵..... حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت کے متعلق علماء کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ ۶۰ھ میں ولادت ہوئی، دوم یہ کہ ۶۱ھ میں، سوم یہ کہ ۸۰ھ میں یہی رائج ہے۔ وفات ایک سو پچاس ۱۵۰ھ میں ہوئی (۲)۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت میں چند قول ہیں، ۹۰ھ، ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ اور وفات

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا: ۵۶۳/۱، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۱۳/۱، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس في بيان من هو أحق بالإمامة: ۶۰۲/۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”قال أبو يعقوب: “وسمعت القاضي أبا الحسين أحمد بن محمد النيسابوري يملئ، قال: “أما أبو حنيفة، فلا اختلاف في مولده إنه ولد سنة ثمانين من الهجرة، ومات ليلة النصف من شعبان سنة خمسين ومائة“۔

قال الشيخ عبدالفتاح أبو غدة رحمه الله تعالى في تعليقه على هذا القول:

”في هذا القول نظر، فقد وجد الاختلاف في مولده، فقيل: سنة ۶۱، وقيل: سنة ۷۰، وقيل: =

۱۷۵ھ میں ہوئی (۱)۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ وفات دوسو چار ۲۰۴ھ

= سنة ۸۰، وهو الذي عليه الأكثر“. (الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، باب ذكر مولد أبي حنيفة ونسبه وسنه، ص: ۱۹۲، المكتبة الغفورية العاصمية)

”الصحيح أنه ولد سنة ثمانين وقيل: إحدى وستين وقيل: ثلاث وستين“. (الجواهر المضئية، ص: ۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) ”ثم ولادته، فمختلف عند أهل النقل، وذكر الياضي في طبقات الفقهاء: أنه ولد سنة أربع وتسعين، وذكر ابن خلكان وغيره: أنه ولد سنة خمس وتسعين وقيل: سنة تسعين، قال الذهبي في التذكرة: ”أما يحيى بن بكير فقال: سمعته، يقول: ولدت سنة ثلث وتسعين فهذا أصح الأقوال. انتهى. واختاره السمعاني في الأنساب (مقدمة أوجز المسالك: ۱۲/۱، مكتبة إمداديه)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۷۵ھ میں لکھنا، بظاہر کاتب کا سہو ہے، اس لئے کہ کتب تراجم کا تقریباً اتفاق ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ”مقدمہ أوجز المسالك“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”وأما وفاته، فقال الحافظان السيوطي والزرقاني: مرض مالک يوم الأحد وقال سحنون عن عبد الله بن نافع: ”توفي مالک وقال الواقدي: بلغ تسعين سنة وفي التذكرة، قال أبو مصعب: لعشر خلت من ربيع الأول وكذلك قال ابن وهب، وقال ابن سحنون: في حادي عشر ربيع الأول وقال ابن أبي أويس: في بكرة أربع عشرة منه وقال مصعب الزبيري: في صفر، وكلهم قالوا: في سنة تسع وسبعين ومائة، انتهى“. (أوجز المسالك، مقدمة أوجز المسالك، الباب الثاني، الفائدة الأولى في ترجمته: ۱۲/۱، مكتبة إمداديه ملتان)

اور علامہ ابن عبد البر تحریر فرماتے ہیں:

”ولم يختلف أصحاب التواريخ من أهل العلم بالخبر والسير، أن مالكا رحمه الله تعالى توفي سنة تسع وسبعين ومائة“. (الانتقاء، باب ذكر مولد مالک بن أنس، ونسبه، ص: ۳۷، المكتبة الغفورية العاصمية، كراتشي)

(و كذا في منازل الأئمة الثلاثة، فصل في ذكر مالک، ص: ۹۱، دار ابن حزم)

(و كذا في تهذيب الأسماء واللغات للنووي، ترجمة الإمام مالک رضي الله تعالى عنه: ۷۹/۱،

دارالكتب العلمية بيروت) =

میں ہوئی (۱)۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی (۲)۔

ان ائمہ اربعہ کے تلامذہ نے ان کے مذاہب کو شائع کیا۔

۶..... اسلام مکمل تھا اور اب بھی مکمل ہے اور ان کی تقلید واجب ہونے کی وجہ نمبر ۱، ۲، ۳ میں بیان کر دی گئی۔

۷..... ایسے لوگوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے لوگ فاسق ہیں۔

لقولہ علیہ السلام: ”سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر“ (رواہ

الشیخان والترمذی والنسائی) (۳)۔

یہ دشنام اور طعن سب کچھ ان غیر مقلدین ہی کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ ائمہ اربعہ کی شان بہت بلند ہے،

وہ ہرگز اس کے مستحق نہیں۔ جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے اللہ پاک اس سے عداوت رکھتے

ہیں (۴)۔ نفس تقلید کا وجوب اوپر ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج اس بسط اور تفصیل سے کسی کا مذہب

= (و کذا فی شذرات الذهب، سنة تسع وسبعین ومائة: ۱/۴۶۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”و کذلک لا خلاف أن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ولد سنة خمسين ومائة من الهجرة، وهو العام الذي توفي فيه أبو حنيفة رحمہ اللہ تعالیٰ..... الربیع بن سلیمان المؤذن قال: قدم علينا الشافعی مصر سنة مئتين، ومات يوم الخميس ليلاً، وهو ابن خمس وخمسين سنة في آخر يوم من رجب، من سنة أربع ومائتين.“ (الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، ص: ۱۱۵، ۱۶۰، المكتبة الغفورية العاصمية)

(۲) ”قال عبد الله بن أحمد: قال أبي: ولدت سنة أربع وستين ومائة، وقال عبد الله: ومات في ربيع الآخر سنة إحدى وأربعين ومائتين وله سبع وسبعون سنة.“ (المغني والشرح الكبير: ۱/۳۱، دار الفكر)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(و صحيح مسلم، كتاب الإيمان، بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، سباب المسلم فسوق وقتاله كفر: ۱/۵۸، قديمي)

(وسنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الشتم: ۲/۱۹، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب المحاربة، باب قتال المسلم: ۲/۱۷۴، قديمي)

(۴) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن الله تعالى قال: ﴿من عادى لي ولياً فقد اذنته بالحرب﴾“ (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع:

= (۲/۹۶۳، قديمي)

مدون نہیں جس تفصیل سے ائمہ اربعہ کا مذہب مدون ہے، تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی کی تقلید واجب ہوگی۔

تقلید شخصی کی دلیل یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں: اول متفقہ، دوم مختلفہ۔ اول میں سب کی تقلید ہوئی، دوم میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا، بعض کا ہوگا بعض کا نہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو، سو اللہ تعالیٰ نے اتباع کو انابت پر معلق فرمایا ہے۔ جس کی انابت الی اللہ زیادہ متحقق ہوگی، اس کا اتباع کیا جائے گا۔

اب زیادہ انابت کی تحقیق یا اجمالاً کی جائے یا تفصیلاً۔ تفصیلاً تو یہ ہے کہ ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے، اس میں حرج اور تکلیف مالا یطاق کے علاوہ مقلد مقلد نہ رہا، بلکہ اپنی تحقیق کا تتبع ہو انہ دوسرے کے سبیل کا ”وہو خلاف المفروض“۔ اجمالاً یہ ہے کہ ہر امام کی مجموعی حالت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہوگا اور کس کی انابت زائد ہے، پس یہی صورت متعین ہے۔

اب جس کو ائمہ اربعہ میں سے جس کے مجموعی احوال پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہو جائے کہ یہ زائد منیب ہے، وہ انہیں کی تقلید کرے گا، یہی تقلید شخصی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ج/۵۹ھ۔

ائمہ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

سوال [۹۹۶۹]: چار امام امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو برحق ماننا یہ چار نام چاروں کو برحق ماننا، قرآن و حدیث پاک سے ثبوت دو، پارہ نمبر، رکوع نمبر آیت یا بخاری شریف، مسلم شریف، صحاح ستہ کی کوئی بھی حدیث سے ثبوت دو۔

= (و کذا فی سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب صلاۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم والتقرب إلى الله تعالى بالصدقة ونوافل الخیر رجاء الإجابة، رقم الحدیث: ۶۳۹۵: ۳/۴۸۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(و کذا فی صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی، کتاب البر والإیمان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابها، ذکر الأخبار عما یجب علی المرء من الثقة بالله فی أحواله رقم الحدیث: ۳۴۷: ۲/۵۸، مؤسسة الرسالة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿فاسئلوا أهل الذکر إن کنتم لاتعلمون﴾ (پارہ: ۴، رکوع: ۱) (۱) جو شخص دین کی بات سے ناواقف ہے، اس کو حکم ہے کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور چاروں امام ہی دین سے واقف گزرے ہیں، اس لئے ان سے دریافت کیا گیا ہے اور کرتے ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین بھی حدیث کے اعلیٰ درجہ کے جاننے والے گزرے، اس لئے ان سے علم حدیث کو حاصل کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ نے بھی سوال کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ

سوال [۹۹۷۰]: ہم لوگوں کو بتلائے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا سچا دین یا مذہب پکا تھا اور ہم لوگ کا کیا ہونا چاہیے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے: ﴿یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین﴾ (۲)۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، لہذا ہم لوگوں کو جب تک ان لوگوں کا طریقہ یا مذہب نہیں معلوم ہوگا، تو ہم کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جتنے نبی دنیا میں آئے، وہ ایک ہی دین و مذہب کو جاری کرنے آئے اور ہمارے علماء نے وارث انبیاء ہو کر کعبہ شریف میں جہاں سے توحید، ایک راستہ یا ایک مذہب نکلا، وہیں چار مذہب کے چار مصلے بچھا دیئے اور اس کے بعد ابھی تک مذہب کی زیادتی ہوتی چلی جا رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی پیشن گوئی کے مطابق تہتر فرقے ہو کر رہیں گے۔ مگر امام لوگوں کا کیا مذہب تھا اور ان لوگوں کے امام کون تھے اور کس کے مقلد تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ

(۱) (النحل: ۴۳)

(۲) (التوبة: ۱۱۹)

و شافعی و مالک و احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا دین اسلام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ دین کامل ہے اور اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ (۱)۔

چاروں اماموں کا مذہب بھی یہی دین اسلام ہے، اس سے باہر نہیں، ان میں جو کچھ تصرف ہے وہ فروعی ہے، حق و باطل کا اختلاف نہیں، ایسا نہیں ہے کہ ایک نے دوسرے کو نعوذ باللہ اسلام سے خارج یا جہنمی قرار دیا ہو، یہ چاروں مذہب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے تابع ہیں مخالف نہیں، جیسا کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث میں مختلف حدیثیں ہیں اور ایک محدث کا مذہب دوسرے محدث کے خلاف ہے، لیکن اسلام سے باہر کوئی نہیں اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار مختلف ہیں، جو کہ ان کے مذاہب ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں، مگر اسلام سے کوئی خارج نہیں، نہ ان پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“ (۲)۔ یعنی: ”میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جس کا بھی اقتداء یعنی تقلید کر لو گے، ہدایت پا جاؤ گے“۔ اور جیسے احادیث مختلف ہیں، مثلاً: کسی میں آئین بالجہر، کسی میں آئین بالسر ہے، کسی میں رفع یدین ہے، کسی میں ترک رفع ہے، جن کی وجہ سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہوئے، کسی کو اسلام کا مخالف یا اسلام سے خارج یا حدیث کا مخالف کہنے کا کوئی حق نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دین و مذہب کو جس طرح ائمہ مجتہدین اور محدثین جانتے اور دلائل کی روشنی میں سمجھتے اور دلائل کی قوت و ضعف کو پرکھتے تھے، آج کل کے لوگ اس کا عشر عشر بھی نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے اور جلیل القدر محدثین سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ائمہ مجتہدین کے شاگرد ہیں، لہذا ان حضرات کے اختلاف کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے، جیسا کہ کفر و اسلام کا اختلاف ہے، یہ سب ناجی ہیں، کوئی

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قدیمی)

(و كذا في جامع الأصول في أحاديث الرسول، كتاب الفضائل، الباب الرابع، الفصل الأول، نوع

الثالث، رقم الحديث: ۶۳۵۹ : ۴۰۹/۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

جہنمی نہیں، بنیادی مسائل جن پر مدار نجات ہے، ان سے ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب کے سب خدا کو ایک مانتے ہیں، کوئی مشرک نہیں۔ سب رسول پر ایمان رکھتے ہیں، کوئی منکر رسالت نہیں۔ سب خدا کی کتابوں، فرشتوں، جنت، دوزخ، تقدیر کو برحق سمجھتے ہیں اور ارکان اسلام کو بہتر فرقوں میں شامل کر کے اسلام سے خارج قرار دینا درحقیقت اپنے لئے اسلام سے خارج ہونے کا اقرار کرنا ہے (۱)۔

ان حضرات کا اختلاف درحقیقت بڑی رحمت ہے کہ دین میں اس سے بہت وسعت حاصل ہے، جو کہ احادیث سے ثابت ہے۔ ”إن هذه أمتكم أمة واحدة“ (۲)۔ اگر غور کر لیا جائے تو صاف صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے اختلاف کی ہرگز اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ سب خدا ہی کو رب مانتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، جو فرقے خدا کے سوا کسی اور کو رب مانتے اور کسی دوسرے کی عبادت کرتے ہیں، ان پر ضرور اس سے رد ہوتا ہے، یہ حضرات اپنے اس فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی امت ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ

(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أيما رجل قال لأخيه: ”يا كافر“ فقد باء بها أحدهما“۔ (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال: ۹۰۱/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۵۷/۱، قديمی)

”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“۔ (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمی)

(۲) (الأنبياء: ۹۱)

”(إن هذه أمتكم) الخ أي: هذه الملة التي كررتها عليكم ملة واحدة، أختارها لكم لتتمكسوا بها، وعبادة الله تعالى، والقول بالتوحيد وهي التي أدعوكم إليها لتعضوا عليها بالنواجذ؛ لأن سائر الكتب، نازلة في شأنها والأنبياء كلهم مبعوثون للدعوة إليها ومتفقون عليها“۔ (روح المعاني، الأنبياء: ۹۱: ۸۹/۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”ومن حديث قتادة، أن عمر بن عبد العزيز كان يقول: ما سرنى لو أن أصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لم يختلفوا؛ لأنهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة“۔ (المقاصد الحسنة، ص: ۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

یہود و نصاریٰ میں اختلاف تھا کہ ﴿قالت اليهود ليست النصارى على شيء وقالت النصارى ليست اليهود على شيء﴾ (۱) جو شخص خود مجتہد نہ ہو اس کو تقلید لازم ہے (۲)، ائمہ اربعہ خود مجتہد تھے (۳)۔ ان کو کسی کی تقلید لازم نہیں تھی، مسئلہ تقلید پر چھوٹی بڑی کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔ واللہ یهدی من یشاء إلى صراط مستقیم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۲/۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جو شخص فقہ کو نہ مانے، اس کا حکم

سوال [۹۹۷۱]: ایک شخص اپنے کو عالم اور حافظ کہتے ہیں، ایک فتویٰ کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ فقہ کی کتابوں سے جواب دیا گیا ہے، اس لئے جواب درست نہیں ہے، اس لئے کہ فقہ کوئی چیز نہیں ہے، اس کو میں

(۱) (البقرة: ۱۱۳)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (الأنبياء: ۷)

وقال الله تعالى: ﴿واتبع سبيل من أناب إلى﴾ (اللقمان: ۱۵)

”مثل هذا التقليد لابد منه لكل أحد، بل ولا سلامة للدين بدونه ومن ترك هذا التقليد وأنكر اتباع السلف، وجعل نفسه مجتهداً، أو محدثاً واستشعر من نفسه أنه يصلح لاستنباط الأحكام، وأجوبة المسائل من القرآن والحديث في هذا الزمان، فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه، أو كاد أن يخلع، ولقد صدق أحد زعمائهم حيث قال بعد تجربة طويلة: إن ترك التقليد أصل الإلحاد والزندقة في حق العامة“۔ (مقدمة اعلاء السنن، قواعد في علوم الحديث: ۲۸۵/۱، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في التقليد الشرعي وأهميته، ص: ۹۲، مكتبة الحرمين دبي)

(۳) ”طبقة المجتہدين في الشرع كالائمة الأربعة ومن سلك مسلكهم في تأسيس قواعد الأصول واستنباط أحكام الفروع عن الأدلة الأربعة من غير تقليد لأحد لا في الفروع ولا في الأصول“۔ (شرح

عقود رسم المفتي لابن عابدين الشامي، ص: ۱۵، مكتبة بيت القلم اسلام آباد)

(و كذا في مجمع البحرين، قسم الدراسة، ص: ۲۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في مقدمة رد المحتار: ۷/۱، سعيد)

نہیں مانتا، کیا ان کا قول درست ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ کا انکار کرنا غیر مقلدین کا کام ہے، ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے، فقہ بھی قرآن پاک اور حدیث شریف اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے (۱)۔ فقہ کے انکار سے ان سب چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔



(۱) ”وقد روى الشيخ محي الدين في: ”الفتوحات المكية“ بسنده إلى الإمام أبو حنيفة أنه كان يقول: ”إياكم والقول في دين الله تعالى بالرأى، وعليكم باتباع السنة، فمن خرج عنها ضل، وكان يقول: ”عليكم باثار من سلف، وإياكم وآراء الرجال اه وكان يقول: لم تزل الناس في صلاح مادام فيهم من يطلب الحديث، فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا وقال أيضا (أي في الفتوحات) وقد تتبع بحمد الله أقواله وأقوال أصحابه لما ألفت كتاب: ”أدلة المذاهب“ فلم أجد قولاً من أقواله وأقوال أتباع إلا وهو مستند إلى آية، أو حديث، أو أثر، أو إلى مفهوم ذلك. أو حديث ضعيف كثر طرقه، أو إلى قياس صحيح على أصل صحيح“. (إعلاء السنن، أبو حنيفة وأصحابه المحدثون: ۳/۴۹، إدارة القرآن) (وكذا في الميزان للشعراني: ۱/۶-۹، ۸۱۱-۸۱۵، ۲۰۷، ۲۰۸، عالم الكتب بيروت)

(وكذا في عقد الجيد، باب تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها، ص: ۵۲، ۵۶، سعيد)

(وكذا في تاريخ المذاهب الإسلامية للإمام أبي زهرة، الكتاب الثاني في تاريخ المذاهب الفقهية، فقہ أبي حنيفة، ص: ۳۷۰، ۳۷۱، مكتبة الشيخ كراتشي)

باب البدعات والرسوم

(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)

قرآن کی سالگرہ کے موقع پر ختم کا اہتمام کرنا

سوال [۹۹۷۲]: آج کل اخباروں میں اور ریڈیو پر آتا رہتا ہے کہ قرآن شریف کے نزول کو چودہ سو سال ختم ہو کر پندرہ سو کے آغاز پر پر ختم قرآن جا بجا کیا جا رہا ہے، بلکہ بعض نے تو آئندہ رمضان تک کا اور بعض نے عید الضحیٰ تک کا وقت اس تقریب کے لئے دیا ہے کہ ان میں ضرور کر لینا چاہیے، تو ہم محض پورے شہر والوں کو دعوت دے کر بلائیں اور قرآن خوانی کرائیں، پچاس سے زائد قرآن ختم ہو جائیں گے اور ہر خاص و عام نزول قرآن اور قرآن کی اہمیت کے متعلق علماء کرام سے بیانات سنیں گے، جو مفید ہوں گے، شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں یا کرنے میں حرج ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا بابرکت کلام ہے، جو کہ اس امت کے لئے مستقل لائحہ عمل ہے، اس کی تلاوت پر بہت بڑا اجر و ثواب ہے (۱)، اس پر یقین رکھنا اصل ایمان ہے، اس پر عمل کرنا پروانہ نجات ہے،

(۱) ”عن عقبہ بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن في الصفة، فقال: أيكم يحب أن يغدو كل يوم إلى بطحان، أو إلى العقيق فيأتى بناقتين كوماوين في غير إثم ولا قطع رحم؟ فقلنا: يا رسول الله! نحب ذلك، فقال: ”أفلا يغدو أحدكم إلى المسجد فيعلم أو يقرأ آيتين من كتاب الله خير له من ناقتين، وثلاث خير له من ثلاث، وأربع خير له من أربع، ومن أعدادهن من الإبل“ (صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن وما يتعلق به، باب فضل قراءة القرآن في الصلاة وتعلمه: ۲۷۰/۱، قدیمی)

”عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يقول الرب تبارك وتعالى: ”من شغله القرآن عن ذكرى ومسألتي أعطيته أفضل ما أعطي السائلين، وفصل =

نزول قرآن سے ایک سول سال گزرنے پر اکابر امت اور سلف صالحین نے اس قسم کی کوئی جوہلی، تقریب یا سالگرہ نہیں منائی، درآنحالیکہ اس وقت کے حضرات کے لئے خیر ہونے کی بشارت احادیث میں موجود ہے اور وہ حضرات ایمان بہت قوی رکھتے تھے، اور ان میں اعمال صالحہ تلاوت وغیرہ کا جذبہ آج کے لوگوں سے کہیں زیادہ تھا اور قرآن کریم کے حقوق کو بہت زیادہ پہچانتے تھے، یہ تقریب ایک محدث چیز ہے، جو دین کے نام پر اب دیگر اقوام و ملل کی حرص میں پیدا کی جا رہی ہے، اس لئے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔

”من أحدث في ديننا هذا ما ليس منه فهو رد“ (۱)۔ متفق علیہ۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۸۷ھ۔

فجر کی نماز کے بعد سورہ یسین شریف کا اہتمام

سوال [۹۹۷۳]: ہمارے یہاں صبح بعد نماز فجر پابندی سے اسی جگہ سورہ یسین ایک شخص پڑھتا ہے اور

سب سنتے ہیں، تو عالی جناب فرمائیے! یہ عمل ٹھیک ہے کہ نہیں؟ بلا ناغہ ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورہ یسین شریف کے فضائل حدیث پاک میں وارد ہیں، ایک مرتبہ پڑھنے سے دس قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے (۲)۔

= کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ۔ (جامع الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمہ، قبیل أبواب القراءات: ۲/۱۲۰، سعید)

”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: ﴿الم﴾ حرف: ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف“۔ (سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن: ۲/۵۲۱، رقم الحديث: ۳۳۰۸، قدیمی)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن لكل شيء قلباً، وقلب القرآن ﴿يس﴾ ومن قرأ ﴿يس﴾ كتب الله له بقراءتها قراءة القرآن عشر مرات“۔ (سنن الترمذی، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء في يس: ۲/۱۱۶، سعید)

پریشانی اور مصائب کا دفعیہ بھی اس سے ہوتا ہے (۱) وغیرہ وغیرہ، لہذا اگر کوئی شخص پڑھے اور دوسرے لوگ سنیں، تب بھی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی شخص شریک نہ ہو، تو اس کو زبان سے برا کہنا یا دل سے برا سمجھنا درست نہیں، کہ اس سے التزام اور اصرار کی شان پیدا ہوتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ۔

تیجہ و چہلم کا کھانا

سوال [۹۹۷۴]: امسال رمضان المبارک میں بنیت ایصالِ ثواب طعام پکا کر روزہ داران کی دعوت کی گئی، جس میں اغنیاء صاحب نصاب حضرات بھی مدعو کئے گئے، لیکن فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ اغنیاء کو ایصالِ ثواب کا کھانا جائز نہیں۔

دن جمعہ کا تھا، بعد جمعہ قرآن خوانی کا اعلان ہوا، قرآن پڑھا گیا، بعد مغرب دعوتی حضرات فارغ ہوئے، معلوم ہوا کہ برسی کا کھانا یہاں پر کھانے کا نام افطاری رکھا گیا، یہ سلسلہ کئی برس چہلم کے تحت چند مکانوں پر چلتا رہا، دیگر یہ کہ ۲۷/رمضان المبارک کو ایک صاحب کا انتقال ہوا، ان کے فرزند و اعزاء ایک عالم صاحب کے پاس گئے کہ رواج تیجہ کے دن بھی کھانا کھلانے کا ہے، شرعی حکم کے تحت کھانا ہم کھانا چاہتے ہیں، تیسرے دن

(۱) ”عن عطاء بن أبي رباح رحمه الله تعالى قال: بلغني أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من قرأ ﴿يس﴾ في صدر النهار، قضيت حوائجه“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث: ۱/۱۸۹، قدیمی)

”قال بعض العلماء: ”من خصائص هذه السورة أنها لا تقرأ عند أمر عسير إلا يسره الله تعالى، وكان قراءتها عند الميت لتنزل الرحمة والبركة: ويسهل عليه خروج الروح“۔ (تفسير ابن كثير، بدء سورة يس: ۳/۷۴۳، دارالسلام)

(۲) ”الإصرار على المندوب تبلغه إلى حد الكراهة“۔ (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۲/۴۳۰، قدیمی)

(و كذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۱/۵۴۹، رشیدیہ)

کی شب میں کچھ رات گزرنے پر عالم صاحب کو بیدار کیا گیا تو عالم صاحب نے فرمایا ”تیجہ وہ چہلم کرنا جائز ہے، میں ذمہ دار ہوں“، یہ سنا گیا، چنانچہ یہ عالم خود شریک طعام رہے، اس سے قبل بھی جو دعوتیں ہونیں، ہر ایک میں کئی طور پر شرکت فرمائی، بلکہ نذر و نیاز کے کھانے میں بھی شرکت فرماتے ہیں، ان کا یہ عمل کیا ہے؟ عوام بھی چاہتے ہی ہیں، لیکن شرعی حکم جو بھی ہو ارقام فرمائیں۔ احقر اور احباب ان کھانوں سے اجتناب کرتے ہیں تو مطعون ہوتے ہیں کہ آپ عالم نہیں، یہ عالم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں کے فتویٰ پوچھنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ فتاویٰ دارالعلوم ان عالم کے سامنے پیش کر دیا جائے، کہ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اس کے بعد ممکن ہے کہ ان کا مسلک واضح ہو جائے، ایصالِ ثواب کے کھانے کی بحشرِ دالمحتار، کتاب الجنائز میں ہے (۱) اور شفاء العلیل (۲) مستقل اسی مسئلہ پر تصنیف ہے۔ الطریقة المحمدیہ میں بھی اس کو خوب بیان کیا ہے، امید ہے کہ یہ چیزیں ان عالم صاحب کی نظر میں بھی ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۹ھ۔

کیا نیاز و فاتحہ کا کھانا مردہ کو پہنچتا ہے؟

سوال [۹۹۷۵]: نیاز فاتحہ کی شرطیں کیا ہیں؟ کیا فاتحہ کی ہوئی مٹھائی یا مرغ مسلم مردہ تک پہنچتا ہے؟

(۱) ”وفي البرازية: ”ويكره اتخاذ الطعام في يوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء، والقراء للختم، أو لقراءة سورة الأنعام، أو الإخلاص وقال: وهذه الأفعال كلها للرياء والسمعة فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى“ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعيد) (و كذا في البرازية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ۸۱/۴، رشيدية)

(۲) (شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیة بالختمات والتهالیل، فی مجموعة رسائل ابن عابدین،

ص: ۱۵۲، سهیل اکیڈمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

کوئی بھی نیک کام کر کے بغیر کسی ایسی پابندی کے جس کا شرعاً ثبوت نہ ہو، ثواب پہونچا دینا درست ہے۔ شرعی طریقہ پر صدقہ کرنے سے جو ثواب حاصل ہو، وہ مردہ کو پہونچتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

درگاہ میں آئے ہوئے ایصالِ ثواب کے پیسے کا مصرف

سوال [۹۹۷۶]: ہمارے اُلال میں بہت بڑا درگاہ ہے، جو بہت مشہور ہے، جس کی روزانہ آمدنی کے طور پر نیاز وغیرہ سے بہت جمع ہوتا ہے، کچھ فلوس فراہم کئے ہیں، جو نیاز کے طور پر آتے ہیں، اس فراہم کئے ہوئے پیسے کو کیا کہتے ہیں؟ فراہم کئے ہوئے پیسے کس طور پر استعمال کر سکتے ہیں؟ کیا اس پیسے کو دین سکھانے والے اسکولوں کو یا دنیاوی سکھانے والے اسکولوں پر خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اللہ کے نام پر غرباء کو کچھ دے کر ایصالِ ثواب کر دینا شرعاً درست ہے (۲)، اس قسم کا جو روپیہ درگاہ

(۱) ”الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة“۔ (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مكتبة شرکت علمیه ملتان)

” (ولهذا اختاروا) أي: الشافعية في الدعاء: اللهم أوصل مثل ثواب ما قرأته إلى فلان، أما عندنا (أي: الحنفية) فالواصل إليه نفس الثواب. وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع“۔ (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(۲) ”الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره وإن نواها عند الفعل لنفسه“۔ (الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۴/۴، مكتبة غفاريہ كوئٹہ)

”فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه“۔ =

کے ذمہ دار صاحب کو دیا گیا ہو، وہ غرباء کو بھی دے سکتے ہیں اور دین کے دوسرے کاموں میں بھی صرف کر سکتے ہیں اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر دی جائے، اس کا لینا اور خرچ کرنا درست نہیں، اس واسطے مناسب یہ ہے کہ دینے والوں کو پوری تفصیل کے ساتھ مسئلہ بتایا جائے کہ وہ اللہ کے نام پر دیں اور اس کا ثواب صاحب درگاہ مرحوم کو پہنچا دیں اور اس روپیہ کا اختیار درگاہ کے ذمہ دار کو دے دیں کہ وہ ثواب کے لئے دین کے جس کام میں چاہیں، صرف کیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۹ھ۔



= (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور، ص: ۲۲۱، ۲۲۲، قدیمی)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ وَمَا أَهْلَ بِهِ لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

”اعلم أن النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت

ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو باطل وحرام..... قال في البحر: ولا يجوز لخادم

الشيخ أخذه ولا أكله ولا التصرف فيه بوجه من الوجوه“ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، کتاب

الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۱/۴۷۱، دار المعرفة بيروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل في النذر: ۵۲۱/۲، رشیدیہ)

(مروجہ صلوٰۃ و سلام کا بیان)

سلام پڑھنے کا طریقہ

سوال [۹۹۷۷]: سلام پڑھنے کا حکم ہے تو شرطیں کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسا کہ نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے یا بہت ہی دل جمعی سے درود و سلام تنہائی میں بیٹھ کر پڑھتا رہے، اس نیت کے ساتھ کہ یہ صلوٰۃ و سلام بذریعہ ملائکہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا جائے گا، جو شخص روضہ اقدس پر حاضر ہو، وہ اس امید سے پڑھے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے (۱)۔ فقط۔

درود شریف کے لئے مجلس منعقد کرنا

سوال [۹۹۷۸]: ہفتہ واری یا ہفتہ میں دو یوم مجلس درود شریف قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس میں خود شریک ہو کر درود خوانی کرنا کیسا ہے؟ اور صاف الفاظ میں جواب سے مطلع کیجئے گا۔

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”من صلى علي عند قبري سمعته ، ومن صلى علي نائياً أبلغته“ . (شعب الإيمان ، الخامس عشر ، باب في تعظيم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وإجلاله وتوقيره : ۲/ ۲۱۸ ، رقم الحديث : ۱۵۸۳ ، دار الكتب العلمية بيروت)

”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام“ . (سنن النسائي ، كتاب السهو ، باب التسليم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱/ ۱۸۹ ، قديمی)

(و كذا في سنن الدارمي ، كتاب الرقاق ، باب في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم :

۲/ ۴۰۹ ، قديمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

درویش شریف اعلیٰ درجہ کی قربت اور بے شمار اجر و ثواب کی چیز ہے، نیز امتی کے ذمہ حق لازم ہے (۱)، مگر اس کے لئے مستقلاً مجالس کا منعقد کرنا ثابت نہیں، اپنے اپنے طور پر شب و روز میں جس سے جس قدر ہو سکے، درویش شریف کا ہدیہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا کرے اور اس سعادت کو حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش میں لگا رہے، اس کے لئے مجلس منعقد کرنے کا ثبوت نہ حدیث شریف میں ہے، نہ آثار صحابہ میں ہے، نہ ائمہ اربعہ سے ثابت ہے، پس یہ کوئی شرعی چیز نہیں، جس طرح ایک سیاسی جلوس اور جھنڈے مختلف پارٹیاں مختلف مواقع پر نکالتی ہیں، اسی طرح یہ جلوس اور جھنڈا بھی شروع کر دیا گیا، کتب حدیث و فقہ میں یہ کہیں نہیں، اس کو ثواب اور قربت کی چیز سمجھنا غلط اور ممنوع ہے۔

لکھنؤ میں روافض محرم کے موقع پر اپنا جلوس نکالتے ہیں، جس میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر شب و شتم و تبرا کرتے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح کرنے پر فساد ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک شخص نے آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (۲) پڑھ دی، جس پر زبردست ہنگامہ ہوا، حتیٰ کہ اس آیت پر تقریر کرنا ممنوع ہو گیا تھا۔

اس پر حضرت مولانا عبدالشکور رحمہ اللہ تعالیٰ نے قانونی چارہ جوئی کی، جس کی وجہ سے ان کو جیل بھی جانا پڑا، ان کا کہنا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف قرآن پاک میں مذکور ہے اور وہ واجب الاحترام ہیں، ان کی تعریف تو جرم ہو جائے اور ان کو گالیاں دینے کی عام اجازت ہو، یہ کتنا بڑا ظلم ہے، اللہ پاک نے

(۱) "في القول البديع للإمام السخاوي رحمه الله:

"من أوجب شعب الإيمان الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محبة له، وأداء لحقه، وتوقيراً له، وتعظيماً، والمواظبة عليها من باب أداء شكره صلى الله تعالى عليه وسلم وشكره واجب لما عظم منه الإنعام الخ". (محل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸۳، مؤسسة الريان)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلاة". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

(۲) (الفتح: ۲۹)

مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو مقصد میں کامیابی دی اور محرم کے غالباً پندرہ روز تک جلسہ کرنے، جلوس نکالنے، مدح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرنے کی اجازت ہوگئی، ان کی اس جدوجہد کو مسئلہ جلوس اور جھنڈے سے کیا نسبت اور جہاں مدح صحابہ کی مخالفت نہ ہو اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف گالیاں سے بھرے ہوئے جلوس نہ نکلتے ہوں، تو وہاں جلوس ممنوع ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۹۹۷۹]: کھڑے ہو کر بیک وقت دس بیس آدمیوں کا سلام پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ سلف صالحین سے منقول نہیں، نہ کسی شرعی دلیل سے ثابت ہے، یہ بدعتی کا طریقہ ہے (۱)۔ فقط۔

نماز کے بعد اجتماعاً صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۹۹۸۰]: مسلمان فرض اور سنت کی پابندی اور عمل آوری کو چھوڑ کر یوم الجمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی ادائیگی باجماعت بلند آواز پڑھنے کو فرض عین کا درجہ دیتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر اگر منع کیا جائے تو ہنگامہ کرتے ہیں، اس صورت میں اس کا حاصل جواب کیا ہے؟

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمی)

”قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى في شرح هذا الحديث: أي: أنشأ واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه (ماليس منه) أي: رأيا ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد) أي: مردود على فاعله لبطلانه“۔ (فيض القدير: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(و كذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۳۶۵/۱،

۳۶۶، رقم الحديث: ۱۲۰، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلحاً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، تقاضا ایمان ہے، ادائے حق کا ذریعہ ہے (۱)، لیکن فرائض و سنن مؤکدہ کو چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے، صلوٰۃ وسلام کے ذریعہ سے ترک فرائض کی ہرگز ہرگز مکافات نہیں ہوگی، اس کا وبال دنیا و آخرت میں نہایت سخت ہے، نہ اللہ اس سے خوش، نہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوش ہوں گے۔ پہلے فرائض کی پابندی کرے اور سنت مؤکدہ کو اختیار کرے اور حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھے، اس کو پوری زندگی میں نافذ و جاری کرے، تب تو صلوٰۃ وسلام کے کثرت نور علی نور ہے، لیکن صلوٰۃ وسلام کے لئے بھی اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ با وضو قبلہ رو بیٹھ کر پوری توجہ و اخلاص سے اس تصور سے پڑھا جائے کہ میری طرف سے ملائکہ تنہائی میں اس صلوٰۃ وسلام کو لے جا کر خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں اور دربار عالی سے جواب بھی ملتا ہے (۲)۔

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلوة“۔ (سنن الترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱۱۰/۱، سعید)

”وعن حسين بن علي رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”البخيل الذي من ذكرت عنده فلم يصل علي“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث الحسين بن علي رضي الله تعالى عنهما: ۳۳۱/۱، رقم الحديث: ۱۷۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جاء ذات يوم والبشر في وجهه، فقال: إنه جاءني جبريل، فقال: إن ربك يقول: أما يرضيك يا محمد! أن لا يصلي عليك أحد من أمتك إلا صليت عليه عشرًا، ولا يسلم عليك أحد من أمتك إلا سلمت عليه عشرًا“۔ (سنن الدارمی، کتاب الرقائق، باب في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۴۰۷/۲، رقم الحديث: ۲۷۷۳، قدیمی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي، حتى أرد عليه السلام“۔ (سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب زیارہ القبور: ۲۸۶/۱، إمدادیہ)

”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن لله =

اور بلند آواز سے جماعت کا صلوٰۃ و سلام پڑھنا صحابہ کرام، محدثین و متاخرین، مجتہدین اور اولیاء کا ملین سے ثابت نہیں، اس طریقہ کو بند کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۱۰/۲/۹۲ھ۔

روضہ اقدس کے پاس عشاء کے بعد درود و سلام پڑھنا

سوال [۹۹۸۱]: بعد نماز عشاء روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ بعد نماز عشاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ کہاں تک قرآن و حدیث سے تعلق رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوٰۃ و سلام روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہر وقت جائز اور موجب قرب و سعادت ہے، یہ کسی وقت ممنوع نہیں، عشاء کے بعد ممنوع کہنا بے دلیل ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ملثکة سیاحین فی الأرض یبلغونی من أمتی السلام“۔ (سنن النسائی، کتاب السہو، باب التسلیم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۱۸۹، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته“۔ (شعب الإيمان: ۲/۱۵۸۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(۱) ”(لحدیث: من ذكرت عنده“ فلیحفظ) وإزعاج الأعضاء برفع الصوت جهل اھ قال فی الھندیۃ: رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه، وما یفعله الذین یدعون الوجد والمحبۃ لا أصل له: ویمنع الصوفیۃ من رفع الصوت وتخریق الثیاب“۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، آداب الصلاۃ: ۱/۵۱۹، سعید)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد“۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى علي =

ریڈیو پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا

سوال [۹۹۸۲]: کیا ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ میں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک آتا ہے، اس اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹیپ ریکارڈ میں تو ایک آواز کو بھر دیا گیا، پھر جب چاہیں اس کو سن لیں، اصل آواز ایک تھی، باقی جب جب سنیں گے، اس کی نقل ہوگی، ریڈیو میں بعینہ وہی آواز ہوتی ہے، اصلی آواز پر اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہیے (۱)، نقل

= عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً أبلغته“ (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي، الفصل الثالث: ۱/۹۰، دار الكتب العلمية بيروت)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يذكر الله عز وجل على كل أحيانه“ (مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مخالطة الجنب، الفصل الأول: ۱/۱۰۰، دار الكتب العلمية بيروت)

”فأكثر من ذكر نبيك يا حسان. وأدم الصلاة عليه بالجنان واللسان، فإن صلاتك تبلغه وهو في صريحه، واسمك معروض على روحه صلى الله تعالى عليه وسلم“ (القول البديع، الباب الرابع، ص: ۳۳۳، مؤسسة الريان)

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”رغم أنف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي“ (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: رغم أنف رجل: ۱۹۴/۲، قديمي)

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”البخيل الذي من ذكرت عنده فلم يصل علي“ (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: رغم أنف رجل: ۱۹۴/۲، قديمي)

”وقد جزم بهذا القول أيضاً المحقق ابن الهمام في زاد الفقير فقال: مقتضى الدليل افتراضها في العمر مرة وإيجابها كلما ذكر إلا أن يتحد المجلس فيستحب التكرار بالتكرار“ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب هل نفع الصلاة عائد للمصلي: ۵۱۶/۱، سعيد) =

پر لازم نہیں، تاہم بہتر ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۱ھ۔



= (و کذا فی التعلیق الصبیح، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفضلہا: ۵۴۰/۱، رشیدیہ)

(۱) ”بخلاف السماع عن البغاء، والصدی فإن ذلك ليس بتلاوة، وكذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لانعدام التمييز“. (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی بیان من تجب علیہ: ۷۴۲/۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۱۰۸/۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۲/۱، رشیدیہ)

(فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)

نماز کے بعد مصافحہ

سوال [۹۹۸۳]: نماز ختم ہونے پر امام سے کھڑے ہو کر لوگوں کا ہاتھ ملانا، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی نے اس کو بدعت قبیحہ لکھا ہے، اس لئے کہ قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں اور روافض کا

شعار ہے (۱)۔ فقط۔

عید کے بعد مصافحہ

سوال [۹۹۸۴]: اگر کہیں پر فتنہ کا خوف ہو تو وہاں عید میں مصافحہ گلے مل سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ کا خوف کیا ہے؟ کیا ماریں گے یا جیل بھیجیں گے؟ بہت سے بہت دوچار فقرے کہہ دیں گے، سو وہ

(۱) ”ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط: أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال؛ لأن الصحابة رضي الله تعالى عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر رحمه الله تعالى عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة، لا أصل له في الشرع“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۲/۳۸۱، سعید)

”فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة، ويتصاحبون بالكلام، ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذا صلوا، يتصافحون، فأين هذا من السنة المشروعة؟ ولهذا صرح بعض علمائنا: بأنها مكروهة حينئذ، وأنها من البدع المذمومة“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۴۵۸، رشیدیہ)

(وکذا فی السعیة علی شرح الوقایة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۲۶۴، ۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاہور)

اب بھی کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔



(اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)

نام مبارک پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگانا

سوال [۹۹۸۵]: کیا پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام لینے پر انگوٹھوں کو چومنے کا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلہ کے لئے کوئی حدیث مرفوع ثابت نہیں، جیسا کہ ردالمحتار میں بطور خلاصہ بحث نقل کیا ہے (۱)۔



(۱) "ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۸، سعيد)
 "وحكى الخطاب في شرح مختصره "خليل" حكاية أخرى غير ما هنا، وتوسع في ذلك ولا يصح شيء من هذا في المرفوع كما قال المؤلف بل كله موضوع.
 وكذا قال السخاوي في المقاصد الحسنة: ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء".
 (المقاصد الحسنة مع هامشه، حرف الميم، رقم الحديث: ۱۰۱۹، ص: ۴۴۱-۴۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"این تقبیل را در بعض کتب فقہ مستحب نوشته اند، نه واجب و نه سنت، مثل کنز العباد، و خزائن الروایات و جامع الرموز، و فتاویٰ صوفیہ و غیرہ، مگر در اکثر کتب فقہ معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، در آن کتب کہ در انہا این مسئلہ مذکور است غیر معتبر اند۔ چنانکہ جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و غیرہ این وجہ کہ درین کتب رطب یا بس بلا تنقیح مجتمع است، تفصیل آن در رسالہ من النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير" موجود است۔ دریں باب فقہاء نقل میکنند آنہا تحقیق محدثین صحیح نیستند..... الخ"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ: ۴/۳۲۵، رشیدیہ)

(میلا دوسیرت کی محافل اور عرس کا بیان)

مروجہ میلا د کا حکم

سوال [۹۹۸۶]: اگر ہم جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں آپ کے تذکرہ کے لئے ایک محفل منعقد کریں، جس میں آپ کے اور دیگر اولیاء کے حالات بیان کئے جائیں، خصوصاً آپ کے مولود کے وقت کے حالات کو بیان کریں اور اسے باعث برکت سمجھیں اور مولود کے بعد آپ کی تشریف آوری کا اعتقاد رکھیں، تو ایسی مجلس کا منعقد کرنا کیسا ہے؟ اور اگر ہم آپ کی تشریف آوری کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے بھی محض آپ کے اسم گرامی کو بھی باعث برکت سمجھتے ہوئے ادب سے کھڑے ہو کر سلام اور درود بھیجیں، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ باہم مجلس کے منعقد کرنے کا اہتمام نہ کریں، بلکہ بے اہتمام لوگ جمع ہو جائیں اور ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ مبارک کرنے لگیں، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی عبادات، نماز، روزہ، حج وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ عبادت، سونے، جاگنے، چلنے، بیٹھنے، حضور و سفر وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ دشمنوں سے صلح و جنگ کا ذکر ہو، بلکہ آپ کی بکری، اونٹنی، کمان، زرہ وغیرہ، غرض ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا ذکر ہو، بلاشبہ باعث خیر و برکت اور موجب اجر و ثواب ہے (۱)۔ جب تک اس میں کوئی غیر ثابت چیز داخل و لازم نہ کی جائے اور دیگر خلاف شرع عوارض سے پاک صاف ہو۔ درود شریف اور سلام کے فضائل بے شمار احادیث میں مذکور ہیں (۲)۔

(۱) ”نفس ذکر میلا و فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“

(براہین قاطعہ، ص: ۴، دارالاشاعت)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من صلى عليّ واحدة، صلى الله عليه عشرًا“ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم)

= (۱/۵، قدیمی)

قرآن پاک میں بھی یہی حکم ہے (۱)۔

آج کل محفل میلاد شریف کا بعض جگہ رواج ہے، اس میں بہت سی غیر مشروع چیزیں داخل و لازم ہو گئی ہیں اور اس نام سے جو مجلس کی جاتی ہے، اس کی ابتداء ۶۰۰ھ کے بعد شروع ہوئی (۲)، اس سے پہلے نہیں ہوتی تھی، اسی وقت سے علماء حق نے اس کو منع کیا ہے، چنانچہ علامہ محدث ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدخل میں بتیس صفحات میں اس کے شرعی قبائح بیان فرمائے ہیں (۳)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ بھی بے اصل اور بلا دلیل ہے، احادیث میں مذکور ہے کہ ”صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ حجرہ مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، تو صحابہ کرام تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، اس پر فرمایا کہ میرے لئے قیام نہ کرو“ (۴)۔ جب ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود قیام سے منع فرمادیا گیا تو پھر ایسی محفلوں میں قیام کی کہاں گنجائش ہے، صحابہ کرام کی نظروں میں

= ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى علي صلاة واحدة، صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات“، (سنن النسائي، كتاب السهو، باب الفضل في الصلاة على النبي: ۱/۱۹۱، قديمي)

(وسنن ابن ماجه، إقامة الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۶۵، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب: ۵۶)

(۲) (الحاوي للفتاوى، حسن المقصد في عمل المولد، ص: ۲۰۰، رشيدية)

(۳) (المدخل لابن الحاج المكي، فصل في المولد: ۳/۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) ”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم متكئا على عصا، فقمنا له، فقال: ”لا تقوموا كما يقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً“، (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۲/۷۱۰، مكتبة دار الحديث ملتان)

(و كذا في جمع الفوائد، باب العطاس والتأوب والمجالسة: ۳/۳۵۲، رقم الحديث: ۷۷۸۰، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي أمامة الباهلي: ۳۳۷/۶، رقم الحديث: ۲۱۶۷۷،

دار إحياء التراث العربي بيروت)

بلکہ دلوں میں کوئی بھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں تھا، مگر جب آپ کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے (۱)۔ کیونکہ یہ قیام ناگوار تھا البتہ وعظ اور قرآن پاک و حدیث شریف کی ہدایات سنانے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے، پھر صحیح حالات و کمالات اور ہدایات بیان کیا کریں اور زیادہ سے زیادہ اصلاح کی فکر میں لگ جائیں۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۷ھ۔

میلا دمروجہ اور ختنہ کی دعوت

سوال [۹۹۸۷]: لوگ میلا دکر تے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شب میں ختنہ کراتے ہیں، گویا کھانے میں میلا د اور ختنہ دونوں کی نیت ظاہر ہو رہی ہے، ایسی صورت میں مولوی صاحب جو میلا د پڑھانے کے لئے مدعو ہیں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ پر لوگوں کو بلانا اور دعوت کرنا شرعاً ثابت نہیں (۲)، میلا دمروجہ میں بھی چند خرابیاں ہیں۔ مثلاً: اس میں جو روایات سنائی جاتی ہیں وہ اکثر محدثین کے نزدیک موضوع یعنی غلط ہیں، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جو شخص ایسی بات منسوب کرتا ہے، جو کہ آپ نے نہیں فرمائیں، اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے (۳)۔ اس لئے ایسی مجلس نہ کی جائے، البتہ کسی محقق متبع سنت عالم کا وعظ کرایا جائے۔ جس میں ولادت

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وكانوا إذا رأوه لم يقوموا، لما يعلمون من كراهيته لذلك“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب القيام، الفصل الثاني: ۲/۴۰۳، قديمی)

(و جامع الترمذي، أبواب الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ۲/۱۰۴، سعيد)

(۲) ”فأما الدعوة في حق فاعلها، فليست لها فضيلة تختص بها لعدم ورود الشرع بها“۔ (المغني لابن

قدامة، كتاب الوليمة، حكم الدعوة إلى الختان والإجابة إليها: ۸/۱۱۸، دار الفكر)

(۳) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من كذب على

متعمداً فليتبوا مقعده من النار“۔ (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله

شریفہ کا بھی ذکر ہو اور اخلاق، اعمال، اقوال، عبادات، معاملات کا بھی ذکر ہو تو بہتر۔ اس سے اتباع سنت کی توفیق ہوگی اور خلاف چیزوں سے بچنے اور اپنی زندگی کو سدھارنے کی بھی روشنی ملے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

دعوت و میلاد

سوال [۹۹۸۸]: زید ایک مولوی صاحب کی دعوت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے یہاں شام کا یا صبح کا کھانا کھا لینا، چنانچہ مولوی صاحب جاتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور زید کھلانے کے بعد بطیب خاطر مولوی صاحب کو کچھ پیسے دیتا ہے، مگر زید اپنی خوشی سے دیتا ہے، مگر ایسے مواقع کے اندر مولوی صاحب کو کچھ دینے کا رواج ضرور ہے اور اس کے بعد رخصت کے وقت کچھ روپیہ پیسہ دے کر مولوی صاحب کو خوش کرتا ہے، ان صورتوں کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور میلاد النبی کا جائز طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض خوشی یا ثواب کے لئے دعوت کرنا یا کچھ رقم دینا درست ہے، مگر وعظ کرا کے اس کا معاوضہ دینا شرعاً درست نہیں، اگر وعظ کے لئے مستقل طور پر وعظ کی تشکیل اور ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے ملازم رکھا جائے، تو یہ جائز ہے (۱)،

= تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱/۱، قدیمی)

(وصحیح مسلم، مقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۷/۱، قدیمی)
(وکذا فی جامع الترمذی، أبواب العلم، باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۹۴/۲، سعید)

(۱) "الاستئجار علی الطاعات کتعلیم القرآن، والفقه، والتدریس، والوعظ لایجوز أي: لایجب الأجر" قال الإمام الفضلي: والمتأخرون علی جوازه..... والحيلة أن يستأجر المعلم مدة معلومة ثم يأمره بتعليم ولده". (الفتاویٰ البرازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الإجارة، نوع فی تعلیم القرآن والحرف: ۳۷/۵، ۳۸، رشیدیہ)

(وکذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، کتاب الإجارة، مطلب: استأجره لیوم الناس: ۱۱۲/۲، مکتبه

طریقہ مروجہ پر مجلس مولود منعقد کرنا اور اس میں مولود خوانی کرنا شرعاً ممنوع ہے (۱) اور فی نفسہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جو کہ معتبر حدیثوں میں موجود ہے، بلا تعین تاریخ اور التزام ہیئت، وبلا انضمام منکرات شرعیہ وبدون فساد عقائد، خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا عبادات ومعاملات، جہاد، نکاح وغیرہ کا ذکر ہو، بلا تردد، درست وباعث ثواب اور موجب خیر وبرکت ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: ”تبلیغ الحق“ (۲)

”مدخل“ (۳)، ”براہین قاطعہ“ (۴)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۷/۶۰ھ۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چراغاں کرنا

سوال [۹۹۸۹]: جو لوگ بارہ ربیع الاول، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدائش کے دن

= (و کذا فی رسائل ابن عابدین، رسالہ: شفاء العلیل: ۱/۱۶۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) ”والموالد والأذکار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة، وذكر، وصلوة وسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه، وعلى شرب بل شرور لولم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شر، لكنها قليل نادر. ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المقررة المشهورة أن درء المفسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص أثم“. (الفتاوى الحديثية، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلوات التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، قديمي)

”فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربیع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة الخ“۔ (المدخل، فصل في المولد: ۳/۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”وأقبح منه النذر بقراءة المولد في المنابر، ومع اشتماله على الغناء واللعب الخ“۔ (رد المحتار، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف: ۲/۴۴۰، سعید)

(۲) (تبلیغ الحق، ص: ۸۹۷، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۲/۲۲۵، ادارہ الفاروق کراچی)

(۳) (المدخل لابن الحاج المکی، فصل في المولد: ۲/۲-۱۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۴) (براہین قاطعہ بجواب أنوار سعاطعہ، مؤلفہ: مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، مقید میں حکم قید کی طرف رائج ہوتا ہے: اس قاعدے کا مطلب، ص: ۴۹، دارالاشاعت)

مسجدوں اور گھروں میں روشنی کرتے ہیں اور شیرینی تقسیم کرتے ہیں، کیا شرعاً درست ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ علیہم سے ثابت نہیں، اس سے پورا اجتناب کیا جائے (۱)، اپنی پیدائش کے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل و نذر اور شہادت کی محافل منعقد کرنا

سوال [۹۹۹۰]: امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس نام لے کر اگر کوئی یہ کہے کہ نذر

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمی)

”قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: أي: أنشأ واخترع، وأتى بأمر حديث من قبل نفسه..... (مالييس منه) أي: رأيا ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد) أي: مردود على فاعله لبطالته“۔ (فيض القدير: ۵۵۹۲/۱۱، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبة نزار رياض)

(و كذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۳۶۵/۱، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۲۰، رشيدية)

(۲) ”عن أبي قتادة رضي الله تعالى عنه قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن صوم الاثنين، فقال: ”فيه ولدت، وفيه أنزل علي“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الأول: ۱۷۹/۱، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الصوم، باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء، والاثنين والخميس: ۳۶۸/۱، قديمی)

(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي قتادة الأنصاري رضي الله تعالى عنه: ۴۰۵/۶، رقم الحديث: ۲۲۰۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل ہے اور نذر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لنگر ہے، تو اغنیاء و فقراء سب ہی مسلمان اس طعام اور سبیل کو، جس کو امام عالی مقام کے مقدس نام سے منسوب کیا گیا ہے، بخیاں تبرک استعمال کر سکتے ہیں اور ذکر حسین کی محفل اور شہادت حسین کی محفل منعقد کرنا اور ان کا غم کرنا اور ان کے علوم مرتب کو یاد کر کے اور ان کا ذکر سن کر خوش ہونا اور فخر کرنا اور خوشنودی اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اور ان کے محامد بیان کرنے کے لئے اگر محفل منعقد کی جائے، تو پہلے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محامد بیان کئے جائیں، پھر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات عالیہ صحیح روایات سے بیان کئے جائیں تاکہ ان کی حق گوئی و حق پسندی کی دوسروں کو بھی رغبت ہو اور جرأت پیدا ہو، شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی لکھا ہے (۱)، اس طریق کو اختیار کرنے سے تشبہ بالروافض نہیں ہوگا، ایسی مجلس کو ماتم اور نوحہ سے بھی پاک صاف رکھا جائے کہ شرعاً ماتم اور نوحہ سے سخت ممانعت ہے (۲)، غیر اللہ کے

(۱) ”وأفضل الناس بعد النبيين عليهم الصلاة والسلام أبو بكر الصديق، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان ذو النورين، ثم علي بن أبي طالب المرتضى رضوان الله عليهم أجمعين، عابدين ثابتين على الحق ومع الحق نتولاهم جميعاً، ولا نذكر أحداً من أصحاب رسول الله إلا بخير.

وقال الملا علي القاري في شرحه: ”وفي شرح العقائد: ”على هذا الترتيب وجدنا السلف، والظاهر أنه لو لم يكن لهم دليل هناك لما حكموا بذلك، وكأن السلف كانوا متوفقين في تفضيل عثمان على علي رضي الله تعالى عنه حيث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الحسينين.“ (الفقه الأكبر مع شرحه، ص: ۶۱، ۶۲، قديمی)

(۲) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ليس منا من ضرب الخدود، وشق الجيوب، ودعا بدعوى الجاهلية.“ (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب: ۱/۱۷۲، قديمی)

”أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”النياحة إذا لم تتب قبل موتها، تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من حرب.“ (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التشديد في النياحة: ۳۰۳/۱، قديمی)

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم النائحة والمستمعة.“ (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في النوح: ۹۰/۲، إمداديه)

نام کی نذر کا عام مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے، شرعاً اس کی اجازت نہیں، غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دی جائے یا نذر مانی جائے، یہ سخت معصیت اور ایک قسم کا شرک ہے۔

بحر (۱) شامی (۲) وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، لہذا اس سے پورا اجتناب کیا جائے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب مقصود ہو تو دین کا کوئی بھی کام کر کے ثواب پہنچا دینا بہتر ہے (۳)۔ مثلاً: مسجد بنوادی جائے، مسجد میں چٹائی بچھا دی جائے، پانی کا انتظام کر دیا جائے، مدرسہ بنوادیائے، قرآن پاک اور دینی کتابیں مدرسہ میں وقف کر دی جائیں، یا پڑھنے والوں کو دے دی جائیں، حج کرادیا جائے، غریب حاجت مند کے کھانے کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام کر دیا جائے، قرآن، تسبیح نماز پڑھ کر بھی ثواب پہنچایا جاسکتا ہے۔

غرض جس قدر بھی اخلاص سے ہو، زیادہ فائدہ مند ہے۔ مروجہ سبیل تو رسمی طریق پر کی جاتی ہے کہ اس روز حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیا سے شہید ہوئے، لہذا پانی اور شربت پلایا جائے، حالانکہ نہ ان کے پاس یہ پانی پہنچتا ہے نہ شربت، نہ ان کو اس کی حاجت، ان کو جنت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں ملتی ہیں، جن کے سامنے اس پانی

(۱) "وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية، فيأتي بعض الصلحاء، فيجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان! إن رد غائب أو عوفي مريض، أو قضيت حاجتي، فلك من الذهب ومن الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه، منها: أنه نذر لمخلوق. والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق. ومنها: أن المندور له ميت، والميت لا يملك. ومنها: أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر." (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۵۲۰/۲، رشيديه)

(۲) "اعلم أن النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام إلى ضرائح الأولياء الكرام تقريباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام." (الدر المختار، كتاب الصوم: ۴۳۹/۲، سعيد)

(۳) "الأصل: أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره الخ، سواء كانت صلاة، أو صوماً، أو صدقة، أو قراءة، أو ذكراً، أو طوافاً، أو حجاً، أو عمرة، أو غير ذلك." (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، سعيد)

(و كذا في الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، شریعت علمیه)

اور شربت کی کوئی حیثیت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۸۷ھ۔

۱۲/ ربیع الاول پر عید الاضحیٰ کو ترجیح دینا

سوال [۹۹۹۱]: اہل اسلام کے نزدیک قرآن وحدیث شریف میں بارہ ربیع الاول کو زیادہ اہمیت وعظمت وفضیلت حاصل ہے یا یوم عید الاضحیٰ کو کیوں کہ تمام اسلامی تقریبات کا حصول حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باجود کے صدقے اور طفیل میں ہے۔

۲..... اگر کوئی شخص بلا دلیل یوم عید الاضحیٰ یا کسی اور تقریب کو ۱۲/ ربیع الاول پر ترجیح دیتا ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً حسن ہے یا قبیح ہے اور وہ قابل تسلیم لائق تعمیل ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... عید الاضحیٰ کے متعلق شریعت نے احکام تجویز فرمائے ہیں، یہ یوم النحر ہے، رات مزدلفہ میں گزار کر صبح کو منیٰ میں پہنچ کر شیطان کے کنکری ماری جاتی ہے، سرمنڈایا جاتا ہے، قربانی کی جاتی ہے، طواف زیارت کیا جاتا ہے (۱)، ان مشاغل کی وجہ سے حاجی سے نماز عید بھی ساقط ہے، حج ایسا فریضہ ہے کہ اس کے ادا کرنے سے تمام گناہ معاف ہو کر آدمی ایسا ہو جاتا ہے، جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو (۲)۔

(۱) ”إذا غربت الشمس أتى مزدلفة وإذا أسفر جداً أتى منى ورمى جمرة العقبة ثم

بعد الرمي ذبح إن شاء؛ لأنه مفرد، ثم قصر وحلقه أفضل ثم طاف للزيارة يوماً من أيام النحر“.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في الدفع من عرفات: ۵۰۸/۲-۵۱۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۶۰۰/۲، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحج، فصل في الإحرام: ۵۰۵/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما

ولدت أمه“۔ (سنن ابن ماجه، المناسك، باب فضل الحج، ص ۴۱۹، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة، ص: ۵۶۹، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الأول، ص ۴۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

بارہ ربیع الاول کے متعلق شریعت نے ایسے احکام تجویز نہیں کئے، نفلی روزہ اس دن رکھ لیا جائے تو بہتر ہے، پیر کے روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامۃً روزہ رکھتے تھے (۱)، ارشاد بھی فرمایا تھا کہ اس دن میری ولادت ہوئی ہے (۲)، اس تفصیل سے امید ہے کہ سوال خود بخود حل ہو جائے گا۔

۲..... جواب نمبر ۱ کے بعد شاید اس سوال کی ضرورت نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۹ھ۔



(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها، قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصوم الاثنين والخميس“.

(سنن النسائي، كتاب الصيام، باب صوم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۳۲۵، دارالسلام)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب صيام يوم الاثنين والخميس، ص: ۲۴۸، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الثاني: ۳۸۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سئل عن صوم الاثنين؟ فقال: ”فيه ولدت، وفيه أنزل

علي“ (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام، ص: ۴۷۸، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الثاني: ۳۸۶/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(مخصوص ایام کی مروجہ بدعات کا بیان)

شب ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا

سوال [۹۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ بعض علاقوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم پیدائش اور شب معراج میں رات بھر مسجدوں میں گزارتے ہیں اور عبادت و دعا میں پوری رات بیدار رہتے ہیں، حتیٰ کہ کبھی بھی مسجدوں کا رخ نہیں کرتے اور ان دنوں میں پورے عابد بن جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان راتوں سے پوری رات کی عبادت کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے یا نہیں؟ نیز اس خصوصی عبادت کا حکم کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں بخاری شریف کی یہ روایت مکمل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا، جب لوگوں نے اجتماعی حالت میں کثرت سے ادا کرنا شروع کیا، تو اس حالت میں عبادت کرنا کہیں بدعت میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

یوم پیدائش یا شب پیدائش میں یا شب معراج میں بیدار رہ کر تمام رات خصوصیت سے عبادت کرنا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، جن راتوں میں مثلاً: شبِ برات و شبِ عید وغیرہ میں بیدار رہ کر عبادت کرنا ثابت بھی ہے، ان میں بھی مسجد میں اجتماعی طور پر شب بیداری کرنے کو فقہاء نے ممنوع و بدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ مراقی الفلاح، ص: ۲۴۱ (۱) پر

(۱) ”ویکرہ الاجتماع علی إحياء ليلة من الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه. فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، منهم عطاء وابن ملكية وفقهاء أهل المدينة وأصحاب مالک وغيرهم وقالوا: ذلك كله بدعة اهـ.“ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل =

تصریح ہے، لہذا طریق مذکورہ کو بند کیا جائے، اپنی اپنی جگہ پر جس کو جب بھی توفیق ہو، بلا کسی قید کے جتنی عبادت کر لے، عین سعادت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۱ھ۔

شبِ برات و شبِ معراج میں لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت کرنا

سوال [۹۹۹۳]: شبِ برات و شبِ معراج کی راتوں کو مسجد کے قریبی مدرسہ میں نماز کے وقتوں کے بعد ساری رات تلاوت قرآن لاؤڈ اسپیکر پر کرنا، جس کی آواز ساری بستی میں پہنچتی ہے، از روئے شریعت جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کی فضیلت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تلاوت کلام پاک خالص باری تعالیٰ کی عبادت ہے، لہذا اس میں ریا اور سُمعہ سے بچنا ضروری ہے، نیز قرآن جبراً پڑھنے میں کسی کی نماز وغیرہ میں خلل نہ آوے، اس کا خیال رکھنا بھی نہایت اہم ہے، اگرچہ قرآن شریف کا زور سے پڑھنا افضل ہے، لیکن بلند آواز سے پڑھنے میں ریا کا یا سُمعہ کا خوف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے یا وظیفہ پڑھنے والے کو تکلیف ہو، تو آہستہ پڑھنا چاہیے۔

شبِ قدر اور پندرہویں شعبان کو قرآن مکبر الصوت میں پڑھنے سے بہت سے اس شب میں نفل پڑھنے والے، درود شریف پڑھنے والے یا وظائف پڑھنے والے ہوتے ہیں، نیز شب کو سب لوگ بیدار نہیں رہتے اور نہ پوری شب بیدار رہنا ضروری ہے۔ لہذا ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اور ان کی نیند میں خلل پیدا ہونے کا قاری القرآن سبب بنتا ہے اور گنہگار ہوتا ہے، نیز بلند آواز سے پڑھنے پر سننا ضروری ہو جاتا ہے اور سماع

= في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في

أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد“ (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور

فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشیدیہ)

(وكذا في غنية المستملي (المعروف الحلبي الكبير)، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

سے اعراض والا گنہگار ہو جاتا ہے، جس کا سبب قاری القرآن بنتا ہے، لہذا ان امور الصدر کے پیش نظر مکبر الصوت پر قرآن پڑھ کر دور تک آواز پہنچانا درست نہیں ہے، نیز شب قدر اور شب برأت جیسی راتوں میں اجتماعاً قرآن خوانی کو فقہاء اہل سنت والجماعت نے مکروہ لکھا ہے، لہذا تنہا پڑھنا افضل ہے اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ پس اجتماعاً شب بیداری نہیں کرنا چاہیے۔

”لا یقرأ جہراً عند المشتغلین بالأعمال، الأفضل فی قرأۃ القرآن

خارج الصلاة الجهر“ عالمگیری: ۵/۳۱۶ (۱)۔

”ولو كان القارئ واحداً فی المكتب يجب علی المارین الاستماع،

صبي یقرأ القرآن فی البيت وأهله مشغولون بالعمل یعذرون فی ترک

الاستماع“ عالمگیری: ۵/۳۱۷ (۲)۔

”وعلى هذا لو قراء علی السطح والناس نيام یأثم (قارئ) أي: لأنه

یکون سبباً لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذیهم بإيقاظهم. ونقل الحموي

عن أستاذه قاضي القضاة یحیی الشهير عن قاضي زاده أن له رسالة حقق

فیها: أن سماع القرآن فرض عین“۔ شامی شرح درمختار: ۱/۵۷۰ (۳)۔

”ویکره الاجتماع علی إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذکرها فی

المساجد وغيرها؛ لأنه لم یفعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأصحابه

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبیح والقراءة:

۵/۳۱۶، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبیح والقراءة:

۵/۳۱۷، رشیدیہ)

(و کذا فی الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص: ۴۹۷، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض

کفاية: ۱/۵۴۶، سعید)

فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز“. مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح،

ص: ۳۲۶ (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

شبِ برأت کو جمع ہو کر عبادت کرنا

سوال [۹۹۹۲]: شبِ برأت میں بعد نماز عشاء قرآن خوانی ہوتی ہے اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے، تقریر

ہوتی ہے، لوگ قبرستان جاتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شبِ برأت میں نوافل پڑھنا، تلاوت کرنا، چپکے سے قبرستان جا کر اموات کے لئے دعائے مغفرت

کرنا عمدہ بات اور مفید ہے، کارِ ثواب ہے، لیکن اس کے لئے اجتماع کرنا اور اس کو تقریب بنانا غلط ہے (۲)۔

۱۵/شعبان کو روزہ رکھنا بھی روایت میں ہے (۳)۔

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی تحیۃ المسجد وصلاة الضحیٰ

وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشیدیہ)

(۲) ”ویکبره الاجتماع علی إحياء ليلة من الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء.....، وقالوا: ذلك كله بدعة اھ“. (مراقی الفلاح،

کتاب الصلاة، فصل فی تحیۃ المسجد وصلاة الضحیٰ وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في

أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد“. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور

فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی غنیۃ المستملی (المعروف الحلبي الكبير)، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۳) ”عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا كانت ليلة النصف =

شبِ برأت کے اعمال، حلوا وغیرہ

- سوال [۹۹۹۵]: یہاں پر علاقہ کوہ کن (چاول کے ملک میں) شعبان کی ۱۵/ تاریخ کو عید سمجھ کر ثواب کی نیت سے چاول کا حلوا بنایا جاتا ہے، تو ایسا حلوا بنانا جائز ہے یا نہیں؟
- ۲..... یہاں ایک عالم صاحب کا قول ہے کہ ۱۵/ تاریخ کو شعبان کو ہلکی غذا کھا کر اس رات کو مسجد میں آنا جائز ہے، یعنی چاول کا حلوا ہلکی غذا ہے، یہ کہنا سچ ہے یا غلط؟
- ۳..... بہت لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ رسم حلوا ہمارے بڑے بزرگوں کا ہے، اس کو ہم ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، تو یہ رسم شعبان میں کر سکتے ہیں یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز؟
- ۴..... اس عالم کا قول یہ ہے کہ خطبہ مواعظ الحسنات اور بہشتی زیور اور دوسری فقہ کی کتابوں میں جو لکھا ہے کہ حلوا پکا کر کھانا منع ہے، یہ قابل سنت نہیں ہے، یہ اختلافی مسائل ہیں، ایسی کتابوں کو باہر مت نکالو، یعنی مت پڑھو، مجھے قرآن کے ثبوت کی ضرورت ہے، ایسے عالم کے لئے آپ کا کیا کہنا ہے؟ یہ کس عقیدے کا ہے؟
- ۵..... جو عالم قرآن ہی کو سند مانتا ہے اور دوسری کتابوں کو مانتا نہیں، اس کے لئے فتویٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس کو عید سمجھ کر ثواب کی نیت سے چاول کا حلوا بنانا بے اصل اور غلط ہے (۱)۔

= من شعبان، فقوموا لیلہا، وصوموا یومہا فإن الله تعالى ينزل فیہا لغروب الشمس الخ“ (سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان: ۹۹/۱، قدیمی)

(ومشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب قیام شهر رمضان، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها: من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد“ (صحيح البخاري، کتاب

الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)

”كل مباح يؤدي إلى زعم الجاهل سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه، كتعيين السورة للصلاة

وتعيين القراءة موقت“ (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة، مطلب: كل

مباح يؤدي إلى زعم الجاهل: ۳۶۷/۲، المكتبة الميمنة، مصر)

”فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مكروه“ (سباحة=

۲..... اس کو شرعی سمجھنا غلط ہے، البتہ اس رات کو نوافل پڑھنا، تلاوت کرنا، دعا کرنا ثابت ہے (۱)۔ وہاں بھی مجمع نہ کیا جائے، قبرستان میں مخفی طور پر جانا بھی ثابت ہے، وہاں بھی مجمع نہ کیا جائے۔

۳..... جو رم غلط ہو، اگرچہ بڑوں نے کی ہو، وہ قابل ترک ہے (۲)۔

۴..... کسی چیز کو ثواب سمجھنے اور بطور عبادت کرنے کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے، ان عالم صاحب سے دریافت کیا جائے کہ کون سی دلیل سے ثابت ہے، شرعی دلیل چار ہیں: قرآن پاک، حدیث شریف، اجماع، قیاس مجتہد (۳)۔

جو چیز ان میں سے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، وہ ثواب نہیں، عبادت نہیں، اس کے عبادت نہ ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہاں! جو شخص ایسی چیز کو عبادت کہے، اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

= الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الأول، تحت الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللکنوی: ۴/۹۰، إدارة القرآن

(۱) ”عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها وصوموا يومها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له؟ ألا مسترزق فأرزقه الخ“ (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث: ۱/۱۱۵، قديمی)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قديمی)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) ”فإن أصول الفقه أربعة: كتاب الله، وسنة رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، وإجماع الأمة، والقياس“ (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمی)

”(اعلم أن أصول الشرع ثلاثة) والأصول جمع أصل والمراد بها ههنا الأدلة والشرع إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس أي: أدلة الأحكام المشروعة الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس“ (نور الأنوار، ص: ۴، ۵، سعيد)

”فإن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة والأصل الرابع القياس المستنبط من هذه الأصول الخ“ (الحسامي، ص: ۴، قديمی)

۵..... کیا حدیث شریف کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور اجماع کا بھی منکر ہے اور قیاس مجتہد کو بھی نہیں مانتا، اگر ایسا ہے تو وہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور گمراہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔
الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

شبِ معراج کی رسوم

سوال [۹۹۹۶]: ہمارے یہاں شبِ معراج میں چند باتیں خصوصی طور پر کرتے ہیں، جو مذکور ہیں، اس میں صحیح اور غیر صحیح کو واضح فرمائیں۔

۱..... اس رات مسجد کی طرف سے کوئی شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور بتیاں ضرورت سے زائد جلاتے ہیں۔
۲..... اس رات میں امام یا کسی سے تقریر کراتے ہیں، بعد ازاں لوگ نوافل میں مشغول ہوتے ہیں، اس میں ایک غلطی یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس رات میں نوافل یا قضائے عمری پڑھتے ہیں، اس میں ثواب کی کثرت سمجھتے ہیں، اگر امام اس رات اس وجہ سے کہ ثواب زیادہ سمجھتے ہیں، لہذا وہ تقریر نہ کریں، تو کون سا راستہ صحیح ہے؟
احادیث میں اس رات کو خصوصی طور پر گزارنے کی جیسا کہ شبِ قدر یا شبِ معراج کے متعلق بھی آیا ہے تو وضاحت فرمائیں۔

(۱) ”وفي الخلاصة: من رد حديثا قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر، أقول: هذا هو الصحيح إلا إذا كان رد حديث الأحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار.“ (شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في القراءة والصلاة، ص: ۱۶۶، قدیمی)

”فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده (أي الإجماع)، فإنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت، ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعاً؛ لأن مناط التكفير وهو التكذيب أو الاستخفاف عند ذلك يكون، أما إذا لم يعلم فلا، إلا أن يذكر له أهل العلم ذلك فيلج.“ (رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في منكر الإجماع: ۲۲۳/۴، سعید)

”(و حكمه في الأصل أن يثبت المراد به شرعاً على سبيل اليقين) يعني أن الإجماع في الأمور الشرعية في الأصل يفيد اليقين والقطعية فيكفر جاحده..... الخ.“ (نور الأنوار، باب الإجماع، ص: ۲۲۱، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

۲،۱..... نوافل کا پڑھنا ہر شب میں درست اور موجب ثواب ہے، شبِ معراج میں پڑھنے پر زیادتی ثواب کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، نہ تقریر کا اہتمام ثابت ہے، زیادہ بتیاں جلانا اسراف ہے، جس کی ممانعت صراحتاً مذکور ہے (۱) تبرک کی تقسیم بھی ثابت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۹ھ۔

۲۷ رجب اور ۱۲ ربیع الاول کو تقریر اور جلسہ

سوال [۹۹۹۷]:..... شبِ معراج میں بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے، معراج شریف کے بیان پر روشنی ڈالی جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے، بدعت تو نہیں ہے؟

۲..... ۱۲ ربیع الاول کو بھی بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے اور قرآن کریم ختم کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، دودھ بالٹی میں جمع کر کے آگ لگائی جاتی ہے، پھر وہ دودھ سب بچوں کو پلایا

(۱) ”من البدع المنكرة ما يفعل في كثير من البلدان من إيقاد القناديل الكثيرة العظيمة والسرف في ليال معروفة من السنة قليلة النصف من شعبان، فيحصل بذلك مفسد كثيرة: منها مضاهاة المجوس في الاعتناء بالنار في الإكثار منها. ومنها: إضاعة المال في غير وجهه..... وفي شرح المذهب للإمام النووي رحمه الله تعالى: وصرح أئمتنا الأعلام رضي الله تعالى عنه: بأنه لا يجوز أن يزداد على سراج مسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره؛ لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها“. (تنقيح الفتاوى الحامدية، فوائد ومسائل شتى من الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنكرة إيقاد القناديل الكثيرة: ۳۵۹/۲، المكتبة الحقانية)

”ومن المفسد ما يجعل في الجوامع من إيقاد القناديل، وتركها إلى أن تطلع الشمس وترتفع، وهو فعل اليهود في كنائسهم، وأكثر ما يفعل ذلك في العيد، وهو حرام“. (غمز عيون البصائر، شرح الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۱۹۲/۳، رقم: ۲۱۳۷، إدارة القرآن کراچی)

”الاستفسار: إسراج السراج الكثيرة الزائد عن الحاجة ليلة البراءة أو ليلة القدر في الأسواق والمساجد كما تعارف في أمصارنا، هل يجوز؟“ الاستبشار: ”هو بدعة كما في خزائن الروايات عن القنية“. (نفع المفتي والسائل، كتاب الحظر والإباحة، المتفرقات من مجموعة رسائل عبدالحی الکنوی: ۱۹۸/۴، إدارة القرآن کراچی)

جاتا ہے، یہ بدعت تو نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس شب میں کوئی مخصوص عمل مسنون نہیں، جیسا کہ اور راتوں کا حال ہے، وہی اس کا حال ہے، اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہ کی جائے (۱)۔

۲..... حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات کا بیان کرنا اور سننا عین سعادت ہے اور تقاضائے ایمان ہے، اس شب کے ساتھ اس کو خاص کرنا بڑی کوتاہی ہے، جو صورت سوال میں تحریر ہے، یہ نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں مذکور ہے، ایسی چیز کو ثواب اور قربت سمجھ کر عمل کرنا غلط ہے، اس میں شرکت نہ کی جائے، نرمی اور شفقت سے سمجھا کر اصلاح کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم شعبان/۱۴۰۰ھ۔

کون سی راتیں افضل ہیں؟

سوال [۹۹۸]: شب بیداری کے لئے کتنی راتوں کی حدیث میں فضیلت آئی ہے، کیا شب معراج بھی اس میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رمضان کے اخیر عشرہ کی راتیں خاص کر لیلۃ القدر، عیدین کی راتیں، عشرہ ذی الحجہ کی راتیں، نصف

(۱) ”ویکثره الاجتماع على إحياء ليلة من الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه. فأنكره أكثر العلماء.....، وقالوا: ذلك كله بدعة آه.“ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحیٰ وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قدیمی)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد.“ (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قدیمی)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹۳/۲، رشیدیہ)

شعبان کی رات، مگر ان راتوں میں مسجد میں اجتماعی صورت اختیار نہ کی جائے، نور الایضاح ومراقی الفلاح وطحطاوی میں فصل فی بیان النوافل کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

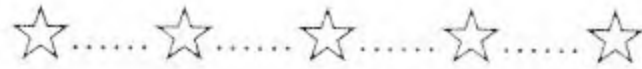
عید کارڈ

سوال [۹۹۹۹]: عید کارڈ بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۹۹ھ۔



(۱) ”(وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان) لما ورد عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا دخل العشر الأخير من رمضان أحيا الليل (و) ندب (إحياء ليلتي العيدين) الفطر والأضحى لحديث ”من أحيا ليلة العيد أحيا الله قلبه يوم تموت القلوب“ (و) ندب إحياء (ليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان)“۔ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۹، ۴۰۰، قديمی)
(و کذا في رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في إحياء ليالي العيدين والنصف: ۲/۲۵، سعيد)

(و کذا في الحلبي الكبير، قيام الليل، ص: ۴۳۲، سهيل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال المفتي رشيد أحمد اللههيانوي رحمه الله تعالى:

”عید کارڈ سے اگر فخر و نمود مقصود ہو تو بلاشبہ ناجائز ہے اور اگر اس سے محض زینت اور دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو، تو یہ آرائش و زیبائش میں داخل ہے جو بلاشبہ جائز ہے۔ بلکہ إلقاء السرور في قلب المؤمن کے تحت باعث ثواب ہے۔
(احسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، رسوم مروجہ، عید کارڈ کا حکم: ۸/۱۴۷، سعید)

کتاب العلم

ما يتعلق بطلب العلم

(طلب علم کا بیان)

قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب

سوال [۱۰۰۰۰]: اگر کوئی کسی کو قرآن پاک پڑھائے اور پڑھنے والا کامیاب ہو، تو پھر اس کو کیا فائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم کا ثواب تو ملے گا ہی، اگر اخلاص ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیمیا

سوال [۱۰۰۰۱]: علم کیمیا (۲) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، اگر معلوم ہو جاوے، تو کرنا

چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہً تانبا سونا بن جائے اور دھوکہ نہ ہو، تو جیسے دوسری صنعتیں جائز ہیں، یہ بھی جائز ہے، مگر ماہرین

(۱) ”طلب العلم والفقہ إذا صحت النية أفضل من جميع أعمال البر. وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا

صحت النية؛ لأنه أعم نفعاً لكن بشرط أن لا يدخل النقصان في فرائضه.“ (الفتاویٰ البزازیة، کتاب

الاستحسان: ۳۷۸/۶، رشیدیہ)

(۲) ”علم کیمیا: چیزوں کے اجزا اور بناوٹ کا علم، رنگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۵۵، فیروز سنز لاہور)

سے عامۃً ایسا سنا ہے کہ ایک انچ کی کسر رہ جاتی ہے اور اس شغل میں لگنے والوں کو عموماً پیسے والا نہیں دیکھا، بہت تنگ حال میں دیکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

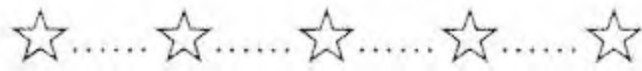
اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا

سوال [۱۰۰۰۲]: کسی شخص کی بیوی تعلیم یافتہ ہے، شوہران پڑھ ہے، شخص مذکور اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ استاذ شاگرد کے حقوق کیسے ادا ہوں، تحریر فرمادیتجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی سے بھی دین حاصل کر سکتے ہیں، جہاں تک استاذ ہونے کا تعلق ہے، اس کا احترام کریں اور جہاں تک بیوی کا تعلق ہے، دوسرا معاملہ بھی اس کے ساتھ درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۱۳۹۹ھ۔



(۱) شوہر کا مقام استاد سے بھی بڑھ کر ہے، لہذا بیوی استاد ہونے کی صورت میں اس کے احترام کے ساتھ ساتھ شوہران سے منافع زوجیت بھی لے سکتا ہے۔

”وقال الزندویستی حق العالم علی الجاہل، وحق الأستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء، وهو أن لا یفتح الکلام قبله، ولا یجلس مکانه وإن غاب، ولا یرد علیہ کلامه، ولا یتقدم علیہ فی مشیہ، وحق الزوج علی الزوجة أكثر من هذا، وهو أن تطیعه فی کل مباح“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الفصل الأول فی العلم: ۳۵۱/۶، رشیدیہ)

”وحق الزوج علی الزوجة أن تطیعه فی کل مباح یامرها به“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح،

باب القسم: ۳۸۵/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الوصایا، مسائل شتی: ۷۶۵/۶، سعید)

(وکذا فی الدر المنقی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب القسم: ۵۵۰/۱، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

سنن ہدیٰ اور سنن زوائد

سوال [۱۰۰۰۳]: کپڑا وغیرہ یا اور چیزیں داہنی جانب سے شروع کرنا یا اور کام داہنی جانب سے شروع کرنا اور بہت سی سنتیں لکھی ہیں، تو مطلب یہ ہے کہ یہ سنتیں زائدہ ہیں، جیسے نماز وضو وغیرہ میں بتایا ہے، یا سنت مؤکدہ یا مستحب یا زوائد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنن زوائد ہیں، جب کہ ان کا تعلق عادات، معاشرت سے ہو۔ اور سنن ہدیٰ ہیں جب کہ ان کا تعلق عبادات سے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق

سوال [۱۰۰۰۴]: بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حرام اور مکروہ تحریمی میں صرف دلیل کے اعتبار سے فرق ہے، یعنی حرام دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی دلیل ظنی سے، کیا یہ قول صحیح ہے؟

(۱) ”وہی نوعان: الأول سنة الهدى كالجماعة والثاني الزوائد كسير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في لباسه وقعوده فإن هؤلاء كلها لا تصدر منه صلى الله تعالى عليه وسلم على وجه العبادة بل على سبيل العادة“۔ (نور الأنوار، فصل في أحكام المشروعة، بحث سنن الهدى والزوائد الخ، ص: ۱۶۷، سعید)

(و کذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱/۱۰۳، سعید)

(و کذا في النهر الفائق، کتاب الطهارة: ۱/۳۶، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قول صحیح ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۹۲ھ۔

تاویل

سوال [۱۰۰۰۵]: ”کردمی تاویل بکر را خویش را تاویل کن نے ذکر را“ اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شعر کا حاصل یہ ہے کہ اپنے ذہن اور مذاق کی وجہ سے الفاظ قرآن میں تاویل نہ کرو کہ اصل معنی کو بدل کر دوسرے معنی کو مراد لینے لگے، بلکہ اپنے ذہن اور مذاق میں تاویل کرو، کہ اس کو قرآن کے موافق بناؤ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۲ھ۔

لفظ درست نہیں سے کیا مراد ہے؟

سوال [۱۰۰۰۶]: فقہاء جب لفظ ”درست نہیں“ بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور مکروہ

تحریمی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں، مکروہ تحریمی ناجائز ہی ہے (۲)، یعنی ایسا کرنا ناجائز نہیں، بعض

(۱) ”بیان ذلك أن الأدلة السمعية أربعة: الأول قطعي الثبوت والدلالة الثاني: قطعي الثبوت ظني

الدلالة الثالث عكسه الرابع ظنيهما فبالأول يثبت الافتراض والتحريم، وبالثاني والثالث

الإيجاب وكراهة التحريم.“ (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۲/۳۳۷، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۲/۱۶۹، دارالمعرفة بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية: ۵/۳۰۸۸، رشيدية)

(۲) ”كل مكروه حرام عن محمد، وعندهما: إلى الحرام أقرب.“ (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: =

چیزیں ایسی ہیں کہ مثلاً: نماز میں کھنکھارنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی کرے تب بھی کہا جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی، پھر بھی صورتوں میں فرض ادا ہونے کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۲ھ۔

معذور و مجبور میں فرق

سوال [۱۰۰۰۷]: معذور و مجبور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں معذور وہ ہے جس کے لئے حکم پر عمل کرنے میں رکاوٹ من جہۃ العبادۃ ہو، بلکہ سماوی ہو (۲)، جیسے کوئی شخص جنگل میں ہو کہ وہاں پانی موجود نہیں، وہ معذور ہے تیمم کے لئے۔ مجبور وہ ہے جس کے لئے رکاوٹ من جہۃ العبادۃ ہو، جیسے کسی کو پکڑ کر کوٹھری میں بند کر دیا اور پانی اس کو نہیں دیتے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۲ھ۔

= ۳۳۷/۶، سعید

”الاشتغال بعمل اخر مکروه کراهۃ تحريم؛ لانه في رتبته، ويصح إطلاق اسم الحرام عليه“.
(البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۷۴، رشیدیہ)
(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۶۱، سعید)
(۱) ”کل صلاة أدیت مع کراهۃ التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول“۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعید)
(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۳، رشیدیہ)
(وکذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قدیمی)
(۲) ”العدر: عند الحنفية: ما يتعذر عليه المعنى على موجب الشرع إلا بتحمل ضرر زائد“.
في قول ابن حجر: ”هو الوصف الطارئ على المكلف المناسب للتسهيل عليه“۔ (القاموس الفقهي، حرف العين، ص: ۲۴۵، إدارة القرآن کراچی)
(وکذا في قواعد الفقه، ص: ۳۷۵، الصدف پبلشرز)
(۳) ”قال ثعلب في صحيحه: جبرت الکسر صححته وأجبرت فلانا قهرته جبراً في الأول وإجباراً في =

اباحت اور تملیک

سوال [۱۰۰۰۸]: اباحت اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

محمد شمس الحق گجراکول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

تملیک ایک جنس ہے، جس کے تحت متعدد انواع ہیں، ہبہ، صدقہ، عطیہ، نکلہ، ہدیہ، صلہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

دور اور تسلسل

سوال [۱۰۰۰۹]: دور اور تسلسل کی تعریف فرمائیے۔

محمد شمس الحق گجراکول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

”الدور هو توقف كل واحد من الشيئين على الآخر“ کلیات أبو البقاء، ص: ۳۳۱ (۱)۔
”التسلسل هو إما: أن يكون في الأحاد المجتمع في الوجود، أو لم يكن، الثاني كالتسلسل في الحوادث، والأول: إما أن يكون فيها ترتيب أولاً، الثاني كالتسلسل في النفوس الناطقه والأول: إما أن يكون ذلك الترتيب طبعاً كالتسلسل في العلل والمعلولات والصفات والموصوفات، أو وصفاً كالتسلسل في الأجسام، والتسلسل في جانب العلل باطل بالاتفاق،

= الثاني، فهو مجبور من جبر ومجبر من أجبر اه، وقال في المغرب: جبره بمعنى أجبره لغة ضعيفة، ولذا قل استعمال المجبور بمعنى المجبر“۔ (حاشیہ شلبي علی التبيين، کتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۲۱۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) (کلیات أبو البقاء، المسمى کلیات، فصل الدال: ۲/۳۳۴، منشورات وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دمشق)

وفي المعلولات بأن لا تقف بل يكون بعد كل معلول معلول آخر، فيه خلاف فعند المتكلمين لا يجوز، وعند الحكماء يجوز، والتسلسل في الأمور الاعتبارية غير ممتنع بل واقع "كليات، ص: ۲۱۴ (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

فصاحت و بلاغت

سوال [۱۰۰۱۰]: بلاغت و فصاحت کے کیا معنی ہیں؟ کوئی آیت قرآنی لکھ کر سمجھائیے۔

محمد شمس الحق گجراکول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

والأصل في البلاغة: أن يجمع الكلام ثلاثة أوصاف صواباً في موضع اللغة وطبقاً للمعنى المراد منه صدقاً في نفسه، وفصاحة المفرد كحسن كل عضو من أعضاء الإنسان، وفصاحة الكلام كحسن ترتيب أعضاء الإنسان، وبلاغة الكلام كالروح الذي لأجله يرغب في البدن، ولا يدرك حسن الفصيح إلا بالسمع اه. كليات أبو البقاء، ص: ۵۰۰.

کلام فصیح یہ ہے کہ اس کے مفردات تنافر، فراغت، مخالفت قیاس سے خالی ہوں اور ضعف تالیف اور تعقید بھی اس میں نہ ہو۔ ایسا کلام اگر مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو، تو وہ کلام بلوغ ہے (۲)۔ قرآن کریم

(۱) (الكليات، لأبي البقاء أيوب بن موسى الحسني الكوفي، فصل التاء: ۷۰/۱، منشورات وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دمشق)

(۲) "وأما فصاحة الكلام فخلوصه من ضعف التاليف ومن التنافر ومن التعقيد وأما بلاغة الكلام فمطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته". (كليات أبي البقاء، فصل الباء، ص: ۹۵، دارالاشاعت كراچی)

"فصاحة الكلمة سلامتها من تنافر الحروف، ومخالفة القياس، والغرابة وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة، ومن ضعف التاليف، ومن التعقيد مع فصاحة كلماته فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته". (دروس البلاغة، مقدمة في الفصاحة والبلاغة، ص: ۵، ۶، ۱۱، قديمي) (و كذا في مختصر المعاني، مقدمة، تعريف الفصاحة في الكلام، ص: ۱۷، ۲۲، ۲۵، نعمانيه كوئته)

فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

ناری اور نوری میں فرق

سوال [۱۰۰۱]: اللہ جل جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ملائکہ نے سجدہ کیا اور سردار (شیطان) نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ فرشتوں کی جماعت نوری، سردار (شیطان) کی جماعت انگاری، تو نوری کا نام ملائکہ اور انگاری کا نام کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ناری کو نوری کا سردار تسلیم کرنے پر کون سی نص ہے، وہ لکھئے، تب اس کی وجہ تحریر کی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۵ھ۔

”استعينوا على أموركم بالكتمان“ کا مطلب

سوال [۱۰۰۲]: ”استعينوا على أموركم بالكتمان“ کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حاجت پیش آئے تو مخلوق سے نہ کہے، اس سے پوشیدہ رکھے، خالق سے کہے کہ وہی خالق حاجت ہے، مثلاً: بھوک لگے تو در بدر سوال کرتا نہ پھرے، کسی کے سامنے ظاہر نہ ہونے دے کہ مجھے بھوک ہے۔ خالق

(۱) ”إن إعجاز كلام الله إنما هو بهذا الطريق، وهو كونه في غاية البلاغة، ونهاية الفصاحة على ما هو الرأي الصحيح“۔ (التلويح مع التوضيح، ص: ۱۷، نور محمد کراچی)

”أن وجه الإعجاز إنما يمكن في فصاحة ألفاظه وبلاغة عباراته، وجوده سبكه، إذ هو في الدرجة العليا من البلاغة التي لم يعهد مثلها“۔ (البيان في علوم القرآن للعلامة الصابوني، الفصل الثامن إعجاز القرآن، آراء العلماء في الإعجاز، ص: ۱۵۱، المدرسة العثمانية کراتشی)

جل جلالہ کی طرف سے انتظام ہوگا۔

﴿یرزقه من حیث لا یحتسب﴾ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

”ہفت مسئلہ“ میں حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیام کی تاویل

سوال [۱۰۰۱۳]: زید بعد میلاد قیام کرتا ہے اور حوالہ دیتا ہے، ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مستحق اور کارِ ثواب ہے، نیز یہ فرمایا ہے کہ میں خود بھی قیام کرتا ہوں اور قیام کرتے ہوئے بہت لطف حاصل کرتا ہوں (۲)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہی مسائل کے واسطے چار قسم کی دلیل ہوتی ہے، کتاب، سنت، اجماع، قیاس مجتہدین (۳)۔ اگر کسی

(۱) (الطلاق: ۲)

”ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب“ فإنہ اعتراض بین المتعاطفین جیء بہ لتأکید ماسبق من الأحکام بالوعد علی اتقاء اللہ تعالیٰ فیہا ویفرج عنہ ما یعتبریہ من الکروب ویرزقہ من وجہ لا یحضر ولا یحتسبہ الخ“۔ (روح المعانی، الطلاق: ۲ / مبحث تأویل قولہ ﴿ومن یتق اللہ.....﴾ الخ: ۲۸/۱۳۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

”روی الإمام أحمد عن أبي ذر قال: جعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتلو علي هذه الآية ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ حتی فرغ من الآية، ثم قال: ”یا ابا ذر! لو أن الناس کلهم أخذوا بها کفتهم“ وإذا کان الرزق وغیرہ من الأشياء لا یكون إلا بتقدير اللہ تعالیٰ ولا یقع إلا علی وفق علمہ فلیس للعاقل إلا التسليم للقدر“۔ (التفسیر المنیر، الطلاق: ۲: ۲۸/۲۷۱، ۲۷۲، دار الفکر بیروت)

(۲) (کلیات امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ، ص: ۸۰، دارالاشاعت)

(۳) ”فإن أصول الفقه أربعة: کتاب اللہ، وسنة رسولہ صلى الله تعالى عليه وسلم وإجماع الأمة والقیاس“۔ (أصول الشاشی، ص: ۵، قدیمی)

” (إعلم أن أصول الشرع ثلاثة) والأصول جمع أصل والمراد بها ههنا الأدلة والشرع =

ولی برگزیدہ کا کوئی قول یا عمل ایسا ثابت ہو، جس کے لئے چاروں دلیلوں میں سے کوئی دلیل نہ ہو، تو ان ولی کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے ان کے اس قول و عمل کے لئے مجمل حسن تجویز کیا جائے اور اس کو خلاف شرع ہونے سے بچانے کی تدبیر کی جائے گی، یہ نہیں ہوگا کہ اس قول و عمل کو اصل قرار دے کر ادلہ شرعیہ کو نظر انداز کر دیا جائے، قیام کرتے ہوئے لطف حاصل ہونا شرعی دلیل نہیں، جس سے فقہی مسئلہ ثابت کیا جائے۔

فیصلہ ہفت مسئلہ کی اصل عبارت دیکھئے، اگر اس سے یہ ثابت ہو کہ شرعاً قیام کرنا چاہیے، تو اس کی وضاحت اس کے ضمیمہ میں دیکھئے، اس میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:

”نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں۔“

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ مسئلہ متعدد مقامات پر مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۲/۷/۱۴۰۰ھ۔

”حفظ الایمان“، ”تذکرۃ الرشید“، ”براہین قاطعہ“، ”بہشتی زیور“ وغیرہ پر اشکالات کا جواب

سوال [۱۰۰۱۲]: الاستفتاء

مکرمی جناب مفتی صاحب اور دیگر علماء کرام حامیان دارالعلوم دیوبند دام ظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد عرض حال خدمت میں یہ ہے کہ ہم اہل مغربی بنگال ہیں، ہمارے علاقوں اور اطراف میں زیادہ تر اور اکثر لوگ ہمیشہ سے علماء دیوبند کے معتقد، معتمد، مقتدی ہیں۔ اس بناء پر ہمارے جملہ مسئلہ و مسائل اور فرائض اور فتاویٰ کو بلا چوں و چرامانتے اور بسر و چشم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان دنوں میں چند مہینوں سے ہمارے اندر اختلاف شدید پیدا اور رونما ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہمارے اندر پہلے سے دو گروہ تھے، ایک محض پیر پرست جن کو بس پیر پرستی ہی کافی ہے اور موجب نجات ہے، ان کو شریعت سے کوئی سروکار نہیں، صرف پیر صاحب ہی پر توکل اور بھروسہ ہے اور ان کو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے: ”یا غوث پاک!“، ”یا خواجہ پیا!“، ”یا

= إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس أي: أدلة الأحكام المشروعة الكتاب والسنة

وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس۔ (نور الأنوار، ص: ۴، ۵، سعید)

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۲۰۹-۲۲۸، سعید)

مولیٰ!، ”یا علی مشکل کشا!“ وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا گروہ صوم صلوٰۃ کا پابند اور حتی الامکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مطیع و پیرو ہے۔ ایک صاحب یہاں آ کر چند لوگوں کو مرید کر گئے ہیں اور وہ صاحب خاص کر بریلوی عقیدے کے پیرو ہیں، ان کے یہاں بدعت کفر شرک کی کئی باتیں ہیں، بلکہ بدعت کفر و شرک ہی درحقیقت اپنے لئے دین حق اور شرع متین سمجھتے ہیں۔ بقول حالی:

نہ توحید میں کچھ خلل آئے اس سے

نہ اسلام بگڑے اور نہ ایمان جائے

مختصر یہ ہے کہ ہمارے اطراف کے قرب و جوار میں جتنے پیر پرست اور نفس پرست گمراہ لوگ تھے، ان کو موقع غنیمت مل گیا ہے، لہذا وہ سب لوگ مل جل کر یہ فتویٰ جاری کر دیئے ہیں:

”جتنے علماء دیوبندی ہیں اور ان کے کل معتقدین..... کافر، مرتد، مشرک ہیں، ان

کے ساتھ سلام کلام کرنا، لین دین کرنا، بیاہ شادی کرنا، ان کا ولیمہ کھانا اور ان کے پیچھے نماز

پڑھنا قطعی حرام ہے۔“

اس صورت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے اور کون سا طرز و طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ ہم آپ لوگوں سے مشورہ چاہتے ہیں، بایں ہمہ اس کی تردید میں کوئی کتاب لکھی گئی ہو تو برائے مہربانی میرے پتہ پر ضرور بالضرور بھیج دیں تاکہ ان لوگوں کا صحیح طور سے مقابلہ کیا جائے اور دندان شکن جواب دیا جائے، نیز اگر ممکن ہو تو اپنے کسی عالم فاضل صاحب کو حسب ذیل مقاموں میں بھیج کر گمراہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے حتی الامکان جدوجہد کی ضرور بالضرور کوشش فرمائیں، کم از کم برائے مہربانی اس مغربی بنگال میں جو علماء دیوبندی ہیں، ان علماء کو بھی آپ حضرات ایماء و اشارہ کر دیں تاکہ وہ مذکورہ حسب ذیل پتوں پر آ کر خالص دینی اور مذہبی خدمات اور صحیح تبلیغ اسلام سے لوگوں کو آگاہ و آشنا اور، شیار و خبردار کر دیں، بندہ بھی ان کے ساتھ ہو کر اسلامی خدمات کے لئے ہر دم تیار ہے۔

تدبیر سبھانے کی نہیں ہماری کوئی

ہاں! ایک دعا تیری کہ مقبول خدا

دیر کیا ہے مہدی آخر زماں کو بھیجے

تاکہ ان کے ساتھ ہم زندہ کریں اسلام کو

اس بریلوی عقیدہ کا ایک آدمی ایک اشتہار چھپا کر ہمارے اطراف میں عوام کو تقسیم کر رہا ہے، ملاحظہ کے لئے ایک اشتہار اور مع اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، آپ کو جو مناسب و موضوع کارروائی اور اقدام کرنا ضروری ہو، اس کا بندوبست فرما کر ہمیں نہایت ہی ممنون و مشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی، ہم اس کے عملی جواب اور عملی اقدام کے منتظر ہیں۔ عملی کارروائی اور اس کے اقدام کے مواقع اور اس کے پتے:

۱۔ شہر کلکتہ خاص کر

۲۔ بولپور، شانتی نیکیتن کی بڑی مسجد، ضلع پیر بھوم

۳۔ موضع سنکھی، ضلع نزد بولپور، وایا بولپور، ضلع بیر بھوم

۴۔ موضع خوانچی، ضلع بردوان بولیوانداز ۱۵ میل بجانب شرح (ان مقاموں میں بس اور ٹرین کی

آمد و رفت ہے)۔ جواب کے لئے اس درخواست کے ہمراہ ڈاک ٹکٹ بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ فقط والسلام۔

العارض الحقیر: غلام موسیٰ ندوی نقوی امام متولی چیتا باڑا مسجد

پتہ مراسلات: ۱/۲۵، بلک برنی لین کلکتہ، ۱۲ مورخہ فروری ۱۹۷۶ء۔

بریلوی فرماتے ہیں کہ ایک اشتہار کا بنگلہ سے اردو میں ترجمہ: ”وہاں نجدی سے ہوشیار خبردار نظم میں اس اشتہار کو چھپا کر بانٹ دو، ہم کو جہاد کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ انگریزوں کے دوران حکومت میں دیوبند انگریز کا ایجنٹ تھا اور اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے درمیان فتنے و فساد انگریز کا کام کر رہا ہے، ہندوستان میں وہابی اور نجدی فرقوں کا مرکز دیوبند ہے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد اور اسلام سے خارج ہو گئے ہیں اور اس فرقے کی مختلف کتابوں میں سے چند مردود اور مفسد عقائد کی نظیر ملتی ہے اور مثال حسب ذیل ہیں:

۱۔ ”رسول اللہ جیسے علم غیب ہر ایک بچہ اور پاگل یہاں تک کہ چار پائے جانور کو بھی ہے۔“ (حفظ

الایمان از اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۲۔ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت عوام الناس کے لئے ہے، مگر عقل مندوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔“ (تحذیر الناس از قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۳۔ ”عملیات امت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عملیات کے برابر ہے، یہاں تک کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔“ (تحذیر الناس)

۴۔ ”کواکھانا حلال ہے اور ثواب بھی ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ از رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۵۔ ”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔“ (خلیل احمد انبٹھوی)

۶۔ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیوبند مدرسہ میں اردو تعلیم حاصل کی۔“ (براہین قاطعہ)

۷۔ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوبندی علماء کے لئے کھانا پکانے آتے تھے۔“ (تذکرۃ الرشید، جلد اول)

۸۔ ”کسی کو دھائی دینا شرک اور کفر ہے۔“ (بہشتی زیور از اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۹۔ ”علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی نام رکھنا کفر اور شرک ہے۔“ (بہشتی زیور)

۱۰۔ ”مخلوقات کے بڑے چھوٹے یہاں تک کہ نبی اور ولی بھی اللہ پاک کی شان کے مقابلہ میں چھار

سے بدتر ہیں۔“ (تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہا۔

دیوبندوں کے کل بد عقائد کی تفصیل اور توضیح کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، لہذا ہم اس مختصر اشتہار میں صرف دس نمونہ پراکتفا کرتے ہیں، وہابی فرقہ کی تردید میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، سنی اور حنفی علماء کی چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں، جاء الحق، ظفر الاسلام، المصباح الجدید، التحقیقات، جراثیم وہابیہ۔ سنی علماء صاحبان، غلام احمد قادیانی، قاسم صاحب نانوتوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھوی، ان پانچ شخصوں کو کافر، مرتد اور خارج از اسلام کہہ چکے ہیں، جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک و شبہ کرے گا، وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (حسام الحرمین ملاحظہ فرمائیں)۔ وہابی نجدی دیوبندی فرقے کے لوگ ان مولویوں کو وہابی جانتے ہیں، لہذا تمام وہابی، دیوبندی، تبلیغی، لاندہبی اور کافر ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے شادی بیاہ کرنا، کروانا حرام ہے، وہابی دیوبندی سے اپنا ایمان بچائیے۔ فقط۔“

خادم اہل سنت محمد مستقیم نیم گرامی، ڈاک خانہ نیم گرام بلوری، ضلع مرشد آباد۔

نوٹ: ایک اصل اشتہار بھی اس کے ساتھ منسلک ہے۔ بمورخہ ۲۶ فروری ۱۹۷۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ ملا، پڑھ کر آپ کی پریشانی کا علم ہوا، ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ ہی یہ ہے کہ وہ اہل حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں جس قسم کے اعتراضات اس کے امکان میں ہو، شائع کرتا رہتا ہے، تقریباً ایک صدی بیت گئی، ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں۔ سواشتہارات کے جوابات دیئے گئے، ہزاروں اشتہارات شائع کئے گئے، لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تجدید کرتا رہتا ہے، دین حق کی جس قدر خدمات دارالعلوم دیوبند نے کی ہیں، وہ روز روشن کی طرح واضح ہیں، قرآن کریم کی تفسیر و تراجم، حدیث پاک کی شروح و حواشی، فقہ کے مسائل و فتاویٰ، تزکیہ باطن، اصلاح قلب، وعظ و تذکیر، غرض کہ دین اسلام کے ہر شعبہ میں اس کی خدمات نہایت نمایاں ہیں، جن کا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا اور آسمان پر تھوکنہا ہے۔

آج براعظم کا کون سا خطہ ہے جہاں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور فاضل موجود نہیں؟ جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہو کر حق اور علم کی روشنی پھیل رہی ہے، بدعت کے بادل چھٹ کر سنت کا سورج طلوع ہو رہا ہے، مشرکانہ رسوم ختم ہو کر ایمانی اعمال جاری ہو رہے ہیں، قبر پرستی سے طبائع متنفر ہو کر مساجد آباد کرنے کی طرف توجہ ہو رہی ہے، دارالعلوم کا یہ فیض بحمد اللہ بڑھتا جا رہا ہے اور جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہو کر قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں، حلال و حرام کی تمیز قائم ہو رہی ہے، قدیم مدارس سے فارغ ہو کر فضلاء قوم کی ہدایت میں مشغول ہیں، اہل باطل ان سب دینی احسانات کی بیداری کو دیکھ کر پریشان ہیں اور بوکھلاہٹ میں جو جو نہ کرنا تھا، وہ کر رہے ہیں۔

لیکن بحمد اللہ ان کے جھوٹ کا پردہ خود قوم چاک کر رہی ہے، بعض سادہ لوح پڑھے لکھے، صحیح جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آجاتے ہیں اور اکابر اہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن حقیقت حال پر جب ان کو اطلاع ہوتی ہے، تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کر لیتے ہیں اور تحریر کردہ اعتراض کی تردید اور جواب میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، ”بسط البنان“، ”تغییر العنوان“، ”خلاصۃ البیان“، ”توضیح البیان“،

”تسهيل الفرقان“ یہ سب ”حفظ الایمان“ کی شرح اور توضیح کے سلسلہ میں شائع کی جا چکی ہیں۔

۱- ”حفظ الایمان“ میں یہ عبارت اس طرح متن عبارت کو بگاڑا گیا ہے، جی چاہے تو اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

۲- ”تحذیر الناس“ کے مصنف حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی تین صورتیں لکھی ہیں اور ہر طرح کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمان کے اعتبار سے بھی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مکان کے اعتبار سے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی زمین میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اپنی ذات مقدسہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم النبیین ہیں، ختم نبوت کے جتنے طریقہ تھے، سب کو آپ کی ذات والا پر اس طرح منحصر کر دیا گیا کہ کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی، اس کے لئے جوابات ”محذورات عشر“ دیکھئے تو حقیقت معلوم ہو۔

۳- مصنف علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ آدمی میں دو قسم کی قوتیں ہیں: ایک قوت علمی، دوسری قوت عملی، پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں، ایک ”من حیث التأثير“ ایک ”من حیث التأثر“۔ جس میں قوت علمیہ ”من حیث التأثير“ اعلیٰ درجہ کی ہوئی، دوسرا کوئی اس کے مقابل نہ ہو سکے، وہ نبی ہے اور جس میں قوت علمیہ ”من حیث التأثر“ اعلیٰ درجہ کی ہو، وہ صالح ہے۔

ان چار قسم کے طبقات کو قرآن کریم کی آیت ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ (۱) میں بیان کیا گیا ہے، یہ مضمون بہت علمی اور دقیق ہے، امت میں بعض حضرات ایسے گزرے ہیں کہ دیکھنے میں ان کا عمل بہت تھا، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کیا ہے (۲)، حضرت عبداللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزے بہت کثرت سے رکھے (۳)۔

(۱) (النساء: ۶۹)

(۲) ”عن أنس بن مالک قال: قالت امرأة عثمان بن عفان حين قتلوه: لقد قتلتموه وإنه ليحيي الليلة بالقرآن في ركعة“۔ (حلیۃ الأولیاء، عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۵۵، ۵۶، دار الفکر)

(۳) بخاری شریف میں ان کے بارے میں قصہ مذکور ہے، جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: =

ایسے حضرات بھی گزرے ہیں ایک دن رات میں آٹھ مرتبہ قرآن ختم کیا (۱)۔ ایک ہزار نقلیں روزانہ پڑھیں (۲)، اپنی عمر میں ساٹھ حج کئے (۳)، عمل کی یہ کثرت حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں، مگر اس کے باوجود کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا ہے اور نہ پہنچ سکتا ہے، ان حضرات کا یہ عمل بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی ہدایت پر مر مٹنے کے نتیجہ میں تھا، اس میں کون سی اعتراض کی بات ہے، جو لوگوں کو گمراہ اور مشتعل کیا جا رہا ہے۔

۴۔ فقہاء نے کوئے کی تین قسمیں لکھی ہیں، ایک وہ جس کی غذا ہی مردار اور غلاظت ہے، وہ گرگس اور گدھ کی طرح حرام ہے۔ ایک وہ جس کی غذا صرف غلہ اور دانہ ہے، وہ کیوتر کی طرح حلال ہے۔ ایک وہ جو دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور غلاظت بھی کھا لیتا ہے، امام ابو یوسف اس کو مکروہ کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ مرغی کی طرح حلال ہے کہ وہ بھی دونوں چیزیں کھا لیتی ہے، یہی قول رائج ہے (۴)، عنایہ شرح ہدایہ

= ”فلقیته بعد، فقال: کیف تصوم؟ قال: کل یوم، قال: وکیف تختم؟ قال: کل لیلة، قال: صم فی کل شهر ثلثة ثلثة قال: صم أفضل الصوم صوم داود صیام یوم وإفطار یوم.....“ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن: ۷۵۵/۲، قدیمی)

(۱) ”وممن ختم أربعاً فی اللیل وأربعاً فی النهار السید الجلیل ابن الکاتب الصوفی رحمہ اللہ تعالیٰ، وهذا اکثر ما بلغنا فی الیوم واللیلة“۔ (کتاب الأذکار، کتاب تلاوة القرآن، ص: ۱۳۸، مکتبہ دارالبیان)
(۲) ”وکان یصلی فی کل یوم وليلة ألف رکعة“۔ (البداية والنهاية، السنة الرابعة والتسعين للهجرة، ترجمة علي بن الحسين: ۱۲۸/۵، حقانیہ پشاور)

(۳) ”قال عبد الله بن عمرو بن العمر کی: ”سمعت عبد الصمد بن الفضل: سمعت مکیا یقول: ”حججت ستین حجة، وتزوجت ستین امرأة، وجاورت بالیت عشر سنین، وکتبت عن سبعة عشر نفساً من التابعین، ولو علمت أن الناس یحتاجون إلیّ لما کتبت عن أحد دون التابعین“۔ (تاریخ الإسلام ووفیات مشاهیر الأعلام، الطبقة الثانية والعشرون، ترجمة مکی ابن ابراهیم بن بشیر بن فرقد (ع) أبو السکن الحنظلی البلخی: ۶۴۷/۵، رقم الترجمة: ۶۰۰۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۴) ”وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلثة: ”نوع یلتقط الحب ولا یأکل الحیف، ولس بمکروه، ونوع منه لا یأکل إلا الحیف وهو الذی سماه المصنف الأبقع الذی یأکل الحیف، وإنه مکروه، ونوع یخلط: یأکل الحب مرة والحیف أخرى، ولم یذکره فی الکتاب، وهو غیر مکروه عند أبي حنیفة رحمه =

فتاویٰ عالمگیری (۱)، فتاویٰ قاضی خان (۲) فتاویٰ شامی (۳) وغیرہ میں کوئے کی قسمیں اور احکام درج ہیں۔

ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر شائع شدہ ہے، جس میں ہندوستان کے بہت اونچے اہل علم، اہل فقہ، اہل فتاویٰ کے فتاویٰ مع الدلائل منقول ہیں، اس کا نام ہے: ”فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب“، ایک جائز چیز کو لوگ اگر حرام و ناجائز سمجھتے ہوں، تو اس کی حرمت کی تردید کے لئے اس کو استعمال کرنا اور کھانا، تاکہ لوگوں کے عقیدے کی اصلاح ہو جائے اور وہ حلال کو حرام نہ سمجھیں، باعثِ اجر و ثواب بھی ہے۔

۵- یہ محض جھوٹ ہے، ”براہین قاطعہ“ میں کہیں ایسا نہیں لکھا ہے۔

۶- یہ بھی جھوٹ ہے، ”براہین قاطعہ“ میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا ہے۔

”براہین قاطعہ“ بارہا چھپی اور چھپتی رہتی ہے، اس کو منگا کر دیکھ لیا جاوے۔

۷- ”تذکرۃ الرشید“ میں کہیں نہیں لکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوبندی علماء کے لئے کھانا

پکانے آئے تھے۔

۸- جو شخص دہائی کا مفہوم سمجھتا ہے اور شریعت کے اصول سے بھی واقف ہے، اس کو منع ہی کرے گا،

مثلاً: کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جاوے، خدائے پاک سے دعا کرنے کے بجائے کسی کو پکارے کہ اے فلا نے

جن یا شیطان یا فلا نے مرد! مجھے اس مصیبت سے بچا، تو اس کی کہاں اجازت ہے (۴)۔

= اللہ تعالیٰ، مکروہ عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله: وكذا الغراف) وهو غراب القیظ لا يؤکل.

وأصل ذلك أن ما يأكل الجيف، فلحمه نبت من الحرام، فيكون خبيثاً عادة، وما يأكل الحب لم يوجد

ذلك فيه، وما يخلط كالدجاج والعقعق فلا بأس بأكله عند أبي حنيفة رحمہ اللہ تعالیٰ وهو الأصح.

(العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله وما لا يحل:

۹/۵۰۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الذبائح، الباب الثاني: ۵/۲۸۹، ۲۹۰، رشيدية)

(۲) (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الصيد: ۳/۳۵۷، رشيدية)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/۳۰۷، ۳۰۸، سعيد)

(۴) ”ومنها أنه ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر“ (ردالمحتار،

كتاب الصوم، مطلب النذر الذي يقع للأموال: ۲/۴۹۳، سعيد)

۹- خدائے پاک کی جو صفت خاصہ ہے، اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنا یہ شریک فی الصفات ہے۔ مثلاً: سب اللہ کے بندے ہیں، کسی کو غیر اللہ کا بندہ کہنا یا مثلاً: سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کسی کو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیدا کیا ہوا کہنا یا مثلاً: سب کے گناہوں کو معاف کرنا اور بخش دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر یہ کہنا کہ فلاں گناہ کو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخش دیں گے، فلاں کے گناہوں کو حسین معاف کر دیں گے، کتنا غلط تصور اور عقیدہ ہے (۱)۔

۱۰- اگر یہ چیز اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہے اور اس کا مطلب یہی ہے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس کے مصنف پر کیوں کفر کا فتویٰ نہیں دیا، کیونکہ بار بار کفر کے فتوے سے انکار کرتے ہیں، جب کہ وہ ستر وجوہ کفر کی مصنف میں ثابت کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو شخص ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے، وہ خود کافر ہے، پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے، تو اپنے اس فتوے کی رو سے کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ خود کافر ہوئے یا نہیں؟

یہ سوال بار بار مولانا احمد رضا خان صاحب سے بھی کیا گیا، بذریعہ خط بھی اور بذریعہ اشتہار اور اس پر رسائل بھی لکھے گئے اور آج تک ان کے متبعین سے سوال کیا جا رہا ہے، مگر کوئی جواب نہیں آیا، اس مسئلہ پر مستقلاً تین چار کتابیں لکھی گئی ہیں (شائع ہو چکی ہیں) نیز رضا خانیت کی تردید میں حسام الحرمین وغیرہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے بھی کتابیں شائع کی جا چکی ہیں، مطالعہ کیجئے:

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر: ۵۲۰/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر: ۴۲/۲، إمدادیہ)

(۱) ”والشُرک أن یثبت لغير الله سبحانه وتعالى شيئاً من الصفات المختصة بالتصرف فی العالم بالإرادة الذي يعبر عنه بکن فيكون“۔ أو العلم الذاتي من غير اكتساب بالحواس، ودلیل العقل، والمنام والإلهام ونحو ذلك، أو الإيجاد لشفاء المريض“۔ (الفوز الكبير، ص: ۱۸، مکتبہ خیر کثیر)

”فالشُرک فی الربوبیة، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع الضار النافع الخافض الرافع المذل، فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غیره فقد أشُرک بربوبیته“۔ (مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیة: ۷۲/۱، بیروت)

(و کذا فی الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۳۶: ۱۲۹/۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

۱- الشہاب الثاقب، ۲- مرحوم اسد شین، ۳- قطع الوتین، ۴- غلط فہمیوں کا ازالہ، ۵- اعلیٰ حضرت کا حقہ شریف، ۶- اعلیٰ حضرت کا دین مذہب، ۷- رضا خانی مذہب، ۸- بدعات و ممنوعات رضا خانی مذہب کے آئینہ میں، ۹- ابن الوقت کی خانہ تلاشی، ۱۰- معركة القلم، ۱۱- طلوع السہیل علی الجعیل، ۱۲- السحاب المدار، ۱۳- الجنة لأهل السنة، ۱۴- انتصاف البری، ۱۵- دافع البہتان، ۱۶- شفاء الصدور الکوکب الیمانی علی أولاد الزانی، ۱۷- الطین الذورب علی أسود الکاذب، ۱۸- عقائد علماء دیوبند وغیرہ وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں، انگریزی ایجنٹ ہونا دیکھنا ہو تو ”منادی ملا“ (کتاب کا نام) کا مطالعہ کریں۔

نیز وہ رسالہ دیکھیں جس میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریزوں کو ظل اللہ فی الأرض تسلیم کیا، اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا موقف معلوم کرنا ہو تو ۱- حیات شیخ الہند، ۲- سفرنامہ اسیر مالٹا، ۳- نقش حیات، ۴- علماء ہند کا شاندار ماضی، ۵- ریشمی خط کی تحریک کا مطالعہ کریں، جس سے حقیقت روشن ہوگی کہ میدان شاملی میں علماء دیوبند نے کس طرح جہاد کیا اور مالٹا میں علماء دیوبند پر کیا کیا مظالم توڑے گئے، مینی جیل، کراچی جیل وغیرہ میں کس طرح یہ حضرات نظر بند رہے اور محبوس کئے گئے، آج بریلوی طبقہ کے کچھ لوگ تاریخ کو اس طرح مسخ کرنا چاہتے ہیں، جس طرح علماء دیوبند کے صاف اور صحیح باتوں کو مسخ کر کے قوم میں اشتعال پیدا کرتے ہیں۔

یہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ ہے کہ علماء حق کی تکفیر کریں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو ان کے خلاف مشتعل کر کے بھڑکائیں، اس کے علاوہ ان کے پاس زندہ رہنے کا کوئی سامان نہیں ہے، کوئی علمی کام نہیں، ایک کتاب جس کا نام ہے ”تکفیری افسانے“، اس میں ایک بڑی طویل فہرست ہے، اس کو دیکھ کر پتہ چلے گا کہ کتنی بڑی مخلوق کو اعلیٰ حضرت نے فاضل بریلوی نے کافر لکھا ہے اور اتنا بڑا بوجھ کفر کا تیار کیا ہے کہ میدان حشر میں اس کو سر پر لے کر حاضر ہوں گے اور علماء حق ان پر دعویٰ کریں گے کہ اس شخص نے ہم کو کافر کہا ہے، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت خان صاحب کا کیا حال ہوگا؟! علماء حق کے سفارش اور شفاعت کرنے والے آقا دو جہاں سید الاولین والاخرین امام المرسلین (فداہ روحی و ارواح آبائی) صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ و ذریاتہ و اہل بیتہ و بارک وسلم ہوں گے۔ اس وقت خان صاحب کے متبعین بھی دیکھیں گے کہ خان صاحب کس طرح اتنے بڑے بوجھ کا تحمل کریں

گے، جس کے نتیجہ میں کفر و عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ فقط واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۸/۹۶ھ۔

ایضاً

سوال [۱۰۰۱۵]: ہمارے یہاں حیدرآباد میں مولانا پالن پوری کے بیانات کے بعد ایک مختصر رسالہ ”پالن حقانی کی حقیقت اور تبلیغی جماعت کی حقیقت“، ۱۵/صفحات پر مشتمل شائع ہوا، جس میں بہت اعتراضات ہیں (دیوبند، تبلیغ، وہابیت وغیرہ پر)۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”حفظ الایمان“، ص: ۷، ۸، کی عبارت ہے کہ:

(الف)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبی مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، گویا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ نعوذ باللہ جانوروں سے کیا جا رہا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔

ب۔ مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ گنگوہی کا نکاح خواب میں مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم دیوبند سے ہوا، جس طرح زن و شوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے، اس طرح ان دو صاحبوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص: ۲۰۹)۔

ج۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ”براہین قاطعہ، ص: ۵۱“ میں بحث کرتے ہیں کہ شیطان ملعون کو حضور اکرم سے زیادہ علم ہے اور جو یہ عقیدہ شیطان کے لئے رکھیں وہ مسلمان اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی علم اللہ کے طرف سے دیا ہوا ہے، تو وہ مشرک اور جہنمی ہے۔

د۔ ایک مرید نے خواب میں کلمہ پڑھا ”لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ“ پریشان ہو کر پیر کے پاس آیا، تو حضرت اس پر خفا نہ ہوئے اور نہ اس سے تجدید ایمان کرایا، نہ تجدید بیعت کرائی، اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (رسالہ امداد تھانہ بھون، ص: ۲۵)۔

۲۔ اس اشکال کا پیچھے اشکالوں سے کوئی تعلق نہیں، اگر مرشد دور ہو اور خط و کتابت بھی نہ ہو، تو کیا کسی

دوسرے بزرگ سے رجوع کر سکتے ہیں؟ اگر مرشد زندہ ہو تو کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کر سکتے ہیں اور اس کے ذکر و عقیدہ پر عمل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ ملا، پڑھ کر آپ کی پریشانی کا حال معلوم ہوا، ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ یہی ہے کہ وہ اہل حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں جس جس قسم کے اعتراضات اس کے امکان میں ہوتے ہیں، شائع کرتا ہے، تقریباً ایک صدی بیت گئی، ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں، صد ہا اخبارات میں جوابات دیئے گئے، ہزاروں اشتہارات شائع کئے گئے، لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تردید کرتا رہتا ہے، حق کی خدمت جس طرح دارالعلوم دیوبند نے کی ہے، وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے، قرآن کریم کی تفسیر، تراجم، حدیث پاک کی شروح، حواشی فقہ پر مسائل فتاویٰ، تزکیہ باطن، اصلاح قلب، وعظ و تذکیر، غرض دین اسلام کے ہر شعبہ میں اس کی خدمات نہایت ہی نمایاں ہیں۔ جن کا انکار آفتاب پر خاک ڈالنا یا آسمان پر تھوکنہ ہے، آج براعظم کا کون سا خطہ ہے، جہاں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور فاضل موجود نہیں ہیں؟ جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہو کر حق اور علم کی روشنی پھیل رہی ہے، بدعت کے بادل چھٹ کر سنت کا سورج طلوع ہو رہا ہے، مشرکانہ رسوم ختم ہو کر ایمانی اعمال جاری ہو رہے ہیں، قبر پرستی سے طبائع متنفر ہو کر مساجد آباد کرنے کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں۔

دارالعلوم کا یہ فیض بحمد اللہ بڑھتا جا رہا ہے، جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہو کر قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں، حلال و حرام کی تمیز قائم ہو رہی ہے، قدیم مدارس سے فارغ ہو کر فضلاء قوم کی ہدایت میں مشغول ہیں، اہل باطل ان سب دینی احساسات کی بیداری کو دیکھ کر پریشان ہیں، بوکھلاہٹ میں جو جو نہ کرنا تھا، وہ کر رہے ہیں، لیکن بحمد اللہ ان کے جھوٹ کا پردہ خود قوم چاک کر رہی ہے، سادہ لوح پڑھے لکھے صحیح دینی جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آ جاتے ہیں اور اکابر اہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن جب حقیقت حال پر ان کو اطلاع ہوتی ہے، تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کر لیتے ہیں، آپ وہ رسالہ یہاں بھیج دیتے تو

بہتر تھا، جس سے آپ کو شبہات پیدا ہوئے، تاہم آپ کے تحریر کردہ اعتراضات کا جواب نمبر وار تحریر کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ توفیق دے۔

(نہ)۔ اصل سوال یہ تھا کہ زید علم غیب کی دو قسمیں مانتا ہے، ایک بالذات، اس سے تو عالم الغیب خدا کے سوا کوئی متصف نہیں ہو سکتا اور دوسری قسم بواسطہ۔ عالم الغیب سے مراد اصطلاحات شرعیہ میں وہی غیب ہے، جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سمیل نہ ہو، اسی بناء پر ﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (۱) ﴿لَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (۲) وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو، اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے، تو بلا قرینہ مخلوق پر غیب کا اطلاق تو ہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا، قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت (۳) اور حدیث مسلم میں عبدی و امی و ربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے (۴)۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا، پھر

(۱) (النمل: ۶۵)

(۲) (الأعراف: ۱۸۸)

(۳) ”﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعُنَا﴾ الرعي حفظ الغير لمصلحته سواء كان الغير عاقلاً أولاً، وسبب نزول الآية، كما أخرج أبو نعيم في الدلائل عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه: أن اليهود كانوا يقولون ذلك سرّاً لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وسب قبائح بلسانهم، فلما سمعوا أصحابه عليه الصلاة والسلام يقولون: أعلنوا بها، فكانوا يقولون ذلك ويضحكون فيما بينهم، فأنزل الله تعالى هذه الآية، وروى أن سعد بن عباد رضي الله تعالى عنه سمعها منهم، فقال: يا أعداء الله! عليكم لعنة الله، والذي نفسي بيده لئن سمعتها من رجل منكم يقولها لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لأضربن عنقه، قالوا: أولستم تقولونها؟ فنزلت الآية ونهي المؤمنون سداً للباب، وقطعاً للألسنة، وإبعاداً عن المشابهة“ (روح المعاني، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تفسير ابن كثير، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۲۸، رشيدية)

(و كذا في جامع البيان للطبري، البقرة: ۱/۳۷۳-۳۷۶، دار المعرفة بيروت)

(۴) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يقولن أحدكم عبدی فكلکم عبيد الله ولكن ليقول: ”فتای“ ولا یقول العبد: ”ربی“ ولكن ليقول، ”سیدی“ (صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب حکم إطلاق لفظه العبد والأمة والمولی والسید: ۲/۲۳۸، قدیمی) =

آگے چل کر دو قسمیں بیان فرمائی ہیں کہ زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کس بناء پر کہتا ہے، آیا آپ کو ہر غیب کا عالم مانتا ہے کہ کوئی چیز آپ کے علم سے خارج نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور آپ کا علم برابر ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

اس کے خلاف بے شمار نصوص (آیات) احادیث موجود ہیں، اگر ہر غیب کا عالم نہیں مانتا، بلکہ بعض غیب کا عالم مانتے ہیں، کہ کسی چیز کا علم تھا، کسی کا نہیں تھا، تو ایسی حالت میں یہ لفظ عالم الغیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہی کیوں خاص قرار دیا جاتا ہے، جب کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے کو نہیں ہوتا، اس کے اعتبار سے وہ غیب ہے، کیا زید سب کو عالم الغیب کہے گا، پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبوی شمار کیوں کیا جاتا ہے، کیونکہ بعض غیب کے لئے تو مرد ہونا بھی شرط نہیں، بلکہ انسان ہونا بھی شرط نہیں۔

لہذا زید کے قول پر دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آتی ہے، ایک صورت میں خرابی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دیا، جو کہ شرک ہے (۱)۔ دوسری صورت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی صفت کو کمال قرار دیا جس کے لئے مومن و انسان ہونا بھی ضروری نہیں ہے، ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے زید کے قول کو غلط قرار دیا ہے کہ جو کچھ خرابی لازم آتی ہے، وہ زید کے قول پر لازم آئی تھی۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تو وہ قول نہیں جو زید کا قول ہے، پھر زید کے قول پر جو خرابی لازم آئی ہے، اس کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر کے تردید کی ہے، اس کو مولانا تھانوی کا قول اور اعتقاد قرار دینا

= (و کذا فی تفسیر ابن کثیر، الجز: ۱، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۲۸، رشیدیہ)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الاداب، باب الاسامي، الفصل الاول، رقم الحديث: ۳۷۶۰: ۲/۱۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”من اعتقد تسوية علم الله تعالى ورسوله يكفر إجماعاً، اهـ“۔ (الموضوعات الكبرى لملا علي القاري، ص: ۱۶۲، نور محمد)

”وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالى، لا سبيل للعباد إليه“۔ (النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۳۴۳، مکتبہ حقانیہ ملتان)

”اعتقاد اینکه کسی غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر، و عالم خفی و جلی در ہر وقت و ہر آن ست، اعتقاد شرک است“۔ (مجموعۃ

الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۲/۲۳۱، امجد اکیڈمی لاہور)

صریح ظلم ہے، بہتان ہے، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حفظ الایمان کی ایک شرح بھی لکھی ہے، جس کا نام ہے ”بسط البنان“ اس میں دریافت کیا گیا تھا:

”مولانا احمد رضا بریلوی یہ بیان فرماتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے، ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چارپائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہے:

۱- آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲- اگر تصریح نہیں تو بطریقہ لزوم بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳- یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

۴- اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی، نہ اشارہ اور نہ عبارت ہے اور نہ آپ کی مراد ہے، تو

ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً یا اشارۃً کہے، آپ اسے مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نمبر وار دیا ہے۔

”۱- میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے

قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

۲- میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا، چنانچہ آخر میں عرض کروں گا۔

۳- جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا

خطرہ نہیں گزرا، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا میری مراد کیسے ہو سکتا ہے؟

۴- جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس

شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، اس لئے کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص

کرتا ہے حضور اکرم سرور عالم فخر بنی آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔“

اور تفصیل سے دلائل اور نقل عبارات کے ساتھ زید کے اعتقاد کی تردید کی ہے، اسی حفظ الایمان میں

موجود ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں، وہ آپ کو بتمامہ حاصل ہو گئے تھے۔ بسط البنان میں ہے:

”انصاف شرط ہے جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع علوم عالیہ شریفہ

متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کہ وہ نعوذ باللہ زید و عمرو صبی و مجنون و حیوانات کے علم مماثل آپ کے علم کے بتلائے گا کہ زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں، یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں، البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتاب خالص الاعتقاد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا مقابلہ شیطان کے علم سے کیا گیا ہے۔

شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وسیع تر نہیں، حفظ الایمان بار بار چھپی اور چھپتی رہے گی، چند صفحات کی کتاب ہے، مکتبہ نعمانیہ دیوبند، سہارنپور یوپی میں بسط البنان چھپی ہے، اس کو منگا کر ملاحظہ کریں۔

ج۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب دیکھا اور خود ہی تعبیر بھی فرمائی کہ حضرت نانوتوی کی اولاد کی پرورش کرتا ہوں، یعنی حضرت نانوتوی کے متوسلین حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع ہو گئے تھے، ان کی تربیت اور سلوک حضرت گنگوہی ہی نے فرمائی، جو لوگ فن تعبیر رویا سے ناواقف ہیں، ان لوگوں کا خیال خواب کے ظاہر پر جاتا ہے اور اصل حقیقت سے وہ لوگ بے بہرہ ہیں، اگر خواب کا وہی مطلب ہو، جو ظاہر ہے تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی ہے، جیسا کہ خاں صاحب کے ملفوظ، حصہ دوم، ص: ۲۲ میں ہے۔

د۔ اس عبارت کی ایک سطر بلکہ ایک جملہ بھی براہین قاطعہ میں موجود نہیں نہ یہ مفہوم موجود ہے، یہ سراسر بہتان ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: ”خان صاحب نے مجھ پر یہ بہتان لگایا ہے، اس کا حساب روز جزا میں ہوگا۔“

ج۔ اصل تو یہ غلط ہے کہ خواب دیکھنے والا حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مرید تھا، بلکہ وہ تو خواب دیکھنے اور سارا قصہ پیش آنے کے بعد مرید ہوا، مولانا تھانوی نے نہ اس خواب کی تائید کی، نہ خود رسول ہونے کا دعویٰ کیا، بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے خواب میں جو کچھ نکلا، جس کی وجہ سے بیداری میں وہ پریشان ہو کر جان سے تنگ آ گیا اور ایک ایک سانس لینا اس کو دشوار ہو گیا تھا، اس کو بچانے اور تسلی دینے کے لئے یہ بتلایا تھا، جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے، ایسی حالت میں اس پر خفگی

کا کیا محل تھا، اس کے متعلق تو اندیشہ تھا کہ وہ ہلاک ہو جائے، اس کے بعد وہ مرید ہوا اور اس کی اعتقادی اور عملی اصلاح ہوئی۔

۲۔ جس کا شیخ مرشد دور ہو، اس کی خدمت میں حاضر ہونے اور صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ملا، وہ خط کے ذریعہ اپنے حالات لکھ کر ہدایات حاصل کرتا رہے، نیز اس مرشد کے کوئی تربیت یافتہ مجاز یا مرید قریب ہو، تو اپنے مرشد سے اجازت لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرے، مرشد جب کہ اہل حق میں سے ہو، خود بھی تتبع سنت ہو اور اتباع سنت کی تاکید بھی کرتا ہو، تو اس سے بیعت کا تعلق منقطع نہ کرے، بلکہ اگر وہ اجازت دے تو اس سے استفادہ کرنا اور اس کے بتائے ہوئے وظائف پر عمل کرنا بھی درست و مفید ہوگا۔ ہاں! اگر مرشد تتبع سنت نہ ہو، بدعات میں مبتلا ہو یا معاصی کا عادی ہو یا جاہ کا طالب ہو اور مال کا محبت ہو، وہ خود ہی اس قابل نہیں کہ اسے مرشد بنایا جائے اور ہدایت حاصل کی جائے، بلکہ وہ خود محتاج ہے کہ کسی مرشد برحق سے اپنی اصلاح کرائے۔ فقط والسلام۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امی کی تشریح

سوال [۱۰۰۱۶]: أمة أمیة کے معنی کیا ہیں؟ ان پڑھ جاہل یا کچھ اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجمع بحار الأنوار: ۱/۹۱، میں اس حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے:

”یعنی علی أصل ولادة أمهم لم يتعلموا الكتابة والحساب فهم علی

جبلتهم الأولى“ (۱)۔

جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو، وہ امی ہے۔

(۱) (مجموع بحار الأنوار، حرف: أمم: ۱/۱۰۷، مکتبہ دارالایمان، المدینة المنورة)

”قوله عليه الصلاة والسلام: أمیة) منسوب إلى الأم؛ لأنه باق علی الحال التي ولدته أمه، ولم

يتعلم قراءة ولا كتابة“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصوم، باب رؤية الهلال: ۴/۳۶۳، رشیدیہ)

(و کذا فی قواعد الفقہ، ص: ۱۹۳، الهمزة المقصورة، الصدف پبلشرز)

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اُمی تھے، یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو تمام ضروری اور شانِ نبوت کے لائق اتنے علوم عطا فرمائے، کہ کسی کو نہیں ملے، لہذا اس موقع پر اُمی کا ترجمہ جاہل کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

امت اُمیہ کا مصداق

سوال [۱۰۰۱]: امت اُمیہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”بعث فی الأمیین رسولاً، وقیل: نسبة إلی أم القرى. فإن قلت: العرب فیہم الکتاب وأکثرہم کانوا یعرفون الحساب؟ قلت: أن اکثرہم أمیون والحساب حساب النجوم، وہم لا یعرفونہ الخ.“ مجمع بحار الأنوار: ۱/۹۱-۹۲. (مطبوعة دائرة المعارف عثمانیہ، حیدر آباد) (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

کیا عرب سب ”اُمی“ تھے؟

سوال [۱۰۰۱۸]: اہل عرب کیا بالکل ان پڑھ، جاہل تھے اور ان میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا اور ان میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے، تو ”امت اُمیہ“ سے اہل عرب مراد لینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان میں لکھے پڑھے بھی تھے، اسی وجہ سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے، خط و کتابت بھی کرتے تھے، حدیثیں بھی وہ حضرات لکھا کرتے تھے، مگر اس کا عمومی رواج

نہیں تھا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا

سوال [۱۰۰۱۹]: کسی کم پڑھے لکھے کو مولانا و مولوی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عرفاً کم پڑھے لکھے کو ہمارے اطراف میں مولوی صاحب یا مولانا صاحب نہیں کہا جاتا، بلکہ اس کو کہا جاتا ہے جو فارغ التحصیل یا سند یافتہ ہو، جو ابھی پڑھ رہا ہو، اس کو بھی تفواً کہہ دیا جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۵ھ۔

(۱) ”وفي حديث كعب بن مالك الذي رواه الإمام مسلم تصريح بأنه كان كاتباً، حيث قال: إذا نبطي من نبط أهل الشام ممن قدم الطعام يبيعه بالمدينة يقول: من يدل علي كعب بن مالك؟ قال: فطفق الناس يشيرون له إليّ حتى جاءني فدفع إليّ كتاباً من ملك غسان و كنت كاتباً فقرأته.“ (صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك: ۳۶۲/۲، قديمی)

”قيل: إنما سموا أميين؛ لأنهم كانوا لا يكتبون ولا يقرأون الكتابة، وأراد الأكثر الأعم وإن كان فيهم القليل ممن يكتب ويقرأ، الخ.“ (أحكام القرآن للجصاص رحمه الله تعالى، الجمعة: ۲: ۲۶۳/۳، قديمی)

”أكثرهم لا يكتبون ولا يقرأون.“ (روح المعاني، الجمعة: ۲: ۹۳/۲۸، دار إحياء التراث

العربي بيروت)

(۲) لہذا عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کم پڑھے لکھے کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

”والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

..... واعلم أن اعتبار العادة والعرف يرجع إليه في مسائل.“ (شرح عقود رسم المفتي، تعريف

العرف، ص: ۱۷۶، دارالكتاب)

(و كذا في رسائل ابن عابدين، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۱۱۴/۲، رشيدية)

”مرحبا“ کا مطلب

سوال [۱۰۰۲۰]: لفظ ”مرحبا“ کی اصلیت اور اس کا اردو میں استعمال کا مطلب کیا ہے؟ براہ کرم جواب میں ارقام فرمائیں کہ از روئے قواعد لفظ مرحبا کون کلمہ ہے، یعنی اسم ہے یا فعل یا حرف؟ اگر فعل ہے تو مصدر ہے یا مشتق؟ اگر مشتق ہے تو اشتقاق میں کون سی قسم ہے؟ بول چال میں امر معلوم ہوتا ہے یا امر نہی، محض حروف ہے اور بطور مخاطب کے لئے مستعمل ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اردو میں فقط حاضر کے لئے مستعمل ہوتا ہے یا غائب کے لئے۔ لفظ مشترک کی حقیقت از روئے نحو قواعد معلوم ہو جائے، اس کے طریقہ استعمال پر کافی روشنی پڑے گی۔ امید ہے کہ اس معمولی استفتاء کے جواب میں مرحبا کے لغوی معنی اور اس کی حقیقت از روئے قواعد سے رہنمائی کی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحبا عربی میں ترکیب لغوی کے اعتبار سے مفعول مطلق مصدر میمی ہے یا صیغہ ظرف ہے، بمنزلہ خوش آمدید مستعمل ہوتا ہے یعنی آپ بہتر جگہ تشریف لے آئے، اس کو اپنا ہی مکان سمجھیں، بے تکلف ٹھہریے، کوئی پریشانی اور وحشت آپ کو نہ ہونی چاہیے، یہ کوئی غیر جگہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۸ھ۔



(۱) ”قوله ”أهلاً“ أي: أتيت أهلاً لا أجنب ”وسهلاً“ أي: وطئت مكاناً سهلاً عليك ولا وعراً. وقال المبرد: هي منصوبة على المصدر أي: رحبت بلادك مرحباً أي: رحباً ”أهلت أهلاً“ أي: تأهلت تأهلاً، فقد ر له فعلاً“ (شرح الرضي على الكافية، المفعول به: ۳۰۶/۱، قديمی)

”مرحبا بك“ و ”أهلاً بفلان“ أي: هذا الدعاء مختص بك، هذا إن فسرت ”مرحبا بموضع الرحب أي: أتيت موضعاً رحباً وإن فسرت به بالمصدر أي: رحب موضعك مرحباً أي: رحباً. (شرح الرضي على الكافية، المفعول المطلق: ۲۷۴/۱، قديمی)

فتویٰ کا بیان

فتویٰ دینے کا حق کس کو ہے؟

سوال [۱۰۰۲۱]: حافظ یا مولوی یا قاری یا میانجی وغیرہ فتویٰ دینے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے باقاعدہ فتویٰ سیکھا نہ ہو اور اس کے اندر صلاحیت نہ ہو، اس کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ (صدر مفتی)، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۴۰۷ھ۔

غیر عالم سے مسائل پوچھنا

سوال [۱۰۰۲۲]: جو شخص عالم نہ ہو، اس سے مسائل کا دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اپنی رائے سے دینی مسائل بتائے تو اس سے پوچھنا گمراہی کا سامان مہیا کرنا ہے، اگر کتاب میں دیکھ کر

بتائے اور معتبر غیر معتبر کو نہ پہچانتا ہو تو اس کے بتائے ہوئے مسائل میں صحیح غلط کی تمیز نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”رأیت فی فتاویٰ العلامة ابن حجر سئل فی شخص یقرأ، ویطالع فی الکتب الفقہیۃ بنفسہ، ولم یکن لہ شیخ، ویفتی، ویعتمد علی مطالعۃ فی الکتب فهل یجوز ذلک أم لا، فأجاب بقولہ، لا یجوز لہ الإفتاء بوجه من الوجوہ“۔ (مجموعۃ رسائل ابن عابدین: ۱/۱۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

”عن أبی ہریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من أفتی

بغیر علم کان إثمہ علی من أفتاہ“۔ (سنن أبی داود، باب التوقی فی الفتیا: ۲/۱۵۹، إمدادیہ)

(و کذا فی شرح عقود رسم المفتی فی ضمن رسائل ابن عابدین: ۱/۳۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”وقد رأیت فتاویٰ العلامة ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب =

بغیر دلیل کے کسی چیز پر حکم لگانا

سوال [۱۰۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں زید نے یہ دعا پڑھی: الہی بحق محمد رسول، دعا مجھ گنہگار کی ہووے قبول، بکر نے اعتراض کیا کہ یہ دعا مکروہ بھی ہے اور ناجائز بھی ہے، اس کا پڑھنا روا نہیں ہے، لہذا آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

معرفت: کتب خانہ قاسمی دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شئی پر ناجائز یا مکروہ کا حکم بغیر دلیل کے تو نہیں ہو سکتا، بکر کے پاس کوئی دلیل ہوگی، اس سے دریافت کر کے لکھیں، تاکہ اس میں غور کیا جاسکے۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۴ھ۔

عالم کا غلط رائے پر اڑ جانا

سوال [۱۰۰۲۴]: کیا آج کل علمائے دین حق اپنی بات کو اوپر کرنے کے لئے غلط مسئلہ پر بھی اڑ جاتے ہیں، کیا ان میں اپنی غلطی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر طبقہ میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا علم کمزور ہوتا ہے اور اسی علم پر وہ رائے قائم کر لیتا ہے، جو کہ غلط

= الفقہیۃ بنفسہ، ولم یکن لہ شیخ، یفتی ویعتمد علی مطالعۃ فی الکتب، فہل یجوز لہ ذلک أم لا؟ فأجاب بقولہ: لا یجوز لہ الإفتاء۔ (شرح عقود رسم المفتی، من مجموعۃ رسائل ابن عابدین: ۱/۵، ۱۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من قال عليّ مالٍ أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بغير علم كان إثم ذلك علي من أفتاه“ الخ۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۶۵/۲، رقم الحديث: ۸۵۵۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”من أفتى الناس وليس بأهل للفتوى، فهو أثم وعاص“۔ (أعلام الموقعين: ۱۶۶/۲، دارالکتب

العلمیۃ بیروت)

ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پختہ علم اور صحیح رائے عطا فرمائے، کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت خطرناک ہے، اس سے اپنا ایمان سلامت رہنا دشوار ہو جاتا ہے، اس لئے کسی مسلمان کو کافر کہنے سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ۔

بغیر علم کے فتویٰ دینا

سوال [۱۰۰۲۵]: عدم تحقیق و ثبوت کی صورت میں ظنی طور پر مسئلہ بتانا کیسا ہے؟ جب کہ کبھی تحقیق کے بعد صحیح نکلے اور کبھی غلط ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا تحقیق مسئلہ بتانا درست نہیں ہے۔

”وفي أثر مرفوع ذكره أبو الفرج وغيره: من أفتى الناس بغیر علم

لعنته ملائكة السماء وملائكة الأرض“ كذا في أعلام الموقعين:

۲/۲۵۶ (۲). واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۸۸ھ۔

تارک جماعت عالم کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۰۲۶]: اگر کوئی عالم دین مسجد میں جانا اور جماعت کی نماز پڑھنا اپنی آبادی میں ترک

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً

بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“ (صحيح البخاري، كتاب

الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۳۹۸/۱، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ”يا كافر“: ۵۷/۱، قديمی)

”سمعت ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من

قال لأخيه ”يا كافر“ فقد باء بها أحدهما“ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر رضي الله

تعالى عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (أعلام الموقعين، فوائد تتعلق بالفتوى، من أفتى وليس أهلاً للفتوى أثم: ۲۶۳/۲، دار الجيل بيروت)

کردے، جب کہ صرف ایک ہی مسجد ہے اور اذان اور جماعت وقت پر مسجد میں نہ ہو، بلکہ اکثر وقت اذان و جماعت ہوتی ہی نہ ہو اور وہ عالم دین دوسرے گاؤں میں کبھی کبھی جاتا ہے، لیکن دوسری جگہ فتویٰ بہت دیتا ہے کہ یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، تنخواہ لینا حرام ہے، تو ایسے شخص کے فتویٰ پر عمل کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتویٰ جو بھی صحیح ہو، وہ واجب القبول ہے، اگر اس کی صحت میں تردد ہو تو دوسرے معتمد حضرات سے تصدیق و توثیق کرائی جائے (۱)، ترک جماعت بلا عذر شرعاً نہایت فتنہ و مذموم ہے (۲)۔ جو شخص دواماً اس کا تارک ہو، وہ فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ مسجد میں اذان و جماعت کا نہ ہونا بڑے وبال کی

(۱) "قال الشيخ: والذي تقتضيه القواعد أن نفصل، فنقول: إذا افتاه المفتي نظر: فإن لم يوجد مفت آخر لزمه الأخذ بفتياه، ولا يتوقف ذلك على التزامه، لا بالأخذ في العمل به ولا بغيره، ولا يتوقف أيضاً على سكون نفسه إلى صحته. وإن وجد مفت آخر، فإن استبان أن الذي أفتاه هو الأعلم الأوثق، لزمه ما أفتاه به؛ بناء على الأصح في تعيينه كما سبق، وإن لم يتبين ذلك لم يلزمه ما أفتاه بمجرد إفتاء؛ إذ يجوز له استفتاء غيره وتقليده، ولا يعلم اتفاقهما في الفتوى، فإن وجد الاتفاق، أو حكم به عليه حاكم لزمه حينئذ". (آداب الفتوى للنووي، فصل في آداب المستفتي، الخامسة، ص: ۹۵، دار الكتاب كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: فقد ناسا في بعض الصلوات، فقال: لقد هممت أن أمر رجلاً يصلي بالناس، ثم أخالف إلى رجال يتخلفون عنها، فأمر بهم فيحرقوا عليهم بحزم الحطب بيوتهم، ولو علم أحدهم أنه يجد عظماً سمينا لشهدها" يعني صلاة العشاء". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجمعة، وبيان التشديد في التخلف عنها وأنها فرض كفاية: ۲۳۲/۱، قديمی)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: "أرادوا بالتأكيد الوجوب. وقيل: واجبة وعليه العامة. قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۲/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۲/۱، رشيدیه)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار). "قوله (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني واكل الربا ونحو =

چیز ہے (۱)۔ تمام اہل بستی کو اس کا انتظام کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۰ھ۔

فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم سے مسئلہ بتانا

سوال [۱۰۰۲۷]: فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے کسی کو مسئلہ بتانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسئلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے، تو بتانا ہی درست ہے، قیود و شرائط و بسا اوقات مذکور نہیں ہوتیں۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۱۵/۳/۹۴ھ۔

مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۰۲۸]: ۱۔ ہم کہ محمد وصی پر عبدالمسیح خان قصبہ منو، ضلع اعظم گڑھ، یوپی کے رہنے

والے ہیں، چونکہ احقر کا عقد مسماۃ ہاجرہ خاتون دختر محمد ادریس خاں ساکن قصبہ کوپا گنج کے ہمراہ ہوا تھا اور زوجہ میرے مکان پر رخصت ہو کر آئی اور دو یوم مقیم بھی رہی اور بحسن و خوبی یہاں سے رخصت ہو کر اپنے میکہ گئی۔

۲۔ اس کے بعد احقر متعدد بار اپنی سسرال کوپا گنج گیا اور دو چار دن مقیم بھی رہا۔

۳۔ احقر نے رخصتی کے لئے بار بار کہا اور بار بار تقاضا کرتا رہا، مگر خسر رخصت کرنے میں حیلہ کرتے

= ذلک۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شرکت علمیه)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما من ثلاثة في

قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلاة، إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليك بالجماعة، فإنما يأكل الذئب

القاصية“۔ (مشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثاني: ۱/۹۶، قدیمی)

”وهي نوعان سنة الهدى وتارکھا يستوجب إساءة كالجماعة والأذان والإقامة فإن

هؤلاء كلها من شعائر الدين والإسلام، ولهذا قالوا: إذا أصر أهل مصر على تركها يقاتلوا بالسلاح من

جانب الإمام“۔ (نور الأنوار، فصل في الأحكام المشروعة، ص: ۱۶۷، سعید)

رہے، اس طرح سے ہنوز رخصت نہیں کیا۔

۴- اب معلوم ہوا ہے کہ خسر محمد ادریس کو پاگنج نے ایک استفتاء مندرجہ نمبر ۱۹۴۰، ادارہ دیوبند جس کا جواب جناب مفتی صاحب دیوبند سے اس کی موافقت میں صادر فرمایا ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ استفتاء ہے، لہذا احقر بحلف روبرو گواہان کے بیان کرتا ہے کہ یہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے، احقر نے کبھی بھی اپنی بیوی ہاجرہ خاتون کو اس قسم کی بات نہیں کہی ہے اور نہ تحریر بھیجی ہے، اس لئے اپنا بیان حلفیہ دے کر اپنا دستخط بنا دیا ہے۔

کاتب: محمد یسین، گواہ شفیع احمد، گواہ فیض الرحمن

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال کو صحیح صحیح لکھنا مستفتی کی ذمہ داری ہے، مفتی کا جواب تو سوال پر ہی مرتب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص سوال غلط اور خلاف واقع لکھ کر مفتی سے جواب حاصل کرے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجرم ہوگا (۱)، مثلاً: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اور اس پر مفتی نے جواب دیا کہ زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی، تو اس سے وہ حرام جب ہی ہوگی کہ طلاق دی ہو، ورنہ وہ حرام نہیں ہوگی، یا مثلاً: کوئی شخص خنزیر کے گوشت کے متعلق یہ کہے کہ یہ بکری کا گوشت ہے اور مفتی فتویٰ دے دے کہ یہ حلال ہے، تو اس سے وہ بکری کا گوشت بن کر حلال نہیں ہو جائے گا، بلکہ خنزیر ہی کا گوشت رہے گا اور حرام ہی رہے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص سوال کرے فلاں عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور عدت گزر گئی ہے، اس سے نکاح زید کا درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور مفتی نے جواب دیا کہ بعد عدت درست ہے اور واقعہً اس کو طلاق نہ دی گئی ہو، یا

(۱) "عن أم سلمة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إنما أنا بشر وإنكم تختصمون، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، وأقضي له على نحو مما أسمع، فمن قضيت له من حق أخيه شيئاً فلا يأخذ، فإنما أقطع له قطعة من النار"، (الصحيح للإمام البخاري، كتاب الحيل، باب، رقم الحديث: ۶۹۶۷، ص: ۱۲۰۱، دار السلام رياض)

(وصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن، رقم الحديث: ۱۷۱۳، ص: ۷۵۹، دار السلام رياض)

(وسنن أبي داود، كتاب الأقضية، باب في قضاء القاضي إذا أخطأ، رقم الحديث: ۳۵۸۳، ۳/۴۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

عدت نہ گزری ہو، تو اس کا نکاح زید سے درست نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حنفی المسلك مفتی کا شافعی فقہ پر فتویٰ دینا

سوال [۱۰۰۲۹]: کیا شافعی المسلك مفتی، حنفی مسلك کے مطابق اور حنفی المسلك مفتی، شافعی مسلك کے مطابق فتویٰ دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مفتی سے سوال کیا کہ فلاں مسئلہ میں حضرت امام شافعی کا کیا فتویٰ ہے، تو حنفی مفتی کو چاہیے کہ جواب اس طرح دے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے، (کسی شافعی کو امام شافعی کا فتویٰ پوچھنا ہو تو شافعیہ سے پوچھئے) الغرض اپنے امام کا مذہب چھوڑ کر دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کا حق نہیں (۱)۔ الا یہ کہ فقہاء مجتہدین نے کسی خاص مسئلہ میں ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو، فتویٰ دیا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۹ھ۔

(۱) ”وأما المقلد، فلا ينفذ قضاؤه بخلاف مذهبه أصلاً كما في القنية، قلت: ولا سيما في زماننا، فإن السلطان ينص في منشوره على نهيه عن القضاء بالأقوال الضعيفة، فكيف بخلاف مذهبه، فيكون معزولاً بالسنة لغير المعتمد من مذهبه، فلا ينفذ قضاءه فيه“ (الدر المختار). ”قوله: (فكيف بخلاف مذهبه) أي: فكيف ينفذ قضاءه بخلاف مذهبه؛ لأنه إذ أنهاه عن القضاء بالأقوال الضعيفة في مذهبه لا ينفذ قضاؤه فيها بخلاف مذهبه بالأولى“ (الدر المختار مع رد المحتار، مقدمة: ۷۶/۱، سعيد)

(و کذا في شرح عقود رسم المفتي، مطلب الصحيح أن قضاء المقلد بمذهب الغير أو بالضعيف لا ينفذ، ص: ۲۰۷-۲۰۹، دارالكتاب کراچی)

(و کذا في التصحيح والترجيح مع الباب، مقدمة المؤلف، ص: ۱۲۹، ۱۳۰، صديقي پبلشرز کراچی)

(۲) كما أفتى علماء الهند بمذهب المالكية في مسألة المفقود والعين والمتعنت.

فرضی مسئلہ دریافت کرنا

سوال [۱۰۰۳۰]: اگر کوئی مسلمان مرد خدا نخواستہ زبان سے کوئی کلمہ کفر کہہ دے، جس سے کہ وہ کافر ہو جائے، مثلاً: خدا کو گالی دے دے، یا کسی شرعی بات کا منکر ہو جائے اور وہ اپنی عورت سے صحبت کرے اور حمل پڑ جائے اور مثلاً: لڑکی پیدا ہو جائے، تو میرے بزرگانِ دین! تو وہ لڑکی حرام ہے یا حلال؟ کیونکہ وہ مرد کافر ہو گیا تھا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا تھا اور اس نے عورت سے صحبت کی، تو وہ زنا ہو گیا، وہ حمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بات واقعہ پیش آئی ہو، صحیح صحیح لکھ کر اس کا حکم دریافت کرنا چاہیے، فرضی باتیں مثلاً مثلاً کہہ کر ایسے امور میں پوچھنا ٹھیک نہیں، کافر ہو جانا بہت سخت ہے، اللہ پاک محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت

سوال [۱۰۰۳۱]: علمائے دیوبند کا عمل صرف قرآن و حدیث سے ہے، تو مدرسہ دیوبند میں مفتی کیوں ہوئے ہیں؟ ان کا کام کیا ہوتا ہے؟ مفتی صاحب جو فیصلہ دیتے ہیں، وہ قرآن کے چار نمبر سے دیتے ہیں، یا حدیث کے حوالہ سے دیتے ہیں؟ لکھ کر دو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر شخص میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے مسئلہ نکال سکے اور سمجھ سکے، اس لئے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں مفتی موجود رہتے ہیں، جو کہ قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت شدہ مسائل کو بتلاتے رہتے ہیں اور قوم کو بہت بڑی سہولت حاصل ہو جاتی ہے، کہ مسائل بکھرے ہوئے معلوم ہوتے رہتے ہیں، بسا اوقات اہل علم کو اشکالات پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان کو بھی جواب حاصل کر کے اشکالات رفع کرنا آسان ہو جاتا ہے، غلط فرقے اپنی جہالت یا اختلالِ تلبیس سے دین میں دخل اندازی سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی تدبیر میں لگے رہتے ہیں، ان کی جہالت اضلالِ تلبیس کا دجل بھی ختم کر دیا جاتا ہے اور براہین قاطعہ کی روشنی میں صراطِ مستقیم واضح ہو کر حفظِ ایمان کی توفیق ہو جاتی ہے، اس لئے مفتیوں کو رکھے ہوئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

باب مایعلق بالقرآن الکریم (تفسیر کا بیان)

قرآن کریم میں صیغہ جمعہ و صیغہ مفرد کی تفصیل

سوال [۱۰۰۳۲]: شخصے می گوید کہ در قرآن کریم صیغہ توحید نیست مگر چند جا زیرا کہ عبارت قرآن کریم بصیغہ جمع تلفظ می فرماید، بناءً علیه در تصوف ہم توحید ذاتی نمایان نیست، زیرا کہ در تصوف ہم توحید را تقسیم کرده اند، در قرآن حکیم مثالش: ﴿نحن نزلنا الذکر﴾ (۱) دیگر: ﴿إنا إلیکم لمرسلون﴾ (۲)، ﴿إنا أعطیناک الکوثر﴾ (۳)، ﴿إنا إلی ربنا لمنقلبون﴾ (۴) ﴿إن إلینا إیابهم ثم إن علینا حسابهم﴾ (۵). بسیار می کہ قرآن کریم بصیغہ جمع تلفظ می فرماید.

الجواب حامداً ومصلیاً:

صیغہ جمعہ برائے واحد هم مستعمل می شود، در زبان عربی و فارسی این استعمال برے شمار است، پس در هر جا صیغہ جمع را برائے تعدد فهمیدن و منافی توحید دانستن سراسر خطا است. قرآن کریم بنیاد ایمان بر توحید نهاده است ﴿قل هو الله﴾

(۱) (الحجر: ۹)

(۲) (یس: ۱۶)

(۳) (الکوثر: ۱)

(۴) (الزخرف: ۱۴)

(۵) (الغاشیة: ۲۵، ۲۶)

أحد ﴿الآية (۱)﴾، ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ الآية (۲)، ﴿إلهکم إله واحد﴾ الآية (۳)، ﴿لم یکن له شریک﴾ الآية (۴)، وبر توحید مشرکین اعتراض و تعجب می نمودند.

﴿أجعل الالهة إلهاً واحداً إن هذا لشیء عجاب﴾ (۵) و تصوف کہ منتہا و مقصود داد احسان است. ”أن تعبد الله كأنك تراه“. الحدیث (۶). بر توحید مبنی است و هیچ گونه شرک را روا ندارد. چنانچہ اول ذکر در تصوف ہمین است. ”لا إله إلا الله“ کہ این کلمہ در کلام مجید و در حدیث شریف نیز آمدہ و جمیع صحابہ کرام و من بعدہم ہمہ این کلمہ را راس ایمان، راس تصوف نگاشتہ اند. واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۸/۹۴ھ.

(۱) (الإخلاص: ۱)

(۲) (الفاتحة: ۴)

(۳) (البقرة: ۱۶۳)

(۴) (الإسراء: ۱۱۱)

(۵) (ص: ۵)

(۶) (مشكاة المصابيح، کتاب الإیمان، الفصل الأول، ص: ۱۱، قدیمی)

ترجمہ سوال: ”ایک آدمی کہتا ہے کہ قرآن کریم میں چند مقامات کے علاوہ صیغہ توحید نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم کی عبارت صیغہ جمع کے ساتھ تلفظ فرماتا ہے، اسی بناء پر تصوف کے اندر توحید ذاتی نمایاں (اجاگر) نہیں، کیونکہ تصوف میں بھی توحید کو تقسیم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی مثال: ﴿نحن نزلنا الذکر﴾ دوسری مثالیں ﴿إنا إلیکم لمرسلون﴾ الخ (الغرض) قرآن کریم اکثر صیغہ جمع کے ساتھ تلفظ فرماتا ہے۔“

ترجمہ جواب: ”صیغہ جمع واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، یہ استعمال عربی اور فارسی زبان میں بے شمار موجود ہے، لہذا ہر جگہ صیغہ جمع کو تعدد کے لئے سمجھنا اور توحید کے منافی جاننا سراسر غلطی ہے، قرآن کریم نے ایمان کی بنیاد توحید پر رکھی ہے، ﴿قل هو الله أحد﴾..... الخ اور توحید کے اوپر مشرکین نے اعتراض کرتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا: ”أجعل الالهة..... الخ“ تصوف جس کا منتہا اور مقصود احسان (جو کہ) ”أن تعبد الله كأنك تراه“ ہے، توحید پر مبنی ہے اور کسی قسم کے شرک کو جائز نہیں رکھتا، چنانچہ تصوف میں سب سے پہلا ذکر یہ ہے کہ ”لا إله إلا الله“ اور یہ کلمہ کلام مجید اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے اور تمام صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والوں نے اس کلمہ کو ایمان اور تصوف کی بنیاد قرار دیا ہے۔“

”ادعونی استجب لکم“ کا مطلب

سوال [۱۰۰۳۲]: ”ادعونی“ اجابت پر مستحکم یقین بہتر ہے، یا پھر یہ یہی سوچنا، خبر نہیں ہوگا کہ نہیں۔ یعنی کسی دعا پر سفارش پر حفاظت کا وعدہ ہے، اس کو پڑھنا ایسا کہ بلا تردد بلا تامل مطمئن ہو جائے، کہ تخلف کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا، یا تاہم یہ سوچے کہ خبر نہیں کہ موعود یہ شی ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آداب دعائیں سے یہ بھی ہے کہ استجاب دعا پر پورا وثوق ہو کہ وعدہ ہے، ”استجب لکم“ (۱) لیکن اگر باری تعالیٰ کے علم میں اس دعا کا میری منشا کے مطابق پورا نہ ہونا میرے حق میں خیر ہو تو میں اس پر راضی ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

”فتلقی آدم من ربہ“ کلمات کی تشریح

سوال [۱۰۰۳۲]: سورۃ البقرہ کے بارے میں کہ آیت نمبر ۳، ترجمہ روشن چراغ، ص: ۷۔

ترجمہ: ”پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی (تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہ معاف کرنے والے اور صاحب رحم ہے)۔“

نوٹ: لوگ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعائیوں کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے نام کے برابر جو نام نامی تحریر تھا، عرش اعظم لوح محفوظ پر اس کے صدقہ میرا قصور معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ نے قصور معاف

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة، ولا يقولن أحدكم: ”اللهم إن شئت فأعطني، فإنه لا مستكره له“۔ (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له: ۲/۹۳۸، قديمي)

”السابع: أن يجزم بالطلب ويوقن بالإجابة ويصدق رجاءه فيها“۔ (كتاب الأذكار، كتاب

جامع الدعوات، باب آداب الدعاء، ص: ۴۹۰، مكتبة دار البيان)

(و كذا في إحياء علوم الدين، كتاب الأذكار والدعوات، الباب الثاني في آداب الدعاء وفضله الخ،

آداب الدعاء وهي عشرة: ۱/۳۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فرمادیا تو کیا یہ روایت درست ہے؟ یا قرآن پاک کی آیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص کلمات یاد کرائے، آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو ادا کیا تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس آیت سے متعلق یہ بھی ایک قول ہے، جس کو روح المعانی ص: ۲۳۷ (۱) میں قیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

”قیل رأى مكتوباً على ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به“.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا مصداق ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا﴾ الآية ہے (۲)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس کا مصداق: ”اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك لا إله إلا أنت ظلمت نفسي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت“ ہے (۳)۔ تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر میں دوسرے اقوال بھی منقول ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۴ھ۔

(۱) (روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وقالت طائفة: رأى مكتوباً على ساق العرش (محمد رسول الله) فتشفع بذلك“۔ (الجامع

لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۳۷: ۱/۲۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الدر المنثور: ۱/۱۲۶، دار الفكر بيروت)

(۲) ”والمروى في المشهور عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: أن هذه الكلمات هي ﴿ربنا ظلمنا

أنفسنا وإن لم تغفر لنا﴾ الآية“۔ (روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱/۲۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الدر المنثور: ۱/۱۲۳، دار الفكر بيروت)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مذکورہ روایت تتبع کے باوجود نہیں ملی، البتہ مذکورہ کلمات ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں:

”وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنها سبحانه اللهم وبحمدك وتبارك اسمك

وتعالى جدك لا إله إلا أنت ظلمت نفسي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت“۔ (روح المعاني،

البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تفسير النيسابوري على هامش الطبري: ۱/۲۶۱، دار المعرفة)

﴿ومبشراً برسول يأتي من بعدی اسمه أحمد﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۰۳۵]: گزارش یہ ہے کہ آج کل ایک قادیانی نے میرے ایمان میں شک ڈال دیا، انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق کئی آیتوں سے استدلال کر کے وفات ثابت کرنے کی کوشش کی، دیگر آیتوں پر تو میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی، مگر ایک آیت ایسی پیش کرنے کی وجہ سے میں شک میں پڑ گیا ہوں اور وہ آیت یہ ہے:

﴿ومبشراً برسول يأتي من بعدی اسمه أحمد﴾.

اس کا استدلال یہ ہے کہ اس میں بعدی سے مراد میری وفات کے بعد ہے۔ اگر بعدی سے مراد یہ لیا جائے کہ میرے آسمان پر جانے کے بعد، تو اس میں آسمان کا لفظ موجود نہیں ہے اور اگر یہ مراد لیا جاوے کہ میرے پیچھے آئے گا، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمانوں پر چلے گئے ہیں، لہذا مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ ان کے ضمیر کے مطابق اس کے کیا معنی ہوں گے؟ جواب تحریر کرتے وقت ”لانی بعدی“ میں جو ”بعدی“ کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی بھی سامنے رکھ کر جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”من بعدی“ کا ہمیشہ یہی مطلب نہیں ہوتا کہ میرے مر جانے کے بعد، باپ کہیں سفر میں جاتا ہے تو نصیحت کر جاتا ہے کہ میرے بعد ایسا کرنا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ میرے مرنے کے بعد۔ استاد کچھ دیر کے لئے مدرسہ سے باہر جاتا ہے تو طلباء سے کہتا ہے کہ میرے بعد شرارت نہ کرنا۔ ایک ضلع میں ایک کلکٹر ہے، اس کا تبادلہ تجویز ہے، اس کو بتایا نہیں گیا کہ تبادلہ کہاں ہوگا، وہ اپنے ماتحتوں سے کہتا ہے کہ میرے بعد کلکٹر (۱) فلاں شخص

= ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

”وعن ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ووهب بن منبه أن الكلمات: سبحانه اللهم

وبحمدك لا إله إلا أنت عملت سوءاً، وظلمت نفسي فاغفر لي إنك خير الغافرين، سبحانه اللهم

وبحمدك لا إله إلا أنت عملت سوءاً وظلمت نفسي فتاب علي إنك أنت التواب الرحيم“۔ (الجامع

لأحكام القرآن للقرطبي: ۲۲۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”کلکٹر: حاکم ضلع، ڈپٹی کمشنر، محصل، وصول کرنے والا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۹، فیروز سنز لاہور)

ہوگا، اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا (یہ اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ فلاں شخص آئے گا) تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ موجودہ کلکٹر کے مرنے کے بعد دوسرا کلکٹر آئے گا، اگر بالفرض اس کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ اس کا تبادلہ کہاں ہوگا۔ تو یہ ضروری نہیں کہ ماتحتوں کو اپنے تبادلہ کا مقام بتا بھی دے، مقصد اس کلکٹر کا یہ ہے کہ میں اس وقت اس ضلع میں تعینات ہوں، میری تعیناتی یہاں سے ختم ہونے پر دوسرا کلکٹر آئے گا، اس کی تعیناتی ختم خواہ دوسرے ضلع میں منتقل ہو کر ہو، خواہ ریٹائر ہو کر ہو، خواہ کسی اور طرح ہو، کوئی معمولی سمجھ والا بھی یہ نہیں سمجھتا ہے کہ کلکٹر صاحب اپنے مرنے کے بعد کے لئے یہ ہدایت دے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت میری لائی ہوئی کتاب انجیل پر عمل ہے اور اس پر عمل کرانے کے لئے میں بحیثیت رسول متعین ہوں، لیکن میں خاتم النبیین نہیں ہوں، میرے لائے ہوئے احکام ہمیشہ کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کے علم میں ایک حیات مقرر ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسرے رسول آئیں گے، جن کا نام مبارک ”احمد“ ہے، ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کی تشریف آوری پر ان کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہی ذریعہ نجات ہوگا، اس وقت میرے لائے ہوئے احکام پر عمل نہیں ہوگا، بلکہ وہ منسوخ ہو جائیں گے (۱) ہو سکتا ہے، اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا ہی نہ گیا ہو کہ ان کو آسمان پر اٹھایا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو تو علم ہو، لیکن اپنے ماتحتوں پر اظہار نہ فرمایا ہو، پھر جب کہ قرآن پاک میں صاف صاف موجود ہے: ﴿وَمَا قَتْلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ (۲) یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

یہاں ”رفع“ سے مراد رفع جسمانی ہے، نہ کہ رفع درجات (۳)، اس لئے کہ یہود جس چیز کو قتل کرنا

(۱) ”والمقصود أن الأنبياء عليهم السلام لم تزل تنعته، وتحكيه في كتبها على أممها، وتأمرهم باتباعه ونصره، وموازيته إذا بعث..... الخ“ (تفسير ابن كثير، الصف: ۷: ۴/۲۶۳، دارالسلام)

(۲) النساء: ۱۵۸

(۳) ”وأما رفع عيسى عليه الصلاة والسلام فاتفق أصحاب الأخبار، والتفسير على أنه رفع ببدنه“ (التلخيص الحبير، كتاب الطلاق، رقم: ۱۶۰۷: ۲/۱۲۵۶، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة)

”معنى قوله: ﴿إني متوفيك﴾ أي: متمم عمرك، فحينئذ أتوفاك فلا أتركهم حتى يقتلوك، بل رافعك إلى سمائي، ومقربك بملائكتي، وأصونك عن أن يتمكنوا من قتلك، وهذا =

چاہتے تھے وہ جسم ہی تھا، اس کی نفی کی گئی ہے، اس کا رفع بتلایا گیا ہے، اس لئے لفظ ”بل“ لایا گیا ہے۔ درجات کا قتل کرنا، نہ یہود کے ذہن میں تھا، نہ بس میں۔ پھر ﴿وَمَا قَتَلُواہُ یَقِیْنًا﴾ کے بعد ﴿رَفَعَهُ اللّٰہُ اِلَیْہِ﴾ فرمانے سے ان کی تردید اور ان کے غلط عقیدہ کا ابطال کیسے ممکن ہے۔ نیز احادیث صحیحہ سے رفع جسمانی ثابت ہے (۱) اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے (۲)، جس کے مقابلہ میں قادیانی کی تاویلاتِ رکیکہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

حدیث پاک میں ”لا نبی بعدی“ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آجانے کے بعد جب کہ آپ کی تعیناتی ہوگئی، تو کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ کی تعیناتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ بھی متبع ہوں گے، مستقل تعیناتی ہونے کی حیثیت سے اپنے لائے ہوئے احکام انجیل پر عمل کرانے کے لئے تشریف نہیں لائیں گے (۳)۔

= تأویل حسن۔ (التفسیر الکبیر، ال عمران: ۶۸/۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”أي مستوفي أجلك، ومعناه أي عاصمك من أن يقتلك الكفار ومميتك حتف أنفك لا قتلاً بأيديهم (ورافعك إلى) إلى سمائي ومقر ملائكتي“۔ (تفسیر مدارک، ال عمران: ۱/۷۸، قدیمی)

(۱) ”عن سعيد بن المسيب قال: رفع عيسى ابن مريم وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة ومات معاذ بن جبل وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة“۔ (مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، رقم الحديث: ۵۱۷۳، ۳/۲ + ۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”عن الحسن رضي الله تعالى عنه : أنه لما قتل علي، قام خطيباً فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد! والله لقد قتلتم الليلة رجلاً في ليلة نزل فيها القرآن وفيها رفع عيسى ابن مريم.....“۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابة: ۸۳/۱۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”فإن المراد الأولی وهو رفع جسده إلى السماء إجماعاً بلا فصل، والدليل القاطع على ذلك أن هذه الآيات قرئت على وفد نجران باتفاق علماء النقل، ونزلت لإصلاح عقيدتهم، وعندهم أن عيسى عليه السلام رفع بشخصه وجسده..... الخ“۔ (عقيدة الإسلام، فصل في قوله تعالى: ﴿ورافعك إلى﴾: ۱۷۰/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسى بعده، قلنا: نعم! لكنه يتابع محمداً عليه السلام: لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحی ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام“۔ (شرح عقائد النسفية للفتازاني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل)

اس تشریح کے ذریعہ سے اس شخص کی نبوت بھی باطل ہوگئی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں وفات سے قبل ہی دعویٰ نبوت کرے، جیسے اسود عسی۔ ”من بعدی“ کی ایک نظیر قرآن پاک سے اور پیش کرتا ہوں: ﴿بئسما خلفتمونی من بعدی﴾ (۱)۔ یہاں موت کے معنی کا امکان ہی نہیں۔

اس کے بعد غور طلب امر یہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق اجتماعی عقیدہ ہے، اس کو غلط قرار دینے پر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا مدار ہے۔ اس دعویٰ اور دلیل میں ربط کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہر حال بشر ہیں، ایک روز ان کو بھی موت آئے گی، تو کیا ان کی موت سے اس وقت کے تمام لوگ نبی ہو جائیں گے، یا جس وقت مرزا کے نزدیک موت آئی تھی، اس وقت سب لوگ نبی بن گئے تھے، مرزا کی نبوت کو ان کی وفات سے تعلق کیا ہے، کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو، فوراً مرزا کی نبوت تسلیم کر لی جاوے۔ ایک اصولی چیز بھی ذہن میں رکھیں، وہ یہ کہ قرآن پاک کا صحیح مطلب وہ ہے جو کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے سمجھا، پھر صحابہ کرام کو سمجھایا، پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد کے لوگوں کو سمجھایا۔ وہلم جراً۔

= ”ان عیسیٰ علیہ الصلاة والسلام مع بقائه علی نبوته معدود فی أمة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و داخل فی زمرة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو حي مؤمن بالله ومصدقاً..... إنما يحكم عیسیٰ بشریعة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقران والسنة، عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ألا! إن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدی“۔ (الحاوي للفتاوى، كتاب الأعلام بحكم عیسیٰ علیہ السلام: ۱۸۸/۲، ۱۹۵، دار الفکر)

”أن سعيد بن المسيب سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”والذي نفسي بيده ليوشكن لينزلن فيكم ابن مريم حكماً“۔ الحديث..... قوله: (حكماً) أي: حاكماً، والمعنى: أنه ينزل حاكماً بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تتسخ، بل يكون حاكماً من حكام هذه الأمة الخ“۔ (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عیسیٰ بن مريم علیہ السلام: ۴۹۰/۶، ۴۹۱، دار المعرفة)

پس اگر کوئی شخص قرآن پاک کی کسی آیت کا ایسا مطلب بیان کرے، جو نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سمجھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا، نہ انہوں نے کسی کو سمجھایا، بلکہ سب کے خلاف ہے، تو وہ درحقیقت قرآن پاک کا مطلب نہیں ہے، بلکہ خود اس کے نفس کا تراشیدہ مطلب ہے، جو شیطان مضل کے مشورہ سے تجویز کیا گیا ہے، اس کو خدائے پاک اور قرآن کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۶ھ۔



(تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان)

بغیر تجوید کے قرآن کریم پڑھنا

سوال [۱۰۰۳۶]: قرآن شریف پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ ادنیٰ سے ادنیٰ طریقہ کیسے

پڑھنا چاہیے؟

۲..... مثلاً: تراویح میں حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں اور ایسی جلدی پڑھتے ہیں کہ حروف مد (واو، الف، یا کو جتنا کھینچنا چاہیے تھا، نہیں کھینچا، مثلاً: فی قوله تعالى: ﴿لَوْ أَنزَلْنَاهُ﴾ کی جگہ ”لو أنزلن“ الف کو نہیں کھینچا۔ اگر پڑھنے والا قرآن شریف کے معنی جاننے والا ہے تو کیا ہوگا؟ اور مقتدی عالم کا کیا حکم ہوگا؟ اور مقتدی امی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر پڑھنے والا قرآن شریف کا جاننے والا نہیں ہے۔ صرف حافظ قرآن ہے، تو پھر عالم مقتدی اور امی کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کو تجوید و ترتیل سے پڑھنا چاہیے۔ قصداً تجوید و ترتیل کو ترک کرنا درست نہیں (۱)۔

”والأخذ بالتجوید ثم لازم من لم یجود القرآن آثم“۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿ورتل القرآن ترتیلاً﴾ (المزمل: ۴)

”﴿ورتل القرآن﴾ أي: في أثناء ما ذكر من القيام أي: اقرأه على تودة وتبيين حروف“۔ (روح

المعاني، المزمل: ۲۹/۱۰۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”في شرح المذهب: واتفقوا على كراهة الإفراط في الإسراع قالوا: وقراءة جزء بترتیل

أفضل من قراءة جزأین في قدر ذلك الزمان بلا ترتیل“۔ (الإتقان في علوم القرآن، النوع الخامس

والثلاثون، في آداب تلاوته وتأليفه: ۱/۱۵۱، دار الفكر)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، باب كيفية التلاوة لكتاب الله: ۲۰/۱، دار إحياء التراث

العربي بيروت)

لیکن عام لوگ تجوید حاصل نہیں کرتے، علوم سے ناواقف ہیں، اس غلبہ جہل کی بناء پر فقہاء نے جواز نماز میں توسع سے کام لیا ہے، جو اہل علم ہیں یعنی معنی سمجھتے ہیں وہ بھی اکثر مسائل تجوید سے واقف نہیں، نہ ترتیل کی مشق کرتے ہیں، نہ سب حفظ کا اہتمام کرتے ہیں، نہ سارے حافظ تراویح میں سناتے ہیں، اس لئے ایسی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جن میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔ طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ایسی غلطیوں کے متعلق کچھ قواعد بھی لکھے ہیں، فتاویٰ شامی، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری، کبیری وغیرہ کتب فقہ میں بہت جزئیات بھی جمع کر دی گئی ہیں۔ صورت مسئلہ میں بھی توسع ہے۔ قصداً اس طرح پڑھنا جائز نہیں، کوئی عالم مقتدی ہو اور وہ سمجھے کہ معنی بالکل بگڑ گئے، کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے، تو وہ ایسی نماز کا اعادہ کرادے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۶ھ۔

لفظ ”اللہ“ میں مد کی مقدار

سوال [۱۰۰۳۷]: یہاں پر ایک مولوی صاحب سے بحث ہو گئی ہے کہ لفظ ”اللہ“ پر مد کتنا ہونا چاہیے، الف کے برابر یا کم، بعض کہتے ہیں کہ اس میں مد جائز ہی نہیں، جلالت کے لئے مد صرف ”لا إله إلا الله“ میں خاص ہے، یہ مسئلہ قرأت میں کس طرح ہے، ہندو عرب والوں کا عمل اس میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

المد في إسم الجلالة (الله) مد طبعي، في حالة الوصل مقدار ألف كما قال في خلاصة البيان، ص: ۲۱: والمد طبعي، وهو إطالة المد بحسب الطبع مع عدم السبب، ومقداره بقدر الألف لا أزيد ولا أنقص، سواء كانت المدة مرسومة نحو: قال، يقول قيل أم لا نحو: رحمن الخ أما في حالة الوقف فمد عارضی يجوز فيه الطول بثلاث ألفات للسكون، ثم التوسط بالفتن، ثم القصر بألف بجواز التقاء الساكنين في الوقف، ولعدم الاعتداء بالعارض وهو الكون الوقفي بالإسكان أو بالإشمام لا بالروم للحركة فتح قصر فقط. خلاصة البيان، ص: ۲۲ (۱).

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۱ھ۔

آیات قرآنیہ کی ترتیب

سوال [۱۰۰۳۸]: قرآن شریف کی ترتیب کس لحاظ سے ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ آخری آیت ﴿الیوم اکملت لکم﴾ الآية (۱) اور بعض جگہ ﴿واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ﴾ (۲) ہے، آپ مفصل مدلل لکھیں کہ قرآن کریم کی ترتیب، نقطے دار اعراب کس نے لکھوائے اور سورتیں کس طرح الگ بنائی گئیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ ترتیب، نزول ترتیب نہیں ہے۔ کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرما دیا کرتے کہ اس کو فلاں آیت یا فلاں سورۃ سے پہلے یا بعد میں رکھو، یہ تعین نصاً تھی (۳)، پھر جب سب کو ایک جگہ جمع کیا گیا تو اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا، اولاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا (۴)، پھر اس میں زائد

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) (البقرہ: ۲۸۱)

(۳) ”روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا نزلت علیہ سورۃ دعا بعض من یکتب، فقال: ضعوا هذه السورۃ فی الموضع الذی یدکر فیہ کذا وکذا“۔ (مناہل العرفان، المبحث الثامن فی جمع القرآن بمعنی کتابتہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۱۷۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”.....فکان إذا نزل علیہ الشیء دعا بعض من کان یکتب، فیقول: ضعوا هؤلاء الآیات فی السورۃ الذی یدکر فیہا کذا وکذا..... الخ“۔ (الإتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبه: ۱/۱۱۶، دار ذوی القربی)

(و کذا فی تفسیر القرطبی، مقدمة المؤلف: ۱/۵۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۴) ”أن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أرسل إلیّ أبوبکر مقتل أهل الیمامة (أي: عقب استشهاد القراء السبعین / فی واقعة الیمامة) فإذا عمر بن الخطاب عنده، قال أبوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”إن عمیر أتانی فقال: إن القتل قد استحر (أي اشتد) يوم الیمامة بقراء القرآن، وإنی أخشى أن يستحر القتل بالقراء بالمواطن، فیذهب کثیر من القرآن، وإنی أرى أن تأمر بجمع القرآن، قلت لعمر: ”کیف نفعل =

قرات کو جو کہ منسوخ ہو چکی تھی، نکال کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا، موجودہ ترتیب وہی ترتیب عثمانی ہے (۱)، جن روایات میں آخری سورت یا آخری آیت کو بتلایا گیا ہے، وہ باعتبار نزول ہے (۲)۔ اعراب اور نقطوں سے متعلق مشہور یہ ہے کہ حجاج نے لگوائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۸۹ھ۔

آیات کے رموز و علامات کا حکم

سوال [۱۰۰۳۹]: اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے والا استاد فوائد مکیہ کی رو

= ما لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”هذا والله خير، فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدري لذلك، ورأیت فی ذلك الذي رأى عمر، قال زید: ”قال أبو بكر: ”إنك رجل شاب عاقل لا نتهمك، وقد كنت تكتب الوحي لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فتتبع القرآن ما جمعه، فواللہ لو كلفوني نقل جبل من الجبال، ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن! قلت: ”كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: ”هو والله خير، فلم یزل أبو بكر یراجعنی حتی شرح اللہ صدري للذي شرح صدر أبي بكر وعمر. فتتبع القرآن أجمعه من العصب واللحاف وصدور الرجال، حتی وجدت اخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها مع غيره ﴿لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم﴾ حتی خاتمة براءة، فكانت الصحف عند أبي بكر حتی توفاه اللہ، ثم عند عمر حياته، ثم عند حفصة بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما“۔ (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۲/۷۴۵، ۷۴۶، قديمی)

(۱) ”وقال الحاکم في المستدرک: جمع القرآن ثلاث مرات: إحداها بحضرة النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم..... الثانية: بحضرة أبي بكر رضي اللہ تعالیٰ عنہ..... الجمع الثالث: هو ترتيب السور في زمن عثمان رضي اللہ تعالیٰ عنہ..... كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنزل عليه السور ذوات العدد، فكان إذا نزل عليه شيء دعا بعض من كان يكتب، فيقول: ضعوا هؤلاء الآيات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا..... الخ“۔ (الإتقان في علوم القرآن، النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه: ۱/۱۱۶، دار ذوي القربى)

(و كذا في مناهل العرفان للزرقاني، جمع القرآن على عهد عثمان رضي اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۲۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، مقدمة المؤلف: ۱/۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

سے اَعُوذُ بِاللّٰہِ، بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے سے مجبور ہے اور رموزِ علامات اور حرکات و سکنات بالکل خالی ہو، بقیہ ویسا ہی تلاوت کرے، تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ کوشش کے باوجود حرکات و سکنات کی رعایت نہیں کر پاتا، تو تب بھی وہ ثواب کا مستحق ہے (۱)۔ آیات کے رموز و علامات سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۹ھ۔

قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی علامات کیا بدعت ہیں؟

سوال [۱۰۰۴۰]: قرآن مجید میں تلاوت کرنے والوں کے لئے مناسب موقع و محل پر ٹھہرنے اور سانس لینے کی غرض سے علماء اوقاف نے وقف کی جو قسمیں کی ہیں، مثلاً: تام، مختار، کافی، جائز، حسن، مفہوم، فہم، قبیح، متروک وغیرہ اور علامہ سجاوندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توقف کی قسمیں کر کے ان کے لئے رموز اوقاف وضع کئے ہیں کہ ان کی اصطلاحات دیگر علماء اوقاف سے مختلف ہیں، مگر مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اور رموز اوقاف ہر ملک میں طبع ہونے والے مصاحف میں کمی بیشی کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور علامہ سجاوندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی ائمہ اوقاف نے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کی قسمیں کی ہیں اور مواقع و قوف کی پورے قرآن مجید میں تعیین کی ہے اور ان کے لئے احکام بیان کئے ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، مثلاً: ایضاح الوقف والابتداء للأنباري متوفی ۳۲۸ھ، الاکتفاء في معرفة الوقف والابتداء لأبي محمد الداخمي متوفی

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرؤه يتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران اثنان“، (سنن ابن ماجه، باب ثواب القرآن، ص: ۲۷۶، قدیمی)

(وصحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل حافظ القرآن: ۱/۲۶۹، قدیمی)

”فله أجران، أي: أجر لقرأته وأجر لتحمل مشقته، وهذا تحريض على تحصيل القراءة“، (بذل

المجهود في حل أبي داود، الجزء التاسع، باب ثواب قراءة القرآن: ۳۳۸/۲، مكتبة قاسميه ملتان)

۴۴۴ھ، الاهتداء فی بیان الوقف، والابتداء للعلامة ابن الجزري رحمه الله تعالى، منار الهدی فی بیان الوقف، والابتداء للأشموني (یہ کتابیں عام طور پر دستیاب ہیں)۔ المرشد للشیخ زکریا الانصاری (یہ کتاب منار الہدی کے حاشیہ پر ہے)۔ متقدمین و متاخرین سے بہت سے حضرات نے موضوع خاص کے طور پر اس علم و فن کی خدمت کو اپنا محبوب ترین مشغلہ بنایا۔

جواب طلب بات یہ ہے کہ علماء اوقاف کا وقف کی قسمیں کرنا اور ان کے لئے رموز مقرر کرنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا حکم ہے؟ علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف کی قسمیں اور ان کے احکام اور ان کے متعلقات کو بیان کرنے کے بعد اول الذکر نے برہان فی علوم القرآن: ۱/۳۵۴ (۱) میں اور ثانی الذکر نے الإلتقان فی علوم القرآن: ۱/۸۹ (۲) میں لکھا ہے:

”وذهب أبو يوسف رحمه الله تعالى القاضي صاحب أبي حنيفة رحمه الله تعالى إلى تقدير الموقوف عليه من القرآن التام، والناقص، والحسن، والقيح، وتسميته بذلك بدعة، ومعمد الوقف على نحوه مبتدع، قال: ”لأن القرآن معجز وهو كالقطعة الواحدة، فكله قرآن وبعضه قرآن، وكله تام حسن وبعضه تام حسن، حكى ذلك أبو قاسم ابن برهان النحوي عنه“.

جب یہ ہی بات مولوی حفیظ الدین صاحب اور مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے کہی کہ علامہ سجاوندی کے مقرر کردہ رموز اور ان پر وقف کرنا بدعت ہے اور آیات پر وقف کرنا ضروری و واجب ہے، تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں ”رد الطغیان فی أوقاف القرآن“ کے نام سے کتاب لکھی ہے (۳)۔ جس میں حضرت نے یہ ثابت کیا کہ ان موقعوں پر

(۱) (البرهان فی علوم القرآن، النوع الرابع والعشرون: أقسام الوقف: ۱/۳۵۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (الإلتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والعشرون فی معرفة الوقف والابتداء: ۱/۱۲۴، دار الفکر)
(۳) مذکورہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا، البتہ فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال ”قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ“ کے عنوان سے مذکور ہے، جس میں مولانا سید نذیر حسین صاحب اور دیگر اہل حدیث حضرات کے جوابات مذکور ہیں۔ اس کے بعد ان کے رد میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا آٹھ صفحات پر مشتمل مفصل جواب مذکور ہے۔ ممکن ہے رسالہ سے سائل کی مراد =

وقف کرنا خلاف سنت نہیں ہے، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے جو تعارض پیدا ہو رہا ہے، اس کو حل فرمائیں اور مفصل و مدلل باحوالہ جواب سے مستفیض فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فجزاکم اللہ أحسن الجزاء فی الدارین۔ فقط والسلام۔

المستفتی: خلیق اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ، ص-ب، ۱۱۴ مکة المکرمہ.

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر علم و فن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں، جیسے: صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، ان تمام اصطلاحات کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کرنا دشوار ہے۔ مثلاً: اصطلاحات حدیث، مرفوع، مرسل، موقوف، منقطع، معضل، منکر، شاذ، غریب، فرد وغیرہ، جس وقت علم حدیث کو بحیثیت فن مدون کیا گیا تو اس کی اصطلاحات بھی تجویز کی گئی، اس کو اس اعتبار سے بدعت کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں، مگر ان کے مفاہیم میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور مفاہیم کے ادا کرنے کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے، مگر چونکہ یہ اصطلاحات افہام و تفہیم کے لئے ہیں۔

امر تعبیدی کے درجہ میں نہیں، اس لئے ان کو اصطلاحی بدعت ضلالہ قرار دے کر رد کرنا بھی درست نہیں، رموز قرآنیہ کا حال بھی یہ ہی ہے، ان اصطلاحات کو بدعت کہنا اس حیثیت سے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول نہیں، درست ہے، لیکن ان کو بدعت ضلالہ قرار دے کر رد کر دینا بھی درست نہیں، حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے زلۃ القاری میں اس سے بحث کی ہے اور کسی جگہ بھی وقف کو لازم قرار نہیں دیا ہے، جیسا کہ قراء و مجودین کا حال ہے۔

میم وقف لازم است مگر از او

گر بگذری بیم کفر است اندر او (۱)

= یہی جواب ہو۔ ملاحظہ ہو: (فتاویٰ رشیدیہ، قرأت اور تجوید کا بیان، قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ، ص: ۳۲۲، سعید)

(۱) ترجمہ: ”میم وقف لازم ہے لیکن اگر آپ یہاں وقف نہ کرتے ہوئے گزریں گے تو اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔“

علامہ ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی (۱) میں اور دیگر فقہاء نے اپنی کتابوں میں بے محل وقف کو تو بعض اقوال پر مفسد صلوٰۃ کہا ہے، وقف نہ کرنے کو مفسد صلوٰۃ نہیں کہا اور ترجیح عدم فساد کو دی ہے (۲)، علامہ طحاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اگر تمام قرآن کریم میں بالکل وقف نہیں کیا، تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، یعنی طی ارض کی طرح اگر حق تعالیٰ کسی کو قدرت دے دیں کہ وہ ایک سانس میں سارا قرآن شریف پڑھ دے، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، بس یہ وقوف مزینات و محسنات ہیں، نہ کہ واجبات و مفسدات۔

المسئلة الثانية في الوقف والابتداء في غير موضعها فإن لم يتغير به

المعنى لا تفسد بالإجماع من المتقدمين والمتأخرين، وإن يتغير به المعنى

ففيه اختلاف والفتوى على عدم الفساد بكل حال، وهو قول عامة علمائنا

(۱) ”(و) أما الحكم (في قطع) بعض (الكلمة) عن بعض لانقطاع نفس أو نسيان الباقي (فقد كان الشيخ الإمام شمس الأئمة) الحلواني (يفتي بالفساد) من مثل ذلك، وبه قال بعض المشائخ (و) لكن (عامة المشائخ قالوا: لا تفسد لعموم البلوى) في انقطاع النفس والنسيان (أما الوقف) في غير موضعه والابتداء من غير موضعه (فلا يوجب) ذلك (فساد الصلاة أيضاً لعموم البلوى) بانقطاع النفس أو النسيان (عند عامة علمائنا وعند بعض) العلماء (تفسد) إن تغير المعنى تغيراً فاحشاً الخ“ (الحلبی الكبير، زلة القاري، ص: ۳۸۰، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتداء من غير موضع الابتداء وإنه على وجهين، الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً، لكن الوقف والابتداء قبيح لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمه الله تعالى، الوجه الثاني: أن يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته عند علمائنا، وعند بعض العلماء تفسد صلاته، والفتوى على عدم الفساد على كل حال؛ لأن في مراعاة الوقف والوصل والابتداء إيقاع الناس في الحرج، خصوصاً في حق العوام، والحرج مدفوع شرعاً“ (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۳۷۷/۱، مكتبة غفاريه كوتله)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مسائل زلة القاري: ۶۳۲/۱، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، منها الوقف والوصل: ۸۱/۱، رشيديه)

المتأخرین؛ لأن في مراعاة الوقف والوصل إيقاع الناس في الحرج لا سيما العوام والحرص مدفوع كما في الذخيرة والسراجية والنصاب، وفيه أيضاً لو ترك الوقف في جميع القرآن لا يفسد صلاته عندنا“۔ حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، ص: ۲۰۴ (۱)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

قرآن کریم اردو میں لکھنا

سوال [۱۰۰۲۱]: اخبار ”آزاد ہند“ ۲۴ جون میں آپ کا فتویٰ روشن چراغ کے متعلق شائع ہوا، جس میں آپ نے جو فتویٰ دیا ہے، اس کا خلاصہ بندہ اس طرح درج کر رہا ہے، روشن چراغ کے مترجم محمد خان جالندھری نے جو کتاب لکھی ہے، وہ عربی مع اردو ہے، مگر فی الحال بازاری روشن چراغ میں عربی کا پتہ نہیں ہے اور کاتب و شائع کنندہ یا کمپنی یا چھاپہ خانہ کا پتہ بھی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے پھر اپنا فتویٰ اس کے متعلق بھی دیا ہے کہ کلام پاک چونکہ عربی زبان میں اللہ نے اپنی شان حکمت سے نازل کیا ہے، اس کو صرف اردو میں لکھنے سے اس کی تحریف اور لفظوں و معنی میں الٹ پھیر ہونے کا ڈر ہے، لہذا اس کے پڑھنے کی بھی ممانعت ہے، بندہ ناچیز نے بھی ایک کتاب روشن چراغ کاتب محمد خان جالندھری کی دیکھی ہے، اس میں کتاب کا نام اور پریس کا نام تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور، کراچی لکھا ہے، بندہ اس فتویٰ کو سن کر کافی پریشان و سرگردان ہے۔

مجھ ناچیز کے ذہن میں یہ باتیں گردش کرتی ہیں کہ شاید جو کتاب آپ نے دیکھی ہے، وہ کسی صاحبِ نقال نے محمد خان جالندھری کے روشن چراغ کی نقل کر لی ہوگی۔ اور کاتب اور کمپنی کا نام لکھا ہوا اور بطور بازاری کر کے اپنی دنیاوی روزی حاصل کرنے کا سہارا ڈھونڈ لیا ہے، میرا خیال ہے کہ اگر یہ چور بازاری کی نقل نہ ہو اور صرف اردو قرآن پاک یعنی اللہ کے ارشاد کو سمجھ سکے تو اس میں کون سی غلطی ہوگی، یہ کوئی کفر کی بات نہیں ہے، اگر ہے تو کوئی شرعی فیصلہ قرآن و حدیث کے حوالے سے ناچیز بندہ کو آگاہ کریں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقبی الفلاح، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة، قبیل فصل فیما

چونکہ میں کوئی خاص علم یافتہ نہیں ہوں، اس لئے آپ ان سنجیدہ مسائل کو حل کر دیں، تاکہ دل پریشان نہ ہو، دینی مذہبی معلومات حاصل کر سکوں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم عربی میں نازل ہوا، اس کو عربی میں دوسروں تک پہنچایا گیا، عربی میں لکھا گیا، عربی کو برقرار رکھ کر اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر ہر زبان میں لکھنا اور چھاپنا اور بیان کرنا درست ہے، عربی کو ختم کر کے محض آیت کسی بھی زبان میں لکھنا اور چھاپنا جائز نہیں، اسی طرح عربی الفاظ کو کسی اور رسم الخط ہندی، انگریزی، بنگلہ وغیرہ میں چھاپنا بھی جائز نہیں۔ اس پر اتفاق و اجماع ہے، جیسا کہ الإلتقان میں مذکور ہے (۱)۔ محض ترجمہ (بغیر اصل عربی عبارت کے) شائع کرنے میں خرابی یہ ہے کہ لوگ صرف ترجمہ پڑھا کریں گے اور عربی میں قرآن کریم سے محروم رہ جائیں گے، پھر اس عربی کا چھپنا بھی رفتہ رفتہ بند ہو جائے گا، عربی ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ ترجمہ کس قدر صحیح ہے اور کس قدر غلط ہے؟ اور قرآن پاک کا معاذ اللہ وہ حال ہو جائے گا، جو کہ آج تو ریت اور انجیل کا حال ہے کہ اصل کا چھپنا ختم ہے، ترجمہ ہی ترجمہ سب جگہ پھیل رہا ہے اور اس میں بھی ہمیشہ ترمیم و تحریف ہوتی رہتی ہے۔ اور جس کا جو دل چاہتا ہے، چھاپ دیتا ہے، کوئی تمیز نہیں کہ کون سا ترجمہ صحیح ہے؟ کون سا غلط ہے؟

غیر مسلم بھی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہیں اور اپنے مطلب کی باتیں قرآن پاک کے نام پر شائع کرتے ہیں، عوام ان پڑھان کے پھندے میں آجاتے ہیں، مگر اصل عربی متن کے پڑھنے پڑھانے، یاد کرنے، سنانے کا رواج ہے، اس لئے اہل علم بتلا دیتے ہیں کہ فلاں ترجمہ غلط ہے، اگر خدا نخواستہ عربی متن کا رواج نہ رہے اور سب کے پاس ترجمہ ہی ترجمہ ہو تو پتہ چلنا دشوار ہو جائے گا اور جب مسلمانوں کے پاس ان کے مذہب کی سب سے اعلیٰ کتاب موجود نہ رہے گی تو ان کا اصل دین بھی کہاں رہے گا؟ یہ سب خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے

(۱) ”وقال أشهب: سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا على الكتابة الأولى، رواه الداني في المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة..... وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واو، أو ياء أو ألف، أو غير ذلك.“ (الإلتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط واداب كتابته: ۵۳۶/۲، دار الفكر بيروت)

بغیر عربی کے محض ترجمہ کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔

”في الفتح عن الكافي: ”إن اعتاد القراءة بالفارسية، أو أراد أن يكتب

مصحفاً بها يمنع. وإن فعل في آية أو آيتين فإن كتب القرآن وتفسير كل

حرف وترجمته جاز، ردالمحتار، ص: ۴۵۳ (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا

سوال [۱۰۰۲۲]: روشن چراغ قرآن پاک مولانا فتح محمد خان جالندھری کا جوار دو ترجمہ والا ہے

اس میں ترجمہ اردو ہی اردو میں لکھا ہے، پارے، سورہ، رکوع اور آیت نمبر کا حوالہ ضرور لکھا ہوا ہے۔ لیکن عربی کا لفظ تک نہیں ہے، کیا مندرجہ بالا قرآن پاک گاڑ دینے کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا، اس کا ترجمہ و تفسیر ہر زبان میں درست ہے، مگر اصل متن عربی کا محفوظ رکھنا اور چھاپنا ضروری ہے۔ پارہ، سورت، رکوع، آیت کے نمبر لگا دینے سے جب کہ اصل عربی ساتھ نہ ہو، یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اسی ترجمہ شریف کا بھی قوی احتمال ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز میں اسی ترجمہ کے پڑھنے پر کفایت کی جانے لگے وغیرہ وغیرہ امور کی وجہ سے ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں، الا تقان میں تصریح موجود ہے (۲)۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب: في

بيان المتواتر والشاذ: ۴۸۶/۱، سعید)

(و کذا في فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۲۸۶/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و کذا في مناهل العرفان في علوم القرآن، حکم ترجمۃ القرآن بمعنی نقلہ إلى لغة أخرى: ۳۹/۲، دار

إحياء التراث العربي بیروت)

(۲) ”سنل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا على الكتابة الأولى

رواه الداني في المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة وهل تجوز كتابته بقلم غير العربي =

ایسے ترجمہ کو قبر بنا کر کپڑے میں دفن کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۴ھ۔



= والأقرب المنع كما تحرم قراءة غير لسان العرب ولقولهم: القلم أحد اللسانين، والعرب لا تعرف قلمًا غير العربي. وقد قال تعالى: بلسان عربي مبين“ أخرج ابن أبي داود عن إبراهيم التيمي قال: قال عبد الله: لا يكتب المصاحف إلا مصري. قال ابن أبي داود: هذا من أجل اللغات“. (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط واداب كتابته، ص: ۵۳۶-۵۴۱، دارالفكر)

”في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفًا بها يمنع..... والظاهر أن الفارسية غير قيد“. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، في بيان المتواتر والشاذ: ۴۸۶/۱، سعيد)

(و کذا فی مجموعه رسائل اللکنوی، اکام النفائس، ص: ۵۳: ۳۸۵/۴، إدارة القرآن کراچی)

(آداب قرآن کا بیان)

جنبی کے لئے مس قرآن کریم

سوال [۱۰۰۴۳]: قرآن مجید کو بغیر وضو چھونا کیسا ہے؟ قرآن مجید میں ﴿لَا يَمْسُهِ إِلَّا الْمَطْهُرُونَ﴾ (۱) ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاہر لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں، ناپاک نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناپاک کا اطلاق جنبی پر ہوتا ہے نہ کہ بے وضو پر، کیونکہ دوسرے مقامات پر حکم ہے کہ ناپاک لوگ مسجد میں نہ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جنبی مسجد میں نہ جائے، بے وضو شخص جاسکتا ہے، ناپاک کا اطلاق بے وضو شخص پر نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نجاست حکمیہ (حدث) کی دو قسمیں ہیں: ایک صغریٰ، دوسری کبریٰ۔

قرآن پاک کو مس کرنے اور نماز پڑھنے اور طواف کرنے میں ہر دو قسم مانع ہیں اور قرأت قرآن بغیر مس اور دخول مسجد سے صرف دوسری قسم مانع ہے، پہلی قسم مانع نہیں۔

”ويحرم بالجنابة خمسة أشياء الصلاة، وقراءة آية من القرآن، ومسها

إلا بغلاف، ودخول مسجد، والطواف. ويحرم على المحدث ثلثة أشياء:

الصلاة والطواف، ومس المصحف إلا بغلاف“ (مراقی الفلاح، ص: ۸۹) (۲)۔

(۱) (الواقعة: ۷۹)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص:

۱۴۷، ۱۴۸، قدیمی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، الفصل الرابع فی أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة:

۳۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الحيض: ۳۳۸/۱-۳۵۱، رشیدیہ)

اصطلاح شرع میں بے وضو بے غسل دونوں کو ناپاک قرار دیا گیا ہے، بے وضو کی ناپاکی حدیث اصغر ہے اور بے غسل کی ناپاکی حدیث اکبر ہے۔ دونوں کے احکام ہر معاملہ میں یکساں نہیں بعض میں اتحاد ہے، بعض میں فرق ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۷ھ۔

قرآن شریف جیب میں رکھنا

سوال [۱۰۰۴۲]: میرے پاس قرآن شریف پاکٹ سائز ہے اور وہ ہر وقت میری جیب میں ہی رہتا ہے، کیا میں اس کو پاخانہ میں بھی ساتھ رکھ سکتا ہوں یا نہیں اور ظاہر ہے کہ میں ہر وقت با وضو تو ہوتا نہیں، تو اندیشہ ہے کہ میرا ہاتھ میری جیب میں پڑتا ہو، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی کر کے کوئی ایسی صورت بتائیں کہ میں قرآن شریف کو ہر وقت ساتھ رکھا کروں اور تلاوت کیا کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ مناسب نہیں کہ قرآن کریم ہر وقت جیب میں رکھا رہے، کبھی ناپاک جگہ بھی جانا ہوتا ہے، کبھی بے وضو بھی ہاتھ لگ جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن کریم کو چومنا

سوال [۱۰۰۴۵]: قرآن کریم کو چومنا کیسا ہے؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعة: ۷۹)

”وَعَلَىٰ هَذَا إِذَا كَانَ فِي جَيْبِهِ دِرَاهِمٌ مَكْتُوبٌ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَوْ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَدْخَلَهَا مَعَ نَفْسِهِ الْمَخْرُجِ يَكْرَهُ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ: ۵/۳۲۳، رشیدیہ)

”وَعَنْ سَلْمَانَ أَنَّهُ قَالَ: فَقَرَأَ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَمَسَّ الْمَصْحَفَ حِينَ لَمْ يَكُنْ عَلَىٰ وَضوءٍ وَعَنْ سَعْدٍ أَنَّهُ أَمَرَ ابْنَهُ بِالْوَضوءِ لِمَسِّ الْمَصْحَفِ وَكَرِهَ الْحَسَنُ وَالنَّخَعِيُّ مَسَّ الْمَصْحَفِ عَلَىٰ غَيْرِ وَضوءٍ“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۲۱، دارالكتاب کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کو تعظیماً بوسہ دینا شرعاً درست ہے۔

”وروي عن عمر رضي الله تعالى عنه: أنه كان يأخذ المصحف كل غداة

ويقبله ويقول: عهد ربي عز وجل، وكان عثمان رضي الله تعالى عنه يقبل المصحف

ويمسه على وجهه“ كذا في رد المحتار: ۵/۳۴۶ (۱). والله تعالى اعلم.

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرله، ۲/۳/۹۲ھ۔

قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا

سوال [۱۰۰۴۶]: قرآن پاک کو زانوں کے اوپر رکھ کر پڑھتا ہے، سو بے ادبی ہے یا نہیں؟ جب

کہ یہ آدمی اکثر اوقات تلاوت ہی میں منہمک رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ زانوں کے اوپر تکیہ رکھ کر اس پر قرآن کریم رکھے، یہ اقرب إلى الأدب ہے۔ فقط واللہ

سبحانہ وتعالیٰ جل مجدہ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

(۱) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس، باب الاستبراء وغيره: ۶/۳۸۴، سعید)

”الاستفسار: تقبيل المصحف، هل يجوز؟

الاستبشار: نعم! وقد روي ذلك عن الأصحاب روي عن عثمان رضي الله تعالى عنه أنه

كان يأخذ المصحف ويقبله، ويمسحه على وجهه“ (فتاویٰ اللکنوی، کتاب الصلاة، مایعلق بتلاوة

القرآن، ص: ۴۳۷، رشیدیہ)

(و کذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في صفة الأذکار، قبیل باب

مايفسد الصلاة، ص: ۳۲۰، قدیمی)

بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال [۱۰۰۴۷]: صحن مسجد میں حوض ہے، جس کی اونچائی فرش مسجد سے تقریباً ڈھائی فٹ ہے، حوض محراب تک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مسجد میں لوگ تلاوت کرتے رہتے ہیں اور حوض پر کچھ لوگ وضو بناتے رہتے ہیں، جس سے قرآن پاک کی بے حرمتی کا خیال پیدا ہوتا ہے، کیا حوض کی نوعیت کو باقی رکھتے ہوئے اس بے حرمتی سے بچنے کی کوئی شکل ہے؟ نیز قرب و بعد کی بھی کچھ حدیں متعین ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحن مسجد ختم ہونے پر حوض ہے اور وہ سطح صحن سے بلند ہے اور مسجد کے اندر یا صحن میں لوگ حوض کی طرف پشت کر کے قبلہ رو ہو کر تلاوت کرتے ہیں اور حوض پر لوگ وضو کرتے ہیں، تو شرعاً یہ صورت درست ہے، تلاوت کرنے والوں کا جسم حائل ہے، قرآن پاک اور وضو کرنے والوں کے درمیان۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

اس کمرہ کی چھت پر چلنا، جس میں قرآن مجید موجود ہو

سوال [۱۰۰۴۸]: ایک کنواں، جس میں ہزاروں قرآن پاک ٹھنڈے کئے ہوتے ہیں، اس کا منہ بند کر کے برابر کر دیا جاتا ہے، اس پر چلنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ یہ معلوم ہے کہ یہ کنواں اس طرح کا ہے جس کو بند کیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانتے ہوئے تو احتیاط کرنا بہتر ہے، ورنہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے مکان کے اندر قرآن شریف ہو اور اس کی چھت پر چلنا پھرنا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جن اخبارات میں قرآن کی آیات ہوں، ان کا حکم

سوال [۱۰۰۴۹]: ”اخبار الجمعۃ“ اور ”دعوت“ کوروی میں فروخت کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس

میں بعض جگہ قرآنی آیتیں بھی ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو پاک کپڑے سے لپیٹ کر زمین میں قبر بنا کر دفن کر دیں، ردی میں فروخت کرنے سے بہت بے حرمتی ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۸۹ھ۔

قاعدہ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر

سوال [۱۰۰۵۰]: قرآن کریم اور ان کے مانند کیا ایسے قاعدہ بغدادی کے اوراق بھی واجب الاحترام ہوں گے جس میں حروف تہجی کے باعتبار اٹھارہ قواعد تحریر ہوں، اگر ان اوراق کو کہیں غلاظت سے نکال کر اور دھو کر کہیں احتیاط سے رکھنے یا دفن کرنے کے بجائے امام مسجد، مسجد کے حمام کی آگ روشن کرنے کے کام میں لے آئے، جب کہ نیچے پیشاب خانہ اور جوتوں کے مقام تک اڑا کر جایا کرے، بلکہ امام کہتا ہے کہ اس قسم کے قاعدہ بغدادی کے اوراق اور اردو کے اخبارات اور دیگر کتب بزبان اردو کے اوراق کا صرف اتنا ہی احترام کرنا ضروری ہے کہ ان کو جلا دیا جائے، کیا واقعی بکر کو ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حروف مفردہ کا بھی احترام ہے (۲)۔ قاعدہ بغدادی میں تو قرآن کریم کے الفاظ مرکبہ بھی موجود ہیں،

(۱) ”المصحف إذا صار بحال لا یقرأ فیہ، ویدفن کالمسلم“۔ (الدر المختار)۔ ”أی: یجعل فی خرقۃ طاهرۃ، ویدفن فی محل غیر ممتهن لا یوطأ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب: یطلق الدعاء علی ما یشتمل الشاء: ۱/۷۷، سعید)

”وقال العلامة وهبة الزهيلي: ویدفن المصحف کالمسلم إذا صار بحال لا یقرأ فیہ“۔ (الفقه الإسلامی وأدلته، المطلب التاسع: ۱/۳۵۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف.....: ۵/۳۲۳، رشیدیہ)

(۲) ”ولو قطع الحرف من الحرف، أو خیط علی بعض الحروف فی البساط، أو المصلی حتی لم یتبق =

نیز قاعدہ نمبر ۱۸ میں اللہ تعالیٰ کے نام اور کلمات دعائیہ بھی ہیں۔ بس آگ جلانے کا ذریعہ ایسے اوراق کو نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا

سوال [۱۰۰۵]: زید قرآن پاک کے کسی جز کو بغل میں دبا کر مسجد سے باہر بغرض تلاوت لاتا

ہے، تو آیا یہ قرآن کے ساتھ سوء ادبی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغل میں دبا کر سینہ سے لگا کر لاتا ہے، تو سوء ادبی نہیں، یہی عرف ہے۔ ایک بزرگ نے قرآن کریم

= الكلمة متصلة لم تسقط الكراهية، وكذلك لو كان عليهما الملك لا غير وكذلك الألف واللام وحدها إذا كتب اسم فرعون أو كتب أبو جهل على غرض يكره؛ لأن لتلك الحروف حرمة كذا في السراجية“۔ (الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

”على أن الحروف في ذاتها لها احترام“۔ (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، قبيل

باب المياہ: ۱/۸، سعید)

(۱) ”وعليه يتفرع أن الرسائل التي يستغنى عنها وفيها بسم الله تمحى ثم تلقى في الماء الكثير أو تدفن في أرض طيبة كذا في ”نصاب الاحتساب“ والناس عنه غافلون فإنهم عند ما يستغنون من الرسائل يحرقونه وينشرونه في الطرق والنجاسات ولا يباليون في ذلك“۔ (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالى، نفع المفتي والسائل: ۱۶۰/۴، إدارة القرآن کراچی)

”الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي، أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء“۔ (الدر المختار)۔ ”والدفن أحسن كما في الأنبياء والأولياء إذا ماتوا وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع بها يعني أن الدفن ليس فيه إخلال بالعظيم“۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۲/۶، سعید)

کی تفسیر لکھی اور فرمایا:

روز قیامت چوں نہد در دست ہر کس نامے

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل (۱)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ جل مجدہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۱۴۰۰ھ۔



(۱) ترجمہ: ”قیامت کے دن جب ہر کسی کے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا، تو میں بھی تفسیر قرآن کو بغل میں لے کر حاضر ہوں گا۔“

(آداب تلاوت کا بیان)

ایک مجلس میں پورا قرآن مجید ختم کرنا

سوال [۱۰۰۵۲]: ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن کریم نماز و نفل باجماعت میں ایک ہی شب میں ختم کر لیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبہ کے باشعور اہل علم حضرات ختم قرآن کے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں، تاکہ لوگوں میں حفظ قرآن کا جذبہ پیدا ہو اور حفاظت کی یادداشت بھی پختہ ہو جائے، ختم قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں، اوقات اس پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کر کے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں، اس تمہید کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... تلاوت قرآن کی آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جن جن لوگوں کو سنائی دے، ان سب پر استماع قرآن فرض ہے یا صرف حاضرین مجلس کا سننا کافی ہے؟

۳..... لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی آواز قضائے حاجت کرنے والوں کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے (۱)، ملائکہ تک سننے کے لئے آتے

(۱) ”عن جبیر بن نفیر رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إنكم لن ترجعوا إلى الله بأفضل مما خرج منه“۔ یعنی القرآن“۔ (جامع الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمہ: ۱۱۹/۲، سعید)

(وصحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن: ۲۶۸/۱، قدیمی)
(وکذا فی الترغیب والترہیب، کتاب قراءة القرآن: ۳۶۶/۲، رقم الحديث: ۲۳/۲۲۱۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

ہیں (۱)، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حفظ قرآن پاک کا جذبہ اور اس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک ہے، اس پاکیزہ مجالس کی برکت سے بہت سی واہیات خرافات ممنوعات سے حفاظت بھی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ خود آواز تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان عنایت توجہ فرماتے ہیں (۲)۔ اور جب سکون و اطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب و شوق سے حاضر ہو کر سنیں، کسی کو گرانی اور بار نہ ہو، تو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف میں تین دن سے کم میں ختم کرنے کو منع فرما دیا گیا ہے (۳)، اس کا منشاء بھی وہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حق تلاوت ادا نہیں ہوتا، بلکہ بلا غور و تدبر کے جلدی جلدی گرانی و ناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، ان مجالس کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین اور دیگر

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، قال: أن أسيد بن حضير، قال: بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة، وفرسه مربوطة عنده؛ إذ جالت الفرس، فسكت، فسكنت، فقرأ فجالت ولما آخره رفع رأسه إلى السماء، فإذا مثل الظلمة فيها أمثال المصابيح، فلما أصبح حدث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: تلك الملائكة دنت لصوتك، ولو قرأت لأصبحت ينظر الناس إليها لا تتواري منهم“۔ (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن: ۷۵۰/۲، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكينة لقراءة القرآن: ۲۶۹/۱، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الأول: ۱۸۲/۱، قديمی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ما أذن الله لشئ ما أذن لنبي حسن الصوت، يتغنى بالقرآن يجهربه“۔ (صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن: ۲۶۸/۲، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة، الفصل الأول: ۱۹۰/۱، قديمی)

(۳) ”عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث“۔ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تخريب القرآن: ۲۰۷/۱، رحمانیہ)

(وجامع الترمذي، كتاب القراءة، باب بلا ترجمة: ۱۲۳/۲، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة، الفصل الثاني: ۱۹۱/۱، قديمی)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجالس مبارکہ کا تتبع کر کے دیکھا جاتا ہے، تو وہاں ایسی مجالس کا کوئی پتہ نہیں کہ ایک مجلس میں جمع ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو، یا نمبر وار۔ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا کہ بعض صحابہ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے (۱)۔ اور بعض اکابر سے ایک ایک دن میں کئی کئی قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے (۲)، مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے، مجلس و مجمع کر کے نہیں۔

جو شغف اور شوق ان حضرات کو تھا، اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کو نصیب نہیں، ان حضرات کے اتباع ہی میں خیر و برکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر و برکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں، ہو سکتا ہے کہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، مگر جب اس کا شیوع ہوگا، اس میں قراء و حفاظ کا تقابل و تفاخر بھی ہوگا، ہر ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش بھی کرے گا، پھر سامعین کچھ ایک کو داد دیں گے، کچھ دوسرے کو اور صرف دادوں پر قناعت نہیں کریں گے، بلکہ دوسرے کی تقیح کی بھی نوبت آئے گی، ہو سکتا ہے کہ کچھ انعام دینے کی بھی نوبت آئے اور حاضرین کے لئے طعام دعوت کا بھی انتظام ہو اور پھر ایک مجلس پر پوری نکتہ چینی ہو اور دوسری مجلس کی تعریف کی جائے، جس میں کھانا اور انعام پہلی مجلس سے بڑھ کر ہو، غرض اخلاص و رضا خداوندی کا حصہ بہت کم رہ جائے گا، اس کے علاوہ بھی دیگر مفاسد کا مظنہ ہے۔

نیز لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت اگر نمائش کے لئے ہے تو جو بے چارے کچھ اپنی نماز، وظیفہ، تلاوت میں مشغول ہوں گے، مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کر سکیں گے اور ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی نوافل تلاوت کو چھوڑ کر اس کو سنیں، تو یہ مناسب نہیں، کچھ لوگ سوتے ہوں گے یا اپنے دنیوی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے (۳)۔ اور ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جو سلف صالحین کے

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه قال: قالت امرأة عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه حين قتلوه، لقد قتلتموه وإنه ليحيي الليلة بالقرآن في ركعة". (حلية الأولياء، عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه: ۱/۵۵، ۵۶، دار الفکر)

(۲) "وممن ختم أربعاً في الليل وأربعاً في النهار السيد لجليل ابن الكاتب الصوفي رحمه الله تعالى، وهذا أكثر ما بلغنا في اليوم واللييلة". (كتاب الأذكار، كتاب تلاوة القرآن، ص ۱۳۸، مكتبة دار البيان)

(۳) "يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمة، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال، دفعاً للخرج". (رد المحتار، مطلب استماع =

خلاف ہو، امید ہے کہ اب جداگانہ ہر نمبر کے جواب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۳۸۹ھ۔

”قل أعوذ برب الناس ناس ناس“ پڑھنا

سوال [۱۰۰۵۳]: ”قل أعوذ برب الناس ناس ناس“ الخ ہر ناس کو تین مرتبہ کر کے پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ درست نہیں، اس سے آیت قرآنی مسخ اور مہمل ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا

سوال [۱۰۰۵۴]: بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں اور ملائکہ کے نام پڑھے جاتے ہیں، یہ درست

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ملائکہ کا وجود حق ہے (۱)، انسان کی حفاظت کے ساتھ رہتے ہیں (۲) اور اعانت کے لئے مامور من اللہ

= للقرآن فرض کفایۃ: ۱/۵۴۶، سعید

”وفي المحيط: ”یکرہ رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال“۔ (مجموعۃ

الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۴/۳۳۰، امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع من اداب المسجد والتسبیح والقراءۃ:

۵/۳۱۶، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ﴾ (الأنبياء: ۱۹)

”والملائكة عباد الله عاملون بأمره) قوله: والملائكة فالقول بوجود الملائكة مما انعقد

عليه إجماع الأراء، نطق به كلام الله، وكلام الأنبياء عليهم السلام“۔ (شرح العقائد مع هامشه، مبحث

الملائكة عباد الله تعالى، ص: ۱۴۲، قديمی) =

ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے کام اور طرق اعانت کو جانتا ہو وہ ان کا نام لے کر اس طرح پڑھے کہ آیت کے ساتھ مخلوط ہو کر جزو قرآن ہونے کا شبہ نہ ہو، تو درست ہے۔ جس طرح کہ بعض آیات مثلاً: سورة الرحمن، سورة والمراسلات، سورة والتین وغیرہ میں حدیث شریف میں ایسے کلمات منقول ہیں جو کہ جزو قرآن نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کے کام اور طریق اعانت سے واقف نہیں اور اس طرح پڑھے کہ جزو قرآن ہونے کا شبہ ہو یا ان کو مشتبہ متصرف بالذات تصور کرتا ہو، تو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

قرأت قرآن کا تقابل

سوال [۱۰۰۵۵]: ہمارے شہر میں تقریباً تین چار سال کے بعد ایک جشن بنام جلسہ قرأت کیا جاتا ہے، جس میں شہر و بیرون شہر کے قرأت حضرات بلائے جاتے ہیں اور وہ اپنے فن قرأت کا اظہار مختلف لہجہ میں کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ایک تقابل توازن کی صورت ہو جاتی ہے، بعد ختم جلسہ قرأت ان قراء کو بحسب اظہار فن قرأت قرآن پاک انعام دیئے جاتے ہیں، یعنی کہ سب سے اچھے پڑھنے والے کو سب سے اونچا انعام دیا جاتا ہے، اسی طرح درجہ بدرجہ ریا، تفاخر، تقابل فی القرآن جو کہ ایک امر فبیح ہے، بلکہ حرام کا درجہ رکھتا ہے، نیز تلاوت قرآن پاک کے وقت اس مجلس میں یا اس سے دور ہٹ کر سگریٹ پینا، بیڑی پینا، تمام نامناسب باتیں کرنا ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جشن کا شریعت مطہرہ میں کیا رتبہ ہے؟

= (و کذا فی النبراس، مبحث الملائکۃ الخ، ص: ۳۸۶، مکتبہ حقانیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَهُ مَعْقِبَتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الرعد: ۱۱)

”أَي: لِلْعَبْدِ يَتَعاقِبُونَ عَلَيْهِ حَرَسَ اللَّيْلِ وَحَرَسَ النَّهَارِ، يَحْفَظُونَهُ مِنَ الْأَسْوَءِ وَالْحَادِثَاتِ“

(تفسیر ابن کثیر، الرعد: ۱۱: ۲/۶۶۲، المکتبۃ دار الفیحاء دمشق)

(و کذا فی الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۹/۱۹۷، ۱۹۸، دار إحياء التراث العربي بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تقابل اور تفاخر اور اس کا انعام غلط طریقہ ہے، بعض قرآن نے اس کو ذریعہ کسب بنالیا ہے (۱)، اس سے پرہیز کیا جائے، ادلہ شرعیہ سے یہ ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۱۴۰۰ھ۔

ریڈیو کی تلاوت کا سننا

سوال [۱۰۰۵۶]: اگر کوئی ریڈیو کے پاس تلاوت کلام اللہ کرے، ریڈیو بند کرنے کو وہ حکم کرتا ہے، لیکن پھر بھی وہ باز نہیں آتے، تو ایسی صورت میں برائے قیام حرمت کلام سلسلہ تلاوت کلام پاک ملتوی یا منقطع کریں یا شرعاً کیا تدبیر اختیار کریں؟

(۱) ”عن زاذان قال: سمعته يقول: من قرأ القرآن يأكل به، جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم“۔ (مصنف ابن أبي شيبة، باب في الرجل يقوم بالناس في رمضان فيعطى: ۲۳۸/۵، رقم الحديث: ۷۸۲۴، المجلس العلمي)

”قال في الهداية: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لا يجوز الاستئجار عليها عندنا، لقوله عليه السلام: ”اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به“ فلا يستجار على الطاعات مطلقاً لا يصح عند أئمتنا الثلاثة ولا شك أن التلاوة المجردة عن التعليم من أعظم الطاعات التي يطلب بها الثواب، فلا يصح الاستئجار عليها؛ لأن الاستئجار بيع المنافع، وليس للتالي منفعة سوى الثواب، ولا يصح بيع الثواب وقال العيني في شرح الهداية معزياً للواقعات: ويمنع القارئ للدنيا، والأخذ والمعطي ائمان“۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة، مطلب في حكم الاستئجار على التلاوة: ۱۳۷/۲، مكتبه ميمنة مصر)
(وكذا في رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶، سعيد)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۲۷/۱، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)
(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲۹۰/۲، رحمانيه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی شخص تلاوت کلام پاک میں پہلے سے مشغول ہے، پھر ریڈیو شروع ہو جائے اور اس میں بھی تلاوت ہو، تو اختیار ہے کہ اپنی تلاوت کو بند کر کے ریڈیو کی تلاوت کو سنیں یا اپنی ہی تلاوت میں مشغول رہے (۱)، اگر ریڈیو میں تلاوت کے علاوہ کچھ اور چیزیں گانا بجانا خرافات ہو، تو یہ اپنی تلاوت میں مشغول رہے، یا بند کر کے دوسری جگہ یکسوئی سے تلاوت کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”وفي الدرة المنيفة عن القنية: يكره للقوم أن يقرأوا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لا بأس“۔ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۸، قديمی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح: ۳۱۷/۵، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۵۲۶/۱، سعيد)

(۲) ”ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي موضع اللغو“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة: ۳۱۶/۵، رشيدية)

(و كذا في تبين الحقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱۶۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

المتفرقات

مسئلہ خلق قرآن

سوال [۱۰۰۵۷]: قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا کیا مسئلہ ہے؟ مخلوق ماننے کا کیا مطلب؟ اور اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟ بہر حال خدا کا کلام ہے، یہ مخلوق و غیر مخلوق کا شوشہ چہ معنی دارد؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ تو آپ اس وقت سے جانتے ہیں، جب بخاری شریف میں یہ باب پڑھا تھا (۱) اور اس میں علماء کے اقوال اور استدلالات آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے، نیز شرح عقائد نسفی میں بحثا بحثی ہوئی تھی (۲)، آج اسی شوشہ کا کیا آخر ہوا؟ مامون الرشید کے دور میں جتنے شوشے نکل چکے، انہیں سے تاریخ رنگین ہے، اب ان شوشوں کو دبا ہی رہنے دیں، تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

۷۸۶ لکھنے کی وجہ

سوال [۱۰۰۵۸]: ایک ہندو سوال کرتا ہے کہ ۷۸۶ کے عدد تم لکھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بسم اللہ کے عدد ہیں، لہذا گزارش یہ ہے کہ اس کا جواب کیا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے، تو اس پر اعتراض کیا ہے، تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۵ھ۔

(۱) (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ الخ: ۲/۱۱۲، قدیمی)

(۲) (شرح العقائد النسفیة، القرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق، ص: ۵۸، قدیمی)

کیا سورہ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال [۱۰۰۵۹]: سورہ لہب کا فرض نماز میں پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورہ لہب بھی قرآن کریم کی سورت ہے۔ اس کا بھی نماز میں پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

لقولہ تعالیٰ: ﴿فَاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ (۱)، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۲/۳/۹۲ھ۔

آیت قطب اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

سوال [۱۰۰۶۰]: قرآن کریم میں آیت قطب کون سی آیت ہے۔

۲..... اس کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پارہ نمبر ۴ میں ﴿وما النصر إلا من عند اللہ العزیز الحکیم﴾ الخ (۲) کو آیت قطب کہتے ہیں۔

ہر نماز کے بعد سات مرتبہ اس کو پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

قرآن پاک کا معنی سمجھے بغیر تلاوت کرنا

سوال [۱۰۰۶۱]: قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معنی پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قرآن شریف کے معنی نہیں سمجھتا اور تلاوت کرتا ہے، وہ بھی مستحق اجر ہے۔

لحدیث: ”من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنة، والحسنة بعشرة أمثالها. لا أقول

(۱) (المزمل: ۲۰)

(۲) (ال عمران: ۱۲۶)

لم حرف، الف حرف، ولام حرف، ومیم حرف“ رواہ الترمذی (۱)، والدارمی (۲) (مشکاة شریف، ص: ۱۸۶) (۳). واللہ تعالیٰ اعلم.
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۲ھ۔
الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۲/۳/۹۲ھ۔

قرآن کریم بواسطہ جبریل آیا اور توراۃ بلا واسطہ

سوال [۱۰۰۶۲]: جناب مفتی صاحب!

الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسی پر ہمارا عمل ہے، لیکن بعض مرتبہ غور کرنے سے ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں، جو غور طلب ہوتی ہیں، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز آپ کے سامنے پیش کروں، تاکہ آپ کی صحیح رائے اس مسئلہ میں معلوم ہو سکے، مسئلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر نازل فرمائے، جس میں بڑے بڑے چار ہیں، ان کی کتابیں بھی بڑی مانی جاتی ہیں، لیکن غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے توریت کو بلا واسطہ نازل فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن شریف بواسطہ جبریل علیہ السلام، قرآن شریف میں ﴿امن الرسول﴾ سے مترشح ہوتا ہے، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تورات کتاب بصورت الواح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی (۴)، جیسے کسی شخص کو کسی جگہ کا ذمہ دار

(۱) (جامع الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الأجر: ۱۱۹/۲، سعید)

(۲) (سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن: ۵۲۱/۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۸، قدیمی)

(۳) (مشکاة المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی: ۱/۱۸۶، قدیمی)

(۴) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وکتبنا لہ فی الألواح من کل شیء﴾ یرید التوراة“۔ (الجامع لأحكام القرآن

للقرطبي، الأعراف: ۱۴۵: ۲۲۴/۷، دار إحياء التراث العربي بیروت) =

بنایا جائے اور ایک ہدایت نامہ لکھ کر اسے حوالہ کر دیا جائے، کہ اس کے موافق عمل کرتے رہنا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور امت کو اس پر عمل کی دعوت دی۔ قرآن پاک کلام ہے، جو ۲۳ سال کی مدت میں آہستہ آہستہ حسب مصالح و مواقع اتارا گیا (۱)، اس کو کتاب ہمارے اعتبار سے اس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ اس کو لکھا گیا۔ (لوح محفوظ) سے اس کو نازل کیا گیا (۲)۔ جیسے کسی کو ولی عہد بنایا جائے اور ہر موقع پر اس کو بواسطہ یا بلا واسطہ بتایا کہ اس وقت یہ کرو، اس وقت یہ کرو، کلام اور کتاب میں جو فرق ہے، وہ ظاہر ہے، اس حیثیت کی گہرائی میں جتنا بھی غور کرو گے، قرآن پاک کی عظمت کا یقین بڑھتا جائے گا اور موجودہ حالت میں توریت اصلی باقی ہی نہیں رہی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَحْرَفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (۳)۔

= ”إن الله لما كتب لموسى عليه السلام في الألواح التوراة أدناه منه حتى سمع صريف الأقلام

..... الخ“۔ (تفسير الطبري، الأعراف: ۱۴۵: ۹/۴، دار القرآن بيروت)

(و كذا في تفسير المدارك، الأعراف: ۱۴۵: ۱/۴۳۹، قديمي)

(۱) ”حيث قالوا: ﴿لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة﴾ فأجابهم الله تعالى عن ذلك بأنه إنما نزل

منجما في ثلاث وعشرين سنة بحسب الواقع والحوادث، وما يحتاج إليه من الأحكام؛ ليثبت قلوب

المؤمنين به“۔ (تفسير ابن كثير، الفرقان: ۳۲: ۳/۴۲۴، دار السلام، رياض)

(و كذا في روح المعاني، الفرقان: ۳۲: ۱۹/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/۲۲، ۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله تعالى: ﴿إنا أنزلناه في ليلة القدر﴾ قال: أنزل القرآن

جملة واحدة من عند الله عز وجل في اللوح المحفوظ إلى السفرة الكرام الكاتبين في السماء فنجمه

جبريل عليه السلام على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم عشرين سنة“۔ (الجامع لأحكام القرآن

للقرطبي: ۱۳/۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تفسير ابن كثير، القدر: ۱: ۳/۴۲۴، دار السلام)

(و كذا في تفسير المدارك، القدر: ۱: ۲/۸۲۲، قديمي)

(۳) (المائدة: ۱۳)

وقال تعالى: ﴿يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ (۱).

اس دنیا میں کلام فرمانے اور مقام قاب قوسین پر بلا کر کلام فرمانے کے فرق کو بھی ملحوظ رکھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



باب مایعلق بالحديث النبوي

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

طبقات حدیث

سوال [۱۰۰۶۳]: شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے عجلہ نافعہ میں طبقات بیان فرمائے ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟ احناف کا مسلک احادیث کی روشنی میں اور صحابہ کرام کا عمل بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجلہ نافعہ میں کتب حدیث کے طبقات بیان فرمائے ہیں (۱)۔ یہ مضمون اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا ہے، جس کو انہوں نے تفصیل سے حجة اللہ البالغہ میں بیان فرمایا ہے (۲)۔
ثقة احادیث کے لئے محدثین نے جو قوانین تجویز فرمائے ہیں، ان کے لحاظ سے کتب حدیث چند طبقات پر ہیں۔ سب سے اعلیٰ طبقہ میں تین کتابیں شمار کی ہیں:

۱- موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ (امام یحسین) ۲- بخاری شریف ۳- مسلم شریف

فالتبقة الأولى منحصرة بالاستقراء في ثلاثة كتب الموطأ، وصحيح البخاري، وصحيح مسلم اور حجة اللہ البالغہ: ۱/۱۳۲ (۳) طبقہ ثانیہ میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

الطبقة الثانية كتب لم تبلغ مبلغ الموطأ، والصحيحين، ولكنها تتلوها كسنن أبي

(۱) (عجلہ نافعہ، فصل اول، طبقات کتب حدیث، ص: ۳-۵، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (حجة اللہ البالغہ، باب طبقات کتب الحدیث: ۱/۳۷۷-۳۸۲، زمزم پبلشرز)

(۳) (حجة اللہ البالغہ، باب طبقات کتب الحدیث: ۱/۳۷۷، زمزم پبلشرز)

داود رحمہ اللہ تعالیٰ جامع الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ، ومجتبیٰ النسائی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حجة الله البالغة: ۱/۱۳۳ (۱) میں طبقہ ثالثہ میں مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند طیارسی کتب بیہقی وطبرانی وغیرہ کو داخل کیا ہے (۲)۔

طبقہ رابعہ میں کتاب الضعفاء لابن حبان، کامل ابن عدی کتب خطیب دیلمی وغیرہ کو ذکر کیا ہے (۳)۔
طبقہ خامسہ میں کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا، بلکہ اس کو قطعاً ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ آخر میں ہر طبقہ کا مقام بیان کیا ہے۔

”اما الطبقة الأولى والثانية: فعليهما اعتماد المحدثين، وحوم حماهما مرتعهم ومسرحتهم. وأما الثالثة: فلا يباشرها للعمل عليها والقول لها إلا النحارير الجهابذة الذين يحفظون أسماء الرجال علل الأحاديث، نعم! ربما يؤخذ منها المتابعات، والشواهد، وقد جعل الله لكل شيء قدراً“۔

وأما الرابعة فالاشتغال بجمعها والاستنباط منها نوع تعمق من المتأخرين. وإن شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنئ عناية أن يلخصوا منها شواهد مذاهبهم، فالانتصار بها غير صحيح في معارك العلماء بالحديث الخ“ حجة الله البالغة: ۱/۱۳۴ (۴)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۸۵ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

”إنما أنا قاسم والله يعطي“ کی تحقیق

سوال [۱۰۰۶۲]: کچھ احباب نے تذکرہ کیا کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر دروازے پر درج ذیل

(۱) حجة الله البالغة، باب طبقات کتب الحديث: ۱/۳۸۰، زمزم پبلشرز

(۲) حجة الله البالغة، باب طبقات کتب الحديث: ۱/۳۸۰، زمزم پبلشرز

(۳) حجة الله البالغة، باب طبقات کتب الحديث: ۱/۳۸۱، زمزم پبلشرز

(۴) حجة الله البالغة، باب طبقات کتب الحديث: ۱/۳۸۲، زمزم پبلشرز

حدیث کندہ ہے:

”اے محمد! کہہ دو کہ ہمارا خدا ہم کو دیتا ہے اور ہم سب کو دیتے ہیں۔“

آنجناب سے گزارش ہے کہ یہ روایت جہاں تک صحیح ہو یا جیسا بھی ہو نوازیں، اگر کندہ حدیث ہو تو اس کا حوالہ بھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”إنما أنا قاسم والله يعطي“ (الحديث).

بخاری شریف، جلد اول، ص: ۱۶، پر موجود ہے (۱)۔ امام بخاری کا اس حدیث کو لینا اور اس کی تخریج کرنا، خود اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور بھی حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے، اس کی سند صحیح ہے۔
نوٹ: یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، جس میں یہ نہیں فرمایا اے محمد! کہہ دو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

بنیانِ کعبہ کے وقت ازار مبارک اتار دینا

سوال [۱۰۰۶۵]: قبل النبوت جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر اپنا ازار مبارک بناء دیوار کعبہ کے موقع پر دوش پر رکھ لیا تھا، یہ واقعہ بخاری کے کس باب میں ہے اور صفحہ کیا ہے؟ اس کا ترجمہ الباب کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر اس وقت کیا ہوگی؟

(۱) (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین، رقم الحدیث: ۷۱، ص: ۱۷۱، دارالسلام)

(و صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب النهی عن المسألة، رقم الحدیث: ۱۰۳۷، ص: ۴۱۷، دارالسلام)
(۲) ”وعن معاوية رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین، وإنما أنا قاسم والله يعطي“ (مشكاة المصابيح، کتاب العلم، الفصل الأول: ۵۹/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

الجواب حامداً ومصلحاً:

باب کراہیۃ فی الصلاة وغیرہا، ص: ۵۲ (۱)، باب فضل مکة وبنیانہا، ص: ۲۱۵ (۲)، باب بنیان الکعبۃ، ص: ۵۴۰ (۳) بخاری شریف جلد اول میں تین مواقع پر یہ واقعہ مذکور ہے (۱)۔ تراجم وصفحات نقل کر دیئے ہیں۔

بعض شراح کی رائے ہے کہ عمر مبارک اس وقت پندرہ سال تھی، لیکن عام مورخین و شراح نے ۳۵ سال لکھی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱ھ۔

(۱) ”حدثنا عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبد الله يحدث: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان ينقل معهم الحجارة للکعبۃ وعلیه إزاره، فقال له العباس عمه: يا ابن أخي! لو حللت إزارک فجعلت علی منکبک دون الحجارۃ، قال: فحلہ فجعلہ علی منکبہ، فسقط مغشياً علیہ، فمارئي بعد ذلک عریانا“۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب کراہیۃ التعری فی الصلاة: ۵۲/۱، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل مکة وبنیانہا: ۲۱۵/۱، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب بنیان الکعبۃ: ۵۴۰/۱، قدیمی)

(۴) ”وذكر ابن اسحق وغيره أن قريشا لما بنت الکعبۃ کان عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمساً وعشرين سنة“۔ (فتح الباری، کتاب مناقب الأنصار، باب بنیان الکعبۃ: ۱۸۵/۷، قدیمی)

(و کذا فی عمدة القاری، کتاب مناقب الأنصار، باب بنیان الکعبۃ: ۳۹۵/۱۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

”قولہ: بنیان الکعبۃ) أي: علی يد قريش فی حياة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل بعثته کذا فی الفتح، قال العینی: قال الزهري: لما بنت قريش الکعبۃ لم يبلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحلم، وقال ابن بطلال وابن التين: کان عمره خمس عشرة سنة. والمشهور أن بناء قريش الکعبۃ بعد تزويج خديجة (رضي الله تعالى عنها) بعشر سنين فيكون عمره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؛ إذ ذاك خمسة وثلاثين سنة وهو الذي نص عليه محمد بن إسحق، قال موسى بن عقبة: کان بناء الکعبۃ قبل المبعث بخمس عشر سنة، وهكذا قال مجاهد وغيره“۔ (حواشي الحافظ الشيخ المحدث أحمد علي السهارنفوري علی صحیح البخاری، باب بنیان الکعبۃ: ۵۴۰/۱، قدیمی)

سات لاکھ والی حدیث کا ثبوت

سوال [۱۰۰۶۱]: آج جو جماعتیں پھرتی ہیں، ان کے فضائل مختلف احادیث سے لوگ بیان

کرتے ہیں، خصوصاً ۷ لاکھ والی حدیث، تو اس کے بارے میں حضرت والا احقر کے لئے کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسالہ فضائل تبلیغ میں دیکھ لیں (۱)۔ ۷ لاکھ والی روایت حافظ منذری کی ترغیب ترہیب میں موجود

ہے (۲)، ”الغدوة“ اور ”روحة في سبيل الله“ والی روایت کو عامۃ شراح حدیث نے جہاد پر محمول فرمایا ہے (۳)۔

عام اذہان میں جہاد کا مفہوم قتال فی سبیل اللہ ہے۔ حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً تیرہ قسمیں تحریر فرمائی

ہیں۔ جس میں جہاد باللسان اور جہاد بالقلم بھی ہے (۴)۔ جہاد ماخوذ ہے جہد سے، جس کا حاصل دین کی خاطر

(۱) (فضائل تبلیغ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتب خانہ فیضی)

(۲) ”عن الحسن بن علي..... وعمران بن حصين رضي الله تعالى عنهم كلهم يحدث عن رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من أرسل نفقة في سبيل الله، وأقام في بيته فله بكل درهم سبعمائة درهم،

ومن غزا بنفسه في سبيل الله، وأنفق في وجهه ذلك فله بكل درهم سبعمائة ألف درهم، ثم تلا هذه

الآية: ﴿والله يضاعف لمن يشاء﴾ (البقرة: ۲۶۱)۔ (الترغيب والترهيب، كتاب الجهاد، الترغيب في

النفقة في سبيل الله: ۱/ ۳۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم الحديث: ۲۷۹۲:

۱۶/۲، قدیمی)

(۴) (عمدة القاري، كتاب الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم الحديث: ۲۷۹۲:

۱۲۸/۱۴، دارالكتب العلمية بيروت)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ تیرہ قسمیں تو تلاش کے باوجود نہ مل سکیں، البتہ زاد المعاد اور فتح الباری میں کچھ

قسمیں مذکور ہیں، جو تقریباً دس تک پہنچتی ہیں۔

”كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الذروة العليا منه..... فجاهد في الله حق جهاده

بالقلب والجنان والدعوة والبيان والسيوف والسنان..... فالجهاد أربع مراتب: جهاد النفس، وجهاد

الشیطان، وجهاد الکفار، وجهاد المنافقين، فجهاد النفس أربع مراتب..... وأما جهاد الشيطان فمرتبتان

..... وأما جهاد الکفار والمنافقين فأربع مراتب..... الخ“ (زاد المعاد، فصل في هديه صلى الله تعالى =

خدائے پاک کی دی ہوئی صلاحیت واستعداد کو اپنی وسعت کے موافق صرف کرنا ہے، یہ مفہوم ہر نوع کے جہاد کو شامل ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۵ھ۔

ایک حدیث کا مطلب

سوال [۱۰۰۶۷]: اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟

”قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فتح مكة ”أن هذا

الا كفرة بعد يوم إلى يوم القيامة“ (۲)۔

= عليه وسلم في الجهاد، ص: ۴۰۰، ۴۰۲، دار الفكر

”وشرعا بذل قوة في قتال الكفار، ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس، والشيطان، والفساق. فأما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع ما يأتي به من الشبهات، وما يزينه من الشهوات. وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد، والمال، واللسان والقلب. وأما مجاهدة الفساق فباليد، ثم اللسان، ثم القلب“ (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ۳/۶، قديمي) (وكذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۱۹۲/۴، إمداديه)

(۱) ”إن الجهاد لا يختص بمباشرة القتل، وإنما هو كل جهد يبذل في سبيل إعلاء كلمة الله وكسر شوكة الكفر والكفار، سواء كان بالسلاح، أو بالمال، أو بالعمل، أو بالقلم، أو باللسان“ (تكملة فتح الملهم، كتاب الجهاد: ۴/۳، دارالعلوم کراچی)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب السير: ۳۷۹/۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۱۹۲/۴، إمداديه)

(۲) یہاں بظاہر کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے، احادیث کی بہت سی کتب میں فتح مکہ کے موقع پر اس مضمون کی روایات اس طرح موجود ہیں:

”إن هذا البلد حرام“ حرمه الله لم يحل فيه قتال لأحد قبلي، وأنها أحلت لي ساعة فهو حرام حرمه الله إلى يوم القيامة“ (سنن الكبرى للبيهقي، كتاب اللقطة، باب لا تحل لقطة مكة إلا لمنشد، رقم: ۱۲۱۱۸: ۳۲۸/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن النسائي، مناسك الحج، تحريم القتال فيه، رقم: ۲۸۷۶: ۲۲۶/۵، دار المعرفة بيروت) =

حدیث بالا میں لفظ ”مکہ“ آیا ہے، اس کے تحت مدینہ طیبہ داخل ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حدیث کا حوالہ دیا جائے کہ کس کتاب اور کس باب میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

”الإسلام بدأ غريباً“

سوال [۱۰۰۶۸]: ”الإسلام بدأ غريباً“ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلام کی بتائی ہوئی باتیں عقائد، اخلاق، اعمال، عبادات کو جس طرح لوگوں نے ابتداءً اجنبی سمجھا اور تعجب اور انکار کی نظروں سے دیکھا، اسی طرح بعد میں بھی لوگ اجنبی سمجھیں گے اور تعجب و انکار کی نظروں سے دیکھیں گے، اس پر فرمایا گیا ہے (۱)۔

”فطوبى للغرباء قيل من الغرباء؟ قال: الذين يصلحون عند فساد

الناس“ الحديث (۲). واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۵ھ۔

= (وصحيح البخاري، كتاب الجزية والموادعة، رقم: ۳۱۸۹، ص: ۵۳۱، دارالسلام رياض)
(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنه، رقم: ۲۳۵۳: ۱/۶۸۱،
عالم الكتب بيروت)

(۱) (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۱، رشیدیہ)
(وکذا في فتح الملهم، کتاب الإیمان، باب بيان أن الإسلام بدأ غريباً وسعود غريباً: ۱/۲۸۹، رشیدیہ)
(وکذا في تحفة الأحوذی علی هامش الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء أن الإسلام بدأ غريباً
وسعود غريباً: ۳/۳۶۳، المكتبة الفاروقية ملتان)

(۲) (سنن الترمذی، کتاب الإیمان، رقم الحديث: ۲۶۲۹: ۳/۴۴۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وسنن ابن ماجه، کتاب الفتن، رقم الحديث: ۳۹۸۸: ۵/۴۶۹، دارالجيل)

(وصحيح مسلم، کتاب الإیمان: ۱/۸۴، قدیمی)

حضرت شمس تبریز کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ

سوال [۱۰۰۶۹]: زید نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت شمس تبریز رحمہ اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، صورت یہ بتائی کہ حضرت مولانا روم کی جوڑ کی تھی، اس کے پیٹ میں درد ہوا، اس نے باپ سے جا کر کہا کہ ابا جان! میرے شکم میں درد ہے، آپ نے فرمایا کہ فلاں طاق میں شیشی رکھی ہوئی ہے، اس میں سے دوا استعمال کر لو، لڑکی نے ایسا ہی کیا، مگر اس طاق میں ایک دوسری شیشی رکھی ہوئی تھی، جس میں حضرت منصور کی راکھ تھی، بس وہ استعمال کر لی، اس سے لڑکی کو حمل قرار پایا، اس سے حضرت شمس تبریز پیدا ہوئے، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ کتاب کا نام یاد نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ بے سند بلکہ بے اصل ہے، مولانا شمس تبریز رحمہ اللہ تعالیٰ تو مولانا روم کے شیخ اور بزرگ تھے، مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیٹی کے لڑکے نہیں تھے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریز نہ شد
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معراج نامہ کی ایک موضوع روایت

سوال [۱۰۰۷۰]: ہمارے یہاں ایک پیر مشائخ ہو کر ایک بزرگ گزرے ہیں یا نہیں، ان کی کتاب معراج نامہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معراج نصیب ہوئی اس وقت ساتویں آسمان پر دسترخوان بچھایا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تنہا نہیں کھاؤں گا، میرے ساتھ کسی اور شخص کا ہونا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کھانا تناول فرمائیے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا اللہ سے، میرا ساتھ دیجئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں کھانے وغیرہ سے منزہ ہوں، اس وقت پردہ سے ایک ہاتھ نمودار ہوتا ہے، وہ ہاتھ بھی کھانے میں شریک ہے۔

ہاتھ جو نمودار ہوا تھا، اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی بھی تھی، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگلی میں انگوٹھی دیکھی، جو انگوٹھی ساتویں آسمان پر دیکھی تھی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ انگوٹھی کس کی ہے؟ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ انگوٹھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے، لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے میں شریک تھے۔
آیا یہ مطلب صحیح ہے یا نہیں تو ایک پیر مشائخ جو ایک خداداد بزرگ تھے، ان کے لکھنے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت اردو، فارسی، عربی کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، بے سند بات کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت معصیت ہے (۱)۔ یہ معراج نامہ میں نے نہیں دیکھا، نہ ان بزرگ سے واقف ہوں، اس قصہ کا غلط اور نبوت کے خلاف ہونا ظاہر ہے، بعض آدمی کتاب لکھ کر کسی بزرگ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔



(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". (صحیح مسلم، مقدمة الكتاب، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، دارالسلام) (و صحیح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۲۴، دارالسلام)

(و سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۶۳، دارالجيل)

باب الكتب المعتمدة وغيرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

بخاری و مسلم کی شرح کا حال

سوال [۱۰۰۷۱]: ایک عالم مسلم شریف کی شرح کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح معتبر ہے یا کہ نہیں اور ایسے عالم پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ شرحیں جیسے: فتح الباری، یعنی، مرقات، اشعة اللمعات، یہ سب معتبر ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے امام ہیں، انہوں نے مسلم شریف کی شرح کی ہے اور بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں، بلکہ یہ کہئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے محقق، منقح ہیں، شرح حدیث اور جرح و تعدیل میں ان کا قول معتبر ہے، مگر مذہباً وہ شافعی ہیں، اس لئے فقہ میں ان کا قول حنفیہ پر جرح نہیں (۱)، فتح الباری بھی معتبر کتاب ہے، اس کا حال بھی ایسا ہی ہے (۲)۔ یعنی (۳)، مرقات (۴) اشعة اللمعات (۵) یہ

(۱) ”ثم اعتنى بالتصنيف، فجمع شيئاً كثيراً، منها ما أكمله، ومنها ما لم يكمله، فمما كمل شرح مسلم، والروضة، والمنهاج، والرياض، والأذكار، والتبيان، وتحرير التنبية وتصحيحه، وتهذيب الأسماء، واللغات، وطبقات الفقهاء وغير ذلك. ومما لم يتممه ولو كمل لم يكن له نظير في باب: شرح المذهب الذي سماه المجموع، وصل فيه إلى كتاب الربا..... وحرر الفقه في المذهب وغيره وحرر الحديث على ما ينبغي، والغريب، واللغة وأشياء مهمة لا توجد إلا فيه..... الخ.“ (البداية والنهاية، السنة السادسة والسابعين وست مائة، الشيخ محي الدين النووي: ۳۲۲/۷، ۳۲۳، حقانيہ پشاور)

(۲) (فتح الباری شرح صحیح البخاری للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (۷۷۳ھ - ۸۵۲ھ)

(۳) (عمدة القارئ شرح صحيح البخاري للإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني =

تینوں کتابیں حنفیہ کی ہیں اور معتبر ہیں، ان کو غیر معتبر قرار دینا مذہب اور شرح سے عدم واقفیت کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

کتاب ”صلوٰۃ وسلام کا ثبوت“ کا تجزیہ

سوال [۱۰۰۷۲]: ایک کتاب (صلوٰۃ وسلام کا ثبوت) کا اس مقام میں سلسلہ اشاعت بڑھتا ہی جا رہا ہے، جس سے اہل بدعت کو کچھ نہ کچھ ترقی ہی ہوتی جا رہی ہے، بایں وجہ اگر حضرت اقدس اس کتاب کا جواب عنایت فرمادیں، تو اس کی یہاں اشاعت کے لئے کوشش کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب ”صلوٰۃ وسلام کا ثبوت“ پہونچی، ماشاء اللہ عقل وفہم سے مالا مال ہے، مسئلہ تو یہ تھا کہ نماز کے بعد جماعت بنا کر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ سلام پڑھنے کا ثبوت اُدلہ شرعیہ سے ہے یا نہیں؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ مجتہدین، محدثین عظام، اولیائے ذوی الاحترام رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے یا نہیں؟ مصنف دام فضلہ نے اس کے لئے کوئی عبارت نہیں پیش کی ہے، غیر متعلق مسائل کے لئے عبارت جمع کر دی ہیں، لیکن جو دکھتی رگ تھی، اس کے لئے ایک عبارت بھی نہیں پیش کر سکے، بے سرو سامانی کے عالم میں مجبوراً لکھنا پڑا: ”اللہ اکبر! آج مسلمان کہنے والوں کا یہ عالم کہ چند مسلمان بعد نماز فجر صلوٰۃ وسلام کہنے کو اپنا شعار بنالیں، تو اس پر شور برپا کیا جائے کیا ایمان والے ایسا کر سکتے؟ نہیں! ہرگز نہیں، ص: ۲۳۔“

مصنف کا یہ آخری حربہ ہے، نفس صلوٰۃ سلام کے متعلق کس مسلمان کو انکار ہے؟! اس کی فضیلت اور اس کے ثبوت کا کوئی منکر نہیں، دیکھو! حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف، کس شان کے ساتھ فضائل و درود شریف کو بیان فرمایا ہے اور کتنی آیات و روایات کو جمع کر دیا ہے، دیدہ و دل اس سے روشن

= المتوفی سنة، ۸۵۵ھ)

(۱) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح للعلامة المرحوم برحمة الباري علي بن سلطان محمد

القاري، ۹۳۰-۱۰۱۴ھ)

(۲) (أشعة اللمعات شرح مشکاة للشيخ عبدالحق محدث الدهلوي، المتوفى: ۱۳۵۰ھ-۱۳۵۲ھ)

ہو جاتے ہیں، نیز حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی شیخ الحدیث کی تصنیف، نیز علامہ سخاوی، امام نووی، ملا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے اس مسئلے کو بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

اب انہیں چیزوں کو نقل کر کے لکھنا مصنف علام کے لئے مفید نہیں، جب تک نقلی ثبوت پیش نہ کریں، شعار تو وہ ہے جس کو شریعت نے شعار قرار دیا ہو، جب کہ اصل مسئلہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے تو اس کے متعلق از خود کسی خاص چیز کو شعار بنانے کا حق کہاں ہے؟ حضرت سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ کیا صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، محدثین عظام، اولیاء ذوی الاحترام رحمہم اللہ تعالیٰ کو قلبی محبت نہیں تھی؟ کیا وہ عشق میں سرشار نہیں تھے؟ وہ تو ایسے سرشار تھے کہ اپنی زندگی کا ایک ایک گوشہ سنت سے معمور کیا اور چار دانگ عالم میں سنت کی اشاعت کی، اس کی خاطر دنیوی ناموس پر لات ماردی، مال خرچ کئے، خاندان سے بے تعلق ہونے کی نوبت آئی، وطن چھوڑنا پڑا کہ ان کی پوری زندگی سنت کے مطابق ہو جائے، مگر انہوں نے یہ صورت اختیار نہیں فرمائی، جس کو مصنف علام شعار بنا رہے ہیں اور شعار بنانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

غیر شعار کو شعار بنانا کس دلیل سے ثابت ہے؟ ساری کتاب اس سے خالی ہے، اس ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ با آواز بلند پڑھنے سے دوسروں کی نماز وغیرہ میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ تو خود مصنف کو معلوم ہے، فقہی مسئلہ مسلم ہے کہ جس طرح دوسرا کوئی اپنے کام میں مشغول ہو، مثلاً: قرآن کریم کی تلاوت، نماز وغیرہ میں، تو وہاں با آواز بلند قرآن کریم پڑھنا منع ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری (۱)، شامی (۲) وغیرہ میں موجود ہے، تو صلوٰۃ وسلام با آواز بلند پڑھنے کی کہاں اجازت ہوگی؟ نیز روضۃ اقدس پر حاضر ہو کر جو کچھ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے، اس کو بنفس نفیس حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جائے، وہ بواسطہ

(۱) "لا یقرأ عندا لمشتغلین بالأعمال، ومن حرمة القرآن أن لا یقرأ فی الأسواق، وفي موضع اللغو کذا فی القنیة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن ۳۱۶/۵، رشیدیہ)

(۲) "يجب على القارئ احترامه بأن لا یقرأ فی الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فیها کان هو المضیع لحرمتہ، فیکون الإثم علیہ دون أهل الاشتغال دفعا للخرج". (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض کفایہ: ۵۳۶/۱، سعید)

ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ سنن بیہقی کی روایت میں صاف صاف موجود ہے (۱)۔ جس کو کسی نے اردو میں بھی نظم کیا ہے:

ذات اقدس پر جہاں سے جو بھی پڑھتا ہے سلام
لا کے پہونچاتے ہیں خدمت میں ملائک من وعن
سامنے آکر پڑھے جو اس کو وہ سنتے ہیں خود
ہے یہ ثابت اس پہ شاہد ہیں روایات سنن

مزید تفصیل کے لئے گلدستہ سلام، فضائل درود شریف وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ فضائل درود شریف کو جس قدر بھی طبع کرا کے شائع کیا جائے، بہت مفید ہے، کسی مزید تصنیف کی حاجت نہیں، آپ کی اس کتاب کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں اصل مسئلہ کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی، بلکہ سف صالحین کے خلاف خود شعار بنانے کی رائے دی گئی ہے، جو خود اس کے محدث اور بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ صحیحین کی روایت میں ہے:

”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد متفق عليه“ مشکاة

المصابيح: ۱/۲۷ (۲)۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۴۰۱ھ۔

(۱) تلاش کے باوجود یہ روایت سنن الکبریٰ للبیہقی میں نہیں ملی، البتہ یہی روایت امام بیہقی کی تصنیف ”شعب الایمان“ میں موجود ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى علي عند قبوري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته“۔ (شعب الإيمان، الخامس عشر، باب في تعظيم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وإجلاله وتوقيره: ۲/۲۱۸، رقم الحديث: ۱۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت) (ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها، الفصل الثالث: ۱/۸۷، قديمي)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲/۲۹۰، رحمانيه)

تفہیم القرآن کا حال

سوال [۱۰۰۷۳]: تفہیم القرآن میں کس کس جگہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف کس کس قسم کا ہے؟
براہ کرم تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفہیم القرآن میرے پاس نہیں ہے، بغیر اس کو سامنے رکھے تفصیلی جواب نہیں لکھا جاسکتا۔ دوسرا سبب جو پہلے سبب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کتاب کہیں سے حاصل بھی کی جائے، تو جواب کے لئے ہر چیز کے متعلق پوری بحث کی ضرورت ہوگی کہ یہ تفسیر فلاں حدیث کے خلاف ہے، اس حدیث کی سند یہ ہے، اس سند میں فلاں فلاں راوی ہیں، اس راوی کے متعلق فلاں فلاں محدث نے ایسا ایسا کلام کیا ہے۔ اور یہ کلام فلاں فلاں کتاب میں موجود ہے اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فلاں حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور وہ حدیث محدثین کے نزدیک ایسی ہے کہ وہ فلاں حدیث سے متعارض ہے اور تعارض کے دفعیہ کی یہ صورت ہے کہ وہ راجح اور وہ مرجوح ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے، یا فلاں نسخ ہے اور فلاں منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل فلاں صحابی کی حدیث ہے، اس لئے کہ وہ متاخر الا سلام ہیں، یا فلاں آیت کی تفسیر خود فلاں آیت کے خلاف ہے، یا فلاں صحابی کے اثر کے خلاف ہے یا اجماع کے خلاف ہے یا فلاں آیت کی تفسیر بائبل سے ماخوذ ہے اور بائبل تحریف شدہ ہے، پھر یہ کہ اس کی تحریف لفظی و معنوی ہے یا صرف لفظی ہے، یا صرف معنوی ہے۔

غرض یہ بہت بڑا صحرا ہے، اگر کوئی شخص علم تفسیر، شرح غریب، استنباط، جرح و تعدیل، تطبیق، دفع تعارض، نسخ منسوخ وغیرہ علوم سے واقف ہو، تو اس کے لئے مختصر جواب بلکہ اشارہ بھی کافی ہوگا، جیسے قانونی دفعات کی بحث کا حال ہوتا ہے کہ وکیل، بیرسٹر، جج وغیرہ کو اس کا سمجھنا سہل ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی قانون سے ناواقف ہو، اگرچہ بہت بڑا ڈاکٹر، انجینئر، طبیب، قاری، حاجی ہو، مگر قانونی دفعات کا بالتفصیل اس کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے، اب تک اس کا کوئی حل سامنے نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۶ھ۔

ایک کتاب کے متعلق لاعلمی

سوال [۱۰۰۷۴]: دارالاشاعت دیوبند سے ایک کتاب فتاویٰ محمودی شائع ہوئی تھی، اس پر

۱۳۴۷ھ اشاعت ہے، یہ پہلی بار کس سن میں طبع ہوئی اور کس مطبع سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

کتاب ”جلوہ طور“ کا پڑھنا

سوال [۱۰۰۷]: مولانا محمد اسحاق دہلوی کی تصنیف ”جلوہ طور“ وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے یہ کتاب دیکھی نہیں، بغیر دیکھے کوئی رائے کیسے قائم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شبلی نعمانی کی کتاب ”سیرۃ النبی“ کا مطالعہ

سوال [۱۰۰۷]: حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف اشرف الجواب کے حصہ چہارم کے ص:

۱۶۳، پر عنوان ”تفاضل تفصیلی بین الانبیاء ممنوع ہے“، میں کتاب ”سیرۃ النبی“ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی جس کی تکمیل مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے فرمائی ہے، اس پر اعتراض کیا گیا ہے (۱)۔ اور مصنف صاحب پر تنقید کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ کتاب ۶/ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور میرے پاس موجود ہے، کیا اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کی سند میں کچھ شک و شبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب ”سیرۃ النبی“ مصنفہ علامہ شبلی نعمانی میں بعض احادیث پر اعتراض کیا گیا ہے، جو کہ غلط ہے، اس کے علاوہ بھی ان کی آزاد مزاجی کی وجہ سے بعض غلطیاں ہیں، اہل علم تو سمجھتے ہیں اوروں کو پتہ نہیں چلتا، چونکہ ان کا مقصد اس کتاب سے عیسائیوں کو جواب دینا ہے، اس لئے بھی مضمون کی پوری رعایت نہیں ہو سکتی، سید

(۱) (اشرف الجواب، حصہ چہارم، انتالیسواں اعتراض، تفاضل تفصیلی بین الانبیاء ممنوع ہے، ص: ۵۰۵، ۵۰۷،

سليمان ندوی صاحب نے بعد کے ایڈیشن میں کچھ سنبھالا بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق

سوال [۱۰۰۷۷]: فتاویٰ رشیدیہ، اس پرسن اشاعت ۱۳۳۸ھ ہے، یہ کتاب پہلی بار کس سن میں طبع ہوئی اور علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کس زمانہ میں ہوئے ہیں، فتویٰ رشیدیہ میں متعدد جگہ پر رشید احمد لکھا ہوا ہے، کیا یہ تاریخ دینے کی ۱۳۰۱ھ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تحقیق نہیں کہ پہلی بار کب طبع ہوا ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہے (۱)۔ اور مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ ان کی وفات کے بعد طبع ہوا ہے۔ ۱۳۰۱ھ، یہ مہربانی کی تاریخ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ۔

فقہ کی معتبر کتابیں

سوال [۱۰۰۷۸]: درج ذیل مسئلہ میں کتب معتبرہ کی عبارت مع ترجمہ تحریر کریں:

اگر کوئی عالم فتویٰ کی کتابیں جیسے: عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، فتویٰ عزیز، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر کو نہ مانے اور یہ کہے کہ ”نہیں! قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو نہیں مانتا ہوں“، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ فتویٰ کی یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں؟ اگر معتبر ہیں، تو ان کے منکر کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ اور ان کتابوں میں قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس ہی کی باتیں ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قرآن وحدیث، اجماع، قیاس (چاروں اصول فقہ) کے علاوہ کسی چیز کو بطور دلیل شرعی نہ مانتا

ہو وہ صحیح راستہ پر ہے، فتویٰ عالمگیری، رد مختار، رد المختار، فتح القدیر، فتاویٰ عزیزی، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، یہ سب کتابیں بحیثیت مجموعی معتبر اور قابل عمل ہیں۔

ان میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل درج ہیں، بھول چوک و خطا سب کے ساتھ ہے، اگر ان کتابوں میں کوئی مسئلہ بھول یا خطا کے ماتحت ہو بھی تو اس سے تمام کتابوں کو غیر معتبر نہیں کہا جاسکتا، جو شخص ان کتابوں کو نہیں مانتا، اس سے اس کی وجہ اور تشریح دریافت کی جائے، چونکہ اس کو عالم کہا گیا ہے تو ضرور وہ اپنی بات کی وجہ اور تشریح بیان کرے گا، اس کی بات پر حکم لگانے میں جلدی نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

رسالہ آستانہ پڑھنا

سوال [۱۰۰۷۹]: آستانہ رسالہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آستانہ وغیرہ میں صحیح و غلط دونوں قسم کی آمیزش ہے، ہر بات قابل عمل و قابل اعتماد نہیں، اکثر رسالہ کا ایسا ہی حال ہے اور کم علم والے صحیح اور غلط میں فرق بھی نہیں کر پاتے، اس لئے ایسے لوگوں کو اخبارات و رسائل دیکھنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، سید مہدی حسن غفرلہ، ۶/۴/۸۶ھ۔



(۱) "أن الواجب على العامي الاستفتاء من المفتي لا العمل بظواهر الأحاديث؛ لأن الحديث قد يكون منسوخاً وقد يكون ظاهره متروكاً". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، ما يفسد الصوم مع الكفارة: ۲/۲۵۷، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصوم، فصل فی العوارض: ۱/۳۴۳، إمدادیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الصوم، فصل کان مریضاً فی رمضان فحاف إن صام: ۲/۲۹۴، رشیدیہ)

باب فی تذکرۃ الرجال

(رجال کا بیان)

محمد عبدالوہاب نجدی

سوال [۱۰۰۸۰]: محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں عقائد علماء دیوبند، ص: ۱۲۹۱ ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے، جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی، جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی اور تاویل سے امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے، اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے مال اور جان حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں، آگے فرماتے ہیں کہ ان کا حکم باغیوں کا ہے، پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ یہ فعل تاویل سے ہے، اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر منقلب ہوا، اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں۔ اور جو اس کے عقیدے کے خلاف ہو، وہ شرک ہے، اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلے میں نہیں ہے۔ نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں اور نہ تصوف میں، اب رہا مسلمانوں کے جان و مال اور آبرو کو حلال سمجھنا، سو یہ ناحق ہوگا یا حق؟ پھر اگر ناحق ہے، تو بلاتاویل ہے، جو کفر اور خارج از اسلام ہونا ہے اور اگر ایسی تاویل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے اور اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے۔

باقی رہا سلف اہل اسلام کو کافر کہنا، سو ہم ان میں سے نہ تو کسی کو کافر کہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو کافر سمجھتے

ہیں، بلکہ یہ فعل ہمارے نزدیک رخص اور دین میں اختراع ہے“ (۱)۔ اس سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک وہ خارجی اور رافضی ہے، لیکن جان و مال اور آبرو کو حلال جاننے میں معاملہ صاف ہوا کہ حق کیسے ہو سکتا ہے، اگر حق ہوتا، تو علامہ شامی اس طرح کیسے کہتے؟ اب باقی رہا ناق یا بلا تاویل یا تاویل فاسدہ یا تاویل جواز آپ کی نظر میں کون ٹھیک ہے؟ تو ضیح فرمائیں! اور ایک رسالہ میں دیکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کی مقتدی اچھے اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ وہ کسی امام کو نہیں مانتے (۲)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کے علماء نے محمد بن عبدالوہاب سے ملاقات نہیں کی، جیسی خبریں لوگوں نے سنائیں اور سنا کر دریافت کیا، اس کے متعلق جواب دیا، چونکہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہیے اور نیک گمان کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں (۳)، اسلام خود ضامن ہے، البتہ بدگمانی کی دلیل نہ ہو، اس لئے تکفیر میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔
”کف اللسان والقلم عن تکفیر مسلم“ لازم ہے (۴)۔

(۱) (المہند علی المنفد یعنی عقائد علمائے اہل سنت دیوبند، جواب السؤال الثانی عشر، ص: ۳۷، ۳۸، المیزان لاہور)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ، مسائل منشورہ، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَحْسَبُوا.....﴾ (الحجرات: ۱۲)

”وروينا عن أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه قال: ولا تظن بكلمة خرجت من أخيك المؤمن إلا خيراً، وأنت تجد لها في الخير محملاً“۔ (تفسير ابن كثير، الحجرات: ۱۲: ۲/۲۷۱، دار السلام)

”أخرج البيهقي في شعب الإيمان عن سعيد بن المسيب، قال: كتب إلى بعض إخواني من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن ضع أمر أخيك على أحسنه ما لم يأتك ما يغلبك الخ“۔ (روح المعاني، الحجرات: ۱۲: ۲۶/۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) ”إن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً للكفر، واحتمال واحد في نفيه، =

محمد بن عبدالوہاب سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، جس کو جیسا پہونچا لکھ دیا۔ اب اس بحث کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اس کے گروہ میں بھی بعض لوگ متشدد ہیں، بعض نرم ہیں، سب پر یکساں حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

سید قطب اور اخوان المسلمین

سوال [۱۰۰۸۱]: اخوان المسلمین اور سید قطب شہید کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخوان المسلمین اور سید قطب شہید نے اصلاحی قدم اٹھایا، حکومتِ وقت نے برداشت نہیں کیا، اس اصلاح کا تفصیلی نظام میرے سامنے نہیں کہ اس کے متعلق لکھ سکوں، کہ کس قدر وہ کتاب و سنت کے مطابق تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۴۰۰ھ۔

شاہ ابن مسعود و شاہ فیصل کے عقائد

سوال [۱۰۰۸۲]: شاہ ابن مسعود اور شاہ فیصل کے عقائد وہی تھے، جو عبدالوہاب نجدی کے تھے، کیا

= فالأولی للمفتی والقاضی أن يعمل بالاحتمال النافی؛ لأن الخطأ فی إبقاء ألف کافر أھون من الخطأ فی إفناء مسلم واحد۔ (شرح الفقہ الأكبر للملا علی القاری، ص: ۱۶۳، قدیمی)

”ومنها إذا کان فی المسئلة وجوه توجبہ ووجه واحد یمنعہ یمیل العالم إلی ما یمنع من الکفر، ولا یرجح الوجوه علی الوجه؛ لأن الترجیح لا یقع بکثرة الأدلة، ولا احتمال أنه أراد الوجه الذی لا یوجب التکفیر۔“ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تھون إسلاماً: ۳/۳۲۱، رشیدیہ)

”السابعة: ما فی البحر من باب المرتد نقلاً عن فتاویٰ الصغری: الکفر شیء عظیم، فلا أجعل المؤمن کافر امتی وجدت رواية أنه لا یکفر، ثم قال: والذی تحرر أنه لا یفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن، أو کان فی کفره اختلاف، ولو رواية ضعيفة۔“ (شرح عقود رسم المفتی، الروایة الذی یحترز بها من تکفیر مسلم الخ، ص: ۱۴۱، دارالکتاب)

حکم ہے؟ اس کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے ان کے عقائد نہ کسی کتاب میں دیکھے، نہ کبھی زبانی تحقیق کی نوبت آئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

چاند پر پہنچنے والوں کی تکذیب کی جائے یا تصدیق؟

سوال [۱۰۰۸۳]: آج کل عوام و خواص میں مشہور ہے کہ امریکہ کے کچھ لوگ چاند پر گئے اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس بارے میں ہمارے علماء کے مختلف بیانات ہیں، کسی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوتا ہے کہ ”امریکہ کے کچھ لوگوں نے چاند پر جا کر واقعہ معراج کو مزید ثبوت بخشا اور شق القمر کی تصدیق ہوئی، جس سے اسلام کی تقویت ہوئی۔“

کسی کی جانب سے یہ شائع ہوتا ہے کہ ”جھوٹے ہیں، اللہ نے آسمانوں کو شیاطین سے محفوظ کر دیا ہے اور چاند آسمان ہی میں ہے اور فلسفیوں کے نام لکھے ہیں، لہذا کوئی بھی شیطان جن و انس آسمان پر نہیں جاسکتا“، جس سے ہم جیسے کم علم بہت پریشان ہیں، چونکہ اشتہاروں میں شائع ہوتا ہے کہ ”جس نے اس پر یقین کیا کہ چاند پر انسان گیا، وہ خارج از اسلام ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا وغیرہ وغیرہ۔“

الجواب حامداً ومصلیاً:

امریکہ والوں کے بارے میں اگر آپ سکوت کریں، کچھ بھی نہ کہیں، تو کیا اشکال ہے؟ نہ کوئی خارج اسلام کہے گا، نہ تجدید نکاح کا حکم دے گا، خدا جانے ایسے اشتہارات کس نے شائع کئے اور آپ کو ان کے پڑھنے اور یقین کرنے پر کس نے مجبور کیا، اگر تحقیق ناقص ہی مقصود تھی، تو دونوں طرف کے اشتہارات ہی یہاں بھیج دیتے، جس میں قرآن پاک اور حدیث شریف کے حوالے دیئے ہیں، یہ طریقہ نہیں جو آپ نے اختیار کیا، جو آدمی محض مسئلہ یا دلیل معلوم کرے اس کا جواب مسئلہ یا دلیل لکھ دینے سے ہو جاتا ہے، جو شخص کسی کی تردید چاہے یا دو فریق کے اختلاف کے متعلق تحقیق چاہے، اس کو اس شخص کی اور دونوں فریق کی دلیل بھی دریافت

کر کے لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ہم سے تو ہر بات کا حوالہ کتب فقہ سے طلب کرتے ہیں اور جناب زید اور فریقین کی باتیں بلا دلیل و بلا حوالہ کتب فقہ کے لکھ دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۴ھ۔

دمدار ستارہ

سوال [۱۰۰۸۴]: آج کل یہاں پر شب کے تین بجے دمدار ستارہ نمودار ہوتا ہے، یہ ستارہ پہلے شمال کی جانب نکلتا تھا اور اب مشرق کی جانب نکلتا ہے، اس کے بارے میں عوام میں بہت سی باتیں مشہور ہو رہی ہیں، براہ کرم واضح فرمادیں کہ ایسے ستاروں کے بارے میں شرعاً کوئی چیز ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس ستارے کی شرعی پوزیشن کیا ہیں؟ نیز اس بارے میں عوام کے قیاسات پر یقین کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر یقین کیا جاسکتا ہے تو کس حد تک؟ براہ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الإشاعة لأشراط الساعة میں ص: ۵۷ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بحوالہ مردویہ منقول ہے کہ جب فلاں فلاں کام ہونے لگیں، تو دمدار ستارہ طلوع ہوگا (۱)، اس کا حاصل یہ ہے کہ عبادات میں اخلاص نہ رہے، معاصی کی شدت ہو جائے، حدود اللہ قائم نہ کی جائیں، تو اس وقت اسی قسم کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، جن کا مقصد مخلوق کو خداوند تعالیٰ کی طاعات کی طرف توجہ کرنا ہے، تاکہ معاصی کم ہوں، لوگ اخلاص پیدا کریں اور یہ ظاہر ہے کہ عامۃً ایسی آسمانی نشانیوں کو آج کل تماشا بنا لیا جاتا ہے، فوٹو لئے جاتے ہیں۔ کیمیاوی تحقیقات کی جاتی ہے اور عبرت حاصل کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔

قحط، زلزلہ، سیلاب، طوفان، وبا کا اثر، آتش فشاں، مختلف قسم کے اسباب کو مسلط کیا جاتا ہے، کبھی دوسرے انسانی شکل میں بھی ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ

(۱) ”ومنها: ظهور كوكب له ذنب. عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا سلمان إذا كان حج الملوک تنزهها، والأغنياء للتجارة، والمساكين للمسألة، والقراء رياء وسمعة فعند ذلك يظهر نجم له ذنب. رواه ابن مردويه.“ (الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي، ومنها رضح رؤوس أقوام بكواكب من السماء، ص: ۵۷، دار الكتب العلمية بيروت)

اللہ تعالیٰ نے مدار ستارہ کے متعلق کلام کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چاند کی خبریں

سوال [۱۰۰۸۵]: چاند پر پہنچنے والے سائنس دانوں کی خبریں ریڈیو اور اخباروں میں نشر ہوتی رہتی ہیں یہ کہ ”وہ چاند سے مٹی لائے یا پتھر لائے اور چاند کو زمین کا ٹکڑا بتلاتے ہیں اور وہاں پہاڑ وندی نالے بھی ہیں“۔ کیا یہ خبریں صحیح ہیں اور ان کی قرآن و حدیث میں کوئی تصدیق ملتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسے اور بہت سی خبریں عجائبات کی بیان کی جاتی ہیں، اسی طرح یہ خبریں بھی ہیں، اگر یہ بھی صحیح ہو جائیں، تو قرآن و حدیث کی اس سے مخالفت و تردید لازم نہیں آتی، ہو سکتا ہے کہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



باب التبلیغ (تبلیغ کا بیان)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

سوال [۱۰۰۸۶]: اس نازک وقت میں علماء کو خاموش رہنا چاہیے یا جگہ جگہ اور موقع بموقع مساجد میں تقریر کرتے رہنا چاہیے؟ علماء کیوں خاموش ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۹۲ھ۔

تبلیغی جماعت کی حقیقت

سوال [۱۰۰۸۷]: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور تبلیغ کن لوگوں کو کرنی چاہیے؟ اور کن لوگوں کو تبلیغ کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین میں مدت دراز تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کا قیام رہا

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من رأى منكر منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان“۔ (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، مقدمة، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان، ص: ۴۲، دارالسلام)

”قال بعض العلماء: الأمر الأول للأمراء، والثاني للعلماء، والثالث لعامة المسلمين“۔ (مراقبة

المفاتيح، کتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۱، رشیدیہ)

(ومشكاة المصابيح، کتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ سے بیعت تھے اور ان کے پاس تربیت پائی تھی، پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور ان سے بھی سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت پائی۔

دہلی کے قریب علاقہ میوات ہے، وہاں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ لاکھوں مسلمانوں کی تعداد تھی، مگر ان کے سروں پر چوٹے تھے، نام ہندوانہ، رسوم مشرکانہ، نماز سے ناواقف، کلمہ سے بھی نا آشنا تھے، ان میں ابتداءً مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ شروع کی اور لوگوں میں شوق پیدا کیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو، چنانچہ جھولے میں چنے لے کر ایک چلہ کے لئے ایک ایک جماعت دس دس بارہ آدمیوں کی نکلی، جن میں ایک شخص ایسا ساتھ کر دیا، جو وضو، نماز ایک دو پارہ قرآن شریف پڑھا ہوا ہے اور وہ اس جماعت کو تعلیم دیتا اور وضو نماز سکھاتا اور جگہ جگہ جا کر وہاں کے لوگوں کی خوشامد کر کے اپنے ساتھ کام میں شامل کرنے کی دعوت دے کر جماعت کو بڑھاتا، چالیس روز تک خراب اخلاق و اعمال سے یہ لوگ بچے رہے کہ شراب نہیں پی، زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی، لڑائی نہیں کی، گالی نہیں دی وغیرہ وغیرہ اور استعداد کے موافق کسی نے پوری نماز سیکھ لی، کسی نے کچھ سورتیں یاد کر لیں، جب یہ جماعت واپس آئی، تو اپنی بستی سے دوسری جماعت کو تیار کیا، غرض دین سیکھنے کے واسطے نکلنے کا شوق عام ہو گیا، اس سے بہت بڑا فائدہ مسلمانوں کو ہوا اور ہو رہا ہے، اس کا نام تبلیغی کام ہے اور اس کے کرنے والوں کا نام تبلیغی جماعت ہو گیا، چھ اصول یا چھ نمبر اس لئے مقرر کر دیئے گئے، جن کے سمجھنے یاد کرنے سے پورے دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، تقریر بھی انہیں چھ باتوں کی ہوتی ہے، جو اہل علم ہوں، وہ تفصیل سے تبلیغ و تقریر کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ

سوال [۱۰۰۸۸]: ہمارے شہر مظفرنگر میں تبلیغی جماعت کا کام بڑے زوروں پر ہے، اس جماعت

میں جو حضرات کام کرتے ہیں، وہ ہم کو مندرجہ ذیل کام کرنے کی صلاح دیتے ہیں:

۱۔ یہ کہ اپنی زندگی میں چار مہینے اللہ کے راستے میں لگاؤ۔

۲- ایک سال میں چالیس روز اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

۳- مہینہ میں تین دن اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

۴- ایک وقت مقرر کر کے گھر میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

۵- ایک وقت مقرر کر کے مسجد میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

۶- ایک ہفتہ میں ایک روز اپنی قریبی مسجد میں جو اجتماع ہوتا ہے، اس میں بھی ضرور شریک ہوں اور

ایک ہفتہ میں مرکز والی مسجد میں اجتماع ہوتا ہے، اس میں بھی ضرور شریک ہوں۔

۷- صبح کے وقت نماز فجر پڑھنے کے فوراً بعد اپنے محلہ میں گشت کرو، جس میں لوگوں کو اس بات کی

دعوت دو کہ ہر ایک آدمی ان تمام مندرجہ بالا باتوں کا کرنے والا بن جائے، جس وقت یہ جماعت مسجد سے روانہ

ہوتی ہے تو اس وقت یہ جماعت عاجزانہ دعا مانگ کر روانہ ہوتی ہے، یہ تمام پروگرام جو کسی کی ملازمت کرتا ہے،

وہ بھی کرے اور جو خود اپنا کام کرتا ہے، وہ بھی کرے، یہ ہدایت کرتے ہیں، جس جگہ ملازمت کرتے ہیں، چاہے

وہ منع بھی کرے، جب بھی جانا چاہیے، ان تمام باتوں سے ہم لوگوں کو آپ احادیث کی روشنی میں بتلانے کی

تکلیف گوارہ کریں، تاکہ ہم ٹھیک طرح سے کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔ ﴿وما خلقت الجن والانس إلا

لیعبدون﴾ (۱) تمام دنیا کو ہمارے لئے پیدا کیا اور ہم کو آخرت کے لئے پیدا کیا۔

”إنما الدنيا خلقت لكم وأنکم خلقتم للآخرة“ (۲)۔

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہماری زندگی کا ہر سانس اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور کل کائنات کو اللہ کی

(۱) (الذاریات: ۵۴)

(۲) ”وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض خطبہ: المؤمن بین مخافتین بین أجل قد قضی لا یدری ما

اللہ صانع فیہ، و بین أجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ، فلیتزود العبد من نفسه لنفسه، ومن دنیاہ

لآخرتہ ومن حیاتہ لموتہ، ومن شبابه لہرمہ، فإن الدنيا خلقت لکم وأنتم خلقتم للآخرة..... الخ“۔

(إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدین، کتاب ذم دنیا، بیان ذم دنیا: ۵۴۹/۹، دارالکتب

العلمیہ بیروت)

عبادت کے لئے استعمال کیا جائے، جس چیز کے استعمال سے منع کر دیا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے، مگر افسوس کہ ہماری موجودہ زندگی اس کے بالکل برعکس ہے، ہمارے سامنے دنیا ہی دنیا رہ گئی، ساری زندگی دنیا کمانے میں اور دنیا کی چیزوں کے حاصل کرنے میں صرف ہو رہی ہے، آخرت کی طرف سے پوری غفلت ہے، زندگی کے اس رخ کو بدلنے کے لئے تبلیغی جماعت نے یہ نظام تجویز کیا ہے کہ جس قدر محنت اس فانی دنیا پر ہو رہی ہے، آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ کر یہ محنت آخرت پر ہونے لگے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک دین زندہ ہو کر مسلمانوں کی پوری زندگی میں سرایت کر جائے، تجربہ یہ ہے کہ تحریر کردہ نظام پر عمل کرنے سے زندگی کا رخ بڑی حد تک بدل جاتا ہے، مگر چھ اصولوں کی پابندی بے حد ضروری ہے، ورنہ حدود پر قائم رہنا دشوار ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۱۴۰۱ھ۔

تبلیغی جماعت کے امیر کے لئے ضروری شرائط

سوال [۱۰۰۸۹]: تبلیغی جماعت میں ایک امیر ہوتا ہے، ان کے لئے کن کن باتوں کا ہونا شرط ہے، اگر اتنی باتیں نہ ہوں، تو اس کو امیر بنانا کیسا ہے؟ جس طرح ابھی تبلیغ کا کام مسلمانوں کی ٹولی میں چلہ لکھا کر جاہل و عالم سب مل کر گھومتے ہیں، ایسا گھومنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا چاروں امام میں سے کسی کا ایسا طریقہ رہا ہے کہ مسلمانوں میں جا کر تبلیغ کریں اور وہ بھی چلہ لکھا کر، پہلے کی تاریخ دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بزرگانِ دین چلہ ۴۰ روز یا اس سے بھی زائد ایک جگہ بیٹھ کر عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسے امام نماز کے لئے اعلیٰ صفات کی ضرورت ہے، مگر جب ان صفات کا امام نہ ملے، تو مجبوراً کم درجے کے آدمی کو امام بنالیا جاتا ہے، اس طرح تبلیغی جماعت کے امیر کا حال ہے، جو شخص نماز کے لئے مسجد میں نہ آتا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے متعلق تحقیق فرماتے، مکان پر آدمی بھیجتے تھے (۱)، یہاں تک کہ

(۱) "عن أبي بن كعب (رضي الله تعالى عنه) قال صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً الصبح

فقال: أشاهد فلان قالوا: لا! قال: أشاهد فلان قالوا: لا! قال: إن هاتين الصلاتين أثقل الصلوات على

المنافقين الخ". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في فصل صلاة الجماعة: ۹۲/۱، رحمانیہ) =

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صبح کی نماز میں نہیں آتے، جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دوں (۱)، یہ بھی روایات میں موجود ہے کہ ترک جماعت کی ہمت منافق کو بھی نہیں ہوتی تھی (۲)۔ ایسی حالت میں جماعت بنا کر لوگوں کے مکانوں پر جانے اور گھومنے کی ضرورت نہیں تھی، اب آپ خود دیکھ لیں کہ کتنے لوگ ہیں جو مسجد میں نہیں آتے؟! اور کتنے لوگ ہیں جن کو نماز نہیں آتی؟! اور کتنے لوگ ہیں جن کو کلمہ بھی نہیں آتا؟! نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کا مطلب سمجھنے والے تو بہت ہی کم ہیں، اس لئے اب ضرورت ہے۔

= ”أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه فقد سليمان بن أبي حثمة في صلاة الصبح، وأن عمر غدا إلى السوق، وسكن سليمان بين المسجد والسوق فمرّ على الشفاء أم سليمان، فقال لها: لم أر سليمان في الصبح“، فقالت: ”إنه بات يصلي فغلبته عيناه، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: لأن أشهد صلاة الصبح في جماعة أحب إلي من أن أقوم ليلة“۔ (موطأ إمام مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء في العتمة والصبح، ص: ۱۱۵، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث: ۹۷/۱، قديمی)

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لقد هممت أن أمر بالصلاة فتقام، ثم أمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم أنطلق معي برجال معهم حزم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلاة، فأحرق عليهم بيوتهم بالنار“۔ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۹۱/۱، رحمانیہ)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۳۳۲/۱، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب وجوب الصلاة، الفصل الثالث: ۱۲۱/۱، قديمی)

(۲) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادي بهن ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق بين النفاق الحديث“۔ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۹۲/۱، رحمانیہ)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۲۳۲/۱، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب الإمامة، باب المحافظة على الصلوات حيث ينادي بهن: ۱۳۶/۱، قديمی)

جیسے کہ دینی مدارس اور اساتذہ کے طلبہ کے لئے کتابیں، درسگاہیں، کمرے، مطبخ، امتحان وغیرہ کتنی چیزیں، جس کا انتظام کیا جاتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت نہیں تھی، یہ سب دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کے لئے ہے، جو سراسر خیر ہی خیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ۔

کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے؟

سوال [۱۰۰۹۰]: مسلک دیوبند سے وابستہ ایک عالم نے ابھی حال میں ایک رسالہ تحریر کیا، جس کا نام ہے ”مروجہ تبلیغی جماعت“ کتاب ملنے کا پتہ ”مدرسہ فاروقیہ، تراؤں ضلع الہ آباد“ اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت من جملہ فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے، اس میں شرکت بدعت و گمراہی ہے، ان عالم صاحب کا کہنا یہ ہے کہ مروجہ تبلیغی جماعت اپنی موجود ہیئت کذائیہ مثلاً: چلہ، دعا بالجہر، بیداری شب جمعہ وغیرہ وغیرہ بدعت ہے، اس کا قرآن و سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو کیا حضرات علمائے حق کا اس میں شریک ہونا، اعانت کرنا حرام ہے؟ بعض حضرات کا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ خود ایک زبردست فتنہ ہے، اس سے عوام میں گمراہی کے شیوع کا اندیشہ ہے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رسالہ کے مصنف کے شیخ حضرت مولانا وصی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مروجہ تبلیغی جماعت اور اس کے کام کو پسند فرمایا اور تائید کی ہے، نیز مصنف رسالہ کے استاد و مربی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اخیر حیات تک تائید فرماتے رہے، نیز دیگر اکابر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تائید فرمائی ہے، ایک کتاب ہے، جس کا نام ہے ”کیا تبلیغی کام ضروری ہے“ اس میں اکابر مرحومین اور موجودین کی تحریرات ایک صاحب نے شائع کر دی ہے، اصل یہ ہے کہ قریب سے کام میں حصہ لے کر دیکھا جائے، تو صحیح رائے قائم کی جائے اور جو اشکالات لکھے ہیں، وہ خود ہی حل ہو جائیں، میرے خیال میں اس کا جواب لکھنے کی ضرورت نہیں کہ قلمی لڑائی کا دروازہ کھلتا ہے، جس کو اشکال ہو، وہ حل کرے، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعتراضات کے جوابات شائع کر دیئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۴۰۰ھ۔

طلباء کا تبلیغی جماعت میں جانا

سوال [۱۰۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دینی مدارس کے طلباء اگر کبھی کبھی زمانہ تعلیم میں کچھ روز کے لئے ہفتہ، عشرہ یا دو چار یوم کے لئے تبلیغی جماعت کے ہمراہ چلے جائیں، تو کیا مناسب نہ ہوگا، اول تو طلباء کو توفیق شرکت کی کم ہوتی ہے اور پھر استادوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ جاہلوں کی جماعت ہے، یہ کیسا ہے؟ مفصل احکام لکھو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلباء کو اپنی تعلیم کا حرج کر کے تبلیغی سفر میں نہیں جانا چاہیے، جمعہ کی تعطیل میں جانا بہتر ہے، اگر استاد سفر میں جائیں یا دیگر ضرورت کی وجہ سے رخصت پر ہوں، جس سے سبق کا حرج نہ ہو، تب بھی طلباء کو جانے میں مضائقہ نہیں، الحاصل سبق کا حرج نہ کریں، اگر کسی طالب علم کی اصلاح ہی کے لئے اکابر و اساتذہ اس کا جانا تجویز کریں، یا اگر باب مدرسہ جس طرح تقریر وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور اس کے لئے سبق بند کرتے ہیں اور طلباء کے حق میں اس کو نافع سمجھتے ہیں، اسی طرح ایک دو روز کے لئے تبلیغی سفر بھی تجویز کریں، تو ان کی تجویز پر عمل کرنا چاہیے، اس طرف رخ رکھنے سے تعلیم کا بڑا مقصد پورا ہوتا ہے اور غلط رخ سے حفاظت ہوتی ہے، تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے متعلق اکابر کی تحریرات بشکل خطوط متعدد بار مختلف ذرائع سے شائع ہو چکے ہیں، لکھنؤ میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، تمام اساتذہ و طلباء اسباق بند کر دیتے ہیں اور اجتماع میں شرکت کرتے ہیں، یہ بات کہ ”جاہلوں کی جماعت ہے“، بڑی حد تک صحیح ہے، اس اعتبار سے کہ جاہلوں کو یہ کہہ کر سفر میں نکالا گیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو، چنانچہ لاکھوں کی تعداد جاہلوں کی ایسی ہو گئی کہ تبلیغی سفر سے ان کا ایمان درست ہو گیا۔ کفر، شرک، رسومات، بدعات، جرائم سے انہوں نے توبہ کر لی، اخلاق بصدق و اعمال درست کر لئے، نماز و قرآن سیکھ کر پابند ہو گئے، حج کیا، دین کی باتیں بیان کرنے کا سلیقہ سیکھ گئے، بعض جاہلوں کو کئی کئی گھنٹہ بیان کرتے ہوئے میں نے خود سنا ہے، اس میں کئی کئی سو حدیثیں بیان کیں اور ان کے مطلب کو بہت سمجھا کر بیان کیا، ایسے بیان کو سن کر مدارس کے بہت سے اہل علم حضرات بھی حیران رہ گئے، کہ بغیر مدرسہ میں پڑھے، ان میں اتنا عظیم الشان تغیر کیسے پیدا ہو گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

موجودہ وقت میں مسلمانوں کی اصلاح کا طریق کار

سوال [۱۰۰۹۲]: اس زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کا از روئے موافق شریعت کیا چارہ کار ہونا چاہیے؟

منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم ٹانڈہ فیض آباد، یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایمان و یقین پختہ کریں، عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اہتمام سے حاصل کریں، آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی سے رہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو اپنے اندر جمانے اور دوسرے بھائیوں تک پہنچانے اور ظلم معصیت کے مٹانے میں منہمک ہو جائیں، تو خدائے پاک کی نصرت ہوگی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ﴾ (۱) الآیۃ۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہوئی تو پھر کوئی دوسرا غالب نہیں ہوگا۔

﴿إِن يَنصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ (۲) الآیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۸/۹۳ھ۔

کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں؟

سوال [۱۰۰۹۳]: ہمارے مقام کے کچھ احباب موجودہ تبلیغی کام پر (جس کی سرپرستی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اعتراض کرتے ہیں، مسجد میں ایک اشتہار لگایا گیا ہے کہ دیوبند کے چند علماء جن کے کچھ نام بھی لکھے گئے ہیں، اس کام کو غلط سمجھتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے، میں تو بالکل مطمئن ہوں کہ یہ ان حضرات کا اعتراض بالکل غلط ہے اور اشتہار بھی غلط ہے، پھر بھی اس بات کی یہاں ضرورت ہے کہ اس کی تصدیق ہو جائے، براہ کرم تبلیغی کام کے تعلق سے علماء دیوبند کا کیا خیال ہے؟ معلوم فرمائیے! تاکہ

(۱) (محمد: ۷)

(۲) (ال عمران: ۱۶۰)

سندر ہے، یہ اشتہار بریلوی عقائد کے اشخاص میں سے ایک شخص کی طرف سے لگایا گیا ہے۔ جو لبات اس کا غز پر ہوں تو بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء دیوبند تبلیغی جماعت میں برابر شرکت کرتے رہتے ہیں، دیوبند میں مدرسہ میں بھی جماعت کام کرتی ہے اور یہاں مرکز نظام الدین دہلی جماعتیں جاتی رہتی ہیں، بریلوی تو اپنے سوا سب ہی کو کافر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۴۲ھ۔

کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے؟

سوال [۱۰۰۹۴]: تبلیغی جماعت جو دہلی سے نکلتی ہے، وہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بالکل خلاف ہے، ان کی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں ہے، نہ حق اللہ کا خیال، نہ حق العباد کا، نہ قرضہ سے نفرت، نہ بزرگوں سے عبرت، نہ مسائل سے محبت، یہ کیا دین ہے؟؟؟ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکمل کر دکھایا تو ان کا طریقہ کیوں نہ اپنایا، اس جماعت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین کی تبلیغی جماعت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کے مخالف ہے بالکل غلط ہے، میں نے جماعت کے اکابر کے پاس حضرت تھانوی کی کتابیں دیکھی ہیں، جو ان کے مطالعہ میں رہتی ہیں، بدعتیوں کا تو بڑا اعتراض ہی اس جماعت پر یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور ان کے بیان کئے ہوئے مسائل پھیلاتی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ ہے کہ ”میری تمنا یہ ہے کہ علوم حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہوں اور طریقہ تبلیغ میرا ہو“، لہذا یہ جماعت تو ان کے علوم کو سب دنیا میں ہدایت کے لئے پھیلانے والی ہے، حق اللہ اور حق العباد کی فکر سب کو ضروری ہے، جو شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے، اس کو اپنی اصلاح ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۴ھ۔

امام مسجد اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۰۹۵]: تبلیغی جماعت بعض مساجد میں جاتی ہیں، تو وہاں کے امام صاحب کہتے ہیں کہ بلا اجازت امام کے تقریر نہیں کر سکتے، ہماری طرف سے اجازت نہیں ہے اور امام ہذا بریلوی عقائد کے علمبردار عالم ہیں، ان کا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی دلیل منصوصات میں سے ہو، تو زیادہ بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام تقریر نہ کی جائے، اپنا حلقہ تعلیمی اور کتاب سنانے کا کام کر لیں، تاکہ کام بھی ہو جائے اور فتنہ برپا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا تبلیغ و تعلیم ہفتہ میں صرف ایک روز ہونی چاہیے؟

سوال [۱۰۰۹۶]: تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں: ہر دن تعلیم بھی، وعظ و تذکیر یا کتاب پڑھنا چاہیے، جب کہ مشکوٰۃ شریف میں ایک ہفتہ میں ایک بار کی تعلیم بھی شبہ کی ہے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمانہ خیر القرون میں اتنا علم تھا کہ آج اس کا ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں، حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھتے ہی قلوب پر علوم الہیہ کی بارش ہوتی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی پڑتے تھے، اس کے باوجود بعض حضرات نے اپنے آپ کو تعلیم کے لئے متعین اور وقف فرما دیا تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ تعلیم دیا کرتے تھے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ حضرات بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں ایک وقت میں سولہ سو پڑھنے والے تھے، ان سب کو دین سکھایا جاتا تھا، یہ کام روزانہ ہوتا تھا۔ آج بھی بڑے بڑے مدارس موجود ہیں، کیا وہاں بھی ہفتہ میں دو روز کی تعلیم کا مشورہ دیں گے، اصل بات یہ ہے کہ جس قدر دین سے ناواقفیت ہو، اس کے موافق واقف کرنے کے ذرائع حاصل کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۲ھ۔

کیا تبلیغ میں جانا محبتِ شیخ کے قائم مقام ہے؟

سوال [۱۰۰۹۷]: تبلیغی جماعت گاؤں گاؤں، شہر شہر، گھر گھر جا کر لوگوں کو کلمہ اسلام، ایمان مجمل و مفصل، وضو، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور مسنون دعائیں وغیرہ سکھاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایمان کو قلب میں راسخ کرنا، اطمینان دلی حاصل کرنا، الإحسان حدیث جبریل علیہ السلام والی کیفیت پیدا کرنے کے لئے حسبِ تحریر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تصوف کا راستہ اختیار کر کے کسی کامل بزرگ کو مرشد کی حقیقت سے پکڑنا ضروری ہے یا تبلیغ میں چلے دے کر ہر کس و نا کس کے ساتھ تبلیغ میں جانے سے یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ“ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”ولا تحصل هذه السعادة العظيمة بغير تصرف بجذبة الإلهية، ولا سبب

في طريق الجذبة أقوى من صحبة الشيخ الذي سلوكة بطريق الجذبة الخ“ (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل مقصود اتباع سنت ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ابتداء ”إنما الأعمال بالنیات“ (۲) سے ہے اور انتہا ”أن تعبد الله كأنك تراه“ (۳) پر ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ ”طرق الوصول إلى الله تعالى بعدد أنفاس الخلائق“۔

مگر عام طور پر وصولِ شیخ محقق کی تربیت سے ہوتا ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے آپ نے بھی نقل کیا ہے، پھر تربیت اگر تبلیغی جماعت کی جدوجہد کے طرز پر ہو، تو اس کے ذریعہ نسبتِ قویہ حاصل ہوگی اور خطرات کم ہوں گے، جن کا تعلق کسی شیخ محقق سے نہیں اور وہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد صحیح طریقہ پر کریں، تو وہ بھی مقاماتِ قرب پر فائز ہوں گے اور یہ کام ان پر واضح کر دے گا کہ تعلق مع الشیخ کی کس قدر

(۱) (نقل رسالہ شیخ تاج الدین سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۳۶، کتب خانہ علویہ رضویہ مسجد

نوری لائل پور)

(۲) (صحیح البخاری، قبل کتاب الإیمان، باب کیف کان بدؤ الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم: ۲/۱، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی عن الإیمان والسلام الخ: ۱۲/۱، قدیمی)

ضرورت ہے، پھر تعلق کر کے بہت جلد وہ کامیاب ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۴ھ۔

حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں؟

سوال [۱۰۰۹۸]: امریکہ میں تبلیغی اجتماع ہونے والا ہے اور وہاں کا صرفہ تقریباً ۱۵/ ہزار روپے ہے، تو کیا اجتماع میں جانا ضروری ہے یا وہ شخص اجتماع میں نہ جائے، حج بیت اللہ کرے اور نہ جانے کی صورت میں وہ عند اللہ گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے ذمہ حج فرض ہے، تو اس فرض کو ادا کریں، تبلیغی جماعت حج میں بھی جاتی ہیں، ان کے ساتھ رہ کر تبلیغی کام بھی کرتا رہے، اگر اس کے ذمہ حج فرض نہیں، تبلیغی اجتماع یا ایام حج سے بہت پہلے ہے، تو وہ وہ اجتماع میں شرکت کر لیں، پھر اگر حج کے موقع پر اللہ وسعت دے تو حج بھی کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۴۰۰ھ۔

والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغی جماعت میں جانے کا حکم

سوال [۱۰۰۹۹]: ایک صاحب اپنے بھائی اور والد صاحب کے ساتھ تجارت، شرکت میں کرتے ہیں، ہر سال کے اخیر میں منافع اور سال کا پورا خرچ دیکھ لیا جاتا ہے، منافع سب بھائیوں اور والد صاحب میں تقسیم ہو کر ان کے نام جمع رہتا ہے اور گھر کا پورا خرچ تین بڑے بھائیوں کے منافع میں لے کر وضع کیا جاتا ہے، چھوٹے بھائی اور والد صاحب بھی کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہیں، الحمد للہ والد صاحب کسی بھائی کی خدمت کے محتاج نہیں، چلتے پھرتے ہیں، اب اگر بڑے بھائیوں میں سے ایک بھائی تبلیغی جماعت کے ساتھ تین چار مہینے کے لئے باہر جانا چاہے، تاکہ اپنی اصلاح، ایمان و یقین درست ہو تو کیا والد صاحب کے لئے اس بھائی کو روکنا درست ہے؟ نیز لڑکا والد صاحب کی اجازت کے بغیر جاسکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ چار آٹھ دن گھومنے جانا ہو تو بغیر اجازت بھی جاتے ہیں اور والد صاحب کو کوئی ناگواری بھی نہیں ہوتی، نیز اگر تبلیغ میں جانے والا بھائی تین چار ماہ کا اپنا منافع چھوڑ دے اور تبلیغ میں جائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والد صاحب اس کی خدمت کے حاجت مند نہیں ہیں اور اس کے جانے سے کام میں نقصان نہیں ہوتا، دوسرے بھائی بخوشی اجازت دیتے ہیں اور حقوق واجبہ بیوی بچوں کے تلف نہیں ہوتے، تو والد صاحب کو منع نہیں کرنا چاہیے، اس حالت میں وہ اگر جا کر اپنا ایمان اور عمل پختہ کرے، تو اس سے والد صاحب کو اجر ملے گا، جہاں تک فرض کے حاصل کا درجہ ہے، اس میں تو والد صاحب کی اجازت کی ضرورت نہیں اور جو درجہ استحباب ہے، اس میں والد صاحب کی اجازت و رضا مندی کے بغیر نہ جائے (۱)، والد صاحب گھومنے اور سیر کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں اور تبلیغی سفر سے روکتے ہیں، تو اس کا یہ حل ہے کہ کوشش اور خوشامد کر کے والد صاحب کو بھی تبلیغی سفر میں لے جائے، جب ان کو اس کا نفع معلوم ہوگا، تو پھر خود جائیں گے اور دوسروں کو بھی بھیجنے کی کوشش کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

سنن و نوافل کے وقت تبلیغی پروگرام

سوال [۱۰۱۰۰]: عموماً ظہر و مغرب کے بعد جماعت کی طرف سے تقریری اعلان ہوتا ہے، ابھی لوگ سنتیں نوافل ہی میں مشغول رہتے ہیں، ادھر مسجد میں تقریر شروع ہو جاتی ہے، عوام تو درکنار خواص کو بھی نماز میں الجھن ہونے لگتی ہے، قرأت و تسبیحات بسا اوقات تعداد رکعات میں بھی بھول ہو جاتی ہے، اگر پروگرام مسجد

(۱) "وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلا إذن والديه لو ملتحمين" (الدر المختار). "أي: إن لم يخف على والديه الضيعة إن كانا مؤسرين، ولم تكن نفقتها عليه، وفي الخانية: لو أراد الخروج إلى الحج، وكره ذلك قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته فلا بأس، وإلا فلا يسعه الخروج، وفي بعض الروايات: لا يخرج إلى الجهاد إلا بإذنهما، ولو أذن أحدهما فقط، لا ينبغي له الخروج؛ لأن مراعاة حقهما فرض عين والجهاد فرض كفاية" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۸/۶، سعید)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ، الفصل الأول: ۳۲۷/۴، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السادس والعشرون: ۳۶۵/۵، رشیدیہ)

سے باہر رکھا جاتا ہے، تو سامعین کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہوگی۔

کیا دینی تبلیغ کے لئے نماز کے اوقات میں تقریر و تعلیم وغیرہ کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ اگر فقہی رو سے گنجائش نہیں نکل سکتی، تو جماعت والے کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرائض و سنن مؤکدہ کی رعایت رکھتے ہوئے تبلیغی پروگرام شروع کیا جائے، کتنے لوگ ایسے ہیں، جو نماز کے ارکان و اجبات شرائط سنن سے واقف نہیں، التحیات وغیرہ کو بھی صحیح طور پر نہیں جانتے، ان کی نمازوں کو صحیح کرانا اور نماز کی اہمیت ذہن نشین کرانا، دین کی طرف راغب کرنا، بہر حال نوافل سے اہم اور قابل ترجیح ہے، نوافل کو خواص حضرات بعد میں مسجد ہی میں یا مکان پر بھی ادا کر لیں گے، لیکن گشت کر کے اور خوشامد کر کے جن لوگوں کو مسجد میں لایا گیا ہے، ان کا پھر ہاتھ لگنا اور جمع ہونا مشکل ہوگا اور فرائض تو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، اس کے بعد بھی سنن مؤکدہ مختصر کی رعایت کر لیں، تو جماعت والے حضرات کو انشاء اللہ خلیجان نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں اوایمن پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں؟

سوال [۱۰۱۰۱]: مسجد میں جماعت تبلیغی بعد نماز مغرب تعلیم کرتی ہے، جو حضرات صلوٰۃ اوایمن پڑھتے ہیں، وہ اس کے خلاف ہیں، ہماری نمازوں میں خلل پڑتا ہے، اگر بعد میں تعلیم کرتے ہیں، تو لوگ رکتے نہیں، تو کیا تعلیم ترک کر دیں، کیا صورت ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل کے لئے افضل اور احسن طریقہ یہ ہے کہ مکان پر پڑھے، گو مسجد میں بھی منع نہیں ہے، کبیری (۱)

(۱) ”(و) تطوعہ بہا (فی البیت افضل) وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع النوافل ما عدا التراویح وتحیة المسجد، الأفضل فیہا المنزل (لما روي عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أنه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت) علی ما تقدم من حدیث عائشة حین سألتها عبد اللہ بن شقیق عن صلاتہ علیہ السلام وغیرہ من الأحادیث، وفي الصحیحین أنه علیہ السلام احتجر حجرة فی مسجد من =

شرح منیہ میں اس کی روایت بھی ذکر کی گئی ہے، خصوصاً مغرب کی نوافل کے لئے، لیکن جو لوگ تعلیم کے مقابلہ میں نوافل کو اختیار کرتے ہیں، ان کو زبردستی نوافل سے ہرگز نہ روکا جائے، بلکہ نرمی سے سمجھایا جائے کہ نوافل بعد میں بھی ہو سکتے ہیں اور مکان پر بھی ادا ہو سکتے ہیں، لیکن جو لوگ دین سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کو تو نہ توجہ ہے نہ فرصت اور وہ صرف نماز کے لئے مسجد میں آ جاتے ہیں، اگر ان کے کان میں دین کی کچھ باتیں پڑ جائیں تو بہتر ہے، لیکن نمازوں میں خلل پڑتا ہو تو ترک جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے، ان کا حکم

سوال [۱۰۱۰۲]: یہاں کچھ عرصہ قبل تبلیغی اجتماع ہوا تھا، جس میں لوگ کثرت سے اپنے دستی رومال، چھڑیاں، جوتے، اجتماع گاہ میں بھول گئے ہیں، چنانچہ اجتماع کے موقع پر بھی بار بار مکبر الصوت پر اعلان کیا گیا تھا، مگر اس وقت سے لے کر اب تک ان کا کوئی مالک آیا نہیں، خصوصاً دستی رومال کو تو عام طور پر کوئی لینے آتا بھی نہیں، تو کیا ہم ان سب چیزوں کو فروخت کر کے کسی غریب کو صدقہ کر سکتے ہیں؟ یا پھر بعینہ یہ چیزیں صدقہ کرنی ہوں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعینہ ان کو خیرات کرائے، اس نیت سے کہ ان کے مالک کو ثواب ملے، مگر یہ اس وقت ہے کہ مالک کے

= حصیر فی رمضان الحدیث إلی أن قال: فعلیکم بالصلاة فی بیوتکم فإن خیر صلاة المرء فی بیتہ إلا المكتوبة. وأخرج أبو داود: صلاة المرء فی بیتہ أفضل من صلاتہ فی مسجدی هذا إلا المكتوبة و ذکر الإمام أحمد رحمہ اللہ تعالیٰ عن السائب بن یزید أنه قال: "لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب إذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعاً حتی لا یبقی فی المسجد أحد كأنهم لا یصلون بعد المغرب حتی یصیروا إلی أهلهم والبعض یقولون: التطوع فی المسجد حسن وفي البيت أحسن كما قال المصنف، وبه أفتی الفقیہ أبو جعفر". (الحلبی الكبير، ص: ۴۰۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل: ۱/۱۱۳، رشیدیہ)

ملنے سے مایوس ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

اجتماعی جمع کی گئی رقم سے بچے ہوئے پیسوں کا مصرف

سوال [۱۰۱۰۳]: ایک دینی کام مثلاً: تبلیغی اجتماع کے لئے چند احباب نے مل کر کچھ رقم جمع کی، اب وہ کام پورا ہو گیا اور نصف سے بھی کم رقم خرچ ہوئی، تو اگر باقی روپے دینے والوں کو واپس کر دیئے جائیں، تو وہ اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ واپسی کی صورت یہ رکھی جائے کہ کل رقم کا چالیس فیصد حصہ خرچ ہوا ہے، تو اب ہر ایک کی رقم میں سے چالیس فیصد وضع کر کے باقی رقم واپس کر دی جائے، چندہ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس کام کے لئے یہ رقم نکالی تھی، اب ہم خود کیسے استعمال کریں، تو کیا یہ احباب خود استعمال کر سکتے ہیں؟ اگر نہ کر سکتے ہوں، تو اس کے علاوہ کسی اور دینی کام میں یہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح یہ رقم وہ لوگ بھی خود خرچ کر سکتے ہیں، بہتر ہے کہ ان کی اجازت سے دوسرے دینی کام تبلیغی اجتماع یا دینی مدرسہ میں خرچ کرالے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

(۱) ”(قوله: فينتفع الرافع) أي: من رفعها من الأرض أي: التقطها، وأتى بالفاء، فدل على أنه إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها، والمردا جواز الانتفاع بها والتصدق وفي الخلاصة: له بيعها أيضاً“۔ (رد المحتار، كتاب اللقطة: ۲/۴۹، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب اللقطة: ۲/۲۸۹، رشیدیہ)

(و كذا في الهداية، كتاب اللقطة: ۲/۶۱۵، مكتبہ شركت علميہ)

(۲) ”ويشترط أن يكون المؤكل ممن يملك التصرف بالنوع الذي وكله؛ لأن التوكيل يستفيد ولاية التصرف من المؤكل ويقدر عليه من قبله“۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الوكالة: ۲/۷۷۴، رقم المادة: ۱۲۵۷، مكتبہ حنفیہ كوئٹہ)

”الإذن والإجارة توكيل“۔ (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الوكالة: ۲/۴۰۵، رقم

المادة: ۱۲۵۲، حقانيہ)

جماعت والوں کا مساجد میں قیام و طعام وغیرہ کرنے کا حکم

سوال [۱۰۱۰۴]: عوام میں دینی بیداری اور مسائل کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتھک جدوجہد کر کے ہندوستان میں تبلیغ کے نام پر جو جماعت تیار کی ہے، بحمد اللہ ملک کے باہر بھی اس کے اثرات پھیل رہے ہیں اور یہ جماعت ملکی پیمانے پر ترقی کر کے آج عالمگیر جماعت بن چکی ہے، لوگوں میں دینی شعور، صوم و صلوٰۃ کی پابندی کا نیک جذبہ پیدا ہو رہا ہے، چونکہ اس جماعت سے وابستہ ہونے والے زیادہ تر کم پڑھے لکھے مسلمان ہیں، اس لئے ان لوگوں کے ہاتھوں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی جا رہی ہیں اور ان لوگوں کے ان رویوں کو دیکھ کر پڑھے لکھے لوگوں کے اندر ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو رہی ہے، اس لئے مندرجہ ذیل جواب کو حاصل کرنے کے لئے استفتاء آپ کی خدمت میں ارسال ہے، امید ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہی حوالے کے ساتھ مدلل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ اس کی روشنی میں جماعت میں لائی ہوئی خرابی کی نشاندہی کی جائے اور ذمہ داران تبلیغ کے تعاون سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

مساجد کو جماعت والوں نے طعام و قیام ونوم واستراحت کی جگہ بنالی ہے، مسجد کے آس پاس جگہوں میں رہتے ہوئے کھانا پینا مسجد میں ہوتا ہے، ہانڈی، پلیٹ اور ضروریات کے دوسرے سامان مسجد میں رکھے جاتے ہیں، اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، جماعت کے رویہ سے عوام کے دلوں میں سے مسجد کا احترام نکلتا جا رہا ہے، جماعت والوں کے ساتھ مقامی حضرات بھی کافی مقدار میں مسجد میں سوتے ہیں، بالخصوص مسجد میں سونے والوں کی زمانہ گرمی میں تعداد کثیر ہوتی ہے، مسجد کو اس حالت میں دیکھ کر مسافر خانہ کا دھوکہ ہونے لگتا ہے، کیا باہر سے آنے والی جماعت کے لئے طعام و قیام ونوم استراحت فقہی رو سے جائز ہے، اگر جواب نفی میں ہے، تو باہر سے آنے والے حضرات کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرات علماء کرام دامت برکاتہم و مدت فیوضکم!

سلام مسنون، نیاز مقرون، دعا مسنون!

مسجد میں کھانا سونا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی مسافر ہو اور اس کا کہیں ٹھکانہ ہو یا معتکف ہو، تو فقہاء نے

اجازت دی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

”وَأَكْلُ وَنَوْمُ إِلَّا لِمُعْتَكِفٍ وَغَرِيبٍ أَوْ دَرْمَخْتَارٍ۔“

”وإذا أراد ذلك ينبغي أن ينوي الاعتكاف، فيدخل، ويذكر الله تعالى

بقدر مانوی، أو يصلي، ثم يفعل ما شاء“ فتاویٰ ہندیہ ۱ھ (۱) شامی: ۱/۶۱۹.

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کے علاوہ بھی نفلی اعتکاف کی نیت کرے اور مسجد میں جا کر نماز ذکر اللہ کچھ کرے، تو اس کے لئے بھی کھانے سونے وغیرہ اعمال کی اجازت ہے، مگر مسجد کو ہوٹل اور باورچی خانہ نہ بنایا جائے، مسجد کے آس پاس اگر کوئی جگہ ہو، تو کھانے پکانے کا انتظام وہاں مناسب ہے، آج کل بے شمار مساجد ملک کے مختلف حصوں میں غیر آباد پڑی ہوئی ہیں، کسی جگہ ان پر بالکل ہی غیروں کا قبضہ ہے، جن میں وہ رہتے ہیں اور ان کے جانور بھی وہاں پلتے ہیں، گوبر پیشاب وہیں ہوتا ہے، کتنی ہی مساجد مقفل ہیں، بعض صرف جمعہ کے لئے کھلتی ہیں اور بعض میں مؤذن اگر کسی وقت کبھی ایک دو آدمی کے ساتھ کبھی تنہا نماز پڑھ لیتا ہے، بعض مساجد مقفل بھی نہیں، کبھی کوئی آگیا، اس نے نماز پڑھ لی، بعض مساجد سے متعلق جائیداد (زمین و دکان) وقف ہیں، دوسرے لوگ ان پر قبضہ کر لئے ہیں، ان سے مقدمہ کی نوبت آئی ہے اور بعض جگہ مقدمہ کی بھی طاقت نہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اگر تبلیغی جماعت مساجد میں جا کر وہاں اعتکاف کی نیت کر کے ذکر و تلاوت تعلیم میں مشغول رہے، وہاں کھانا بھی کھائیں اور سو بھی جائیں، تو اس سے لوگوں کو زیادہ متوحش ہونا نہیں چاہیے، کیونکہ وہاں دین کا ہی کام ہوتا ہے، بے نمازی بھی ان کی بدولت مسجودوں میں آتے اور نمازی بن جاتے ہیں، مسجدیں آباد رہتی ہیں، اذان جماعت پابندی سے ہوتی ہے، غیروں کے قبضہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، اس لئے بخاری شریف، باب نوم الرجال في المسجد (۲) اور اس کے ذیل کی احادیث نیز اور دوسرے ابواب مثلاً: باب (۳) یاخذ بنصول النبل إذا مر في المسجد، باب (۴) أصحاب الحراب في المسجد

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعید)

(و کذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۲، سهيل اكيڏمي لاهور)

(و کذا في الفتاوى العالمکيريہ، کتاب الکراهیۃ، الباب الخامس في اداب المسجد الخ: ۵/۳۲۱، رشیدیہ)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۱/۶۳، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۱/۶۲، قدیمی)

(۴) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۱/۶۵، قدیمی)

اور باب (۱) التقاضی والملازمة في المسجد، باب (۲) الأسیر والغریم یربط فی المسجد، باب (۳) الخیمة فی المسجد للمرضی وغیرہم، باب (۴) الاستلقاء فی المسجد وغیرہ ملاحظہ کرنے سے بہت سے مسائل واضح ہوں گے۔ نیز الاشباہ والنظائر میں ہے: القول فی أحكام المساجد (۵)۔ میں بہت سی جزئیات موجود ہیں، کتب احادیث میں بھی موجود ہے، مال صدقہ مسجد میں جمع کیا جاتا تھا، وہیں سے تقسیم ہوتا تھا (۶) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب حکومت فارس کو فتح کیا گیا تو مال غنیمت مسجد ہی میں لا کر ڈالا گیا، شاید آج کل کے کوئی تاجر صاحب دیکھیں، تو وہ یہ رائے قائم کر لیں کہ یہ مسجد نہیں، بلکہ

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۶۵/۱، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۶۶/۱، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۶۶/۱، قدیمی)

(۴) (صحیح البخاری، کتاب الصلاة: ۶۸/۱، قدیمی)

(۵) (الاشباہ والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، القول فی أحكام المسجد، ص: ۲۳۹، دار الفکر بیروت)

(۶) بخاری شریف میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مستقل باب باندھا ہے۔

”باب القسمۃ وتعلیق القنوی فی المسجد“

”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: ”أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بمال من البحرين،

فقال: ”انثروه في المسجد، وكان أكثر مال أتى به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخ“

(صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب القسمۃ وتعلیق القنوی فی المسجد: ۶۰/۱، قدیمی)

”قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في شرح هذا الحديث:

”وموضع الحاجة منه هنا جواز وضع ما يشترك المسلمون فيه من صدقة ونحوه في

المسجد، ومحلّه ما إذا لم يمنع مما وضع له المسجد من الصلاة وغيرها مما بني المسجد لأجله، ونحو

وضع هذا المال وضع مال زكاة الفطر“ (فتح الباری، کتاب الصلاة، باب القسمۃ وتعلیق القنوی فی

المسجد: ۶۸۰/۱، قدیمی)

(وکذا فی عمدة القارئ، کتاب الصلاة، باب القسمۃ وتعلیق القنوی فی المسجد: ۲۳۹/۲، دار الکتب

العلمیة بیروت)

کسی فیکٹری کا گدام ہے، تاہم احترام مسجد کا لحاظ سب کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کی تبلیغ

سوال [۱۰۱۰۵]: کیا پُر فتن پُر آشوب زمانے میں عورتوں کو تبلیغ کے لئے محلہ محلہ، شہر شہر،

وقصبات وغیرہ میں جانا درست ہے؟

۲..... کیا محلہ یا غیر محلہ میں پنج وقتہ نماز باجماعت ترجمہ قرآن پاک سننے کے لئے عورت شریک ہو سکتی ہے؟

۳..... کیا عورتوں کو علم حاصل کرنا ضروری ہے؟ براہ مہربانی یہ بھی بتلائیں کہ وہ کون سے علوم ہیں؟ جن

کا سیکھنا ضروری ہے؟ کیا اس کا ذریعہ مروجہ تبلیغ ہے؟ اور کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے؟ اور اس کے لئے وہ باہر نکل سکتی ہیں یا نہیں؟ علماء سے معلوم ہوا کہ بغیر محرم کے حج تک کی بھی عورتوں کے لئے اجازت نہیں ہے۔

۴..... مبلغین عورتوں میں کہتے ہیں کہ اگر تبلیغ کے لئے تمہارے مرد منع کریں، تو ان کا کہنا مت مانو،

کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں والدین و خاوند سب غیر ہیں، کیا اس قسم کے الفاظ کہنا درست ہے؟

۵..... اکثر مبلغین تبلیغ کی فضیلت اور اجر و ثواب میں آیات و احادیث پڑھ کر سناتے ہیں، جو جہاد اکبر

کے لئے آئی ہیں، کیا ان مروجہ تبلیغ میں ان احادیث و آیات کا پڑھنا درست ہے؟ مثلاً: ﴿انفروا خفافاً

و ثقلاً﴾ الآية (۱) اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے سات لاکھ نیکوں کا ثواب آیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضروریات دین کا علم حاصل کرنا مرد و عورت سب پر فرض ہے (۲)۔

(۱) (التوبة: ۴۱)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: طلب العلم فريضة

على كل مسلم ومسلمة“ الحديث. (المقدمة من سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب

العلم، ص: ۲۰، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۳۴/۱، قديمی) =

جو والدین اولاد کو علم دین نہیں سکھائیں، وہ بڑی حق تلفی اور ظلم کرتے ہیں، جس کا بھگتان دنیا میں بھی کرنا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کرنا ہوتا ہے، اس تعلیم نہ ہونے کے مفاسد عالمگیر ہیں، اگر والدین اپنے اپنے گھروں میں ضروری دینی تعلیم کا انتظام کر لیں، تو معاملہ بہت آسان ہو جائے، اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم ہر محلہ میں دینی تعلیم کے لئے مدارس و مکاتب کا قیام عمل میں لایا جائے۔

اگر یہ بھی نہیں تو جہاں مدارس قائم ہیں، وہاں بچوں کو بھیجا جائے، لیکن اس میں بھی عمل دشوار سمجھا جاتا ہے اور بے عملی کے سبب بے عملی عام ہے، اعتقادات، اخلاق، اعمال صالحہ، اقوال اور معاشرت میں عمومی خرابی کے دروازے کھل رہے ہیں اور مسلمان ذلت و رسوائی میں گرفتار ہیں، اس عمومی بگاڑ کی اصلاح کے لئے دینی تعلیم کو عام کرنے اور دینی فضا بنانے کے لئے تبلیغی جماعت کا کام اس وقت مناسب اور مفید ہے، لیکن یہ بھی اسی وقت مفید ہے جب کہ اس میں احکام شرعیہ کی پابندی کی جائے، اگر حدود شرع سے تجاوز ہوگا، تو یہ کام بھی فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔

اس لئے اب مقررین کو انتہائی احتیاط اور حدود کے ماتحت تقریر کرنا لازم ہے، کوئی بات خلاف سنت زبان سے نہ نکلے، کوئی عمل احکام فقہ کے خلاف نہ ہو، ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے، عورتوں کے لئے پردہ کی سخت تاکید ہے، بلا ضرورت اپنے مکان سے نہ نکلیں (۱)، نامحرموں کے سامنے نہ ہوں، یہ بات نہ ہوسنیما

= ”واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غير“۔ (الدر المختار، مقدمة: ۴۲/۱، سعید)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجَكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الأحزاب: ۵۹)

قال العلامة الجصاص: روي عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: ”الجلابيب الرداء“ وقال ابن أبي نجیح عن مجاهد: يتجلبين، ليعلم أنهن حرائر“۔ ولا يعرض لهن فاسق“۔ وروي محمد بن سيرين عن عبيدة: ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ قال: تقنع عبيدة، وأخرج إحدی عینیہ“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۵۴۶/۳، قدیمی)

”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني: ۲۶۹/۲، قدیمی)

جانے سے تو ان کو روکا جائے اور تبلیغی اجتماع میں بے پردہ زیب زینت کے ساتھ خوشبو لگا کر اجازت دی جائے، بلکہ دونوں جگہ بے پردہ جانے سے روکنا ضروری ہے۔

سینما بہر حال معصیت گاہ ہے، جس کو سب ہی نا جائز جانتے ہیں، وہاں کسی طرح بھی جانا کسی کے لئے بھی درست نہیں، تبلیغی اجتماع میں اگر ان کے بے پردہ جانے سے فتنہ پیدا ہو جائے، تو اور زیادہ معصیت کا سامنا ہوگا، وہاں پردہ کے ساتھ اپنے محرم کے ساتھ جانے سے ان کی اصلاح محلّہ والوں کے لئے مفید اور درست ہے، بغیر محرم کے سفر کرنا درست نہیں۔ اگر شوہر ایسا حکم دے جس سے خدا کا حکم ٹوٹتا ہو تو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں (۱)، لیکن اگر وہ احکام شرعیہ کے مطابق حکم دے تو اطاعت لازم ہے۔ جہاد کا مفہوم بہت عام ہے، دین کی خاطر جدوجہد کو جہاد کہا گیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے بہت سے شراح حدیث نے جہاد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں (۲)۔

قلم کے ذریعہ دین کے احکام کو لکھنا بھی جہاد ہے، دینی کتابیں پڑھنا بھی جہاد ہے، مدارس و مکتب قائم کرنا بھی جہاد ہے، تبلیغ کے لئے جانا بھی جہاد ہے، وعظ و نصیحت کرنا بھی جہاد ہے، اس پر مخالفین اعتراض

(۱) ”عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“۔ (صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۱۲۵/۲، قدیمی)

”سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري، رقم الحديث: ۲۰۱۳۱: ۵۹/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”والجهاد بكسر الجيم أصله لغة ”المشقة“ وشرعاً بذل قوة في قتال الكفار. ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس والشيطان والفساق، فأما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع ما يأتي به من الشبهات وما يزينه من الشهوات، وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال واللسان والقلب، وأما مجاهدة الفساق فباليد ثم اللسان ثم القلب“۔ (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ۳/۶، قدیمی)

(و كذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۱۹۲/۴، إمداديه)

(و كذا في زاد المعاد، فصل في مراتب الجهاد، ص: ۴۰۳، دار الفكر)

کرتے ہیں، ان کا جواب دینا ان سے مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث: ”مَنْ اغْبَرَتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ“ بخاری، ص: ۱۲۴ (۱)، کو جمعہ کی نماز کے لئے بیان کیا ہے اور جہاد کے لئے بھی، یعنی جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، خدا کے راستہ سے مراد بظاہر جہاد فی سبیل اللہ ہے، مگر جو شخص جمعہ کے لئے جائے، اس کے راستہ کا بھی یہی اجر ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الجمعہ میں ص: ۱۲۴ پر اس حدیث کو بیان فرمایا ہے، پھر اس کو کتاب الجہاد میں ذکر فرمایا ہے (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا مفہوم ان کے نزدیک بھی عام ہے، لیکن خدا کے راستے میں قتل ہونے کا ثواب جو مخصوص ہے، وہ قتل ہونے ہی میں ملے گا، وہ دوسری طرف جہاد سے نہیں ملے گا، لہذا جہاد کو قتل کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں، امید ہے کہ آپ کے جملہ اعتراضات کا جواب اس تحریر سے حاصل ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

عورتوں کے لئے تبلیغی سفر

- سوال [۱۰۱۰۶]: مستورات بغیر اپنے محرم کے تبلیغ کرنے کی غرض سے سفر کرتی ہیں، تو کیا ایسی عالم اور غیر عالم عورتوں کا سفر کرنا، مذکورہ صورت میں جائز ہوگا یا نہیں؟
- ۲..... عورتیں تبلیغ کرنے کی مجاز ہیں؟
- ۳..... اگر عورتوں کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں ہے تو پھر مستورات دین کے مسائل کس طرح سیکھیں؟
- الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شرعاً اس کی اجازت نہیں کہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے، خواہ کسی مقصد کے لئے ہو (۳)۔

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة: ۱/۲۴، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسير، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ۱/۳۹۴، قدیمی)

(۳) ”في الهداية: لا يجوز لها أن تحج بغيرهما (أي: الزوج والمحرم) إذا كان بينهما وبين مكة ثلاثة

أيام بخلاف ما إذا كان بينها وبين مكة أقل من ثلاثة أيام؛ لأنه يباح لها الخروج إلى مادون السفر بغير محرم“۔ (الهداية، کتاب الحج: ۱/۲۳۳، شرکت علمیه)

۲..... عورتیں بھی عورتوں کو حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے تبلیغ کر سکتی ہیں، بلکہ کرنی چاہیے، کسی مکان میں جمع ہو جائیں اور کوئی عورت ان کو کتاب پڑھ کر سنا دیا کرے، کلمہ نماز درست کرادے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد اخلاق و اعمال سکھا دیا کرے۔

۳..... اس کا جواب ۲ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

عورت کا مخلوط مجمع میں وعظ کہنے کا حکم

سوال [۱۰۱۰۷]: عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے محلہ دین بازار، حیدرآباد میں ہر ماہ ۱۰/ تاریخ کو ایک زنانہ اجتماع میں ایک خاتون صاحبہ بیان کرتی ہے، باضابطہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ جس میں عورتوں اور مردوں کا انتظام رہتا ہے، کیا یہ صحیح ہے کہ ایک عورت اپنا وعظ مردوں کو سنا سکتی ہے؟ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیجئے اور خاتون صاحبہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنا وعظ مردوں کو برابر سنا سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا تبلیغی اجتماع میں لاؤڈ اسپیکر پر تقریر وعظ کرنا، جس سے نامحرم مردوں تک آواز جائے، صحیح نہیں، غلط طریقہ ہے (۱) اس کو چاہیے کہ وہ اس کے لئے تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین دہلی سے دریافت

= ”وقال في الفتح: كما في الصحيحين: ”لا تسافر امرأة ثلاثاً إلا ومعها ذو محرم“، وفي لفظ لهما: ”فوق ثلاث“، وفي لفظ للبخاري: ”ثلاثة أيام“، (فتح القدير، كتاب الحج: ۲/۴۲۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/۵۵۱، رشديه)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج: ۲/۴۶۴، ۴۶۵، سعيد)

(۱) ”قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”و(العورة) للحرمة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين وصوتها على الراجح“.

”قال عليه السلام: التسبيح للرجال والتصفيق للنساء. فلا يحسن أن يسمعها الرجل، وفي الكافي: ولا تلبى جهراً؛ لأن صوتها عورة“، (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، قيل مطلب في النظر إلى وجه الأمر: ۱/۴۰۶، سعيد)

= ”قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ =

کریں، وہاں سے بھی اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۹ھ۔

عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر نکلنا

سوال [۱۰۱۰۸]: ہماری عورتوں میں عورتوں کی جماعتیں محلہ اور بیرون محلہ میں تبلیغی گشت کرتی ہیں اور مردوں کے اجتماعات کی طرح عورتوں کے اجتماعات ہوتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی محفوظ جگہ میں آس پاس کی بہت سی عورتیں جمع ہو جاتی ہیں، جماعت نسواں کی امیر یا اس کی اجازت سے کوئی ایک عورت، عورتوں کے مجمع کو خطاب کرتی ہے، کبھی کتاب پڑھ کر اور کبھی دوسرے طریقہ سے دین و اسلام کی باتیں، یہ رفتار دن بدن تیز تر ہوتی جاتی ہے، ابھی حال ہی میں بمبئی سے کچھ عورتیں اپنے لڑکے کے ساتھ بہار کے بعض مقامات پر عورتوں کو تبلیغ کرنے کے لئے سفر کر کے آئیں، مختلف محلوں میں عورتوں کے اجتماعات ہوئے، اس کی وجہ سے عورتوں میں تبلیغ کا جذبہ بڑھتا جا رہا ہے، بمبئی سے عورتوں کی آمد سے ہمارے علاقہ میں ہلچل مچ گئی، موافق و مخالف سوالات کرنے لگے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کی جماعتیں مرکز نظام الدین دہلی کے ذمہ داروں کے مشورہ سے بھیجی جاتی ہیں، غرض یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عہد مبارک میں مردوں کی طرح عورتوں کی جماعت ایک نیک مقصد کی خاطر بھیجا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین، تابعین، تبع تابعین کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے؟ فقہی رو سے اس کی گنجائش ہے؟ اگر نہیں ہے تو عورتوں کی اصلاح کا جائز طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ عورتیں جماعت کا کام کس طرح کر سکتی ہیں؟ مندرجہ بالا امور کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی سے عورتوں کے جماعت نکلنے کی کوئی ہدایت کی گئی ہو تو میرے علم میں نہیں،

= الآية، ”وفیه دلالة علی أن المرأة منہیة عن رفع صوتها بالكلام بحيث یسمع ذلک الأجانب.....
ولذلک کره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه یحتاج فیہ إلى رفع الصوت والمرأة منہیة عن ذلک“ (أحكام القرآن، باب ما یجب من غض البصر عن المحرمات: ۳/۴۶۵، قدیمی)

”وأما أذان المرأة، فلأنها منہیة عن رفع صوتها؛ لأنه یؤدي إلى الفتنة“ (البحر الرائق، کتاب

الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشیدیہ)

البتہ اگر کسی مقام پر عورتیں جمع ہو جائیں تو وہاں پر کوئی مرد صالح جا کر اس طرح تقریر کر دیں کہ یہ خود کسی عورت کو نہ دیکھے اور نہ عورتیں اس کو دیکھیں اس کی شرعاً اجازت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض عورتوں نے درخواست کی تھی کہ مرد تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں، عورتیں کیا کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں مکان میں فلاں روز عورتیں جمع ہو جائیں، میں وہاں آؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱)۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ کسی موقع پر عورتیں جمع ہوئیں اور بعض امہات المؤمنین نے وہاں جا کر ان کو دینی احکام کی تبلیغ کی (۲)، اس طرح آج بھی کوئی اجتماع عورتوں کا ہو جائے، پردے کا پورا لحاظ کرتے ہوئے تو مناسب ہے، لیکن کوئی عورت مائیک پر تقریر نہ کرے، جس سے باہر تک آواز جائے اور پھر تقریر بھی عورتوں کے مناسب نہیں، اگرچہ بغیر مائیک ہو، ہاں! کتاب پڑھ کر سنا دینا بغیر مائیک کے درست ہے، تقریر میں حدود کی رعایت مشکل ہو جاتی ہے، مردوں کو بھی جو عالم نہ ہو، تاکید ہے کہ وہ چھ اصول پر قناعت کریں، عورتیں گلی کو چوں میں مردوں کی طرح ہر گز گشت نہ کریں۔

ہاں! اپنے محرم اور شوہر کے ساتھ پردے کے ساتھ جائیں اور عورتوں کے اجتماع میں شرکت کریں تو درست ہے، ان کے محرم اگر سفر کر کے کہیں جائیں اور عورتیں ان کے ساتھ ہیں، اس میں کیا اشکال ہے، سفر حج

(۱) "قال: سمعت أبا صالح ذكوان يحدث من أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: قالت النساء للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: غلبنا عليك الرجال، فاجعل لنا يوماً من نفسك، فوعدهن يوماً لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن، فكان فيما قال لهن: "ما منكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا كان لها حجاباً من نار"، فقالت امرأة: واثنين، فقال: واثنين". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ۲۰/۱، قديمی)

(۲) "وكن نساء يبعثن إلى عائشة (رضي الله تعالى عنها) بالدرجة فيها الكرسي في الصفرة فتقول: 'عجلن حتى ترين القصة البيضاء' تريد بذلك الطهر من الحيضة". (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب اقبال المحيض وإدباره: ۴۶/۱، قديمی)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حلقہ درس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سیرۃ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا للعلامة سيد سليمان ندوي، تعليم، افتاء اور ارشاد، ص: ۲۸۱-۳۰۶، مجلس نشریات اسلام)

و عمرہ کے لئے بھی تو سفر کرتی ہیں، اس طرح اس کو بھی سمجھ لیا جائے، اصل تو یہ ہے کہ ماں، باپ، بھائی بہن وغیرہ بچوں کو گھر میں تعلیم دیں اور دین سکھلائیں، شوہر کے ذمہ بھی ضروری ہے، بیوی کو دینی تعلیم دے اور ضروری مسائل سکھائے، مگر اس ذمہ داری کو آج نظر انداز کیا جا رہا ہے، اگر اس ذمہ داری کا احساس ہو جائے، تو پھر مشکلات پیش نہ آئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مستورات کا اجتماع

سوال [۱۰۱۰۹]: گزارش ہے کہ ٹانڈے میں عورتیں بھی ہفتے میں دو تین بار تبلیغی اجتماع کرتی ہیں، ایک عورت کتاب پڑھتی ہے، یہ اجتماع متفرق محلوں میں جگہ جگہ ہوتا رہتا ہے، کہیں کہیں تو بازاروں میں بھی ہو کر مستورات کو جانا پڑتا ہے اور دن میں ہی یہ چلنا پھرنا ہوتا ہے، ایسے اجتماعات کیسے ہیں؟ کیا مستورات شریک ہو سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین سیکھنا مردوں عورتوں سب کو ضروری ہے (۱)، عورتوں کے لئے زیادہ اسلم طریقہ یہ ہے کہ مکان پر رہ کر اپنے والد بھائی چچا شوہر وغیرہ محرموں سے سیکھے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو دیگر مستورات سے پورے پردہ کے ساتھ جا کر سیکھے، مستورات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی تھی تو ان کے لئے مخصوص دن اور مخصوص جگہ کے لئے اجتماع تجویز فرمادیا تھا، وہاں پہنچ کر جمع ہونا حدیث شریف میں مذکور ہے (۲)، حدود

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (سنن ابن ماجه،

كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۳۴، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۶۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب العلم: ۱۴۱/۱، دارالفكر)

(۲) "قال النساء للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوماً من نفسك،

فوعدهن يوماً لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوماً =

شرع کے اندر رہنا اور فتنوں سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۲/۸۸ھ۔

کیا مرکز تبلیغ آمدنی کا ذریعہ ہے؟

سوال [۱۰۱۱۰]: دہلی نظام الدین اولیاء میں جو تبلیغی مرکز ہے، وہاں پر روزانہ سیکڑوں آدمی کھانا کھاتے ہیں، اس کے لئے چندہ ہوتا ہے یا مخصوص لوگ اس کام کو چلاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چندہ کرنے کا ہم کو علم نہیں، اگر اس کی تحقیق مطلوب ہو، تو ان سے ہی تحقیق کی جائے، یہ چیز فتویٰ کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک واقعہ کی تحقیق

سوال [۱۰۱۱۱]: سائل کا بیان ہے کہ ایک مبلغ صاحب نے اپنی تقریر میں یوں بیان کیا کہ ”کچھ عرب یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اشاعت اسلام کے لئے ملک چین گئے اور وہاں غلہ کی تجارت شروع کی اور اس طرح سے غلہ کے نقائص دور کرنے کے بعد غلہ کو وہاں کی قیمت سے کم قیمت پر یہ دعا کر کے بیچا کہ ”اے اللہ! کاشت کار مٹی میں دانہ ملاتا ہے، تو تو اس کے دانے کو ضائع نہیں کرتا ہے اور ہم تو تیری مخلوق پر صرف کر رہے ہیں، کیا ہمارے دانوں کا بدلہ تو نہیں دے گا۔“ اس دعا کے بعد یہ لوگ اپنا غلہ کم قیمت پر لوگوں کو دیتے رہے، جو غلہ ان لوگوں کے پاس تھا، اس میں اللہ پاک نے ایسی برکت دی کہ پھر وہ ختم نہ ہوا اور یہ اپنی تجارت میں عام دوسرے تاجروں پر غالب آگئے اور پھر وہاں ان کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کون سے صحابہ تھے، ان کے نام کیا تھے، ان کا یہ واقعہ کس کتاب میں ہے؟

= علی حدة فی العلم، ۲۳، دارالسلام

(وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ص ۱۱۷، دارالسلام)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان مقرر تبلیغ صاحب سے دریافت کر لیں، تو پھر کتاب میں تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۱۳۸۹ھ۔

بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے

جوابات

سوال [۱۰۱۱۲]: حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم!

گزارش یہ ہے کہ بریلی کے تبلیغی جماعت اور اکابر علماء دیوبند پر کچھ اعتراضات اور اس سلسلہ میں سوالات آئے ہوئے ہیں، جن کا ترجمہ عربی میں پیش خدمت ہے۔ براہ کرم مولانا ارشاد احمد صاحب کے ذریعہ دارالعلوم سے ان کے جوابات لکھوا دیجئے۔ وہو هذا:

”۱..... قال تعالى: ﴿وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا﴾ (۱) فنظراً

في هذه الآية الشريفة، إن مات كفار العالم في العصر الراهن على كفرهم

هل يعذبون أم لا؟ فإن قيل: إنهم غير معذبين لعدم التبليغ إليهم: فيكون

المعذبون عصاة المؤمنين فحسب، ويكون مخالفاً للحديث الشريف (أي:

كثرة أهل الجنة وقلة أهل جهنم) وإن قيل: هم معذبون، فقد وجدوا مبلغين

نظراً إلى الآية السابقة. فيكون هذا التبليغ تحصيل الحاصل وهو محال. وإن

قيل: ليس المقصود من هذا التبليغ دعوة الكفار إلى الإسلام بل المقصود

تقريب المسلمين الذين يعيشون بعيداً عن الإسلام، وتقريب من وجه من

الكفار إلى الملة الحنفية جمعهم على مسلك واحد مع قطع النظر عن

الاختلافات الفروعية، فيقال: لهذه الأفعال (أى: دعوة الملة، أى: الصلاة وغيرها) سمي تبليغاً وما كلم تسمية شخص أو جماعة بأسماء غير لائقة بهم وإن جاز تسميه القومية، والتذكير، ونحوهما تبليغاً. لجاز تسمية ذلك المبلغ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.

٢..... قد عرف من تعريف النبي أنه لم يرد بالتبليغ وجوباً، فنظراً في قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: علماء أمتي كانبيا بني إسرائيل (١) "والعلماء ورثة الأنبياء" (٢) كيف يسوغ تسمية هذه الأفعال تبليغاً الذي هو من ميراث المرسلين؟ وإن كان هذا الإسلام مشتقاً من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تبليغ الشاهد الغائب" فما المراد بالشاهد والغائب؟ فإن كان المراد بهما الذين حضروا في حجة الوداع، والذين غابوا عنها فقد انقرض زمانهم وأفعالهم، وإن كان المراد بهما "العالم والجاهل" فقد انقلب الأمر في مبلغي زماننا أعني مبلغون اليوم أكثرهم الجاهلون ويبلغون العالمين.

٣..... قد شاع وانتشر في ربوع كثير له الوعظ والتعليم في المساجد والمدارس وغيرهما، هذه الأفعال دينية أم لا؟ لإخلاص من التسليم أنها دينية، فما سبب قول هذه الجماعة لمن لا يستطيع أن يخرج معهم: "لا

(١) "حديث: علماء أمتي كانبيا بني إسرائيل" قال شيخنا ومن قبله الدميري والزر كشي: إنه لا أصل له، زاد بعضهم: ولا يعرف في كتاب معتبر". (المقاسد الحسنة، حرف العين المهملة، رقم الحديث: ٤٠٠، ص: ٣٣٢، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الموضوعات الكبرى، حرف العين المهملة، رقم: ٦١٢، ص: ١٥٩، قديمي)

(وكذا في كشف الخفاء، حرف العين المهملة، رقم: ١٤٢٢: ٢/٤٢، المكتبة العصرية)

(٢) (سنن أبي داود، كتاب العلم، باب في فضل العلم: ١٥٤/٢، مكتبة رحمانية)

(وجامع الترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة: ٩٤/٢، سعيد)

(وسنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم: ٢٠/١، قديمي)

تخرجون في سبيل الله بعد دعوة إلى سبيله؟“.

مريدين تدميمهم مع أنهم يفعلون مثل هذه الأفعال الدينية.

٤..... لما دعى الرسل الناس إلى توحيد الله سبحانه وتعالى، فالضعفاء والفقراء قدموا إلى إجابتهم أولاً، وأنكر أكثر الأغنياء والأجراء، هذه هي العادة في الأنبياء والمرسلين، وذلك يدل على حقيقة أفعالهم ودعوتهم، بخلاف هؤلاء الجماعة، يقدم إليهم أكثر الأغنياء أو الأمراء، وأكثر الموظفين الذين أقعدوا من العمل وسائر الموظفين في عطلاتهم، وأكثر أولئك الأغنياء لا يؤدون الزكاة والصدقة ولا ينفقون على اليتامى والفقراء، والضعفاء لا يقبلون إلى دعوتهم، هذه خلاف عادة الإسلام والأمراء الحق، فإن قيل: أنهم يدعون بالحكمة والموعظة الحسنة كما قال القرآن، فيجدون الأعضاء كثيراً ويحصلون على كثير الفائدة، ففي هذا القول نسبة أي دعوة المرسلين والأنبياء، وهو باطل نقلاً وعقلاً.

٥..... الاعتماد على الأعمال الحسنة وعدم الخوف بسببها والياس من رحمة الله لتراكم المعاصي كلاهما كفر، كما جاء في الحديث، وهذه الجماعة يتلقون الأمن من عذاب الله إلى من خرج معهم أربعين يوماً أو أربعة أشهر، ويقولون لهم: فزت ونجيت في الآخرة، وقد سمعت أذناي هذا القول كراراً ومراراً منهم.

٦..... يفهم من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لقد هممت أن

أمر الخ (١).

(١) (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في

التخلف عنها وأنها فرض كفاية: ٢٣٢/١، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ٩١/١، رحمانيه) =

أن المتأخرين عن الجمعة والجماعة كانوا موجودين في عهد الرسالة كالعصر الراهن، وأن النبي الكريم صلى الله تعالى عليه وسلم والصحابة الكرام رضي الله تعالى عنهم لم يذهبوا إلى ديارهم للدعوة إلى الجمعة والجماعة، واكتفوا بالدعوة العامة لأي شيء يمنع عن اتباع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والصحابة رضي الله تعالى عنه في الاكتفاء بالدعوة العامة؟

٧..... ليس بين الأنبياء والمرسلين والأصحاب والأتباع في الأصول هكذا، يقول أولئك الجماعة: "يجوز الالتحاق في جماعتنا لكل من تقلد مذهباً من المذاهب الأربعة المعتمدة التي ليس لهم اختلاف في الأصول، ولكن أسفاً فوق الأسف المروي خلاف ذلك! وهم يلحقون في جماعتهم من لا يعتبر بالسلف الصالحين ومن لا يؤمن بالقدر.

٨..... في هذه الجماعة يخرج قوم فانت لهم الفرائض كثيراً وعليهم قضاءها لأربعة أشهر وأربعين يوماً، ومع ذلك لا يأمرهم أمراء هذه الجماعة بقضاء الفرائض، ولا يتركونهم يقضونها، ولا يأمرهم بسائر الواجبات كنفقة العيال والأهل، ولا يعلمونهم العلوم الواجبة، ولا يتركونهم متعلمها، بل يشوقونهم في تعليم فضائل الأعمال ويحضونهم إلى الأعمال المسنونة فما حكم هذه الأفعال في الشرع.

٩..... وما هو رأي أولئك في مشية الله تعالى وقدره؟

١٠..... هذا التبليغ الذي بداه مولانا الياس رحمه الله تعالى مع

الشرائط الجديدة أهو خير من تبليغ العلماء الذين مضوا قبله؟ هذا بدعة حسنة

أم سنة أم واجبة؟

۱۱..... لا يأمر أصحاب التبليغ في بلادنا لمن يخرج معهم من

الأغنياء بالزكاة، أي شيء منع هؤلاء عن أمر الناس بالزكاة؟

۱۲..... يقول المعترض: سمعناهم يقولون: إن هذه الجماعة من

مستحق الزكاة، وهم قسم من الثمانية التي ذكرت في القرآن، وهم قسم في

سبيل الله، وهم يأخذون الروبيات زكوة من الأغنياء إلا المؤمنين بهذه

الدعوى أهذه صحيحة أم لا؟

۱۳..... أمراء الجماعة يمنعون من يخرج معهم في الجماعة أن

لا يتكلم غيره بغير إذنهم، ولو كان هو صديقه الصحيح. فما هي أدلة هذه

الشرائط؟ وطلب الأجوبة تحقيقاً لا إلزاماً، ناقلاً أقوال الأئمة المتقدمين،

ومستنبطاً من الآيات والأحاديث بنفسه.

مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے متعلق

۱۔ بس یہ تسلیم نہیں کروں گا کہ خدائے تعالیٰ کو جھوٹ بولنا محال ہے۔ (ایک روزہ، ص: ۱۴۵)۔

۲۔ ایسا کہنا بدعت ہے کہ خدا کو مکان و جہات سے پرہیز ہے اور مومن لوگ خدا کو بہشت میں بلا مکان

و جہات دیکھیں گے۔ (ارضاء الحق، ص: ۳۵)

۳۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یا اولیاء کرام کا نماز میں خیال آنا ممنوع و بدتر ہے، اگرچہ اپنی بیوی

یا دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنے کا خیال آنا ممانعت میں کچھ درجہ کم ہے۔

۴۔ خدا کو غیب کا علم صرف مشیت کے وقت ہوتا ہے، یعنی جب ارادہ کرتا ہے، تب ہوتا ہے۔ (تقویۃ

الایمان، ص: ۱۶)۔

۵۔ خدا کا قتل برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے عرش میں چڑچڑاہٹ ہوتی ہے۔ (ص: ۴۱)

۶۔ انبیاء کے معجزات سے جادو اور ساحروں کے اعمال غریب کو اہمیت ہے۔ (ص: ۲۴)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس خیال سے ”یا محمد“ پکارنا شرک ہے، کہ وہ ہماری دعائیں گے،

یادیکھیں گے۔

۸- جو کسی انبیاء یا اولیاء کو دور سے پکارتا ہو، وہ مشرک ہے، جو ان کی تعظیم کرے، وہاں جھاڑو دے، پیاسے کو پانی پلا دے، وہ بھی مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)۔

رشید احمد گنگوہی

۱- رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سب دعوؤں کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں ص: ۴۱ میں: ﴿إِن أَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الْمُتَّقُونَ﴾ کی روشنی میں اسماعیل دہلوی کو ولی اور اہل جنت فرمایا ہے اور تقویۃ الایمان کے بارے میں کہا ہے کہ نہایت عمدہ کتاب ہے، شرک و بدعت کو سب کھول کر رکھ دیا ہے، لا جواب کتاب ہے، اس کا استدلال قرآن و حدیث سے ہے۔ لہذا اس کو اپنے پاس رکھنا، پڑھنا، اس پر عمل کرنا عین الاسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۱)۔

۲- خدائے تعالیٰ کو جھوٹ بولنا جائز ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۸۴۔

۳- انبیاء اولیاء سے جو غیر معمولی کام ہوتا ہے، اس کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں، لیکن ساحروں اور جادوگروں سے اس سے بھی زیادہ عجیب کام دیکھ سکتے ہیں۔ (رشیدیہ، ص: ۲۲)۔

۴- محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کا عقیدہ اچھا تھا، وہ متبع سنت تھے، بدعت کو مٹانے والے تھے، ان کے مقتدی بھی اچھے لوگ تھے۔ (ص: ۲۳۵)۔

۵- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا اور نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب کا دعویٰ کیا، نبی کے علم غیب نہ ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث و آیات زیادہ وارد ہیں اور رسول خدا کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا کفر ہے۔ (رشیدیہ، ص: ۹۶)۔

۶- علم غیب خدا کی خصوصیت ہے، اسے کسی اور کی طرف منسوب کرنا، توہم الکفر سے خالی نہیں ہے، خواہ کسی تاویل کے ساتھ ہو۔ (رشیدیہ، ص: ۱۳)۔

۷- اولیاء اللہ کو اس عقیدہ سے خیال رکھنا مظنۃ الکفر ہے، کہ وہ یہ خیال رکھنے پر واقف ہیں۔ (رشیدیہ،

ص: ۴۹)۔

- ۸- ”یا شیخ عبدالقادر“ کہنا موردِ الشُّرک ہے، خواہ کسی تاویل سے ہو۔ (رشیدیہ، ص: ۵۲)۔
- ۹- اس خیال سے نبی کو دور سے پکارنا کہ وہ سن لیتا ہے، کفر ہے۔ (ص: ۶۶)۔
- ۱۰- یا اکرم الخلق قال من ألوذ به سواك عند حلول إلحاد الهيم اس بیت کو دور سے اس خیال سے کہنا شُرک ہے کہ وہ سن لیتے ہیں۔ (ص: ۶۸)۔
- ۱۱- ”رحمة للعالمين“ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی خصوصیت سے نہیں (ص: ۹۶)۔
- ۱۲- اولیاء کا عرس کرنا ناجائز ہے۔ (ص: ۶۱)۔
- ۱۳- مولود بدعت ہے (ص: ۱۰۳) اگرچہ شرع کے خلاف نہ ہو (ص: ۱۰۵)۔
- ۱۴- اس زمانہ میں جس نے میری اتباع کی ہے، اس کو ہی بشارت بالجنة ہے اور اہل جنت ہیں (تذکرۃ الرشیدیہ، ص: ۱۷)۔

خلیل احمد انبیٹھوی

- ۱- خدا کو جھوٹ بولنا ناجائز ہونے کے بارے میں جو دعویٰ ہے، وہ کوئی نیا دعویٰ نہیں، کیونکہ قدماء اس کے قائل ہیں۔ (براہین قاطعہ، ص: ۲)۔
- ۲- کذب، شرک، خیانت، سفاہت اور ظلم یہ سب صفات خدا کے بارے میں محال کہنا جہالت ہے۔ (تذکرۃ الخلیل، ص: ۸۶)۔
- ۳- شیطان اور ملک الموت کا علم جتنا وسیع ہے، اتنے علم کی وسعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ، ص: ۵۱)۔
- ۴- مولود رسول اور ہندو و نصاریٰ کے مولود و عرس دونوں برابر ہے، بلکہ اس سے بدتر ہیں، کیونکہ وہ لوگ پورے سال میں ایک مرتبہ کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان جب چاہتے ہیں، کرتے ہیں، یہ عمل ناجائز ہے۔ (براہین قاطعہ، ص: ۱۴۸)۔

اشرف علی تھانوی

- ۱- نبی خدا کو علم غیب نہیں، اگر خدا نے بعض علوم کو بتا دیا اس سے کوئی خصوصیت نہیں ہے، کیونکہ علم غیب

جیسے رسول کو ہے، ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل، بلکہ جانور اور چوپائے کو حاصل ہے۔ (حفظ الایمان، ص: ۷-۸)۔
 ۲۔ کسی کے پاس حاجت مانگنا، یوم التفاؤل و یوم التشاؤم تلاش کرنا، نذر کرتے ہوئے پیسے متعین کرنا، کسی دن کو نحس خیال کرنا، بزرگوں کے نام ذکر کرنا، یہ سب بدعت ہے اور شرک بھی ہے۔ (بہشتی زیور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں

۱۔ مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد رشید احمد گنگوہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اس زمانہ کے مجدد تھے اور قطب تھے اور ان سے مجدد کا کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا، لیکن ان کے متبعین و معتقدین سے ہونا کافی ہے۔ (ملفوظات، ص: ۱۲۳)۔

۲۔ اس خیال سے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ ”الصلاة والسلام عليك يا رسول الله“ پکارنا صحیح نہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو پکار سکتا ہے، لیکن اس سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہاں شرک خفی ہے۔ (مکتوبات الیاس، ص: ۹۰)۔

۳۔ دوسری جگہ فرمایا: ”اے لوگو! میرے اس تبلیغی کام کو برکت سمجھ کر کرتے رہو، برکت الگ رہتی ہے اور عمل دوسرا ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش جب ہوئی تو اس کے ساتھ یہ برکت بھی شروع ہوئی، لیکن عمل اس کے بعد ہی شروع ہوا، اسی طرح مجھے بھی سمجھو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا جو حقیقی کام ہے وہ اب تک شروع بھی نہیں ہوا اور جس دن ہمارا یہ حقیقی کام شروع ہو جائے گا، لوگ اس سے سات سو صدی پہلے جیسے مسلمان تھے، ویسا زمانہ لوٹ کر آئے گا“۔ (ملفوظات، ص: ۳۲)۔

۴۔ مجھے نیند میں بھی بہت نصیحت حاصل ہوتی ہے، اس وجہ سے مجھے نیند زیادہ ملنے کے لئے کوشش کرنا ہے، حکیموں کے کہنے کی وجہ سے میں سر میں تیل لگا کر مالش کر دیتا ہوں، اس وجہ سے مجھے اچھی نیند آتی ہے اور خواب میں مجھے خبر ہوئی کہ (کنتم خیر أمة) کا مامور بالثخصیت تم ہو اور تم انبیاء جیسے ہو اور لوگوں کے لئے ہم نے بھیجا ہے (ملفوظات، ص: ۴۰)۔

شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں

۱۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ کوئی اختیار کا خدا کے لئے ملائکہ یا پیغمبروں پر اتارنا محال ہے۔ (جہد المقل، ص: ۳)۔

۲- اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان قرآن شریف جیسی اہم کتاب ہے، کیونکہ کتاب اللہ سے چند لوگ ہدایت پاتے ہیں اور چند لوگ ضلالت، یہ ہی حال تقویۃ الایمان کا بھی ہے، کیونکہ جس کے دل میں پہلے سے ہدایت ہے وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جس کے دل میں نفاق اور تعصب ہے، وہ اس سے ضلالت حاصل کریں گے۔ (الجہد المقل، ص: ۵)۔

حضرت نانوتوی کے بارے میں

- ۱- اگر نبی کی کوئی خصوصیت ہے تو وہ صرف علم کے بارے میں ہے اور عمل میں سب امت برابر ہیں اور نبی سے غالب بھی آجاتے ہیں۔ (تحذیر الناس، ص: ۵)۔
- ۲- لفظ خاتم النبیین کو آخری نبی کے معنی جاننا جاہلوں کا خیال ہے، کیونکہ قبلیت زمان یا بعدیت زمان سے کوئی خصوصیت نہیں ہے، اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی آئے تو خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ (تحذیر الناس، ص: ۲-۱۳-۱۲-۱۳)۔

مولانا حسین احمد کے بارے میں

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر آج کل مولود کے نام سے جو کرتے ہیں، اس کو قرآن وحدیث یا عمل صحابی یا تبع تابعین کے عمل سے بھی دلیل نہیں ملے گی، بلکہ یہ عادت ہندوؤں کے پاس سے مسلمانوں نے لیا، عجیب وغریب عادت ہے۔ (الجمعیۃ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال نامہ میں عربی وارد ہر قسم کی عبارتیں بصورت اعتراض برائے جواب موجود ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور دونوں کو سمجھتے ہیں۔ نیز جن کتب پر اعتراضات ہیں، وہ اردو میں ہیں۔ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ جوابات اردو میں تحریر کئے جائیں۔

فأقول وبالله التوفیق وهو خیر رفیق.

۱..... تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میوات کا

بہت بڑا علاقہ دینی اعتبار سے نہایت پسماندہ علاقہ تھا، جرائم، چوری، ڈاکہ، زنا، قتل وغیرہ میں جاہلیت عرب کے

مشابہ تھا، نام بھی اسلامی نہیں تھے، لباس اور وضع قطع بھی اسلامی نہیں تھی، سروں پر چوٹی موجود تھی، گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے، علم اور اخلاق سے بالکل بیگانہ تھے، اس علاقہ کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے بہت ہی قلق محسوس کیا، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد و اشارہ سے وہاں کام شروع کیا، سب سے پہلے بنیادی چیز کلمہ طیبہ ان کو سکھایا، الفاظ صحیح کروائے، ترجمہ بتایا، تشریح کی، اس کا مطالبہ سمجھایا، پھر نماز کی فرضیت بتائی، اس کا طریقہ سکھایا، پابندی کی تاکید کی، علم سیکھنے کی ترغیب دی، ذکر الہی کی تلقین کی، ہر مسلمان کے اکرام و اعزاز کی اہمیت بتائی، ہر کام میں اخلاص کا طریقہ سمجھایا، لایعنی بیکار باتوں سے پرہیز کا حکم دیا، دین کی ان اہم باتوں کو سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلنے کی ترغیب دی۔

شروع شروع میں سخت دشواریاں پیش آئیں، لیکن حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی، اس کام کا نفع ان لوگوں کی سمجھ میں آیا اور وہ جان گئے، خالق و مالک اللہ ہے، جو کچھ ہوتا ہے، اللہ کے کئے سے ہوتا ہے، ظاہری اسباب معمولی حیثیت رکھتے ہیں، بغیر خدا کے چاہے ان میں تاثیر نہیں، ہر شئی اپنی تاثیر میں خدائے پاک کی محتاج ہے اور خدائے پاک کسی شئی کا محتاج نہیں، لہذا خدائے پاک سے تعلق کے بغیر یعنی اس کو پہچاننے اور اس کے حکموں پر عمل کئے بغیر زندگی بیکار ہے، وبال جان ہے، اس کے عذاب کو لانے والی ہے، یہ بات ذہنوں میں جب آگئی، تو دین سیکھنے اور مذکورہ باتوں کو حاصل کرنے کے لئے جماعت بنا کر نکلنے کا رواج ڈالا، ہر شخص اپنا خرچ اپنے ساتھ لے کر اپنے مشاغل سے نکل کر باہر جائے، جماعت کا ایک امیر مقرر کر لیا جائے۔

چنانچہ جماعتیں نکلتی شروع ہوئیں، کسی کے پاس جھولے میں چنے ہیں اور کسی کے پاس سوکھی روٹی ہے، کسی کے پاس آٹا ہے، وغیرہ وغیرہ، دس آدمیوں کا ایک امیر ہے، جو کہ پارہ عم پڑھا ہوا ہے، وہ ہر ایک کو کلمہ سکھاتا ہے، وضو سکھاتا ہے، الحمد یاد کرواتا ہے اور ”قل ہو اللہ احد“ یاد کرواتا ہے اور التحیات و درود شریف یاد کرواتا ہے، پانچ وقت کی نماز کے ساتھ اشراق، تہجد وغیرہ بھی پڑھواتا ہے، ہر ایک کو دوسرے کی عزت و خدمت کی تاکید کرتا ہے، یہ چیزیں تو اس جماعت کی آپس کا مشغلہ ہے، پھر جس بستی میں یہ لوگ جاتے ہیں، وہاں مسجد میں قیام کرتے ہیں، اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، اپنا مشغلہ جاری رکھتے ہیں، اہل بستی کے پاس جا کر ان کو خوشامد کر کے مسجد میں لاتے ہیں، نماز کی اہمیت بتاتے ہیں، اپنا سبق ان کو سناتے ہیں، وہ ان سے دعا درود کی درخواست کرتے ہیں، آپ بھی ہمارے ساتھ باہر چلیں، ان میں سے حسب توفیق کچھ لوگ وقت نکال کر ساتھ جاتے ہیں،

جو کچھ دین کی مذکورہ باتیں یہ لوگ جانتے ہیں، وہ اس جماعت کو سکھاتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں، وہ سیکھتے ہیں، غرض مثلاً: ایک چلہ گزار کر یہ جماعت واپس آتی ہے، تو دین کی مذکورہ بہت سی باتیں سیکھ کر آئی، اس مدت میں شراب، زنا، چوری، ڈاکہ، گالی وغیرہ رزائل سے محفوظ رہی، اپنے مقام پر پہنچ کر بھی اس مشغلے کو حسبِ حیثیت باقی رکھا، جس قدر ان کی اصلاح ہوئی، ان کو خود بھی اس کی قدر ہوئی اور دوسروں کو بھی احساس ہوا کہ فلاں شخص کس قدر جرائم کا مرتکب تھا، اہل بستی اس سے خائف تھے، لیکن ایک چلہ جماعت کے ساتھ گزارنے کے بعد آیا، تو دیکھا کہ اب سب کی عزت کرتا ہے، خدمت کرتا ہے، راحت پہنچاتا ہے، دین کی ترغیب دیتا ہے، چوری اور ڈاکہ چھوڑ چکا ہے، زکوٰۃ و صدقہ دینے کی نیت کر چکا ہے اور کچھ شروع بھی کر دیا ہے۔

لہذا کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ جماعت اور دوسرے لوگوں کی نکلی، غرض اسی طرح تمام علاقہ میوات میں دین سیکھنے کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ان کی محنت سے دوسرے علاقے کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور خدائے پاک کے فضل سے ایسی دینی جدوجہد کی بدولت جگہ جگہ ایسے مدارس بھی قائم ہو گئے جن میں حدیث و تفسیر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، بے شمار لوگ حافظ و عالم بھی ہو گئے، تاجروں، ملازموں، عہدہ داروں، کاشتکاروں، مزدوروں غرض ہر طبقہ کے بے شمار لوگ اس محنت میں لگے ہوئے ہیں، یہ جماعتیں اپنی غربت و افلاس کی وجہ سے پیدل بھی طویل سفر کرتی ہیں اور باحیثیت لوگ بس، ریل، ہوائی جہاز سے بھی سفر کرتے ہیں، بندرگاہوں پر اور جہازوں میں بھی کام کرتے ہیں، جدہ، مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، مدینہ منورہ میں بھی کام کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے بہت لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہوتا ہے، حرم شریف اور احرام کے حقوق بھی بجالاتے ہیں، زندگی کے ہر شعبے میں اس کی برکات نمایاں ہیں، اس جماعت کے اصول کو اختیار کرنے سے تمام دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

اب یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑے سے دین کو حاصل کرتا ہے اور ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اس کی حیثیت کے موافق سکھاتا ہے، اسی جماعت کا نام تبلیغی جماعت ہو گیا، کیونکہ یہ جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس پہنچاتے ہیں، پھر پہنچانے والے کو تبلیغی کہتے ہیں، تبلیغ کے معنی پہنچانے ہی کے ہیں (۱)۔

(۱) ”البلاغ: (الاسم من الإبلان والتبلیغ، وهما: الإیصال) يقال: أبلغه الخبر إبلاغاً، وبلغه تبليغاً، =

یہاں دارالعلوم میں بھی ایک مستقل شعبہ ہے، جس کا نام شعبہ تبلیغ ہے، اس میں متعدد حضرات مامور ہیں، جن کو مبلغ ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کو کبھی کسی نے رسول اللہ نہیں کہا، نہ کہنے کی اجازت ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف احکام پہنچانے کے لئے مختلف صحابہ کرام کو مامور فرمایا اور وہ مبلغ قرار پائے (۱)، مگر ان کو رسول اللہ قرار نہیں دیا، رسول اللہ اور مبلغ کے درمیان تساوی کی نسبت نہیں کہ ہر مبلغ کو رسول اللہ کہنا جائز ہو، جن کفار کو تبلیغ کی گئی، حجت تام ہو گئی، جن کو نہیں کی گئی، ان کو خبر ہی نہیں کہ کوئی رسول دنیا میں آئے اور احکام خدا کو پہنچائے، ان کا حال خود امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب عقائد و اصول میں منقول ہے (۲)، غیر

= والثاني أكثر، قال الراغب: (تاج العروس: ۲۲/۴۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”أبلغ إليه: أو صله ويقال: بلغ عنه الرسالة إلى القوم: أو صلها إليهم“. (المنجد في اللغة

والإعلام، ص: ۴۸، انتشارات اسما عيليان، تهرآن ایران)

”والإبلاغ: الإيصال، وكذلك التبليغ، والاسم منه البلاغ“. (لسان العرب: ۸/۴۱۹، دار

صادر بيروت)

(۱) ”وكان عبادة يعلم أهل الصفة القرآن، ولما فتح المسلمون الشام أرسله عمر بن الخطاب وأرسل معه معاذ بن جبل وأبا الدرداء رضي الله تعالى عنهم، ليعلموا الناس القرآن بالشام ويفقهوهم في الدين، وأقام عبادة بحمص، وأقام أبو الدرداء بدمشق ومضى معاذ رضي الله تعالى عنه إلى فلسطين..... الخ“.
(أسد الغابة في معرفة الصحابة، رقم: ۲۷۸۹: ۳/۵۵، دار الفكر)

”ومن مناقبه (أي عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه) منها: وسيره عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه إلى الكوفة، وكتب إلى أهل الكوفة: ”إني قد بعثت عمار بن يسار أميراً وعبد الله بن مسعود معلماً ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من أهل بدر فاقصدوا بهما، واسمعوا قولهما، وقد ائترتكم بعبد الله على نفسي“.
(أسد الغابة في معرفة الصحابة، رقم: ۳۱۷۷: ۲/۲۸۳، دار الفكر)

(وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة: ۲/۲۰۱، رقم: ۴۹۷۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: ”لولم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على العقلاء معرفته بعقولهم“.
(أصول الشاشي، الأصل الأول، فصل في الأمر: ۳۴، قديمي)

(وكذا في تفسير روح المعاني، بني إسرائيل: ۱۵: ۱۵/۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مسلموں میں آج بھی رسائل اخبارات تقاریر کے ذریعہ تبلیغ جاری ہے، اس سے نفع بھی ہو رہا ہے۔

۲..... حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ پر مامور تھے۔

﴿يَا أَيُّهَا الرِّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (۱)۔

اسلام و ایمان کی تبلیغ کفار کو کی، احکام کی تبلیغ اہل اسلام کو کی، پھر یہ کہنا: ”إِنَّهُ لَمْ يُمْرَرِ بِالتَّبْلِيغِ وَجُوبًا“

کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ تو نص قطعی کے خلاف ہے، تبلیغ کا حکم دو صحابہ کے انقراض سے ختم نہیں ہوا، بلکہ یہ تو قیامت تک چلے گا، دین ایسا نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تبلیغ فرمائی ہو اور حاضرین حجۃ الوداع کو تبلیغ کے لئے مامور فرما کر سلسلہ ختم فرما دیا ہو، ورنہ آپ تک دین کیسے پہونچتا، دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں بے شمار صحابہ و تابعین و من بعدہم کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا ہے (۲)۔ یہ کہنا کہ جاہل تبلیغ کرتے ہیں علماء کو، یہ غلط بات ہے، ناواقفیت پر مبنی ہے، اس کی تفصیل جواب نمبر ۱ میں مذکور ہے، جاہل لوگ علماء کو سبق سناتے ہیں، ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

۳..... دین کے لئے مساجد میں وعظ کہنا اور مدارس میں تعلیم دینا بھی دینی افعال و اعمال ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں، تبلیغ کے لئے نکلنا بھی دینی عمل ہے، جو شخص ایک عمل میں مشغول ہے اس کو دوسرے عمل کی مذمت کا حق نہیں، یہ بھی مسلم ہے کہ ایک عمل کو پورا کرنے سے اس کا ثمرہ ملتا ہے جو عمل نہیں کیا اس کا ثمرہ نہیں ملتا، مثلاً:

(۱) (المائدة: ۶۸)

(۲) ہر یکے شیخ رامیداند و کتابے میخواند، بعد ازاں سرگروہ خود را مثل ابوحنیفہ بنسبت حنفیان، و شافعی بنسبت شافعیان می ماند، و مجتہدین سیدے عبدالقادر بنسبت قادریان، و خولجہ نقشبند بنسبت نقشبندیان، و خولجہ معین الدین چشتی بنسبت چشتیاں باز، سلاسل این بزرگاں منتہی می شود بحجید بغدادی و معاصران وے، و ہم چنین قراء سبعہ در قراءت، و شیخ ابوالحسن اشعری در علم کلام، و ثعلبی و واحدی و امثال ایشان در تفسیر، و محمد بن اسحق در علم سیرت و علی ہذا القیاس..... و سوم آنکہ علماء صحابہ را در آفاق فرستند، و ایشان را امر نمایند بروایت حدیث و مردمان را حاصل کنند براخذ از ایشان چنانکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن مسعود را با جمعی کوفہ فرستاد، و معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین را بصرہ، و عبادہ بن صامت و ابودرداء را بشار، و بمعاضد بن ابی سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشان تجاوز نکند۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء، نکتہ سوم در بیان کیفیت خلفائے راشدین در میان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امت: ۶/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

نماز پڑھنے سے نماز کا ثمرہ ملے گا، روزہ نہیں رکھا تھا روزہ کا ثمرہ نہیں ملے گا۔ یہی حال تمام اعمال و افعال کا ہے۔
فی سبیل اللہ کا اطلاق ہر دینی کام کے واسطے نکلنے پر آتا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے موقع پر بھی اور نماز جمعہ کے لئے نکلنے کے موقع پر بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، جس میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے (۱)۔ رہنمائی کریں، مشغول علماء شوق و صدر دل سے تعاون کریں، انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ثمرات مرتب ہوں گے۔

۴..... میوات کا علاقہ جہاں سے اس کام کی ابتدا کی گئی، نہایت مفلوک الحال علاقہ ہے کہ لوگ ان میں اہل ثروت نہیں، غریب لوگ ہیں، اولاً اس دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں، ہمارے علاقہ میں عموماً عامۃً غرباء و ضعفاء ہی در بدر پھرتے ہیں، مالدار طبقہ بہت بعد میں متوجہ ہوا، وہ بھی بہت کم ہے، صحابہ کرام میں حضرت عثمان غنی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولی اور ضعیف درجہ کے حضرات نہیں تھے (۲)، ہاں! اکثریت ابتداء میں ضعفاء و غرباء کی تھی، نیز اولاً ضعفاء کا قبول کرنا دلیل قطعی نہیں، صرف قرینہ ہے، دلیل قطعی اور قرینہ میں فرق ہے۔

۵..... کسی عمل حسن پر جو بشارت ہو اس کو سنا دینے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ معاصی پر عذاب سے مامون و بے خوف کر دیا گیا، آخر احادیث کثیرہ میں بشارتیں وارد ہیں، مثلاً: چالیس روز جماعت سے تکبیر اولیٰ

(۱) ”حدثنا عباية ابن رفاعه قال: ”أدركني أبو عبس رضي الله تعالى عنه وأنا أذهب إلى الجمعة فقال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”من اغبرت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار“.
(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب المشي إلى الجمعة: ۱/۱۲۴، قديمي)

”أخبرني أبو عبس اسمه عبد الرحمن بن جبر رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ما اغبرت قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار“.
(صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ۱/۳۹۴، قديمي)

(۲) ”حدثنا هشام عن أبيه: أسلم أبو بكر رضي الله تعالى عنه وله أربعون ألفاً فأنقها في سبيل الله“.
(الإصابة في تمييز الصحابة: ۲/۱۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في تاريخ الخلفاء، ص: ۳۷، مؤسسة الكتب الثقافية)

(و كذا في أسد الغابة: ۲/۲۲۲، دار الفكر)

سے نماز پڑھنے پر نار سے برأت اور نفاق سے برأت وارد ہیں (۱)۔ اس کو سنا دینا بھی کیا عذاب خداوندی سے مامون کر دینا ہے۔

نیز ”من قال لا إله إلا الله دخل الجنة“ بھی وارد ہے (۲)۔

نیز یہ تو غور کریں! کہ تبلیغی نصاب میں فضائل نماز وغیرہ کتب ہیں جو جماعت میں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں، ان میں ترک جماعت اور دیگر معاصی پر سخت وعیدیں ہیں، وہ بھی یہ جماعت سناتی اور بیان کرتی ہے۔ پھر خوف سے مامون ہو جانے کا شبہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

۶..... جو شخص جماعت میں نہ آتا، اس کے پاس آدمی بھیجا جاتا، کتب حدیث میں مذکور ہے (۳)۔ نیز مذکورہ فی السوال میں تہدید بہت کافی ہے، آج یہ کافی نہیں، اس کی قدرت بھی نہیں۔

۷..... کیا اہل زیغ کی اصلاح واجب نہیں، اگر ان کو ساتھ لے کر عقائد کو درست کیا جائے اور اعمال صالحہ کی تلقین کی جائے، تو کیا یہ کام معصیت ہے؟ یا اگر وہ خود آئیں، تو ان کو منع کر دیا جائے؟ کیا منافقین

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من صلى الله أربعين يوماً في جماعة يدرك التكبيرة الأولى، كتبت له براءة من النار وبراءة من النفاق“ (جامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء في فضل التكبيرة الأولى: ۵۶/۱، سعید)

(۲) (جامع الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله: ۹۲/۲، سعید)
(وکذا في صحيح ابن حبان، کتاب الإیمان، باب فضل الإیمان: ۴۳۶۳/۱، ۴۳۶۴، رقم الحديث: ۱۵۱، مؤسسة الرسالة)

(وکذا في مستدرک علی الصحیحین، کتاب التوبة والإنابة: ۲۷۹/۴، رقم الحديث: ۳۸/۷۲۳۸، دارالکتب لعلمیة بیروت)

(۳) ”أن عمر ابن الخطاب فقد سليمان بن أبي حثمة في صلاة الصبح، وأن عمر غدا إلى السوق، ومسكن سليمان بين المسجد والسوق، فمر على الشفاء أم سليمان فقال لها: ”لم أر سليمان في الصبح“ فقالت: ”إنه بات يصلي فغلبته عيناه، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: ”لأن أشهد صلاة الصبح في جماعة أحب إلي من أن أقوم ليلة“ (موطأ إمام مالك، کتاب الصلاة، باب ماجاء في العتمة والصبح، ص: ۱۱۵، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث: ۹۷/۱، قديمی)

جماعت میں نہیں آتے تھے؟ اور کیا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کی سعی نہیں فرمائی؟

۸..... فضائل نماز میں ترک نماز اور وجوب قضا کو مستقلاً پڑھایا اور سنایا جاتا ہے کہ ترک پر کیسی سخت وعید ہے اور قضا کس قدر ضروری ہے، فضائل صدقات میں اہل و عیال کے نفقہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے، وہ بھی پڑھائی جاتی ہے، تحصیل علم کا مستقل نمبر ہے، جو کہ اصول میں داخل ہے۔

۹..... ایمان مشیۃ اللہ تعالیٰ و قدرتہ پر لازم ہے (۱)۔

۱۰..... جس طرح آٹھ دس سال دینی تعلیم کا نصاب ہے، مختلف فنون کی کتابیں کچھ علوم آلیہ ہیں، کچھ مقصود ہیں، مدارس میں ان کے لئے گھنٹے مقرر ہیں، سہاہی، ششماہی، سالانہ امتحانات ہوتے ہیں، غرض مستقل ایک نظام ہے، یہ نظام دور صحابہ و تابعین میں نہ تھا، کیا اس کو بدعت کہہ کر ترک کر دیا جائے؟ یا اس کے منافع سامنے ہیں اور کوئی چیز اس میں اصول شرع کے خلاف نہیں، ذرا وسعت نظر سے کام لیں، تو تبلیغی جماعت کے کام کی حیثیت واضح ہو جائے گی۔

۱۱..... فضائل صدقات میں زکوٰۃ نہ دینے پر جو وعیدیں ہیں، ان کو سن کر بے شمار لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے، جس کا ہم کو براہ راست علم ہے۔

۱۲..... جو شخص صاحب نصاب ہے، وہ مستحق زکوٰۃ نہیں (۲)، اس جماعت کے غیر اہل علم کو مسائل

(۱) ”وکل شیء یجری بقدرتہ ومشیتہ، ومشیتہ تنفذ“۔ (العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۵، إمدادیہ ملتان)

”أصل التوحید وما یصح الاعتقاد علیہ یجب..... واللہ تعالیٰ واحد..... لم یزل ولا یزال بأسمائہ وصفاتہ الذاتیہ والفعلیۃ..... أما الذاتیۃ فالحیۃ والقدرة..... والإرادة“۔ (الفقہ الأكبر، ص: ۱۶، ۱۸، قدیمی)

”والمحدث للعالم وهو اللہ تعالیٰ الواحد..... الحي القادر العليم السميع البصير الشائي.....“۔ (شرح العقائد النسفیۃ، ص ۳۲-۳۷، قدیمی)

(۲) ”ولا یجوز الدفع إلی الغنی“۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب الزکاة، جنس اخر من أداء الزکاة: ۲۴۲/۱، امجد اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف: ۱۸۹/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایۃ، کتاب الزکاة، باب من یجوز دفع الصدقة إلیہ ومن لا یجوز: ۲۰۶/۱، شرکت علمیہ ملتان)

بتانے اور فتویٰ دینے کی اجازت نہیں، اس کے نصاب میں جو کتابیں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں، ان میں لکھے ہوئے مسائل کو اہل علم و اہل فتویٰ سے سمجھ کر عمل کرنے کی تاکید ہے، جو مسئلہ نصاب میں نہ ہو، اس کو اہل علم اور اہل فتویٰ سے پوچھ کر عمل کریں۔

۱۳..... یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی طالب علم اپنے مدرسہ میں رہتا ہے، اس کی تربیت کے لئے قانون بنا دیا گیا ہے کہ دوسرے کمرہ میں نہ جائے، دوسری جماعت کے طالب علم سے بات نہ کرے، مدرسہ سے باہر کوئی رشتہ دار آیا ہو، بلا اجازت اس سے ملاقات کے لئے نہ جائے، اس قسم کی پابندی کے منافع پر غور کریں کہ کس قدر اوقات کا تحفظ ہے، فتنوں سے امن ہے، جمعیت قلب ہے، اپنے علم اور مقصد کے ساتھ لگن ہے، یہ پابندی ایسی نہیں، جیسی زنا اور سرقت پر پابندی ہے کہ خلاف کرنے سے سنگسار کر دیا جائے گا یا قطعید کر دیا جائے گا، جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہو، اطباء و ڈاکٹر بھی زیر علاج مریض کو بہت سی مباح چیزوں سے پرہیز بتاتے ہیں، ان سے بھی شرعی دلیل نہیں دریافت کی جاتی، بلکہ مریض کی مصلحت اور اس کے لئے ان کے تجربہ پر قناعت کی جاتی ہے۔

یہاں تک عربی عبارت میں تحریر کردہ شبہات و اعتراضات کے جوابات ذکر کئے گئے، اب اردو عبارات میں لکھے ہوئے اعتراضات کے جوابات تحریر ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو اعتراضات آپ نے لکھے ہیں، یہ نئے نہیں ہیں، بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے ایک عورت کو پس پردہ بٹھا کر اس کی گود میں بچہ دے کر دروازہ و کراہ کی نقل اور اس کے بچے کو بیدار کر کے رونے کی آواز پر سب لوگوں کا کھڑے ہو کر ”یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک“ پڑھنا، ان چیزوں کو حضرت مولانا نے بدعت و ناجائز لکھا ہے، کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف آثار صحابہ اجماع فقہ، مجتہدین نیز دیگر اولیاء کرام جیسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، نیز اس میں سخت توہین ہے، ایک عورت کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ بنانا ہے اور اس کے بچے کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنانا ہے اور گویا کہ اس مجلس میں ولادت ہو رہی ہے (استغفر اللہ العظیم)۔ اگر معترض کے والد کی ولادت کا اس طرح میلاد کیا جائے تو وہ خود بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا، کوئی غلط اور غیر ثابت چیز نہ ہو تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ولادت

شریف کا ذکر ہو، خواہ بچپن کی تربیت کا، خواہ عبادات، معاملات، غزوات کا ذکر ہو، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا ذکر ہو، مثلاً: بکری، اونٹنی، تلوار، لباس وغیرہ، ہر ایسی چیز کا ذکر موجب سعادت اور باعث خیر و برکت ہے (۱)، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ محدث ساری عمر ذکر مبارک میں رہے، حدیث شریف پڑھاتے رہے، اتباع سنت کی تلقین کرتے رہے، درود شریف کی ہدایت کرتے رہے، بدعات کو مٹاتے رہے۔

۱۴..... تذکرۃ الرشید، ص: ۷۱ میں یہ الفاظ موجود نہیں، البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے خاص وصیت فرمائی ہے کہ ”میرے دین و مذہب پر جو میری کتب سے ظاہر ہے، عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“ حالانکہ ان کی کتب مدت دراز سے چھاپ کر شائع کر دی ہیں، ان کے جوابات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ مگر مبتدعین رضا خانیوں کا طبقہ ان اعتراضات کو بار بار چھاپتا رہتا ہے اور ملک میں پھیلاتا رہتا ہے، بیرون ملک بھی پہونچاتا ہے، اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر دیوبند پر جو اعتراضات لکھے ہیں، ان کے جوابات بھی بارہا دیئے جا چکے ہیں۔ الجنة لأهل السنة، السحاب المدرار، توضیح البیان، الشہاب الثاقب، سبیل السداد، تسہیل العرفان، تغیر العنوان، کشف حقیقت، انکشاف حقیقۃ البدعت، صاعقہ آسمانی، رضا خانی مذہب اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، مدت سے شائع شدہ ہیں، ان کو دیکھئے تو حقیقت معلوم ہوگی اور کس طرح اکابر دیوبند کی عبارتوں کو مسخ کیا ہے۔ اور کس قدر جھوٹ ان کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اب بھی برابر جاری ہے، اگر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدائے پاک کی شان میں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان (۱) ”نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے۔“

(براہین قاطعہ، ص: ۴)

”ولا بأس بالجلوس للوعظ إذا أراد به وجه الله تعالى“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

الکراہیۃ، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن: ۵/۳۱۹، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۴/۲۱۰،

دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی إمداد الفتاویٰ، کتاب البدعات: ۵/۲۴۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

میں گستاخی و بے ادبی کی ہے، تو ان پر صاف صاف فتویٰ خود بریلی سے ہی دریافت کریں، اگر ان سے کفر کا فتویٰ ملتا ہے، تو جو ان کو کافر نہ کہے، حالانکہ وہ ان کی کفریات سے خوب واقف ہے، تو اس پر کیا فتویٰ ہے؟ اگر مولانا مرحوم پر کفر کا فتویٰ نہیں تو کیوں نہیں؟ مہربانی فرما کر ان باتوں کا جواب بریلی سے منگا کر ہمارے پاس بھیج دیں۔

اب ان کے متعلق نمبر وار جوابات مختصراً عرض ہیں:

۱- یہی حاصل ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحریر کا بھی، دیکھو: حیات الموات، ص: ۶۔

۲- مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت نہیں۔

۳- یہ بھی مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے، انہوں نے یہ عبارت نہیں لکھی۔

۴- یہ بھی غلط ہے، انہوں نے ایسا نہیں لکھا۔

۵- سنن ابوداؤد شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے (۱)، یہ بریلوی لوگ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ لگائیں گے اور جو صحابہ کرام اس کو روایت کرتے ہیں اور محدثین لکھتے ہیں اور تمام دینی بڑے مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، صحاح ستہ میں داخل ہے، ان سب پر کیا فتویٰ لگائیں گے، اگر حدیث کے معنی کسی کو معلوم نہ ہوں، تو وہ اہل علم سے دریافت کرے، فتویٰ لگانے کا اس کو کیا حق ہے؟؟؟

۶- نبی پر وحی آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرت ہوتی ہے، معجزات کا ظہور ہوتا ہے، ساحر و جادوگر جو کچھ اعمال غریبہ کرتے ہیں، وہ اس کے لئے مستقل محنت و ریاضت کرتے ہیں، شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں، جس کی وجہ سے سیدھے سادھے آدمی چکر میں پڑ جاتے ہیں، اس لئے ایسی چیزوں کو دیکھ کر اپنا ایمان کمزور نہ کریں، ان کو مقرب نہ سمجھیں، اہمیت کا یہ مطلب نہیں کہ جادوگر مقرب الہی ہوتے ہیں، بلکہ جادو نقصان پہونچانے والی چیز ہے، اس سے بچنے کی اہمیت ہے۔

(۱) "عن جابر بن محمد بن مطعم عن أبيه، عن جده، قال: "أتى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أعرابي فقال: يا رسول الله! جهدت الأنفـس وضاعت العيال..... قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ويحك! أتدري ما تقول؟..... ويحك! أتدري ما الله؟ إن عرشه على سمواته لهكذا". وقال بأصابعه مثل القبة عليه، وإنه لينط به أطيـط الرجل بالراكب". وقال ابن بشار في حديثه: "إن الله فوق عرشه، وعرشه فوق سمواته". وساق الحديث. (سنن أبي داود، كتاب شرح السنة، باب في الجهمية:

۷۔ یہ توفیقہ کی کتابوں مجمع الانہر وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ ہماری ہر پکار کو اللہ تعالیٰ کی طرح ہر جگہ سے براہ راست سنتے ہیں، شرک ہے (۱)۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے قریب صلوٰۃ و سلام پڑھے میں اس کو خود سنتا ہوں، جو شخص دور سے پڑھے، وہ ملائکہ کے ذریعہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے (۲)۔

۸۔ جو عقیدہ نمبر ۷ میں لکھا ہے، اس عقیدے کے ساتھ پکارنے کا حکم تو وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوا، انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام کی تعظیم تو لازم ہے، اس کی تعظیم کو شرک نہیں لکھا، یہ ان پر بہتان ہے، ان کو سجدہ کرنا شرک ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں، وہاں نفس جھاڑ دینا اور نفس پیاسے کو پانی پلانا بھی شرک نہیں، جو کام اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، وہ غیر اللہ کے ساتھ خاص کرنا ضرور شرک ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ مجھے بیٹا دے دیجئے یا ان کی قبر پر سجدہ کرنا وغیرہ اس کو حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرک لکھا ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے متعلق اعتراضات کے جوابات

۱۔ واقعاً حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عالم، محدث،

(۱) ”ویکفر لقولہ: أرواح المشائخ حاضرة تعلم اھ“۔ (مجمع الأنہر، کتاب السیر، باب المرتد، النوع

الأول: ۱/۱، ۶۹۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۹، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الخ، الفصل

الثانی، النوع الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ: ۲/۳۲۶، رشیدیہ)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى علي عند

قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته“۔ (شعب الإيمان، الخامس عشر من شعب الإيمان، باب فی تعظیم النبی

صلى الله تعالى عليه وسلم وإجلاله وتوقيره، رقم الحديث: ۱۵۸۳: ۲/۲۱۸، دار الكتب العلمية بیروت)

(و کذا فی کنز العمال، کتاب الأذکار، قسم الأقوال، الباب السادس فی الصلاة عليه وعلى آله عليه

الصلاة والسلام، رقم الحديث: ۲۱۶۲: ۱/۲۴۹، دار الكتب العلمية بیروت)

(ومشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها، الفصل

الثالث: ۱/۸۷، قدیمی)

بزرگ، صاحب نسبت تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھتیجے اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے تھے، خدا اور رسول کے دشمنوں سے جہاد کیا، بڑی مشقتیں برداشت کیں، جہاد ہی میں شہید ہوئے ”سیرت سید احمد شہید“ میں ان کے حالات دیکھئے، جن کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان میں انہوں نے اپنے دور کی بدعات و شرکیہ رسوم و عقائد کی خوب تردید کی ہے، جس طرح کسی کے پیٹ میں مادہ فاسدہ جگہ پکڑ چکا ہو جس کی وجہ سے صحت برباد ہو رہی ہو، اس کو مسہل دوا دی جاتی ہے اور مادہ فاسدہ نکالا جاتا ہے اور صحت کو بحال کیا جاتا ہے، اسی طرح تقویۃ الایمان کے ذریعہ عقائد فاسدہ و شرکیہ رسوم کو انہوں نے ختم کیا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو پیش کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، مسہل کی وجہ سے مریض کے پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے اور بار بار بار بیت الخلا میں بھی اس کو جانا پڑتا ہے، ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے، مگر مادہ فاسدہ کے نکل جانے پر اس کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ کتنی بڑی تباہی کی بلا سے نجات مل گئی۔ اس لئے تقویۃ الایمان میں بعض تعبیرات مسہل کی طرح تیز اور سخت بھی ہیں، مگر مضمون ان کا مفید ہے، اسی لئے حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی۔

۲۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ عبارت کہیں نہیں لکھی، یہ تو ان پر بہتان ہے، فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں:

”الجواب: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصف کذب کیا جائے۔“

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۱) جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے، وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں۔

”تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً“ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۱۶) (۲)۔“

(۱) (النساء: ۱۲۲)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب العقائد، اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت، ص: ۳۸۹، سعید)

وہ تو ایسے شخص کو کافر اور ملعون کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کے کلام میں جھوٹ بتائے یا یہ کہے کہ حق تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، ان کے نزدیک تو اللہ پاک کے کلام میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔

۳۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔

۴۔ پوری عبارت نقل نہیں کی گئی، میں نقل کرتا ہوں:

”الجواب: محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۱۱۱) (۱)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”الجواب: محمد ابن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل الحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا، مگر تشدد اس کے مزاج میں تھا۔ واللہ اعلم۔“ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲/۸۸) (۲)۔

پھر جب دوسری قسم کے حالات معلوم ہوئے، تو حضرت گنگوہی نے تعریف نہیں کی، بلکہ سکوت فرمایا، کسی مسلمان سے نیک گمان قائم کرنے کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ بدگمانی کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے (۳)، یہی ضابطہ ہے جس کی وجہ سے دلیل کسی مسلمان کے حق میں برا لفظ کہنے سے مانع ہے، دلیل ہونے پر

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، مسائل منشورہ، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعید)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ، مسائل منشورہ، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ (الحجرات: ۱۲)

”ورويانا عن أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: ولا تظنن بكلمة خرجت من أخيك المؤمن إلا خيراً، وأنت تجد لها في الخير محملاً“ (تفسير ابن كثير، الحجرات: ۱۲: ۲/۲۷۱، دار السلام)

”عن سعيد بن المسيب رحمه الله تعالى قال: كتبت إلى بعض إخواني من أصحاب رسول الله =

بھی بلا ضرورت کسی کو برا کہنے کا مشغلہ اختیار کر لینا نہیں چاہیے، نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر میں بھی اس کی رعایت ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں: ”مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟“

۵۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شان نبوت کے لائق اپنی ذات و صفات اور عالم آخرت سے متعلق اتنا علم عطا فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور سب مخلوقات کا علم ایک قطرہ کے مانند ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم سمندر کے مانند ہے (۱)۔ لیکن اللہ پاک کا علم اس سے بھی زائد ہے، کیونکہ وہ غیر متناہی ہے (۲)، نیز وہ ذاتی علم ہے اور ان کا علم عطائی ہے اور جب شریعت میں علم الغیب بولا جاتا ہے، تو اس سے علم ذاتی ہی مراد ہوتا ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں، جن میں حضور

= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن ضع أمر أخيك على أحسنه ما لم يأتك ما يغلبك الخ“۔ (روح المعاني، الحجرات: ۱۲: ۱۵۶/۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”قال عليه السلام: ”أنا مدينة العلم وعلي بابها“۔ (فيض القدير، رقم الحديث: ۲۸۰۵: ۵/۲۳۰۰، بيروت)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون ثم يقول: إن أتاكم وأعلمكم بالله أنا“۔ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۱/۷، قديمي)

”إن سيدنا وشفيعنا محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعاً“۔ (إمداد الفتاوى، كتاب العقائد والكلام، استفتاء بعض علماء مصر.....، سوال نمبر ۵۲۲: ۶/۳۲۷ (قديم): ۶/۳۱۲ (جديد)، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(۲) ”إن الله جعل للعقول في إدراكها حد انتهي إليه لا تتعداه، ولم يجعل لها سبيلاً إلى الإدراك في كل مطلوب، ولو كانت كذلك لاستوت مع الباري تعالى في إدراك جميع ما كان وما يكون وما لا يكون، إذا لو كان كيف كان يكون؟ فمعلومات الله لا تتناهي، ومعلومات العبد متناهية والمتناهي لا يساوي وما لا يتناهي“۔ (الاعتصام للشاطبي، الباب العاشر في معنى الصراط المستقيم الخ، فصل النوع الثالث، ص: ۵۶۲، دار المعرفة بيروت)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور علم الغیب کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص مانا گیا ہے۔

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (۱)۔

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (۲)۔

﴿إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ﴾ (۳)۔

﴿قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (۴)۔ وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں تأیید نخل (۵)، بیر معونہ (۶)، حدیبہ (۷)، افک (۸)، امامت (۹)، شفاعت (۱۰)

(۱) النمل: ۲۵

(۲) الأنعام: ۵۹

(۳) یونس: ۲۰

(۳) الأنعام: ۵۰

(۵) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سمع أصواتاً، فقال: ما هذا الصوت؟ قالوا: ”النخل يؤبرونه“، فقال: لو لم يفعلوا الصلح“۔ فلم يؤبروا عامئذٍ، فصار شيصاً، فذكروا ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: ”إن كان شيئاً من أمر دينكم فشأنكم به، وإن كان من أمور دينكم فإلي“۔ (سنن ابن ماجه، أبواب الرهن، باب تلقيح النخل، ص: ۱۸۰، مطبع مجتبائی لاہور)

(۶) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: استأذن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أبو بكر في الخروج حين اشتد عليه الأذى فقتل عامر بن فهيرة يوم بئر معونة فقال: ”إن أصحابكم قد أصيبوا، وإنهم قد سألوا ربهم“، فقالوا: ”ربنا! أخبر عنا إخواننا بما رضىنا ورضيت عنا، فأخبرهم عنهم“۔ (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع وبئر معونة الخ: ۵۷۸/۲، قديمی)

(۷) ”عن المسورة بن مخرمة ومروان بن الحكم رضي الله تعالى عنه قالاً: فخرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عام الحديبية لا يريد قتالاً، وساق معه الهدى سبعين بدنة قال: ”فدعاه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فبعثه ليخبرهم أنه لم يأت لحرب أحد، وإنما جاء زائر لهذا البيت معظماً لحرمة، فخرج عثمان رضي الله تعالى عنه حتى أتى مكة قال: واحتبسته قريش عندها، قال: ”وبلغ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن عثمان رضي الله تعالى عنه قد قتل الخ“۔ (تفسير ابن كثير، الفتح: ۲۶: ۲۴۸/۲ - ۲۵۰، دار السلام)

وغیرہ بے شمار امور ہیں، جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، اگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہی بات تحریر فرمادی، جو کہ قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہے، مولانا احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی عالم الغیب کہنے کو ”الأمین والعلیٰ“ میں منع لکھا ہے۔ اسی طرح ملفوظات میں بھی منع لکھا ہے۔

۶- نمبر ۵ سے اس کا بھی جواب ہو گیا۔

۷- نمبر ۵ یہ بھی واضح ہو گیا، نیز حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات

کے جوابات میں نمبر ۷ میں بھی اس کا جواب آ گیا۔

۸- اس کا جواب بھی نمبر ۵ میں آ گیا۔

(۸) ”أن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حين قال لها أهل الإفك فدعا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم علي بن أبي طالب وأسامة بن زيد حين استلبث الرحي يستأمرهما في فراق أهله، فأما أسامة بن زيد فأشار علي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالذي يعلم من براءة أهله ثم قال: ”أما بعد، يا عائشة! فإنه قد بلغني عنك كذا وكذا، فإن كنت بريئة فسيروك الله، وإن كنت ألممت بذنب فاستغفري الله وتوبي إليه قالت: فلما سري عنه، وهو يضحك، فكانت أول كلمة تكلم بها: ”يا عائشة! أما الله فقد برأك“ (صحيح البخاري، كتاب التفسير، النور، باب قول عز وجل: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ﴾ الخ: ۲/ ۲۹۶، ۲۹۸، قديمي)

(۹) ”عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة قال: دخلت على عائشة رضي الله تعالى عنها فقلت: ”ألا تحدثيني عن مرض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟“ قالت: بلى، ثقل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: ”أصلي الناس؟“ قلنا: لا هم ينتظرونك، قال: ”ضعوا لي ماء في المخضب“ قالت: ففعلنا، فذهب لينوء، فأغمي عليه، ثم أفاق، فقال: فأرسل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أبي بكر، بأن يصلي بالناس“ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به: ۱/ ۹۵، قديمي)

(۱۰) ”سمعت سهل بن سعد يقول: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: أنا فرطكم على الحوض، من ورده شرب منه، ومن شرب منه لم يظماً أبداً، ليردن علي أقوام أعرفهم ويعرفونني: ثم يحال بيني وبينهم“ قال: ”إنهم مني!! فيقال: ”إنك لا تدري ما بدّلوا بعدك“، فأقول: ”سحقاً سحقاً لمن بدّل بعدي“ (صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب ما جاء في قول الله: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾: ۲/ ۱۰۳۵، قديمي)

۹- اس کا جواب بھی نمبر ۵ میں آگیا۔

۱۰- اس خیال سے دور سے کہنے کا یہی حکم ہے، جیسا کہ نمبر ۵ میں ہے۔

۱۱- اولیاء کرام کے طفیل میں بھی رحمت نازل ہوتی ہے، اگرچہ رحمت کاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی طفیل میں ہے اور رحمت کاملہ کا مظہر اتم ذات مقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (۱)۔

۱۲- عرس مروج ثابت نہیں (۲)۔

۱۳- مجلس مولود مقرر کرنا، جس میں روایات بھی غلط بیان کی جائیں اور اس میں کفریات بھی ہیں (۳)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

”عن عمرو بن أبي قرة قال: كان حذيفة رضي الله تعالى عنه، بالمدائن فكان يذكر أشياء قالها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لأناس من أصابه في الغضب ولقد علمت أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خطب فقال: أيما رجل من سبته أو لعنته لعنة في غضبي، فإنما أنا من ولد آدم أغضب كما يغضبون، وإنما بعثني رحمة للعالمين فاجعلها عليهم صلاة يوم القيامة“ (سنن أبي داود، كتاب شرح السنة، باب النهي عن سب أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۲۹۶، رحمانیہ)

”أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله تعالى عنه، فقال: اللهم إنا كنا نتوسل بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا“ (صحيح البخاري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱/۱۳۹، قديمی)

(۲) ”فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمون حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلك قربة، وهي بدعة ضلالة؛ لأن التصديق لم يختص بيوم دون يوم، ولا تصح إلا على الفقراء والاحتاجين“ (تبليغ الحق، ص: ۸۹۷، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۳/۲۳۸، ادارہ الفاروق کراچی)

”قال عليه السلام: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ (صحيح البخاري، كتاب

الصلح، باب إذا اختلفوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمی)

”عن العرياض بن سارية رضي الله تعالى عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة“ (سنن أبي داود، كتاب السنة آخر باب في لزوم السنة: ۲/۶۳۵، دار الحديث ملتان)

(۳) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من كذب عليّ =

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق

- ۱- یہ عبارت براہین قاطعہ میں نہیں، جو کچھ اس میں ہے، اس کی نقل فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار سے پیش کر دی ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی یہ اعتراض تھا، جو کہ بہتان ہے۔
- ۲- یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی بہتان ہے، تذکرۃ الخلیل میں صاف صاف موجود ہے کہ ظلم کا تحقق خدائے تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل، ص: ۸۶) (۱)۔

۳- یہ عبارت بھی براہین قاطعہ میں نہیں۔

۴- اس کا جواب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر کئے گئے اعتراضات، نمبر ۱۳ کے جوابات میں آگیا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھانوی سے متعلق اعتراضات کے جوابات

- ۱- یہ عبارت ان الفاظ کے ساتھ حفظ الایمان میں نہیں، اس میں اپنی طرف سے معترض نے کچھ بڑھا کر مطلب بگاڑا ہے، جو کہ صریح بہتان ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ خبیث مضمون کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، دیکھو ”البیان“ اور ”السحاب المدرار“ وغیرہ۔ ظالموں نے بہتان لگا کر پھیلا یا ہے، نفس مسئلہ کی تشریح حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر کئے گئے اعتراضات کے جواب نمبر ۵ میں ہے۔

= متعمداً فلیتّبوا مقعده من النار“۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۱/۱، قدیمی)

”ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة.....“ (المدخل، فصل في المود: ۳/۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله تعالى عليه وسلم، ووضع أمه له من القيام، وهو

أيضاً بدعة لم يرد فيه شيء“۔ (الفتاویٰ الحادیثیہ، مطلب فی أن الكلام أثناء مولده الخ، ص: ۱۱۲، قدیمی)

(۱) (تذکرۃ الخلیل، ص: ۱۲۷، مکتبۃ الشیخ)

۲- بزرگوں کا تذکرہ کرنا اور دینی کارنامے بیان کرنا درست اور ذریعہ اصلاح ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے نام کی طرح بطور وظیفہ ان کا نام پڑھنا غلط ہے اور موہم ہے، بقیہ مذکورہ چیزیں بھی بے اصل ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں

۱- اس میں اعتراض کیا ہے، تشریح کریں۔

۲- اس کا جواب گزر چکا۔

۳- جب سے آدمی بدعت سے تائب ہو کر سنت پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے، اس وقت سے سنت کی رحمت و برکت شروع ہو جاتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرِ پا رحمت و برکت ہیں (۱)۔ جب سے اس دنیا میں تشریف لائے رحمت و برکت کا ظہور شروع ہو گیا، پھر کارِ نبوت شروع کیا اور وحی آئی، اس وقت کی رحمت و برکت کا حساب لگانا دشوار ہے، بددینی، بدعملی، بدعت کو مٹانے اور دینداری، اعمالِ صالحہ، سنت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جب سے اجتماعی اور غیر اجتماعی شکل اختیار کی گئی، اسی وقت سے اس کی برکت ظاہر ہونا شروع ہو گئی اور جس قدر کام بڑھتا گیا، اسی قدر خیر و برکت میں اضافہ ہوتا گیا اور ہو رہا ہے۔

۴- ”کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر“ میں ہر وہ شخص داخل ہے، جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے حق تعالیٰ قبول فرمائے (۲)۔ یہی انبیاء کا

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قيل يا رسول الله! أدع على المشركين، قال: إني لم أبعث لعانا، وإنما بعثت رحمة“۔ (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أو سبه: ۳۲۳/۲، قديمي)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إنما أنا رحمة مهداة“۔ (تفسير ابن كثير، الأنبياء: ۱۰۷: ۲/۲۷۱، دار السلام)

(۲) ”والظاهر أن الخطاب وإن كان خاصا بمن شاهد الوحي من المؤمنين أو ببعضهم، لكن حكمه يصلح أن يكون عاما لكل كما يشير إليه قول عمر رضي الله تعالى عنه فيما حكى قتادة: ”يا أيها الناس! من سره أن يكون من تلكم الأمة فليؤد شرط الله منها“۔ (روح المعاني، آل عمران: ۱۱۰: ۲۸/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

طریقہ ہے، جو شخص اس طریقہ کو جس قدر اختیار کرے گا، انبیاء علیہم السلام سے اسی قدر اس کو قرب کی نسبت حاصل ہوگی، یہ نسبت شخص واحد کو بھی حاصل ہو سکتی ہے اور جس شخص کے ذریعہ لاکھوں آدمی اس مبارک کام میں لگ جائیں، ہر ایک کی محنت میں اس شخص کا حصہ ہوگا اور اس کی نسبت زیادہ سے زیادہ قوی ہوگی، چنانچہ اللہ پاک نے یہ مقام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کو عطا فرمایا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اعتراضات کے جوابات

۱۔ یہی مضمون مجلہ احمد رضا خاں صاحب نے بھی لکھا ہے، جیسا کہ ”حیات الموات“ ص: ۶، میں ہے۔

۲۔ ہر صحیح دینی کتاب کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جس نے اس کو مانا، اس کو ہدایت ہوئی، جس نے

نہیں مانا، وہ غلط راہ پر چلا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے متعلق اعتراضات کے جوابات

ذہن کو غصہ سے خالی کر کے غور کریں! حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے

صحابہ کی دو رکعت بعد والوں کی دو لا کھ رکعت سے بڑھ کر ہیں (۱) اور جو کچھ انہوں نے ایک مدیا اس کا نصف صدقہ دیا ہے، دوسرے لوگ اگر پہاڑ برابر سونا صدقہ دیں، تب بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے (۲)، یہ اسی وجہ سے ہے کہ

= ”قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: هم الذين هاجروا من مكة إلى مدينة وشهدوا بدرا والحديبية، وقال عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه: من فعل فعلهم كان مثلهم“ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، ال عمران: ۱۱۰: ۱۱۷/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في كنز العمال، كتاب الأذكار، قسم الأفعال، ال عمران، رقم الحديث: ۴۲۹۰: ۱۶۲/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) باوجود تلاش کے یہ روایت نہ مل سکی۔

(۲) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه“ (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب: ۵۱۸/۱، قديمی)

(و صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة: ۳۱۰/۲، قديمی) =

ان کا ایمان نہایت قوی تھا، جس کا تعلق قوتِ علمیہ سے ہے، بعد والوں کو یہ نصیب نہیں، حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ کسی دن بھی ہزار یا پانچ سو نفلیں پڑھی ہوں، حالانکہ امت کے بعض حضرات سے یہ ثابت ہے، نیز وتر کی ایک رکعت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا قرآن کریم پڑھا (۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو رکعت نفل میں پورا قرآن شریف ختم کیا ہے (۲)، رمضان المبارک میں ہر روز ایک ختم کرتے تھے (۳)، حضرت نبی کریم سے یہ چیزیں ثابت نہیں، مگر جو مقام کیفیت ایمانیہ اور شان نبوت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے عطا فرمایا، اس کا کروڑواں حصہ بھی ان اعمال کثیرہ کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں، یہ بات بالکل حق اور صحیح ہے۔

۲- حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحذیر الناس میں ہرگز ایسا نہیں لکھا، خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو جاہلوں کا خیال قرار نہیں دیا، ان پر بہتان ہے، جس کی برأت وہ ”جواب محذورات عشر“ میں

= (وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۲۹۲، إمدادیه)

(۱) ”عن عثمان بن عبد الرحمن التيمي قال: قال أبي: لأغلبن الليلة على المقام، قال: فلما صليت العتمة تخلصت إلى المقام حتى قمت فيه، قال: فينا أنا قائم إذا رجل وضع يده بين كتفي، فإذا هو عثمان بن عفان، قال: فبدأ بأمر القرآن، فقرأ حتى ختم القرآن، فركع وسجد، ثم أخذ نعليه فلا أدري أصلي قبل ذلك شيئاً أم لا عن أنس بن مالك قال: قالت امرأة عثمان بن عفان حين قتلوه: ”لقد قتلتموه، وإنه ليحيي الليلة بالقرآن في ركعة“۔ (حلية الأولياء، عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه، ص: ۵۵، ۵۶، دار الفكر)

(۲) ”عن ابن المبارك: ”أن أبا حنيفة رحمه الله تعالى صلى خمساً وأربعين سنة الصلوات الخمس بوضوء واحد، وكان يجمع القرآن في ركعتين“۔ (تهذيب الأسماء واللغات، النوع الثاني الكنى، الحاء المهملة: ۳۳۱، أبو حنيفة الإمام: ۲/۳۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت، أبو حنيفة التيمي، ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه: ۱۳/۳۵۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) تلاش کے باوجود بعینہ یہی بات نمل سکی، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ عام دنوں میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان میں روزانہ دو قرآن ختم کرتے تھے:

”وروي أيضاً عن أبي يوسف: كان أبو حنيفة رحمه الله تعالى يختم القرآن كل يوم وليلة ختمة، =

فرما چکے ہیں۔ جس کو چھپے ہوئے سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، انہوں نے ختم نبوت کے تین معنی بتا کر ہر طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ثابت کیا ہے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مدنی پر اعتراضات کے جوابات

اگر مجلس میلاد قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ، فقہ ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو تو پیش کریں، بات یہ ہے کہ پچھ صدی امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں ملتا، تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے شاہ اربل نے یہ مجلس منعقد کی اور شاہانہ کی، پھر اس کی نقل اس کے وزیروں اور امراء نے کی، یہ واقعہ ۶۰۲ھ کا ہے (۱)۔

= حتی إذا کان شهر رمضان، ختم فیہ مع لیلۃ الفطر اثین وستین ختمۃ“۔ (کتاب تنویر بصائر المقلدین، الباب الأول، فصل فی عبادتہ و کثرة صلواتہ، ص: ۶۴، دار ابن حزم)

”کان یختم فی کل یوم ولیلۃ مرة، وفی رمضان کل یوم مرتین، مرة فی النهار، ومرة فی اللیل“۔ (إقامة الحجة للإمام اللکنوی، الباب الثاني، أبو حنیفة النعمان، ص: ۷۶، مکتب المطبوعات الإسلامية) ”حدثنا یحییٰ بن نصر قال: ”کان أبو حنیفة ربما ختم القرآن فی شهر رمضان ستین ختمۃ“۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت، أبو حنیفة التیمی، ما ذکر من عبادتہ و ورعہ: ۱۳/۵۳، مؤسسة الرسالة)

(۱) ”وأما احتفاله بمولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : فإن الوصف یقصر عن الإحاطة به، لكن نذكر طرفاً منه وهو أن أهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فیہ، فكان كل سنة یصل إلیہ من البلاد القریبة خلق كثير من الفقهاء والصوفیة والوعاظ والقراء والشعراء، ولا یزالون یتواصلون من المحرم إلى أوائل شهر ربیع الأول فكان مظفر الدین (ملك إربل) ینزل كل یوم بعد صلاة العصر ویقف علی قبة قبة إلى آخرها، ویسمع غناءهم، ویفرج علی خیالاتهم، وما یفعلونه فی القبات هكذا یعمل كل یوم إلى لیلۃ المولد فإذا كان صبیحة یوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلى الخانقاه علی أيدي الصوفیة فإذا فرغوا من الموسم تجهز كل إنسان للعود إلى بلده، فیدفع لكل شخص شیئاً من النفقة، وقد ذكرت فی ترجمة الحافظ أبي الخطاب ابن دحية فی حرف وصوله إلى إربل وعمله لكتاب ”التنویر فی مولد السراج المسیر“ لما رأى من اهتمام مظفر الدین به“، (وفیات الأعیان وأبناء أبناء الزمان لابن خلكان، ترجمة مظفر الدین صاحب إربل: ۱۱۷۴، ۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۴۷، دار صادر بیروت)

اس وقت علماء حق نے اس پر نکیر کی ہے، علامہ ابن الحاج نے ”المدخل“ میں ۳۲ صفحات اس کی تردید میں لکھے ہیں (۱)، ۷۰۰ کے کچھ بعد ان کی وفات ہے۔ اعتراضات کے اندر جان پیدا ہو جاتی، اگر ادلہ اربعہ میں کسی دلیل سے مجلس میلاد کا ثبوت پیش کر دیا جاتا، افسوس یہ ہے کہ جس چیز کو اعلیٰ درجہ کی قربت کہا جا رہا ہے، وہ بے دلیل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۰/۹۷ھ۔

جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۱۱۳]: کیا یہ اچھی بات ہے کہ جو کام خود نہ کرے، اس کو دوسروں کو کرنے کا حکم کرے اور ایک ناجائز بات کو جائز قرار دے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز بات کو جائز قرار دینا تو سراسر باطل ہے، اگر ایک شخص پر حکم شرعی عائد نہیں ہوتا، اس لئے وہ خود

(۱) مدخل سے چند اقتباسات:

”ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة ومضوا في ذلك على العوائد الذميمة في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالى وعظمها بدع ومحرمات، ص: ۳ فتعظيم هذا الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاکیات فيه والصدقات إلى غير ذلك من القربات، فمن عجز عن ذلك، فأقل أحواله أن يجتنب ما يحرم عليه ويكره له تعظيماً لهذا الشهر الشريف، وإن كان ذلك مطلوباً في غيره إلا أنه في هذا الشهر أكثر احتراماً فيترك الحدث في الدين ويجتنب مواضع البدع وما لا ينبغي، ص: ۵، ۶ بل يزعم يتأدب، فيبدأ المولد بقراءة الكتاب العزيز، وينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالهنوك والطرق المهيجة لطرب النفوس، فيقرأ عشرين، وهذا فيه من المفاسد وجوه، ص: ۶ ثم العجب كيف خفيت عليهم هذه المكيدة الشيطانية والدسية من العين“ ص: ۷ ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم تشوقت نفوس النساء لفعل ذلك، قد تقدم ما في مولد الرجال من البدع فكيف إذا فعله النساء، ص: ۱۲. (المدخل، فصل في المولد: ۲/۳-۱۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

عمل نہیں کرتا اور دوسروں پر عائد ہوتا ہے، اس لئے دوسرے کو کہتا ہے، تو یہ درست ہے، مثلاً: ایک بیمار آدمی ہے، روزہ رکھنے سے معذور ہے اور غیر معذور سے روزہ رکھنے کو کہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے، اسی طرح بیمار آدمی جو کہ مسجد نہیں جاسکتا وہ اپنے غیر معذور بیٹوں کو کہے تو یہ ٹھیک ہے اور اگرچہ حکم اس پر بھی عائد ہوتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو عمل کے لئے کہتا ہے، تو اس کے کہنے کی وجہ سے اس کی پکڑ نہیں ہوگی، البتہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے پکڑ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری

سوال [۱۰۱۱۲]: آج کے معاشرہ میں بہت سی ایسی چیزیں ضروریات میں شامل ہیں کہ جن کو شرعاً ضروریات میں شامل کرنے میں تاہل ہوتا ہے، مگر رواج میں ضرورت میں داخل ہیں، مثلاً: لباس کے مسئلہ میں شرعاً ستر پوشی کی حد تک ضرورت ہے، اس میں لباس کی وضع قطع وغیرہ کو کوئی دخل نہیں، مگر رواج میں اپنے وقار کے مطابق کپڑا پہننا پڑتا ہے، اسی طرح طعام وغیرہ اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کہ اس کے ملحوظ رکھنے پر انسان مجبور ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو ذلیل اور حقیر کہلائے، قرونِ اولیٰ کے لوگوں کی معاشرت اگر عقلاً محال نہیں، تو عملاً ناممکن ضرور ہے۔

دین دار لوگوں میں بھی یہ چیز ضروری ہے اور روزمرہ کے شواہد ثبوت ہیں، علاوہ ازیں لباس، طعام

(۱) ”عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه قال: قلنا يا رسول الله! لا نأمر بالمعروف حتى نعمل به، ولا ننهي عن المنكر حتى نجتنبه كله، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مروا بالمعروف، وإن لم تعملوا به، وانهاؤا عن المنكر، وإن لم تجتنبوه كله“۔ (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۱۷۷: ۵۵۰۷/۱۰، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ)

”فكل من الأمر بالمعروف وفعله واجب، لا يسقط أحدهما بترك الآخر على أصح قولي

العلماء من السلف والخلف والصحيح: أن العالم يأمر بالمعروف وإن لم يفعله، وينهي عن المنكر وإن ارتكبه“۔ (تفسير ابن كثير، البقرہ: ۴۴: ۱/۱۲۵، مکتبہ دار الفیحاء و مکتبہ دار السلام)

(و كذا في إحياء العلوم، كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، باب آداب المستحب: ۳۹۹/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں، جن کو آج کل قوی برداشت نہیں کر سکتے، جدید معاشرت اور تعلیم سے دور رہتے ہیں، مسلمان اچھوت (۱) ہو کر رہ جائیں گے اور آج کل جدید تعلیم کے لئے روپے کی ضرورت کو بھی ضرورت میں شامل کرنا ضروری ہے اور اس پر ایک بچے پر ہزاروں روپے آتے ہیں، اب اضطرار میں قرون اولیٰ کا اعتبار ہوگا کہ اس دور کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معاشرہ اگر عوام و خواص کا بگڑ جائے تو اس کی اصلاح ضروری ہے، نہ یہ کہ اس کی خاطر نصوص میں ترمیم کی جائے (۲)، ورنہ جو حال علمائے بنی اسرائیل کا ہوا اس کے برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہے، انہوں نے اولاً عوام کو معاصی سے روکا، وہ باز نہ آئے تو انہیں کے اکیلے، شریب، جلیس بن گئے، روکنا چھوڑ دیا، تو سب پر لعنت اتری، جیسا کہ احادیث میں صاف صاف مذکور ہے (۳)۔ الحاصل معاشرہ کے لحاظ سے عمومی محرّمات (۱) ”اچھوت: بغیر چھو ہوا، کورا، تازہ، ہندوؤں میں ادنیٰ قومیں جن کے ہاتھ کا چھو کھانا، پانی اونچی ذات کے ہندو استعمال نہیں کرتے، شور، بھنگی، چمار وغیرہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَبِمَا نَقْضُھُمْ مِثْقَھُمْ لَعْنُھُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَھُمْ قَسِیۃً یَّحَرِّفُونَ الْکَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِھِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُکِّرُوا ۖ﴾ (المائدہ: ۱۳)

”یحررفون الکلم عن مواضعه“: أي: فسدت فہومہم، وساء تصرفہم فی آیات اللہ، وتأولوا کتابہ علی غیر ما أنزلہ، وحملوہ علی غیر مرادہ، وقالوا علیہ ما لم یقل، عیاذاً باللہ من ذلک“۔ (تفسیر ابن کثیر، المائدہ: ۱۳: ۷۴/۲، دار السلام ریاض)

”وقوله سبحانه وتعالى: ﴿يَحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِ﴾ صفة أخرى (لقوم) وصفوا أولاً بمغایرتہم للسماعین تنبیہا علی استقلالہم، وإصالتہم فی الرأي ثم باستمرارہم علی التحریف بیانا لإفراطہم فی العتو والمکابرة والاجترار علی اللہ تعالیٰ، وتعیینا للکذب الذی سمعہ السماعون علی بعض الوجوہ کما هو ظاہر أو مطلق الکلم فی قول عن المواضع التي وضع ذلک فیہا إما لفظاً بإہمالہ، أو تغییر وضعہ، وإما معنی بحملہ علی غیر المراد، وإجرائہ فی غیر موردہ“۔ (روح المعانی، المائدہ: ۱۳: ۷۴/۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَعَنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾ كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون ﴿ (المائدہ: ۷۸، ۷۹) =

کے ارتکاب کی گنجائش نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

فتنہ کے وقت تنہائی

سوال [۱۰۱۱۵]: جب دورِ پُرفتن ظاہر ہو تو خلوت و تنہائی میں سلامتی ہے، لہذا وہ دور ابھی

ظاہر ہوا کہ نہیں؟

۲..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ الخ آیت کریمہ کا مصداق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱..... جو آدمی اپنے دین کی حفاظت اپنے معاشرہ اور ماحول میں رہ کر نہیں کر سکتا ہے اور تنہائی میں رہ کر

کر سکتا ہے تو اس کے لئے اب بھی یہ وقت ہے (۱)، اگر اس کے پاس دین بھی نہیں ہے اور تنہائی میں رہ کر دین

= ”لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ“ وقال الإمام أحمد رحمه الله تعالى: عن عبد الله قال: قال

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لما وقعت بنو إسرائيل في المعاصي، نهتهم علماءؤهم، فلم

ينتهوا، فجالسوهم في مجالسهم“ قال يزيد: وأحسبه قال: ”وأسواقهم، ووأكلوهم وشاربوهم، فضرب

الله قلوب بعضهم ببعض، ولعنهم على لسان داود وعيسى ابن مريم“. (تفسير ابن كثير، المائدة: ۷۹:

۲/۱۱۴، دارالسلام رياض)

(و جامع الترمذي، أبواب التفسير، المائدة: ۲/۱۳۵، سعيد)

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر، يفتّر بدينه من الفتن“.

رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، الفصل الأول: ۲/۲۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

”والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته

في غيره حقت عليه الهاجرة“. (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۲/۲۷۶، قديمي)

(و كذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قديمي)

(و كذا في التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، كريمي)

حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں یا تنہائی اختیار کر کے بھی دین کی حفاظت نہیں کر سکتا، یا حقوق واجبہ کو ترک کر دے گا تو اس کو تنہائی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ بہتر ماحول کو تلاش کرے، جہاں اچھا آدمی میسر آ جائے، اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے، برے آدمی کی صحبت سے دور رہے (۱)۔

۲..... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ الخ کا مطلب یہ ہے کہ دین کی اشاعت اور ادائیگی میں لگے رہو اور کوشش کرتے رہو، اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو تم پر اس کا الزام نہیں، لوگوں کو نہ ماننے کی وجہ سے مایوس ہو کر اشاعت و تبلیغ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مثل المجلس الصالح والسوء كحامل المسك ونافع الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافع الكير إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد منه ريحاً خبيثية“۔ (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، ص: ۹۸۴، دارالسلام)

”هذا الحديث إرشاد إلى الرغبة في صحبة الصالحاء والعلماء ومجالستهم؛ فإنها تنفع في الدنيا والآخرة..... قيل: مصاحبة الأخيار تورث الخير، ومصاحبة الأشرار تورث الشر كالريح إذا هبت على الطيب عقت طيباً، وإن مرت على التث حملت نتناً..... والحاصل أن الصحبة تؤثر“۔ (التعليق الصريح، كتاب الأداب، باب الحب في الله: ۲۵۶/۵، رشيدية)

(و كذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب الحب في الله: ۷۴۲/۸، رشيدية)

(۲) ”وتوهم من ظاهر الآية الرخصة في ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وأجيب عن ذلك بوجوه: الأول: أن الاهتداء لا يتم إلا بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، فإن ترك ذلك مع القدرة عليه ضلال..... ومن الناس من فسر الاهتداء هذا بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وروى ذلك عن حذيفة وسعيد بن المسيب. والثاني: أن الآية تسلية لمن يأمر وينهى، ولا يقبل منه عند غلبة الفسق وبعد عهد الرحي..... والثالث: أنها للمنع عن هلاك النفس حسرة وأسفاً على ما فيه الكفرة والفسقة من الضلال“۔ (روح المعاني، المائدة: ۱۰۵: ۷/۴، ۴۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ما يتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

غیر عالم کی تقریر سننا

سوال [۱۰۱۱۶]: یہاں کے مسلمانوں نے ایک بیرونی مقرر کو بلایا، جن کی تقریر سے بدعتیہ لوگوں کے عقیدے درست ہو گئے، بے نمازی نمازی بن گئے، بے داڑھی والے ڈاڑھی والے ہو گئے، عورتوں، بچوں، علماء و عوام مردوں سب نے ہی ان کی تقریروں کو دلچسپی سے سنا، ہر بات قرآن و حدیث و فقہ کے دلائل سے مبرہن ہوتی ہے، بہت سادہ اور شیریں بیان رہا، لیکن اس کے باوجود وہ مقرر محترم لکھنے پڑھنے کی استعداد مکمل نہیں رکھتے، قرأت و اردو کا تلفظ صحیح نہیں، گجراتی لکھ پڑھ لیتے ہیں، اردو بالکل نہیں آتی، البتہ اردو کی کتاب لکھ پڑھ لیتے ہیں، دینی مطالعہ بہت وسیع ہے، کبھی یہ صاحب قوال تھے، اب اللہ رب العزت نے ان کا رخ اپنی طرف موڑ لیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پڑھ کی تقریر سننا اور ان کی تقاریر میں شرکت کرنا درست نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

حافظ بدرالدین صاحب حقانی، یونانی دواخانہ محلہ بازار سرائے ترین مراد آباد

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ و اصلاح اصالتاً صاحب باطن علماء حقانی کا منصب اور فریضہ ہے، غیر عالم عامۃً حدود کی رعایت کرنے اور حق و باطل میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، آج کل صحیح علم دین عمومی طور پر تو باضابطہ محقق علماء کی خدمت میں رہ کر کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے، کبھی محض اکابر کی صحبت اور مطالعہ کتب سے بھی کافی علم آ جاتا ہے اور طبیعت میں سلامتی ہو اور غباوت و غوایت سے حق تعالیٰ محفوظ رکھے، تو یہ علم بھی جو کہ محض اکابر کی صحبت سے حاصل ہوا ہے، بہت نافع ہو جاتا ہے، پھر صحبت اکابر سے قوت مجاہدہ بھی بیدار ہو جائے، تو ایسے علم والے کے سامنے اکابر علماء بھی جھکتے اور اس کی صحبت و تذکیر کو اکسیر سمجھتے ہیں، اس کی نظیریں ماضی قریب و بعید میں بھی موجود

ہیں اور زمانہ حال بھی خالی نہیں، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے اونچے درجے کے محقق و مستند علماء تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت سے وہ چیز حاصل کی جو مدرسہ میں ان کو نہیں ملی تھی، لیکن ایسی نظیریں خال خال ہوتی ہیں، پس اگر مقرر موصوف کو خدائے پاک نے اپنی رحمت تذکیر و تاثیر سے نوازا ہے اور علماء ان کی تقریر و تحریر کو اصول شرع کے مطابق صحیح اور ان کے حوالجات کو معتبر فرماتے ہیں، تو ضرور ان کا وعظ سننا اور تقریر سے مستفید ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۶ھ۔

علماء سوء اور ان کا علاج

سوال [۱۰۱۱]: ایسے مولوی صاحبان جو گندم نما (۱) جو فروش ہیں، ہمیشہ وہ قوم کو لڑا کر فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ کون ہیں اور ان کو کیا کہا جائے؟

”من یفرق بین الشیء فاقلتوہ بالسیف“ سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لوگ اپنے نفس و اقتدار کی خاطر قوم کو لڑاتے ہیں، وہ ”شر من تحت أديم السماء“ ہیں (۲)۔ ان

(۱) ”گندم نما جو فروش: گندم دکھا کر جو کو بیچنے والا، جس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو، مکار، دغا باز، دھوکا دینے والا۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۶۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى من الإسلام إلا اسمه، ولا يبقى من القرآن إلا رسمه، مساجدهم عامرة، وهي خراب من الهدى، علماءهم أشر من تحت أديم السماء من عندهم يمدح الفتنة.“ (شعب الإيمان للبيهقي، الثامن عشر باب في نشر العلم: ۳۱۱/۲، رقم الحديث: ۱۹۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في كنز العمال، المجلد السادس: ۸۰/۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۶۷: ۶۹/۱، ۷۰، دار الكتب العلمية بيروت)

کا علاج یہ ہے کہ ان کی باتیں نہ سنی جائیں۔ ”فاقتلوه بالسيف“ کا حکم ہر ایک کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۹ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، ۸۸/۳/۱۱ھ۔

نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا

سوال [۱۰۱۱۸]: ایک شخص صبح کی نماز میں مختلف مسجدوں میں روزانہ جاتا ہے اور سلام پھیرتے ہی

کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ نماز میں سجدہ اس طرح پر کرو، رکوع اس طرح پر، اگر ٹخنے خشک رہ گئے یا پیشاب کا قطرہ نکل گیا اور بھی چند باتیں بیان کرتا ہے کہ یہ باتیں ہوں تو نماز نہیں ہوتی، یہ تو ٹھیک ہے، مگر وہ سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو جاتا ہے جو لوگ دوسری رکعت میں شریک ہوتے ہیں، ان کا دھیان اس کے وعظ میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس سے کہتے ہیں جب سب نماز سے فارغ ہو جائیں اس وقت بیان کروں، بہتر تو یہ ہے کہ امام جب دعا سے فارغ ہو جائے، تو اس وقت بیان کریں، مگر وہ نہیں مانتا اور ناراض ہوتا ہے، حکم تو یہ ہے کہ قرآن شریف بھی زور سے نہ پڑھا جائے، مسجد میں داخل ہو تو سلام بھی مت کرو، لوگوں کا دھیان ہٹے گا، کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت لوگ نماز میں مشغول ہوں، اس وقت اس شخص کو بیان نہیں کرنا چاہیے، اس سے نمازیوں کی

نماز میں خلل آتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

(۱) ”أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ الخ“ (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۱/۶۶۰، سعيد)

”وتكره قراءة القرآن في الطواف كذا في الملتقط، لا يقرأ جهرًا عند المشتغلين بالأعمال“ (الفتاوى

العالمكية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء الخ: ۵/۳۱۶، رشيدية)

(و كذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۳/۱۹۱، إدارة القرآن كراچی)

کتاب السلوک والإحسان

اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوئے تھے؟

سوال [۱۰۱۱۹]: اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب میں بھی اس طرح اولیاء کرام یا پیر پیدا ہوتے تھے، اگر نہیں تو خدا تک رسائی کیسے ہوتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے بھی پیدا ہوتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

تحقیق مجدد

سوال [۱۰۱۲۰]: الف..... مجددین کرام از روئے حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے عرصہ

میں من جانب اللہ تشریف لائے ہیں؟

ب..... حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سے اب تک کتنے مجددین آئے ہیں اور ان کے بعد فوری طور پر ظاہری طور سے کون مجدد تشریف لائے اور دورِ حاضر اور متوسط میں کتنے مجددین کرام تشریف لائے ہیں؟ نیز اس صدی کا مجدد ظاہری طور پر کس کو مانا جاسکتا ہے؟

ج..... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مراتب نیز حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت نانوتوی، حضرت علامہ انور شاہ، حضرت مدنی گنگوہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے درجات کے سلسلہ میں مندرجہ بالا سوالات کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابوداؤد شریف میں ہے (۱):

”رأس مائة پر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث فرماتے ہیں، جو کہ امت کے دین کی تجدید کرتا ہے، یعنی جو سنتیں متروک ہو گئیں، ان کو جاری کرتا ہے اور جو بدعتیں پھیل گئیں، ان کو مٹاتا ہے“ (۲)۔

اس شخص کی تعین حدیث شریف میں نہیں ہے، البتہ اہل علم وتقویٰ حضرات احوال وقرائن سے بطریقہ غلبہ نظر تجویز کیا کرتے ہیں کہ فلاں عالم میں یہ احوال و صفات موجود ہیں، مجدد علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہوتا ہے، فقہ، حدیث، تفسیر، تزکیہ باطن کے فنون پر حاوی ہوتا ہے، ایک صدی کے ختم پر اور دوسری صدی کے شروع پر اس کے تجدیدی کارنامے بہت نمایاں ہوتے ہیں، مجدد کبھی تنہا ایک شخص ہوتا ہے، کبھی اس سے زائد، حتیٰ کہ ایک جماعت بھی مجدد ہوتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسط صدی میں کوئی شخص مجدد سے افضل پیدا ہوتا ہے اور دین کی خدمت انجام دے کر رخصت ہو جاتا ہے، نہ صدی کا شروع پاتا ہے اور نہ صدی کا آخر، ابوداؤد کی شروح میں تفصیل مذکور ہے (۳)۔

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، فيما أعلم عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال : إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها“ . (سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب ما يذکر فی قرن المائة: ۲/۲۴۱، إمدادیہ)

(و کذا فی المستدرک علی الصحیحین، کتاب الفتن والملاحم، رقم الحدیث: ۸۷۷۱: ۵/۲۲۵، قدیمی)
(ومشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۴۷: ۱/۳۶، قدیمی)
(۲) ”یبین السنة من البدعة، ویکثر العلم، ویزر أهله، ویقمع البدعة، ویکسر أهلها“ . (مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، رقم: ۲۴۷: ۱/۴۶۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة: ۵/۱۰۳، مکتبۃ الشیخ)
(و کذا فی عون المعبود، کتاب الملاحم، باب یذکر فی قرن المائة: ۱۱/۳۰۵، دار الفکر بیروت)
(۳) ”اعلم أن المراد من رأس المائة فی هذا الحدیث وقال الطیسی: الرأس مجاز عن آخر السنة، وتسميته رأساً باعتبار أنه مبدأ السنة الأخری. انتهى وما قال بعض السادات الأعظم: إن قید الرأس =

مستقل رسالے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھے گئے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور حضرت علامہ مجدد شیخ جلال الدین سیوطی اور بدر الدین عینی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس پر کافی بحث کی ہے۔ چند مجددین کے نام بھی شمار کئے ہیں، اول صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بتائے گئے ہیں، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، تیسری صدی کے قاضی ابوالعباس ابن سرتج رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوالحسن (الاشعری) رحمہ اللہ تعالیٰ، زنجیزی رحمہ اللہ تعالیٰ، محمد ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ چوتھی کے ابوبکر بن الباقلانی، ابوطیب صعلوکی رحمہ اللہ تعالیٰ، پانچویں صدی کے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، چھٹی صدی کے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ، ساتویں کے تقی الدین، آٹھویں کے زین الدین عراقی، شمس الدین جزری، سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ تعالیٰ، نویں کے جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ، شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، دسویں کے شہاب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)۔

= اتفافی، وإن المراد أن الله يبعث في كل مائة سواء كان في أول المائة أو وسطها أو آخرها، واختاره ليس بظاهر، بل الظاهر أن القيد احترازي، ولذلك لم يُعد كثير من الأكابر الدين كانوا في وسط المائة من المجددين وإن كانوا أفضل من المجدد الذي كان على رأس المائة، ففي مرقاة الصعود: قد يكون في أثناء المائة من هو أفضل من المجدد على رأسها. نعم! لو ثبت كون قيد الرأس اتفافياً بدليل صحيح لكان دائرة المجددية أوسع“. (عون المعبود شرح أبي داود، كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة: ۱/۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۴ دار الفکر)

(و کذا فی بذل المجهود، کتاب الملاحم، باب ما ذکر فی قرن المائة: ۵/۱۰۳، المعهد الخلیل)
(۱) ”إنه كان في المائة الأولى عمر بن عبدالعزيز وفي الثانية الشافعي، وزاد غيره، وفي الثالثة أبو العباس بن سريج وقيل أبو الحسن الأشعري، وفي الرابعة أبو الطيب سهل الصعلوكي، وأبو حامد الأسفرايني أو الباقلاني، وفي الخامسة حجة الإسلام محمد الغزالي، وفي السادسة الفخر الرازي أو الحافظ عبدالغني، وفي السابعة ابن دقيق العيد، وفي الثامنة البلقيني أو الزين العراقي قال في المقاصد الحسنة، وفي التاسعة المهدي ظناً“. (كشف الخفاء، حرف الهمزة مع النون، رقم الحديث: ۷۴۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و کذا فی المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، رقم الحديث: ۲۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(و کذا فی فیض القدير، رقم الحديث: ۱۸۴۵: ۳/۱۶۵۶، ۱۶۵۷، نزار مصطفى الباز مكة)

حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق اکابر کی رائے ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سال تک کی مردہ سنتوں کو زندہ کیا، بعض حضرات نے حضرت شاہ ولی اللہ کو بھی مجدد لکھا ہے، مگر انہوں نے نہ صدی کا شروع پایا اور نہ صدی کا آخر، جن اکابر کے نام لے کر آپ نے ان کے درجات و مراتب کو دریافت کیا ہے، میں ان حضرات کے درجات کو کیا پہچانتا، ان کے خدام کے خدام کے درجات کو بھی نہیں پہچانتا، بعض اکابر سے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ مع اپنی جماعت کے مجدد تھے کہ ان کے کارنامے تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں بہت نمایاں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۱۳۷۰ھ۔

اقطاب و ابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب

سوال [۱۰۱۲۱]: بعض کتب تصوف میں اقطاب و ابدال کے مسکن کے بارے میں ایک حساب لگا کے یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں قطب، فلاں وقت، فلاں سمت میں رہتا ہے، آیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابدال کے متعلق تو کتب حدیث میں کچھ تعین ملتی ہے (۱)، باقی سب عالم کا جغرافیہ تو علم میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

(۱) ”عن شریح بن عبید قال ذکر أهل الشام عند علي رضي الله تعالى عنه وقيل: العنهم يا أمير المؤمنين! قال: لا، إني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: الأبدال يكونون بالشام، وهم أربعون رجلاً، كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلاً يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب ذكر اليمن والشام ذكر أويس القرني، الفصل الثالث: ۵۸۲/۲، ۵۸۳، قديمی)

(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه: ۱/۱۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الأبدال في =

کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟

سوال [۱۰۱۲۲]: چہ می فرمایند علماء کرام و مفتیان کرام اندریں مسئلہ۔
خلفاء راشدین صحابہ کرام علیہم الرضوان، ائمہ عظام کے بعد اولیاء کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جوابے مالک جل شانہ کو زیادہ خوش کرے، اس کا مرتبہ زیادہ ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۴ھ۔

روحانیت کا حاصل

سوال [۱۰۱۲۳]: روحانیت اور حرام کاری ایک جگہ جمع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر جمع ہو سکتی ہے تو کیسے؟

= هذه الأمة ثلاثون مثل إبراهيم خليل الرحمن عز وجل كلما مات رجل أبدل الله تبارك وتعالى مكانه رجلاً“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه: ۴۴/۶، رقم الحديث: ۲۲۲۴۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”قوله تعالى: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ وفي هذه الآية ما يدل على أن التقوى هي المراعى عند الله تعالى وعند رسوله دون الحسب والنسب... الخ“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحجرات: ۱۳: ۲۲۱/۱۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ تعليل للنهي عن التفاخر بالأنساب المستفاد من الكلام بطريق الاستيناف الحقيقي كأنه قيل: إن الأكرم عند الله والأرفع منزلة لديه عز وجل في الآخرة والدنيا هو الأتقى، فإن تفاخرتم ففاخروا بالتقوى“۔ (روح المعاني، الحجرات: ۱۳: ۲۶/۱۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”عن درة بنت أبي لهب رضي الله تعالى عنه قالت: قام رجل إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو على المنبر، فقال: يا رسول الله! أي الناس خير؟ قال: خير الناس أقرأهم، وأتقاهم لله عز وجل، وأمرهم بالمعروف، وأنهاهم عن المنكر، وأوصلهم للرحم“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث درة بنت أبي لهب رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۲۶۸۸۸: ۵۸۴/۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

روحانیت سے غالباً یہ مراد ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا جاوے اور جسم کی خواہشات پر روح کو غلبہ حاصل ہو جاوے، ایسی حالت میں آدمی حرام کاری سے بہت بچتا ہے، مگر معصوم پھر بھی نہیں ہو جاتا، البتہ اگر کسی وقت ناجائز کام اس سے ہو جاوے، تو وہ شرمندہ اور بے قرار ہوتا ہے، روتا ہے، خدا سے توبہ کرتا ہے، بغیر سچی توبہ کئے اس کو چین نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔



ما يتعلق بصفات الشيخ وأهمية التزكية (شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے

سوال [۱۰۱۲۲]: مجھے مذہب کی رو سے کوئی طریقہ بتائیے، جس کے مطابق عمل کرنے سے مجھے شک و شبہ اور وسوسات کی اس خطرناک اور مہلک بیماری سے ہمیشہ کے لئے نجات ملے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ بیمار کو اپنا علاج خود نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ماہر قابل اعتماد مصلح کی رائے پر عمل کرنا چاہیے، آپ بھی اپنے لئے کسی شخص کو تجویز کر لیں، جو عالم ہو، متبع سنت، تزکیہ نفس کے لئے کسی بزرگ کے زیر تربیت رہ چکا ہو، ان بزرگ نے اس پر اصلاح و تربیت کے لئے اعتماد کیا ہو، لوگوں کو اس کی تربیت سے نفع ہوتا ہو، پھر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیجئے اور اپنے حالات سے اس کو پوری طرح مطلع کیجئے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے رہیئے، وقت نکال کر اس کے پاس جا کر وقت بھی گزاریئے، اللہ پاک سے دعا کرتے رہیئے وہ مقلب القلوب ہے، آپ کو پریشانی سے نجات دے اور سکون عطا فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ اور طبیب روحانی کی پہچان

سوال [۱۰۱۲۵]: حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مثنوی شریف کو پڑھنے کے بعد کس علم کو قوت اور مدد ملتی ہے۔ اور اس سے کیا فوائد ہیں اور طبیب روحانی کی کیا پہچان ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف معرفت خداوندی کا بیش بہا خزانہ ہے،

جس سے اپنے نفس کے عیوب بھی منکشف ہوتے ہیں، طبیب روحانی کی پہچان کلید مثنوی (۱)، التکشف (۲)، فتاویٰ عزیزی (۳)، القول الجمیل (۴) میں مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۵ھ۔



(۱) (کلید مثنوی لمولانا اشرف علی التھانوی، اداره تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۲) (التکشف عن مهمات التصوف، حقیقت طریقت، ص: ۷، کتب خانہ مظہری)

(۳) (فتاویٰ عزیزی، فضائل شیخ: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

(۴) (شفاء العلیل (ترجمہ) القول الجمیل، شرائط مرشد، ص: ۲۳-۲۵، مدینہ پبلشنگ کمپنی

ما يتعلق بالبيعة

(بیعت کا بیان)

بیعت کا حکم

سوال [۱۰۱۲۶]: طریقہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ پر بیعت کرنا ضروری ہے اور جائز ہے یا نہیں؟ فنا فی الشیخ کا تصور جائز ہے یا نہیں؟ دلیل قطعی سے آگاہ فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاح نفس اور تزکیہ اخلاق ضروری ہے، خواہ کسی صاحب نسبت تتبع سنت بزرگ سے بیعت ہو کر، یا کسی اور طرح سے، فنا فی الشیخ کا تصور کسی شیخ محقق سے دریافت کریں اور یہ اصطلاحی لفظ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۹ھ۔

دوپیر سے بیعت ہونا

سوال [۱۰۱۲۷]: دوپیر سے بیعت ہوئے اور دونوں پیر سے محبت اخلاقی طور پر کرتے ہیں، کیا ایک پیر چھوڑ دیں یا دونوں کے ساتھ مرید بن کر رہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ پہلا پیر شریعت کے مطابق تتبع سنت اور صاحب نسبت ہے اور اس کی تربیت سے فائدہ بھی ہوتا ہے، تو دوسرے پیر سے بیعت نہیں ہونا چاہیے اور اس کو برا بھی نہیں کہنا، اخلاق کا معاملہ سب کے ساتھ کرنا چاہیے، پیر تو بس پہلا ہی پیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

کیا پیر اور مرید کے لئے ایک امام کا مقلد ہونا ضروری ہے؟

سوال [۱۰۱۲۸]: پیر اور مرید کو ایک امام کی تقلید کرنی ضروری ہے یا الگ الگ اماموں کی تقلید

کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے لئے بیعت کی جاتی ہے (۱)، فقہی مسائل میں اگر پیر و مرید کا امام الگ

الگ ہو، تو بھی مضائقہ نہیں، دونوں میں اخلاص ہوگا، تو پھر بھی نفع پہونچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۶ھ۔

تمباکو کے تاجر کو اجازت بیعت

سوال [۱۰۱۲۹]: زید بکر کے یہاں پیری مریدی ہوئی ہے، زید بوجہ ضعیفی اپنے اہل تعلق میں سے دو

صاحبان کو دستار بندی کر کے اجازت دینا چاہتے ہیں، ہر دو صاحبان اللہ اللہ کرنے والے ہیں اور تمباکو نوشی دنی اور خوردنی

کی تجارت کرنے والے ہیں، کیا ان صاحبان کو اجازت دے سکتے ہیں؟ اور چوڑی کی تجارت بھی کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کو اللہ پاک نے اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ، نسبت احسانہ سے نوازا ہے اور استحکام پیدا ہو گیا

ہے، تو ان کو مجاز بنانا درست ہے، تمباکو خوردنی و نوشیدنی کی تجارت حرام نہیں ہے، ناپسند ہے بدبو کی وجہ سے۔ یہ

ایسی چیز نہیں کہ اس کی وجہ سے ایک اہل کو محروم کیا جاوے، چوڑیوں کی تجارت بھی فی نفسہ جائز ہے، مگر اہل خانہ کو

پردہ لازم ہے، ان کو تاکید کی جائے کہ وہ پردہ میں رہ کر کام کریں، بے پردگی سے خوش رہنا جائز نہیں، جو شخص

صاحب نسبت ہوگا، وہ کبھی نا جائز چیز سے خوش نہیں رہ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۵ھ۔

(۱) ”عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: وحوله

عصابة من أصحابه: بايعوني على أن لا تشرکوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادکم“.

(مشكاة المصابيح، کتاب الإيمان: ۱/۱۲، قدیمی)

بغیر اجازت شیخ بیعت کرنا

سوال [۱۰۱۳۰]: اگر کوئی ایسا شخص جو کسی شیخ طریقت سے مجاز نہیں، تو اس کے لئے یہ بات جائز ہے یا نہیں کہ کسی کو اس طرح پر بیعت کر دے جس طرح پر کہ مشائخ طریقت بیعت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح پر ذکر وغیرہ بتائے بعینہ جس طرح پر کہ مشائخ اپنے مریدین کو بتاتے ہیں یا صرف نماز یا روزہ چوری وزنا وغیرہ کے کرنے اور نہ کرنے کی بیعت لیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، کسی کو بیعت کرنے کے لئے اس بیعت کرنے والے کا کسی شیخ طریقت سے مجاز ہونا ضروری نہیں، لیکن اس کے اندر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا جائز ہو، تو پھر اس زمانہ میں جیسا کہ بہت سارے غلط قسم کے پیر بغیر کسی نسبت شیخ کے قائم ہونے کے عوام کو بیعت کرتے رہتے ہیں، ان کو تو یہ ایک سہارا ہوگا کہ علماء نے اس کو جائز کہا ہے۔

دیگر بھی اور مفاسد اس سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، نیز جب کئی کتب تصوف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ راہ تصوف میں کام کرنا ہو، تو بیعت کا ہونا ضروری ہے، ورنہ شیطان اغوا کر کے کہیں سے کہیں لے جائے گا۔ جیسا کہ تصوف کی کتاب ترجیح الجواہر المکیہ میں ہے:

”النفس للنوافل أهل من جهة أنها تعمل ما تعمل بنصوفها وراتها.
فلما في ذك لدعت التصوف وإن طلاق وفي الفرائض هي مقهورة تحت
حكم التكليف ومن حيث أنها لا خطالها فيها وذلك من جملة الحكم
بأشراط الدخول تحت توبية المرثه لتدخل النفس تحت حرات فهوره ونهيه
فلا تعمل بحظها وشهوتها حتى قالوا لا تكون تحت حكم حلاة خير لك من
أن تكون تحت حكم نفسك فقط (۱)۔“

وفي الرسالة القشيرية، ص: ۱۸۲ (۲):

(۱) سائل کی ذکر کردہ عبارت درست نہیں ہے اور جس کتاب (ترجیح الجواہر المکیہ) کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے، وہ کتاب تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی۔

(۲) (الرسالة القشيرية للإمام أبي القاسم عبد الكريم بن هوازن القشيري، باب الوصية للمريدين، ص: =

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: إذا نبشت بنفسها من غير غراس فإنها تورق لكن لا تثمر؛ كذلك المرید إذا لم یکن له أستاذ يأخذ منه طريقته نفساً فنفساً فهو عابد هواه، لا یجد نفاذاً. ثم إذا أراد السلوك فبعد هذه الجملة یجب أن یتوب إلى الله سبحانه من كل زلة؛ فیدع جمیع الزلات وسرها وجهرها وصغیرها وكبیرها ویجتهد فی إرضاء الخصوم أولاً، ومن لم یرض خصومه لا یفتح له من هذه الطريقة بشیء، وعلى هذا النحو جروا“.

اس عبارت سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے اور ایک ایسا شخص جو اگرچہ عالم ہی ہو اور سنت کے متبع ہو، مگر راہ سلوک کے اندر کسی شیخ طریقت کے تحت رہ کر محنت و مشقت اٹھا کر اس کی کیفیت و حقائق سے مطلع نہ ہوا ہو اور اس راہ کی جملہ گھاٹیوں سے واقف نہیں ہوا ہو، اس کے لئے یہ جائز ہو سکتا ہے یا نہیں کہ وہ کسی کی بیعت کر لے اور اس راہ کی تصلیح دے؟ بندہ کو یہ اشکال ہے، براہ کرم مسئلہ کی حقیقت سے بندہ کو مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

نیز حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشادات شیخ الاسلام میں اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل تصلیح الدین میں غیر اجازت یافتہ لوگوں کو کسی کو بیعت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں کے لئے عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالح کی تحصیل ضروری ہے اور صرف درجہ علم تک اس کا جاننا یا سمجھنا کافی نہیں، بلکہ ان سے متصف و آراستہ ہونا اور اس میں ملکہ قویہ اور کیفیت کا حصول نہایت قابل اہتمام ہے، اس دور میں استعدادیں اتنی ضعیف ہیں کہ بغیر شیخ کامل محقق سے رابطہ قویہ قائم کئے اصلاح نہیں ہوتی، اخلاق رفیلہ کی اصلاح نہیں ہوتی اور اس کو احسان اور استحضار نہیں، اس کی صحبت اور بیعت سے دوسروں کو یہ چیز کیسے میسر آئے گی، ایسے شخص کا شیخ بن کر دوسروں کو بیعت کرنا اپنے کو منافع تربیت و اصلاح کے ثمرات سے محروم رکھنا اور طالین کے لئے وصول الی الحق سے صد راہ بنتا ہے، شیخ کامل کی علامت ”الکشف“ وغیرہ میں مذکور

ہے، تربیت کے طرق ضیاء القلوب، تربیت السالک وغیرہ میں مبسوط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۸۵ھ۔

پیر بدلنا

سوال [۱۰۱۳۱]: زید ایک پیر سے مرید ہوا، چند سال کے بعد دوسرے سے، پھر تیسرے پیر سے مرید ہوا، جب کہ پہلا پیر حیات میں ہے، پھر دوسرے، پھر تیسرے پیر کو چھوڑ کر (بغیر اس کی اجازت اور بغیر اطلاع کے) تیسرے چوتھے پیر سے مرید ہوا، اس طرح سے زید نے چار پیروں کو بدلا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجہ ایسا کرنے والا ہر ایک کے فیض سے محروم رہتا ہے، یک درگیر محکم گیر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

بے دین پیر سے بیعت کرنا

سوال [۱۰۱۳۲]: بکرج کر کے آیا اور وہ ایسے آدمی سے مرید ہو گیا جس آدمی کو نمازی پور کے علماء دین نے چند وجوہات کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے کر علیحدہ کر دیا ہے اور اس کو اپنے مرید کے دفتر سے نام کاٹ دیا، تو اب بکرج برقرار رہا یا نہیں؟ اگر برقرار رہا تو ٹھیک کیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بکرج نے خود اسلام کے خلاف کوئی ایسی چیز اختیار نہیں کی، جس سے اس پر کفر کا حکم عائد ہو، تو اس کا حج برقرار ہے (۱)، گمراہ، بد دین، بے عمل، خلاف سنت چلنے والے پیر سے مرید ہونا جائز نہیں، اس میں دین کی تباہی

(۱) "ولو حج أي: مسلم ثم ارتد فعليه الإعادة حتماً إذا استطاع بعد الإسلام". (إرشاد الساري إلى

مناسک الملا علی القاری، باب شرائط الحج، ص: ۳۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

"فلا يقع حج الکافر عن الفرض ولا عن النفل إذا أسلم، ولا المسلم إذا ارتد بعد الحج، وإن

تاب ويجب عليهم ثانياً إذا استطاعوا". (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، کتاب الحج: =

و بربادی ہے، ایسے شخص سے بیعت ہونا چاہیے جو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو، اس کے عقائد قرآن و حدیث کے موافق ہوں، شریعت پر عمل کرتا ہو، تتبع سنت ہو، دنیا کی محبت نہ رکھتا ہو، ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کی پیروی کرتا ہو اور اخلاق فاضلہ سے مزین ہو، کسی تتبع سنت بزرگ کی ہدایات کے ماتحت تزکیہ باطن کر چکا ہو، اہل نسبت بزرگ کا اس پر اعتماد ہو، اس کے پاس جانے سے اور اس کی باتیں سننے سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے، دین کی رغبت زیادہ اور دنیا کی الفت کم ہوتی ہو (۱)، پھر انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= ۵۳۸-۵۳۹، رشیدیہ

(و کذا فی غنیۃ الناسک، باب شرائط الحج، ص: ۳۲، إدارة القرآن کراچی)

(۱) مرید شدن ازان کس درست است کہ در آن پنج شرط متحقق باشد، شرط اول: علم کتاب و سنت رسول اللہ داشتہ باشد..... و شرط دوم: آنکہ موصوف بعدالت و تقویٰ باشد و اجتناب از کبائر و عدم اصرار صغائر نماید۔ شرط سوم: آنکہ بے رغبت از دنیا و راغب در آخرت باشد، و بر طاعات مؤکدہ و اذکار منقولہ کہ در احادیث صحیحہ آمدہ اند مداومت نماید۔ شرط چهارم: امر معروف و نہی از منکر کردہ باشد۔ شرط پنجم: آنکہ از مشائخ این امر گرفتہ باشد و صحبت معتد بہا ایشان نمودہ باشد، پس ہر گاہ این شروط در شخص متحقق شوند مرید شدن ازان درست است۔ (فتاویٰ عزیزی: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

”قال العبد الضعیف: تزکیۃ الأخلاق من أهم الأمور عند القوم..... ولا یتیسر ذلک إلا بالمجاهدۃ علی ید شیخ اکمل قد جاهد نفسه، و خالف هواہ، تخلی عن الأخلاق الذمیمۃ، و تحلی بالأخلاق الحمیدۃ، و من ظن من نفسه أنه یظفر بذلک بمجرد العلم و درس الكتب، فقد ضل ضلالاً بعيداً، فکما أن العلم بالتعلم من العلماء کذلک الخلق بالتخلق علی ید العرفاء..... الخ“۔ (إعلاء السنن، کتاب الأدب، باب الترهیب عن مساوی الأخلاق: ۱۸/۴۴۲-۴۴۳، إدارة القرآن کراچی)

”الولی هو العارف باللہ و صفاته بقدر ما یمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السيئات، المعرض عن الانهماک فی اللذات و الشهوات و الغفلات و اللہوات“۔ (شرح الفقہ الأكبر،

ص: ۷۹، قدیمی)

ما يتعلق بمجالس الصوفية وأذكارهم

(صوفیاء کی مجالس اور ان کے وظائف کا بیان)

ختم خواجگان کی تاثیر

سوال [۱۰۱۳۳]: عرض یہ ہے کہ آج سے تین سال قبل ۶۳ھ میں گپتی کے تہوار پر شہر مالیگاؤں میں فساد ہو گیا تھا، جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانے پڑے تھے، ان کے علاوہ مسلمانوں ہی کو طرح طرح سے پریشان اور خوف زدہ بنا دیا گیا تھا، اسی بے کسی سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے بعد نماز مغرب مسجد میں آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیا تا کہ اس کی برکت سے شہر کے مسلمانوں کو اس آفت سے نجات ملے، اس کے چند دن کے بعد وہی لوگ جن میں دوسرے حضرات شریک ہو کر بعد نماز مغرب مسجد میں ختم خواجگان کے وظیفہ کا سلسلہ جاری کر دیا، جو آج تک جاری ہے۔

الحمد للہ اب تک دوسرا کوئی سانحہ دوبارہ نہیں ہوا، چونکہ ہر عقیدے کے ماتحت یہ سلسلہ جاری کیا گیا تھا، اب یہ عقیدہ زیادہ پختہ ہو گیا ہے کہ ختم خواجگان کی برکت سے مسلمان شہر آج تک محفوظ ہیں، اب یہ حلقہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، اب کچھ مصلیان شہر اس عمل پر معترض ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ عقیدہ کے ساتھ بلاناغہ حلقہ باندھ کر اس اہتمام اور انصرام کے ساتھ جیسا کہ سنت مؤکدہ یا واجب اعمال کو کیا جاتا ہے، قطعی اسلام کے منافی ہے، بلکہ اس عمل کو بدعت فی الدین قرار دیتے ہیں، ختم خواجگان کے اختتام کے وظیفہ خواں حضرات پانی پر دم کیا کرتے ہیں، جسے بعض حضرات اس تصور کے ساتھ اپنے گھر لے جاتے ہیں کہ اس کے استعمال سے مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے اور دیگر امراض سے حفاظت ہوتی ہے، اس تصور کو بھی لغو اور بیکار کہا جاتا ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا، اب آپ کے فیصلہ پر اتفاق کا وعدہ ہے۔

۱..... شریعت اسلامی میں ختم خواجگان کی کیا نوعیت و اصلیت ہے؟

۲..... از روئے قرآن و حدیث و فقہ اس کا صحیح اور جائز طریقہ کار کیا ہے؟

۳..... ختم خواجگان سے متعلق مذکورہ عقائد و تصورات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختم خواجگان میں خلاف شرع کوئی چیز نہیں، جیسا کہ ضیاء القلوب میں مذکور ہے (۱)، جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کا بابرکت اور ثواب ہونا یقینی ہے، جیسے سونے سے پہلے معوذتیں وغیرہ پڑھ کر دم کرنا اور ہاتھ کا جسم پر ملنا احادیث سے ثابت ہے (۲)، اس قسم کا یہ بھی عمل ہے جو کہ اکابر کے تجربہ میں آیا ہوا ہے، اس لئے وقت ضرورت بطور علاج اس پر عمل کرنا درست ہے، مگر اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے، اگر یہ عمل ایسی صورت اختیار کرے، تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۱۳۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے۔

اور اسی کے ساتھ اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اس میں ایسا اہتمام والتزام نہ کیا جاوے کہ لوگوں کو بلا بلا کر اس میں شریک کیا جاوے اور جو نہ شریک ہو، اس پر لعن طعن کیا جائے یا حقارت و برائی کی نگاہ سے دیکھا جائے، اگر ایسا کیا جائے گا تو بدعت اور ناجائز ہو جائے گا (۳)، بلکہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے، جس کا جی

(۱) (کلیات امدادیہ، رسالہ ضیاء القلوب، چوتھا باب قرآن پاک پڑھنے اور نماز ادا کرنے اور دیگر اعمال کی کیفیت، ختم خواجگان چشت کا طریقہ، ختم خواجگان قادریہ کا طریقہ، ص: ۶۵، دارالاشاعت)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أوى إلى فراشه كل ليلة، جمع كفيه ثم نفث فيهما، فقرأ فيهما ﴿قل هو الله أحد﴾ و﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ و﴿قل أعوذ برب الناس﴾ ثم يمسح بهما ما استطاع من جسده يبدأ بهما على رأسه ووجهه، وما أقبل من جسده، يفعل ذلك ثلاث مرات“، (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات: ۱/۷۵۰، قديمي)

(و جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ما جاء فيمن يقرأ من القرآن عند المنام: ۲/۱۷۷، سعيد)
(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها: ۷/۱۶۸، رقم الحديث: ۲۳۳۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) ”قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال“، (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم: =

چاہے شریک ہو، جس کا جی چاہے نہ شریک ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۱۳۸۶ھ۔

پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۱۳۴]: شیخ نے جو وظائف مرید کو بتلائے ہیں، ان کا پورا کرنا مرید پر فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے یا نفل؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا تعالیٰ کی طرف سے نماز، روزہ وغیرہ کی طرح تو فرض نہیں، البتہ حکیم اور ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے نسخہ کی طرح ازالہ مرض کے لئے فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

دل سے دعا پڑھنا

سوال [۱۰۱۳۵]: وقتی دعائیں دل میں پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ درود وغیرہ، کلمہ سوم واستغفار میں اگر زبان سے حرکت نہ کرے، صرف دل میں پڑھے، تو یہ افضل ہے یا زبان سے حرکت دینا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قلبی توجہ ہے، جو کہ خیر ہے، مگر پڑھنا زبان کا فعل ہے، جس کا اجر کثیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

حلقہ ذکر مخصوص ایام میں اور اس میں عورتوں کی شرکت

سوال [۱۰۱۳۶]: بعض لوگ بالاتزام ہر پیر اور جمعرات کو اور کسی کے مرنے پر تیسرے، ساتویں

= ۹۴۶: ۳/۳۱، رشیدیہ)

(وکذا فی السعیة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی فتح الباری، کتاب الصلاة، باب الانفتاح والانصراف عن الیمین: ۲/۴۳۰، قدیمی)

اور چالیسویں دن، راتوں میں حلقہ ذکر منعقد کرتے ہیں اور اس میں عورتوں کو بھی مردوں کے ساتھ بلایا جاتا ہے اور بعض جگہ خود عورتیں (بوڑھی و جوان ہر دو قسم) شریک ہوتی ہیں مردوں کے ذکر کو سننے کی غرض سے، عین ذکر کے موقع پر چراغ گل کر دیا جاتا ہے اور ذکر کے بعد کچھ شرینی تقسیم ہوتی ہے، کیا ایسے حلقوں میں عورتوں کو شرعاً بھیجنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذکر اللہ کی ترغیب اور فضیلت قرآن وحدیث شریف میں بکثرت وارد ہے (۱)، مگر ان ایام اور تاریخوں کی تعیین بے اصل ہے، اس کو شرعی چیز قرار دینا غلط اور بدعت ہے، اس پر التزام کرنا غیر ثابت کو لازم قرار دینا ہے (۲)، جو احکام شرع میں تحریف ہے، جو شرعاً مندوب ہو، وہ بھی اصرار و التزام ہے، مکر وہ ہو جاتی ہے۔
”الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة اه“ (۳).

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (الأحزاب: ۴۱)
وقال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون﴾ (البقرة: ۱۵۲)
”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا یقعد قوم یذكرون اللہ إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة ونزلت علیهم السکينة، وذكرهم اللہ فیمن عنده“۔ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر: ۳۴۵/۲، قدیمی)
”عن أبي الدرداء رضي اللہ تعالیٰ عنه قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا أنبئکم بخیر أعمالکم، وأرضاها عند ملیکم، وأرفعها فی درجاتکم، وخیر لکم من إعطاء الذهب والورق ومن أن تلقوا عدوکم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقکم؟ قالوا: وما ذاک یا رسول اللہ؟ قال: ذکر اللہ“۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب الأدب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قدیمی)

(۲) ”ومنها: التزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعین فی الشریعة“۔
(الاعتصام، باب فی تعریف البدع، ص: ۲۶۱، دارالمعرفة)

(۳) (سباحة الکفر، ص: ۳۴، مجموعة رسائل الکنوی: ۴۹۰/۳، إدارة القرآن کراچی)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب: یشرط العلم بدخول الوقت: ۳۷۱/۱، سعید)

(وکذا فی السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۳/۲، سهیل اکیڈمی لاہور) =

سباحۃ الفکر، ردالمحتار، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، کبیری شرح المنیۃ، طبی، مرقاۃ وغیرہ میں یہ مضمون عبارات مختلفہ موجود ہے، پھر عورتوں کو ایسے حلقوں میں شریک کرنا اور عین ذکر کے موقع پر چراغ گل کر دینا، مستقل مظنہ فتنہ ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۴ھ۔

قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا

سوال [۱۰۱۳۷]: زید یہ کہتا ہے کہ علماء دیوبند سماع قوالی و عرس کو منع فرماتے ہیں، اگر منع ہے تو اولیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی حضرت قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت بابا فرید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے سماع کیوں سنا اور عرس کیوں کیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نے اپنی کتابوں میں سماع اور عرس کو جائز فرمایا ہے، آپ ان کا جواب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں جس چیز کو منع فرمایا گیا ہے، بزرگانِ دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے، اگر کسی چیز کو کسی نے بزرگانِ دین کی طرف منسوب کیا ہے تو وہ نسبت صحیح نہیں، بلکہ غلط نسبت کر کے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے اور بکثرت ایسا ہوتا ہے، جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے، جن سے وہ معذور ہو گئے اور ان پر شرعاً گرفت نہیں، مثلاً: کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، کسی عذر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے، تو غیر معذور کو اتباع کرنا اور ان کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں، عمل تو کیا جائے گا شرعی احکام پر اور ان بزرگوں پر اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

السنة الجلیلیۃ میں بزرگانِ دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق تفصیلی مذکور ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے، اس کو نقل کیجئے تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائے گا۔ ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گڑبڑ بھی کی ہے، مثلاً تراویح کا انکار ہے، تعزیہ کا ذکر بھی موہم۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

کتاب السیر والتاریخ

باب فی شمائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (شمائل نبوی کا بیان)

قدم شریف وغیرہ تبرکات کا حکم

سوال [۱۰۱۳۸]: آج کل جو تبرکات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر جگہ رکھے ہوئے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ مثلاً: ٹائڈہ بادی رامپور میں ایک پتھر ہے جس کو قدم شریف کہتے ہیں، اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے معراج میں جاتے وقت کے نشان پڑے ہوئے ہیں، تو ان کا کیا احترام ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا سند کسی شئی کی نسبت حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا جرأت ہے، اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے (۱)، ٹائڈہ والے پتھر کو بھی بلا سند منسوب کرنے کی اجازت نہیں اور بھی بعض مقامات پر کچھ چیزیں ہیں، بعض کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے، بعض کے متعلق تردد ظاہر فرمایا

(۱) ”عن سلمة هو ابن الأكوع (رضي الله تعالى عنه) قال: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: من يقل على ما لم أقل فليتبوا مقعده من النار.“ (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمی)

(وسنن ابن ماجه، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۵/۱، قديمی)

(وكذا في سنن الكبرى للبيهقي، كتاب اداب القاضي، باب من يشاور: ۱۹۲/۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، امداد الفتاویٰ میں یہ تفصیل مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۶ھ۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعا فرمائی ہے؟

سوال [۱۰۱۳۹]: زید اور بکر میں موضوع بحث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعا نہیں فرمائی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، بکر کہتا ہے کہ بعض مرتبہ شریعت کے معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی ہے، جیسا کہ ترجمہ بخاری شریف (۲) پارہ نمبر ۱۰ مطبوعہ رسالہ مولوی دہلی، حدیث نمبر: ۶۴ کا ترجمہ اس طرح پر تحریر ہے کہ ”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا خط ایک شخص کو دے کر حکم دیا کہ بحرین کو پہنچا دینا، حاکم بحرین نے وہ خط لے کر کسریٰ (شاہ ایران) کو پہنچا دیا، کسریٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خط کو پارہ پارہ کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی اطلاع پائی، تو آپ نے اس کے لئے بددعا فرمائی کہ اس کے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں“، مترجم نے جو لفظ ”بددعا“ استعمال کیا ہے، یہ لفظ زیر بحث ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور بھی بعض مواقع پر ظالموں کے لئے بددعا

(۱) (امداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، نماز ذکر تسبیح وغیرہ کے احکام، موئے مبارک کا اگر اصلی ہونا ثابت ہو تو

اس کی تعظیم و تکریم واجب ہے: ۵۶/۴، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

(۲) ”أن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أخبره: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعث بكتابه إلى

كسرى مع عبد الله بن حذافة السهمي، فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى

كسرى، فلما قرأه مزقه، فحسبت أن ابن المسيب قال: فدعا عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

أن يمزقوا كل ممزق“ (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

إلى كسرى وقيصير: ۶۳۷/۲، قديمی)

فرمائی ہے (۱)، نماز میں قنوت نازلہ میں پڑھی، خاص خاص آدمیوں کے نام لے کر بدو عافرمائی ہے (۲)۔ پھر

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا رفع رأسه عن الركعة الآخرة يقول : اللهم انج عياش بن أبي ربيعة اللهم اشدد وطائك على مضر، اللهم اجعلها سنين كسني يوسف“ . (صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب دعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : اجعلها سنين كسني يوسف : ۱/۱۳۶، قديمی)

”حدثنا أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال : أقبل نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى المدينة وهو مردف أبابكر فالتفت أبوبكر فإذا هو بفارس قد لحقهم فقال : يا رسول الله! هذا فارس قد لحق بنا فالتفت نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال : اللهم اصصرعه، فصرعه الفرس“ (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة : ۱/۵۵۶، قديمی)

”..... دعا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على الأحزاب، فقال : اللهم منزل الكتاب، سريع الحساب، اهزم الأحزاب، اهزمهم وزلزلهم“.

”حدثنا علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال : كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الخندق فقال : ملأ الله قبورهم وبيوتهم نارا كما شغلونا عن الصلاة الوسطى حتى غابت الشمس“ . (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين : ۲/۹۴۶، قديمی)

(۲) ”عن عبد الله رضي الله تعالى عنه فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : اللهم عليك الملاء من قريش، اللهم عليك أبا جهل بن هشام، وعتبة بن ربيعة، وشيبة بن ربيعة، وعقبة بن أبي معيط، وأمّية بن خلف أو أبي بن خلف“ . (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب طرح حيف المشركين في البئر ولا يؤخذ لهم ثمن : ۱/۴۵۲، قديمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أراد أن يدعو على أحد أو يدعو لأحد قنت بعد الركوع حتى أنزل الله ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾“ . (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ : ۲/۶۵۵، قديمی)

(وكذا في تفسير ابن كثير، ال عمران : ۱۲۸ : ۱/۵۳۳، دار السلام رياض)

”وعن مقاتل : أنها نزل في أهل بئر معونة، وذلك أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أرسل أربعين، وقيل : سبعين رجلاً من قراء أصحابه، وأمر عليهم المنذر بن عمرو إلى بئر معونة =

آیت نازل ہوئی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ (۱)۔

اس کے بعد سے بددعا فرمانا بند فرما دیا تھا، لہذا اب تعارض نہ رہا، عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ اپنی ذات خاص کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتقام نہیں لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو معاف نہیں فرمایا کرتے تھے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۸۶ھ۔

لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال

سوال [۱۰۱۴۰]: پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخصوص لباس کیا تھا؟ آپ نے کس لباس کو پسند فرمایا؟ آپ نے حلق و قصر کے اسوہ بنایا، بال ترشوانے میں آپ کا معمول کیا تھا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم اخیر تک کیسا لباس رکھا؟ آپ نے کیسے بال رکھنے کی تحسین فرمائی؟ اگر کوئی شخص آپ کے مخصوص بال کے سوا بال رکھنے یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس لباس کی تحسین کی ہے اس کے علاوہ دیگر لباس مثلاً: کوٹ پتلون، دھوتی قمیص وغیرہ استعمال کرے تو شرعاً کیسا ہوگا؟ جواز و عدم جواز کی تشریح کریں۔

= فاستصرخ عليهم عدو الله فقاتلوا حتى قتلوا فلما علم بذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجداً شديداً، وقت عليهم شهراً يلعنهم فنزلت هذه الآية فترك ذلك“ (تفسير روح المعاني، ال عمران: ۱۲۸ : ۵۰/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (ال عمران: ۱۲۸)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: وما انتقم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لنفسه إلا أن تنتهك حرمة الله فينتقم لله بها“ (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۵۰۳/۱، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباحثته صلى الله تعالى عليه وسلم للآثام، واختياره من المباح أسهله، وانتقامه لله تعالى عند انتهاك حرمة الله : ۲۵۶/۲، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التجاوز في الأمر : ۳۱۶/۲، رحمانيه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چادر، لنگی، کرتا (۱) عمامہ یہی لباس عامۃً ہوتا تھا، اس کو پسند فرماتے تھے، حرام سے حلال ہونے کے لئے حلق کو پسند فرمایا، قصر کی بھی اجازت دی (۲)، عامۃً آپ کے بالوں کے تین حال روایات میں آئے ہیں،

(۱) ”کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس من الثیاب ما وجد من إزار أو رداء أو قمیص أو جبة أو غیر ذلك“۔ (إتحاف السادة المتقین، بیان ادابہ وأخلاقہ فی اللباس: ۲۴۹/۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت) ”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله القميص“۔ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵، سعید)

”عن أبي بردة (رضي الله تعالى عنه) قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساء ملبداً وإزاراً غليظاً، فقالت قبض رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذين“۔ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی إزار رسول الله، ص: ۸، سعید)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: خرج رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات غداة وعليه مرط من شعر أسود“۔ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله، ص: ۲، سعید)

”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: لم يكن ثوب أحب إلى رسول الله من القميص“۔ (الترغيب والترهيب، كتاب اللباس والزينة، الترغيب في القميص، ص: ۵۰۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كنت أمشي مع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وعليه رداء نجراني غليظ الحاشية“۔ (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على إيمانه إن لم يعط رقم الحديث: ۲۴۲۹، ص: ۴۲۴، دارالسلام)

”عن أبي بردة رضي الله تعالى عنه قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساء ملبداً، وقالت في هذا نزع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۳۱۰۸، ص: ۵۱۵، دارالسلام)

(۲) ”كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول حلق رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم في حجته“۔ ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”اللهم ارحم المحلقين قالوا: والمقصرين يا رسول الله! قال: اللهم ارحم المحلقين، قالوا: والمقصرين، قال: والمقصرين“۔ (صحيح البخاري، باب الحلف والتقصير عند الإحلال، رقم: ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ص: ۲۷۹، دارالسلام)

جمہ، لمہ، وفرہ، نصف کانوں تک، کانوں کی لوتک، شانوں تک، ان کے خلاف بال رکھنا مسنون نہیں ہے (۱)۔
کچھ سر پر بال رکھے جائیں، کچھ سر کے کٹا دیئے جائیں، یا منڈا دیئے جائیں، اس کو منع فرمایا ہے (۲)، جو بال
غیر قوموں کا یا فساق کا شعار ہوں، ان کی ممانعت تشبہ کی بناء پر ثابت ہے (۳)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

= (وصحیح مسلم، باب جواز تقصیر المعتمر من شعره وأنه لا يجب حلقه وأنه يستحب كون حلقه،
کتاب الحج، ص: ۵۲۹، دارالسلام)

(وکذا فی الترغیب والترہیب، کتاب الحج، ص: ۳۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) ”عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أي:
واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه --- وكان له، أي: لرأسه الشريف شعر أي: نازل فوق الجمة ودون
الوفرة --- وكانت جمته، تضرب شحمة أذنيه كان يبلغ شعره شحمة أذنيه“. (جمع الوسائل:
۱/ ۹۰-۹۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(وکذا فی أشرف الوسائل، باب ماجاء فی شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۹۳، ۹۴،
دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وسنن أبي داود، باب ماجاء فی الشعر: ۲/ ۲۲۳، إمدادیہ)

”لمة: اللمة بالكسر الشعر المتجاوز شحمة الأذن“. فإذا بلغت المنكبين فهي جمّة“. الوفرة
إلى شحمة الأذن“. (حاشیة جمع الوسائل، ص: ۹۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبياً قد حلق بعض
رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال احلقوه كله أو اتركوا كله“. (مشكاة المصابيح، کتاب
اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(وسنن أبي داود، کتاب الترجل، باب فی الذوابة، رقم: ۴۱۹۵: ۳/ ۱۱۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(وصحیح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، رقم الحديث: ۵۵۵۹، ص: ۹۴۷، دارالسلام)

(۳) ”وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تشبه
بقوم فهو منهم“. (مشكاة المصابيح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قدیمی)

”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف
والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“ أي فی الإثم والخير قال الطیبي، هذا عام فی الخلق والخلق والشعار
ولما كان الشعار أظهر فی الشبه ذكر فی هذا الباب قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لا غير“ =

کے لباس کے خلاف لباس استعمال کرنا مسنون نہیں، جو لباس غیر قوموں یا فساق کا شعار ہو، اس کی ممانعت ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۸۷ھ۔



= (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۲۲۲، رقم الحدیث: ۴۳۴۷، رشیدیہ)

”وکراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا“۔ (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی:

۶/۷۵۳، سعید)

(۱) ”وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (مشكاة المصابيح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

”من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“ أي في الإثم والخير قال الطيبي، هذا عام في الخلق والخلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لا غير“۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۲۲۲، رقم الحدیث: ۴۳۴۷، رشیدیہ)

”وکراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا“۔ (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی:

۶/۷۵۳، سعید)

باب التاریخ (تذکرہ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

ایک حکایت سے لاعلمی

سوال [۱۰۱۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ”آثار سعید“ میں ”بادشاہ جمحہ“ کا واقعہ لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہونا اور دوزخ وغیرہ کا حال بیان کرنا، پھر یہ بدعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر اسی برس تک طاعتِ ربی میں رہنا، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی صحت کا علم نہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۴ھ۔

حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ

سوال [۱۰۱۴۲]: حوا آدم علیہ السلام کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کے جنسی تعلقات قابیل سے ہو جاتے ہیں، ایک عرصہ کے بعد حوا کی آدم سے علیحدگی ہو جاتی ہے، حوا کا آدم علیہ السلام سے ایک لڑکا ہے، جس کا نام قابیل ہے، حوا قابیل سے شادی کرنا چاہتی تھیں، چند شر پسند عناصر کی وجہ سے حوا کے بچے کو نقصان پہونچنے کے خیال سے حوا اور قابیل تنہائی میں ایجاب و قبول کرتے ہیں اور اس کو راز میں رکھتے ہیں۔

۲..... حوا اور قابیل کے نکاح کی کوئی دستاویز نہیں ہے، لیکن ایک بار ایک واقعہ کا سہارا لے کر پرانی تاریخوں میں قابیل کی فرضی دستاویز تیار کی، جن پر دو گواہوں کے دستخط بھی ہوئے، ایک گواہ نے حوا علیہا السلام کے سامنے دستخط کئے اور دوسرے نے حوا علیہا السلام کی غیر موجودگی میں۔

۳..... جس وقت حوا، قابیل نے ایک دوسرے کو قبول کیا، اس وقت ان دو گواہوں میں سے کوئی نہیں

تھا، بعد میں ان دو گواہوں کو فراہم کیا گیا، تا کہ دستاویز مکمل ہو سکے۔

۴..... آدم سے حوا کی علیحدگی کے بعد اگر عدت کے دنوں، یعنی حوا قابیل کے جنسی تعلقات برقرار ہیں اور آگے چل کر دونوں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتے ہیں، تو کیا حوا کی آدم علیہ السلام سے علیحدگی کے بعد اس پر عدت کا لزوم عائد نہیں ہوتا؟

متذکرہ بالا امور کی روشنی میں فن عقائد کی روشنی میں مطلع فرمائیں، آیا عدت کی مدت ختم ہونے سے قبل جنسی تعلقات قائم رکھتے ہوئے حوا، قابیل کا تنہائی میں ایجاب و قبول کرنا، زن و شوہر کی زندگی گزارنا جائز تصور کیا جاسکتا ہے؟ نیز کیا حوا علیہا السلام کی عدم موجودگی میں دوسرے کی دستاویز پر دستخط لینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جب کہ تنہائی میں ایجاب و قبول ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳..... یہ قصہ بالکل افسانہ ہے، ماں سے نکاح کرنا کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) قال الله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳)

”ولا بامرأة أبيه وأجداده، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ﴾“ (الهداية، كتاب

النكاح، باب المحرمات: ۲/۸ + ۳، شرکت علمیہ ملتان)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۶، رشیدیہ)

(عہد صحابہ تاریخ کی روشنی میں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی سے

سوال [۱۰۱۴۳]: ایک عالم نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ بی بی فاطمہ کی دوسری لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خسر تھے، پھر ان کا نکاح آپ کی ننتی سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات صحیح ہے، کتب فقہ، حدیث میں موجود ہے۔

”قال عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): ”فتزوجت“ (شامی:

۱۹۸/۲، کراچی) (۱)۔

”مطلب: فی حدیث: ”کل سبب ونسب منقطع“ کتاب الجنائز، أم

کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (کذا فی رد المحتار: ۵۳۷/۱)۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق یہ بھی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں (۲)، مگر

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع الاسبی ونسبی: ۱۹۸/۲، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ۳۶۷/۱، دار المعرفة)

(۲) ”و كانت قبل أن يتزوجها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند خنيس بن حذافة، وكان ممن شهد بدراً، ومات بالمدينة، فانقضت عدتها، فعرضها عمر على أبي بكر فسكت، فعرضها على عثمان حين ماتت رقية بنت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ما أريد أن أتزوج اليوم، فذكر ذلك عمر =

اس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی سے ان کا نکاح ناجائز نہیں، حرمت مصاہرت یہاں نہیں ہے (۱)، بلکہ اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی سے نکاح ہوتا، تو وہ بھی ناجائز نہ ہوتا، حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۹۹ھ۔

کیا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضائی بھائی تھے؟

سوال [۱۰۱۲۲]: ایک کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے، جس کی بناء پر آپ کو نیکی نے چچا کہا، کتاب کا نام ہے ”اسلام“ حصہ

= لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقال : ”يتزوج حفصة من هو خير من عثمان ، ويتزوج عثمان من هو خير من حفصة“ فلقى أبو بكر عمر فقال : لا تجد علي ، فإن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذكر حفصة فلم أكن أفشي سر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولو تركها لتزوجتها ، وتزوج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حفصة بعد عائشة“ . (الإصابة، كتاب النساء، حرف الحاء المهملة: ۸/۸۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في أسد الغابة، حرف الحاء: ۶/۲۸، دار الفكر)

(و كذا في المستدرک للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر أم المؤمنين حفصة بن عمر بن الخطاب: ۳/۳۸۲، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحَلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ النساء: ۲۴

”أي ما عدا ما ذكرن من المحارم هن لكم حلال“ . (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في تفسير المظهری: ۲/۲۶، حافظ كتب خانہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”أسباب التحريم أنواع، قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملك، شرك، إدخال أمة على حرة، فهي سبعة“ . (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۸، سعيد)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۳، رشیدیہ)

سوم، ص: ۲۹۲، اس کی صاف صاف تفسیر بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی تھے (۱)۔ اور واقعہ مذکورہ بخاری شریف میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۹ھ۔

مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ

سوال [۱۰۱۳۵]: مکہ مکرمہ سے مہاجرین کا قافلہ جب مدینہ منورہ پہنچا، تو انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کر دیا، تو اس صورت میں نکاح کی کیا صورت تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ غلط ہے کہ انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کر دیا، بعض نے یہ کہا تھا کہ تم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا بھائی بنا دیا ہے، اگر باپ مرجاتا ہے اور دو بھائی ہوتے تو دونوں ترکہ برابر تقسیم کر لیتے، اب تم میرے بھائی ہو، لہذا تم میرا آدھا مال لے لو اور میرے پاس دو بیویاں ہیں، ایک کو میں طلاق دے دوں گا، عدت گزرنے پر تم اس سے نکاح کر لینا، اس پر ان مہاجرین نے ان کی محبت کا شکریہ ادا کیا اور کہہ دیا کہ تمہارا مال

(۱) "حمزة بن عبدالمطلب: بن هاشم بن عبد مناف القرشي الهشامي، أبو عمارة عم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأخوه من الرضاعة أرضعتهم ثوية مولاة أبي لهب". (الإصابة، حرف الحاء: ۱۰۵/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

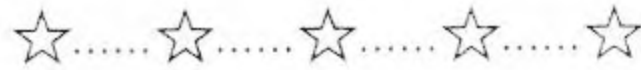
(و كذا في أسد الغابة، باب الحاء: ۶۰۴/۱، دار الفكر بيروت)

(و كذا في الإكمال في أسماء الرجال، ص: ۵۹۰، قديمي)

(۲) "عن البراء رضي الله تعالى عنه قال: اعتمر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في ذي القعدة، فأبى أهل مكة أن يدعوه يدخل مكة..... فخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فبتعتهم ابنة حمزة ياعم! ياعم! فتناولها علي فأخذ بيدها الخ". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۸۲/۱، قديمي)

بھی تمہیں مبارک ہو اور تمہاری بیویاں بھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وسعت فرمائی اور انہوں نے شادیاں کی (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۵/۱۴۲ھ۔



(۱) ”کان المهاجرون لما قدموا بالمدينة يرث المهاجري الأنصاري دون ذوي رحمه للأخوة التي آخى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بينهم، فلما نزلت، ”ولكل جعلنا موالی“ نسخت“. (حياة الصحابة، التوارث بين المهاجرين والأنصار: ۱/۳۸۱، دارالقلم)

”إن عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه قدم المدينة فأخى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بينه وبين سعد بن الربيع الأنصاري رضي الله تعالى عنه فقال له سعد: أي أخي، أنا أكثر أهل المدينة مالاً، فانظر شطر مالي فخذ، وتحتي امرأتان فانظر أيتهما أعجب إليك حتى أطلقها، فقال عبدالرحمن: بارك الله لك في أهلك ومالك، دلوني على السوق، فدلوه، فذهب فاشترى وباع فربح“. (حياة الصحابة، المواخاة بين المهاجرين والأنصار: ۱/۳۸۰، دارالقلم)

(و كذا في أسد الغابة: ۳۳۶۳، عبدالرحمن بن عوف: ۳/۳۷۶، دارالفكر)

(وصحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بين المهاجرين والأنصار: ۱/۵۳۳، نور محمد كتب خانہ)

(تاریخ ہند)

خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا زمانہ

سوال [۱۰۱۴۶]: حضرت شیخ عبدالقادر فخر الدین جیلانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نور اللہ مرقدہ کے زمانہ میں کتنا تفاوت ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تابعین میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں بزرگوں کا زمانہ قریب قریب ہے۔ ان میں تابعین کوئی نہیں، بلکہ یہ حضرات چھٹی ساتویں صدی میں گزرے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔

گاڑا کون ہیں؟

سوال [۱۰۱۴۷]: یہ گاڑا قوم کہاں سے چلی اور کون ہے؟ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں سے یہ نام

(۱) ”الشیخ عبدالقادر الجیلی، ابن ابی صالح أبو محمد الجیلی، ولد سنة سبعین وأربع مائة، دخل بغداد، فسمع الحديث توفي وله تسعون سنة، ودفن بالمدرسة التي كانت له“۔ (البداية والنهاية، سنة إحدى وستين وخمسة: ۶/۷۸، حقانیہ)

”آپ کے والد کا نام اسم شریف، غیاث الدین سنجر تھا، آپ کی پیدائش باتفاق اہل تواریخ ۵۳۷ھ ایران کے علاقہ ستیان قصبہ سنجر میں ہوئی..... آپ کی وفات سلطان التمش کے دور میں ہوئی اور تاریخ وفات بقول جمہور اہل تاریخ ۶ رجب یوم دوشنبہ ہے..... لیکن سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ اتنے اقوال ہیں۔“ (تاریخ مشائخ چشت، خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۶۵، ۱۷۰، مکتبہ الشیخ)

(وتاریخ دعوت وعزیمت، باب اول، خواجہ معین الدین چشتی: ۳/۳۰، ۳۱، مجلس نشریات اسلام)

چلا ہے، اس کے متعلق تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے، نہ کتب فقہ میں، نہ کتب حدیث و تفسیر میں، اس پر بحث ہے۔ ایسا مشہور ہے کہ سلاطین مغلیہ کے وقت کسی جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے ایک فوج کا یہ نام تجویز کیا گیا تھا، پھر ان لوگوں کو حکومت کی طرف سے زمین کاشت کے لئے انعام میں دی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۶ھ۔

گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی؟

سوال [۱۰۱۴۸]: وہ کون کون سے علماء کرام تھے جنہوں نے گاندھی اور نہرو کی ارتھی (۱) پر قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تھی؟

محمد ایوب محمد ابرار، نمبر ۷۷، اسلام پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

الجواب حامداً ومصلیاً:

گاندھی اور جواہر لال نہرو کی ارتھی پر کس کس نے قرآن کریم کی تلاوت کی، مجھے معلوم نہیں۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۴ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) ”ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۴، فیروز سنز لاہور)

کتاب السياسة والهجرة

(سیاست و ہجرت کا بیان)

علماء کی سیاست میں شرکت

سوال [۱۰۱۴۹]: عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جا رہا ہے کہ علماء کرام کو موجودہ سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے، کیا اس بگڑے ہوئے ماحول میں علماء کرام کو خاموش رہنا چاہیے؟ جو علماء کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، کیا وہ غلط کر رہے ہیں؟ کیا علماء کا کام صرف مسجد کی امامت کرنا اور مدرسہ کی تعلیم دینا ہے اور بس؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال آج کا نہیں، بہت پرانا خیال ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق؟ بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو، وہ صحیح طور پر سیاست کو اور پارٹیوں کو سمجھتا ہو اور اس کے اندر صلاحیت ہو کہ سیاست میں شریک ہو کر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہ عمل پیش کرے گا، اس کا سیاست میں شریک ہونا درست و مفید ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إن من أعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر“۔ (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد: ۴۰/۲، سعيد)

”قال الطرابلسي: السياسة نوعان وسياسة عادلة تخرج الخلق من الظالم، وتدفع كثيراً من المظالم، وتردع أهل الفساد، ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد“۔ (معين الحکام: ۱/۱۶۹،

شركة مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ۲۸۹، قديمي)

”میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان“، کہنے کا حکم

سوال [۱۰۱۵۰]: زید کا کہنا ہے کہ پہلے میں مسلمان ہوں بعد میں کچھ اور، مگر کا کہنا ہے کہ پہلے میں ہندوستانی ہوں، بعد میں مسلمان۔ مگر سیاسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ کسی وقت بھی اس کو ترک کر کے دوسرا دین قبول کرنے کی گنجائش نہیں۔

﴿ومن یتبع غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من

الخاصرین﴾ (۱)۔

”وطن“ کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس کو ترک کر کے دوسری جگہ وطن بنالینا (ہجرت کر جانا) بھی درست ہے، بلکہ بعض احوال میں مستحب اور بعض احوال میں ضروری ہو جاتا ہے، لیکن وطن کے حقوق بھی اسلام نے بتائے ہیں، اس کو کلیۃً نظر انداز نہیں کر دیا، البتہ وطن کے حقوق تابع ہیں حقوق اسلام کے، یہ تو اصل حقیقت ہے، مگر مسئلہ فقرہ کو سیاست استعمال کرنے کی وجہ سے اس پر فتویٰ لے کر دیگر مقاصد کا ذریعہ نہ بنایا جائے، کیونکہ اس کا دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستان سے ہجرت

سوال [۱۰۱۵۱]: ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کا اندازہ آپ کو بخوبی طور پر ہوگا۔ میرا وطن

فیروز آباد میں ہے اور اپنی اس چھوٹی سی عمر میں تین بلوے دیکھ چکا ہوں، دو فیروز آباد کے اور ایک علی گڑھ کا، فیروز آباد میں ابھی حال کے بلوے میں پولیس اور پی، اے، سی نے جو جو زیادتیاں کی ہیں، وہ سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں، لہذا ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی بے بسی کے مناظر بھی اور اب حکومت کی خاموشی بھی دیکھ رہا ہوں، ہم سے جو نفرت کا برتاؤ ہوتا ہے، اس کا تجربہ روزانہ ہوتا رہتا ہے، یہ باتیں دیکھ کر بڑی دل آزاری کا باعث بنتی ہے۔

جہاں تک ملازمت کا سوال ہے، وہ تو آج نہیں توکل جائے گی اس لئے کہ روزی کا وعدہ تو اس نے کر رکھا ہے، مگر دل چاہتا ہے کہ اس گھٹن کے ماحول سے نکل کر کہیں چلے جائیں، کسی بھی مسلم ملک میں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہندوستان سے ہجرت جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے بھی تو اکیلے ہجرت کرنے سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اور منشاء کے خلاف تو نہیں، علاوہ ازیں اگر والدین کو ساتھ لے لیا جائے جو ضروری بھی ہے، تب بھی اور عزیز واقارب کے حقوق کی ادائیگی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور سب کو ایک ساتھ کہیں اور ہجرت کر جانا ممکن نہیں ہے، کوئی بھی ملک ہمیں قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا، اس کے علاوہ یہاں کے ماحول سے ڈر کر بھاگ جانے والا کہیں خدا کے نزدیک بزدلانہ فعل تو نہ ہوگا یا خود غرضی میں تو شامل نہ ہوگا۔

میں چاہتا ہوں کہ ساری دشواریوں اور مسائل کے باوجود میں وہ کام کروں جو کارِ ثواب ہو اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہو سکے، دوسری طرف بڑی بڑی تمنائیں بھی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور جہاں آپ نے زندگی گزاری اور جہاں ہمارے بزرگوں نے لق و دق صحراؤں اور پتھریلی چٹانوں کے بیچ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، بیسوں مقامات ہیں جنہیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے، جی چاہتا ہے کہ وہیں رہ کر زندگی گزاروں، ایک طرف یہاں کی دشواریوں اور میری تمنائیں تو دوسری طرف والدین اور قوم کے حقوق ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، آیا کہیں باہر جانے کے لئے ہاتھ پیر ماروں یا یہیں رہ کر قوم کی خدمت کروں؟ اپنی بیش قیمت رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، اسلامی نقطہ نظر سے کیا صحیح ہے اور خدا میرے کون سے فعل سے خوش ہو سکتا ہے؟

دوسرا مسئلہ جو پریشان کرتا ہے وہ اسرائیل سے عربوں کی جنگ مسلسل جہاد کا درجہ رکھتی ہے، جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہندوستان کے مسلمان اس جہاد میں حصہ نہ لے کر کہیں خدا کی خفگی تو نہیں مول لے رہے ہیں، دوسرے یہ کہ اگر دنیا میں کہیں ہو اور مکہ شریف کے مفتی اعظم نے جہاد کا اعلان کر دیا تو آیا ساری دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا یا الگ الگ ممالک کے مسلمان اپنے ملک کے مفتی کے اعلان کا انتظار کریں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص کسی مقام پر رہ کر احکام اسلام بجالاتا ہو، کوئی رکاوٹ غیر کی طرف سے نہ ہو، اس کے ذمہ

ہجرت نہیں۔ جو شخص اپنی جگہ احکام اسلام بجالانے پر قادر نہیں، غیر کی طرف سے رکاوٹ ہے اور کسی دوسرے پر امن مقام پر جانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہاں جا کر احکام اسلام بجالانے سے کوئی رکاوٹ نہیں، اس کے ذمہ ہجرت ہے (۱)۔

یہ تو اصل کلی ہے اس کو سامنے رکھ کر حالات کا جائزہ لیا جائے، جن پریشانیوں میں یہاں ابتلاء ہے، ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہاں سے جانے کے اسباب اگر کسی کو میسر ہوں اور دوسری جگہ کی حکومت قبول بھی کرے، تب بھی کلی سکون دشوار ہے، کیونکہ وہاں دوسری قسم کی پریشانیاں ہیں، ان سے گھبرا کر کسی اور جگہ ہجرت کی فکر ہوگی، طریق نبوت پر آج کوئی حکومت نہیں، علاوہ ازیں موجودہ پریشانیوں کے اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اسباب ہیں خود ہمارے اپنے اخلاق و اعمال (۲)۔ یہ اخلاق و اعمال ہمارے ساتھ ساتھ جہاں بھی ہوں گے، وہیں پریشانیاں ہوں گی۔

جیسے کسی جسم میں آتش گیر مادہ ہو، جہاں جائے گا، وہیں آگ لگے گی، کیونکہ دنیا کا کوئی ملک آگ سے خالی نہیں، ایسے شخص کے لئے نجات کی یہ صورت نہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور دوسرے سے تیسرے میں جان بچانے کے لئے جائے، بلکہ اس کے لئے تو دانش مندانہ تدبیر یہ ہے کہ اس آتش گیر مادہ کی اصلاح کرے، پھر جہاں بھی رہے گا، امن میں رہے گا، جن اخلاق و اعمال پر خدائے پاک کا غضب جوش میں آتا اور اس کا قہر نازل ہوتا ہے، وہ جب تک ساتھ رہیں گے، غضب اور قہر سے کوئی حکومت بچا نہیں سکتی، اگر ان کی اصلاح کر کے ایسے اخلاق و اعمال اختیار کئے جائیں، جن پر رحمت و سکینہ کا وعدہ ہے تو ہر جگہ سکون نصیب

(۱) ”والآیۃ تدل علی أن من لم يتمكن من إقامة دینہ فی بلدہ کما یجب، و علم أنه يتمكن من إقامته فی غیرہ حقت علیہ المهاجرة“، (التفسیرات الأحمديۃ، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۶، قدیمی)

(و کذا فی أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷، ۲/۳۵۳، قدیمی)

(و کذا فی التفسیرات الأحمديۃ، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، کریمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿و کذلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما كانوا یکسبون﴾ (الأنعام: ۱۲۹)

”استدل به علی أن الرعية إذا كانوا ظالمین فالله تعالى یسلط علیهم ظالماً مثلهم، وفي

الحديث: ”کما تكونوا یولی علیکم“، (روح المعانی، الأنعام: ۱۲۹، ۸/۳۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب الانقلاب والاقتصار: ۳/۲۷۸، سعید)

ہوگا، کوئی حکومت اس کو چھین نہیں سکتی۔

”الاعتدال فی مراتب الرجال“ (۱) میں پوری تفصیل مذکور ہے، انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اس کا مطالعہ مفید ہوگا، یہ بھی واضح رہے کہ عمومی بگاڑ کے وقت ایک دو شخص کا اپنی اصلاح پر قناعت کر لینا اور سمجھ لینا کہ اس سے سب کی مصیبت ٹل جائے گی، صحیح نہیں، بلکہ اس کے لئے عمومی جدوجہد کی ضرورت ہے، آج کا جہاد یہ ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے اور اخلاق و اعمال کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات کے تحت اختیار کرنے کی ان تھک کوشش کی جائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا

سوال [۱۰۱۵۲]: عرصہ پندرہ ماہ قبل چند آدمیوں نے مجھے برادر بہشتیاں کا سرپنچ بنا دیا تھا، لیکن جب قوم کے سامنے یہ سرپنچی کی بات آئی تو اس پر بارہ آنے بھر لوگوں نے مخالفت کی اور چار آنے بھر موافقت کی اور جب ہی سے اختلاف بدستور قائم ہے اور کئی مرتبہ مجھ کو شرمندگی بھی اٹھانی پڑی قوم کے سامنے۔ لہذا اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سرپنچی (۲) کی صورت میں آپ کے ذریعہ قوم کی اصلاح متوقع ہو کہ غلط رسمیں ختم ہو کر احکام شرع کے موافق زندگی بنے تو آپ سرپنچ رہیں اور جو لوگ مخالف ہیں، حسن تدبیر سے ان کے ساتھ معاملہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، اگر اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ اس میں شر اور فساد ہو، تو سرپنچی سے الگ ہو جائیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۵ھ۔

(۱) (الاعتدال فی مراتب الرجال معروف بہ اسلامی سیاست، مکتبۃ الشیخ)

(۲) ”سرپنچ: پنچائیت کا سربراہ، پنچوں کا سردار، صدر، میر مجلس“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیۃ، فالإمام =

حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑنا

سوال [۱۰۱۵۳]: اکثر بلاد میں فساد کا سلسلہ شروع ہے، کوئی شہر محفوظ نہیں، شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں ہے اور سامان حرب نہ ہونے کی وجہ سے کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جان و مال عزت و آبرو و ہر چیز کی قربانی دینی پڑتی ہے، ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ کہ جب ہمارے شہر میں فساد کا خطرہ مخصوص اوقات میں ہے، تو کیا اس شہر میں رہ کر جان و مال عزت و آبرو سب کچھ کر قربان کر دیں، کیونکہ بلوائیوں کا مقابلہ تو کر نہیں سکتے۔ یا مخصوص ایام میں چند دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر محفوظ مقامات دیہات وغیرہ میں چلے جائیں؟ اگر اس شہر میں رہنے کا حکم ہے جانے کی اجازت نہیں، اگر جانے کی اجازت ہے تو شخصی طور پر یا مجموعی طور پر بھی جانے کی اجازت ہے، جو حکم ہو، مفصل طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص ایک بستی میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا، بلکہ دشمنوں میں گھرا ہوا پاتا ہے اور اس کو اپنی جان کا، ایمان کا، اولاد کا، مال کا خطرہ ہے، تو اس کو اجازت ہے کہ اس جگہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چلا جائے، خواہ اس بستی میں دوسرے مکان یا دوسرے محلہ یا پھر دوسری بستی میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

= الأعظم الذي على الناس راع، وهو مسئول عن رعيته“ (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب قوله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾، ص: ۱۲۲۹، دار السلام)

”وعنه رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحة إلا لم يجد رائحة الجنة“ متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

”الراعي ههنا الحافظ المؤمن على ما يليه، أمرهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالنصيحة فيما يلونهم، وحذرهم الخيانة فيه بإخباره، أنهم مسئولون عنه“ (التعليق الصحيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۲۶۲، رشيدية)

(۱) ”والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه المهاجرة“ (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۶، قديمي) =

گناہ والی جگہ میں قیام کرنا

سوال [۱۰۱۵۴]: اگر کسی جگہ حرام کام بکثرت ہوتا ہے اور اس کو روکا جائے اور وہ رکے نہیں تو وہاں رہنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ دوسری جگہ بھی رہ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے ذریعہ سے اصلاح کی توقع ہے، اگرچہ رفتہ رفتہ ہو، تو وہیں رہنا بہتر ہے، اگر خود اس کے اندر مبتلا ہو جانے کا اندیشہ معلوم ہو، تو اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹ھ/۲/۱۷۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹ھ/۲/۱۷۔



= (و کذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قدیمی)

(و کذا في التفسيرات الأحمديّة، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، کریمی)

(۱) ”والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في

غيره حقت عليه المهاجرة“۔ (التفسيرات الأحمديّة، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۶، قدیمی)

(و کذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قدیمی)

(و کذا في التفسيرات الأحمديّة، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، کریمی)

(امامت اور خلافت کا بیان)

حرین شریفین پر کافر کی حکومت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۱۵۵]: حرین شریفین پر کافر کی حکومت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ حرین شریفین کو کفار کے تسلط سے محفوظ رکھ لیں گے، حتیٰ کہ آخری دور میں دجال کو بھی وہاں داخلہ کی جرات نہیں ہوگی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ دین سب جگہ سے سمٹ کر حجاز میں آجائے گا، جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔

”إن الشيطان قد أيس من أن يعبد المصلون في جزيرة العرب“

الحديث (مشكاة شريف، ص: ۱۹) (۱).

”قال: ”لا يدخل المدينة رعب المسيح الدجال، لها يومئذ سبعة

أبواب، على كل باب ملكان“ رواه البخاري (۲)، مشكاة شريف: ۲/۲۷۵.

”فلا أدع قرية إلا هبطتها في أربعين ليلة غير مكة وطيبه، هما

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول: ۱/۱۹، قديمی)

(و صحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه الخ: ۳/۲۷۶، قديمی)

(و كذا في جامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في التباعد: ۲/۱۵، سعيد)

(۲) (كتاب الرقاق، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، الفصل الأول: ۲/۴۷۵، قديمی)

(و صحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب لا يدخل المدينة الدجال: ۱/۲۵۲، قديمی)

(و كذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي بكر نافع بن الحارث بن كلدة رضي الله تعالى عنه،

رقم الحديث: ۱۹۹۶۲: ۳۱/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

محرمتان علي كلتاهما، كلما أردت أن أدخل واحداً منهما استقبلني ملك
بيده السيف صلتا يصدني عنها“ مشكاة شريف: ٢/٤٧٦ (١).

”عن عمرو بن عون: “إن الدين ليأرز إلى الحجاز كما تأرز الحية
إلى جحرها“. الحديث (٢) (مشكاة شريف: ١/٣٠). فقط والله تعالى أعلم.



(١) (كتاب الرقاق، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، الفصل الأول: ٢/٤٧٥، ٤٧٦، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب قصة الجساسة: ٢/٢٠٢، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب في خبر الجساسة: ٢/٢٢٢، إمداديه)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ١/٣٠، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً: ٢/٩١، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب الإيمان يأرز إلى المدينة: ٢/٢٥٢، قديمي)

(انتخابات کی شرعی حیثیت)

الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کرانا

سوال [۱۰۱۵۶]: چہ می فرمائند علماء عظام اندریں مسائل:

الف..... غیر اسلامی ولادینی حکومت کی تائید و حمایت کرنا۔

ب..... اس کے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا۔

ج..... ان کی عدالتوں سے متنازع مسائل کا حل تلاش کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم ٹانڈہ، فیض آباد، یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف..... جو حکومت اسلام کی یا کسی بھی مخصوص دین کی پابند نہیں، اس کے زیر اثر رہنے والے مسلمانوں کو ایسے امور میں تائید و حمایت کرنا شرعاً درست ہے، جن سے احکام اسلام منہدم نہ ہونے متصور ہوں۔

ب..... حقوق کی حفاظت اور ظلم سے بچاؤ کے لئے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا بھی درست ہے۔

ج..... باہمی منازعت کا فیصلہ عدالتوں سے تلاش کرنا درست ہے، تاکہ حق دار کو حق پہنچ جائے، ظلم

نہ ہونے پائے، ظلم کرنے کے لئے کسی سے بھی تعاون جائز نہیں، اس سے بچنا اور بچانا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ

(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”المسلم أخو

المسلم، لا يظلمه ولا يسلّمه، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج

الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة“ متفق عليه. (مشكاة

المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۹۵۸:

۳/۲۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

”وعن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله

ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته“ ثم قرأ: ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ متفق =

تعالى اعلم -

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم ديوبند، ٦/٨/٩٣ هـ -



= عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الظلم، الفصل الأول، رقم الحديث: ٥١٢٣ :

٢٣٥/٣، دارالكتب العلمية بيروت)

”وعنه (أي: أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :

”لتؤذن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة، حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء“. رواه مسلم. (مشكاة

المصابيح، كتاب الأداب، باب الظلم، الفصل الأول، رقم الحديث: ٥١٢٨ : ٢٣٦/٣، دارالكتب

العلمية بيروت)

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

خواب پر حکم

سوال [۱۰۱۵۷]: چند روز پہلے یہاں کے نیک بخت آدمی نے خواب دیکھا کہ اس کی غیر شادی شدہ لڑکی کے گھر میں ایک بچہ ہے (جس کے بارے میں موضع کی مسجد کے امام صاحب نے افواہ مچایا تھا کہ اس نے نکاح کر لیا ہے اور فرضی گواہ کا نام بتایا تھا، مگر گواہ کے انکار کی وجہ سے نکاح باطل ثابت ہوا اور اس مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ حاصل کر لیا گیا) اس فتویٰ کے بعد یہ خواب دیکھا اور والد نے غصہ میں آ کر اس بچہ کو چیر دیا اور مار ڈالا، مگر آن کی آن میں وہ بچہ زندہ ہو گیا اور جیسا تھا ویسا ہو گیا، اس خواب کے بعد وہ بے چارہ بے حد پریشان ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب پر فتویٰ نہیں دیا جاتا، تاہم جو فتویٰ آپ نے منگایا ہے، وہ بھیجئے، اس کے ساتھ سوال بھی ہونا چاہیے، جس پر فتویٰ دیا گیا ہے، تب کچھ معلوم ہو سکے گا، خواب کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی پریشان خواب نظر آئے، تو بائیں طرف تھوک دیا جائے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا جائے اور دعا کر لی جائے کہ یا اللہ! پریشان خواب اور اس کے برے اثر سے محفوظ رکھ (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۶ھ۔

(۱) ”عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، يقول: لقد أرى الرؤيا، فتمرضني، حتى سمعت أبا قتادة (رضي الله تعالى عنه). يقول: وأنا كنت أرى الرؤيا فتمرضني حتى سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: الرؤيا الحسنة من الله تعالى، فإذا رأى أحدكم ما يحب فلا يحدث به إلا من يحب، وإذا رأى =

خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا

سوال [۱۰۱۵۸]: میں نے ایک خواب دیکھا وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ رونق افروز ہیں اور ہجوم ہو رہا ہے، لائن لگی ہوئی ہے، حق تعالیٰ ایک ایک شخص کو بلاتے ہیں اور آسان کچھ معمولی سا سوال کر کے رخصت کر دیتے ہیں، جب احقر کا نمبر آیا، تو حق تعالیٰ نے کوئی سوال کیا، وہ سوال تو مجھ کو معلوم نہیں ہے اور نہ اور لوگوں کا کوئی سوال معلوم ہوا کہ کیا سوال کیا گیا اور نہ جواب معلوم ہے، جب احقر سے سوال ہوا تو بجائے اس کے کہ میں کچھ جواب دیتا، ہیبت اور خوف سے یک دم رقت طاری ہو گئی اور خوب رویا، رونے کے بعد جب آنکھ کھولی، تو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نصیب ہوا، مگر اور تو کچھ نظر نہیں آیا، صرف حق تعالیٰ جل شانہ کی سیاہ ریش مبارک نظر آئی، خیال ہوا کہ حق تعالیٰ تو صورت و شکل اور ریش وغیرہ سے پاک ہیں، یہ کیا بات ہے؟

دوسرے یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کتنا زمانہ گزر چکا اور اس سے قبل نہ معلوم کس قدر زمانہ گزرا ہوگا، مگر حق تعالیٰ اب تک جوان ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ دنیا میں علماء نے ہم لوگوں کو اس قدر ڈرایا کہ ہمارے ہوش گم ہو گئے، لیکن یہاں تو حق تعالیٰ کسی سے کچھ بھی نہیں کہتے، معاملہ بالکل برعکس ہے اور حق تعالیٰ اس قدر رحیم و کریم ہیں، کہ آسان سوال کر کے رخصت کر دیتے ہیں، اگر حقیقت میں یہ خواب ہے، تو براہ کرم تعبیر سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب مبارک ہے، ان شاء اللہ سہولت کا معاملہ ہوگا، علماء کا ڈرانا بھی از خود نہیں، وہ بھی روایات و نصوص سے ماخوذ ہے، فضل خداوندی جس پر ہو جائے، وہ محفوظ رہتا ہے، خدائے پاک صورت و شکل سے پاک صاف ہیں، مگر ان کی تجلی جب ظاہر ہوتی تو بہترین صورت میں ہوگی اور وہ صورت انسانی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ

= مایکرہ فلیتعوذ باللہ من شرھا ومن شر الشیطان ولیتفل ثلاثاً ولا یحدث بها أحداً، فلا یحدث به إلا من یحب فبأنھا لا تضره“۔ (صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب إذا رأى أحدکم مایکرہ فلا یخبر بها ولا یذکرھا: ۱۰۴۳/۲، قدیمی)

(و کذا فی عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول إذا رأى فی منامه مایکرہ، ص: ۶۹۱، مکتبۃ الشیخ)

(وسنن ابن ماجہ، باب من رأى رویا یکرھھا: ۴/۱۱۱، دار الجیل)

تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں انسان کی بہترین صورت میں دیکھا ہے، تغیرات زمانہ (بڑھاپہ وغیرہ) سے بالاتر ہیں، جو صورت بھی دیکھی جائے وہ اصلی صورت نہیں، کیونکہ وہ حادث اور غیر ہے، بلکہ ایک نوع کی تجلی ہے (۱)۔
شیطان بھی آکر بتا سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۸۸ھ۔

خواب میں اللہ تعالیٰ کی سواری دیکھنے کا حکم

سوال [۱۰۱۵۹]: سائل کا بیان ہے کہ میری عمر ۴۴ سال ہے، بچپن سے کبھی کبھی یہ خواب دیکھتا ہوں کہ جیسے کسی کی سواری اڑی ہوئی آرہی ہے اور وہ سواری اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ جیسے نیچے اتر رہے ہیں اور یہ سواری گرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، فوراً میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں بہت پریشان ہوتا ہوں، لیکن آج تک وہ سواری گری نہیں، گرنے سے پہلے آنکھ کھل جاتی ہے، اب براہ کرم اس خواب کی تعبیر دیں۔

(۱) ”ومن رأى أن الله سبحانه وتعالى حاسبه أو غفر..... لقي الله في القيامة كذلك“۔ (کتاب الإشارات في علم العبارات لخليل بن شاهين الظاهري المطبوع مع منتخب الكرام في تفسير الأحلام وتعطير الأنام في تعبیر المنام، ص: ۶۰۴، دارالفکر)

(و كذا في منتخب الكرام في تفسير الأحلام للإمام محمد بن سيرين المطبوع مع كتاب الإشارات في علم العبارات وتعطير الأنام في تعبیر المنام، ص: ۳۹۹، دارالفکر)

(و كذا في تعطير الأنام في تعبیر المنام المطبوع مع منتخب الكرام في تفسير الأحلام ومع كتاب الإشارات في علوم العبارات، ص: ۹، دارالفکر)

”ولا جسم لأنه متركب ومتحيز..... ولا مصور أي: ذي صورة، وشكل مثل صورة انسان، أو فرس“۔ (شرح العقائد النسفية، الدليل على كونه ليس جسماً، ص: ۳۸، ۳۹، قديمی)

(و كذا في النبراس، بحث الكرة، الحي القادر العليم، ص: ۱۱۱، ۱۱۲، حقانيہ ملتان)

”﴿فلما تجلى ربه للجبل﴾ فإن التجلي على وجهين: ظهور بالروية أو الدلالة، والروية مستعلية في الله تعالى فهو ظهور آياته التي أحدثها لحاضري الجبل“۔ (أحكام القرآن للجصاص:

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ جس کو حاصل کرنا آپ کی توجہ پر موقوف ہے، غفلت سے حاصل نہیں ہوتی، اتباع سنت اور پورے دھیان کے ساتھ متوجہ رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۰]: ایک رضا خانی نے اپنی تقریر میں ایک خواب بیان کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر کیڑے پڑ گئے، ایک صالح سے دریافت کیا، تو مجھ سے فرمایا کہ امت کے اعمال کی وجہ سے کیڑے پڑ گئے ہیں، مگر رضوی گروہ کے لوگوں نے دین کا کام بہت کیا ہے، تو اچھا ہونے لگا، ایسا خواب غلط ہے یا نہیں؟ مجھے تو امید کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، رضا خانیوں کی غلط بیانی ہے، میں دیوبندیوں سے تھوڑا سا تعلق رکھتا ہوں، وہیں سے فارغ ہوں، میرا خیال اصح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اطہر کیڑوں وغیرہ سے قطعاً محفوظ ہے، رضا خانی اپنے بدعقائد اور بد اعمال سے سنت کو مٹاتے ہیں، اسی سے جو تکلیف روحانی پہنچی ہوگی، وہ اس رضا خانی کو کیڑوں کی شکل میں نظر آئی، اب رضوی گروہ کے لوگ تائب ہو کر تبلیغی جماعت میں آرہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس سے راحت پہنچی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۹ھ۔

خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۱]: ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ روٹیوں پر قرآن پاک لکھا ہوا ہے، کچھ لوگ ان روٹیوں کو زمین میں دفن کر رہے ہیں، میں ان لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ ان کو اس جگہ دفن مت کرو، یہ راستہ آنے جانے کا ہے، بے ادبی ہوگی، ان کو جنگل میں دفن کر دو، مگر ان لوگوں نے دروازے کے آگے ہی دفن کر دی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل قرآن کریم کو روٹی کما لینے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور بجائے اس پر عمل کرنے کے یہ فکر ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا

سوال [۱۰۱۶۲]: زید ایک روز خواب میں اپنے آپ کو درس حدیث میں حاضر پاتا ہے اور محدث صاحب کو حدیث پڑھانے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کی تعبیر کیا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ان شاء اللہ حدیث پاک کی برکات زید کو حاصل ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۴۰۱ھ۔

خواب میں حج کرنا

سوال [۱۰۱۶۳]: ایک شخص نے بروز جمعہ، بوقت تین بجے شب کو جو کہ شب سنیچر بھی کہی جاسکتی ہے، خواب دیکھا کہ حج کو جا رہا ہوں، تو میری بیوی اور والدہ بھی تیار ہو گئیں، ہم چلے بھی گئے، ملنے والے پہچانے بھی گئے اور کعبہ شریف پہنچ بھی گیا، کعبہ شریف کے پاس بیٹھ کر بالو والی زمین کو لکڑی سے ہٹا رہے تھے کہ میرے کانوں میں آواز آئی:

”اللهم ليک اللهم ليک“

ہم نے بھی اسی مجمع میں مل کر ”اللهم ليک الخ“ شروع کیا اور ہمیں پتہ نہیں، میری والدہ اور میری بیوی کہاں ہے، اس مجمع میں ایک آدمی نے کہا، میرے کھانے میں بیس روپے خرچ ہو گئے ہیں اور میری آنکھ کھل گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، اگر آپ کے ذمہ حج فرض ہے تو جلد از جلد تیاری کیجئے، اگر فرض نہیں تو

دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ انتظام فرمادے، میں بھی دعا کرتا ہوں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۲/۹۴ھ۔

دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کر کے آیا ہوا پایا

سوال [۱۰۱۶۴]: بنگال کے ایک شخص کا لڑکا عبدالمبارک ۱۹۷۱ء کی ہندو پاک کی جنگ میں ہندوستان فوج کے ہاتھ گرفتار ہو گیا تھا، اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں زندہ ہے یا وفات پا گیا، اس کے باپ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں گھڑی باندھی ہے اور کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے لڑکا عبدالمبارک حج کر کے آ گیا ہے۔

نوٹ: والد نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا زندہ آ گیا، تو اس کو حج کرنے بھیج دوں گا۔

۲..... اس کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ لڑکے کے والد اپنے والد مرحوم سے کہہ رہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے خط بھیجو، میں پیسہ روانہ کر دوں گا، اس خواب سے متعلق یہ بات ہے کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم کی طرف حج بدل کر رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... پہلے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لڑکا انشاء اللہ تعالیٰ اچھے حال میں ہے اور اس سے جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں، وہ ان سے تائب ہو گیا (۲)۔

۲..... اس میں اشارہ ہے کہ حج بدل کرانے کی وجہ سے والد خوش ہیں اور جو کچھ حج بدل میں خرچ ہوا ہے، اس سے بہت زیادہ حق تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر خواب میں دیکھے کہ اس نے حج کیا ہے، تو حق تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۲۲۳، ادارہ اسلامیات)

(۲) ”خواب میں حج کرنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور مناسک حج میں سے بعض کو ادا کرنا دینی درستگی اور دین پر استقامت، ثواب ملنے، خوف سے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے..... اور اگر گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے تو راہِ راست پر آئے گا۔“ (خواب اور تعبیر، تعطیر الأنام فی تعبیر المنام، ص: ۲۰۱، ادارہ اسلامیات)

خواب میں وضو کرتے ہوئے مینار دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۵]: مجھے خواب میں نظر آیا کہ وضو کر رہا ہوں، جب مینار کی طرف دیکھا تو مینار آسمان سے زمین تک بل رہا ہے، اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شعار بلند ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۴ھ۔

خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۶]: عرض ہے کہ اکثر چار چھ روز میں خواب میں اپنے آپ کو برہنہ ننگا دیکھتا ہوں اور خواب میں ہی شرمندہ ہوں، اس لئے آپ صاحبان سے گزارش ہے کہ میرے خواب کی تعبیر برائے کرم روانہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، یہ اشارہ ہے کہ اپنے اندر جو عیوب اور گناہ ہیں، وہ سامنے آرہے ہیں (۱)، ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ۔

خواب میں استاد کو برہنہ دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۷]: میں نے خواب میں اپنے استاد کو دیکھا کہ برہنہ حالت میں کہیں جا رہے ہیں، میں نے ان سے نرمی سے پوچھا کہ اس طرح کہاں جا رہے ہیں اور میں نے ان کو اس حالت میں اپنی گود میں اٹھا لیا، تا کہ ان کو کپڑے پہنالوں، بس فوراً ہی میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

(۱) حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواب میں برہنہ ہونا صالح مرد کے لئے خیر اور نیکی ہے۔ (تعبیر الرؤیا، ص:

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب مبارک ہے، اشارہ ہے کہ استاد محترم اس دنیا کے فانی لباس کو ترک کر کے لباس التقویٰ اختیار کر رہے ہیں اور آپ غایت تعلق کی بناء پر خیر خواہی اس میں سمجھ رہے ہیں کہ اسباب دنیا کو وہ ترک نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں کیکر کی ڈالی میں چمبیلی کے پھول دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۸]: ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک ڈالی کیکر کی سوکھی زمین پر پڑی ہے، کیکر کی ڈالی پر چمبیلی کے پھول اور یہ ڈالی قبرستان میں پڑی دیکھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسا اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ نا اہل کو بھی اہل بنا کر اس سے کام لے لیتے ہیں، نا اہل سے بھی اہل کو پیدا فرمادیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا

سوال [۱۰۱۶۹]: خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سال سے دیکھ رہا ہوں کہ کوڑھ والا آدمی میرا پیچھا کرتا ہے، جس کے سارے بدن پر زخم ہیں، کبھی ایک آدمی مجھے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی دو آدمی، مجھے بہت زیادہ ستاتے ہیں، میں بھاگتا ہوں اور مجھے یہ لوگ زبردستی پکڑنا چاہتے ہیں، اسی طرح چھ دفعہ دیکھا، آج سے چار روز پہلے خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے بدن میں سفید داغ ہو گیا ہے، دو جگہ نیند ٹوٹی، بہت گھبرایا، صبح خیال کیا تو بدن میں کچھ نہیں ہے، اب کافی ڈر محسوس کرتا ہوں، براہ کرم اس خواب کی تعبیر بتائیں اور چھٹکارا کا کوئی راستہ بتائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے دور رکھے، میری عمر اکتیس سال دو ماہ ہے، میرا پیشہ درزی کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے کچھ حقوق آپ کے ذمہ رہ جاتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ جو لوگ

کیڑا سلوانے آتے ہیں، ان کا کچھ کیڑا بچا ہوا رہ جاتا ہو یا اور کوئی صورت ہو، غلط آمدنی کھانے سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں، خوب سوچ کر جس جس کا حق ذمہ ہے، اس کو دے دیں اور معافی چاہیں، اللہ کے سامنے بھی توبہ کریں، اللہ آپ کو محفوظ رکھے، ہر غلط آمدنی سے بچائے، حلال روزی برکت والی عطا فرمائے (آمین)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۱۳۹۹ھ۔

خواب میں حیض والی گدی سے استنجاء خشک کرتے ہوئے دیکھنا

سوال [۱۰۱۷۰]: خادم نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ کہ میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں گیا تو قضائے حاجت کے بعد استنجاء خشک کرنے کے لئے بجائے مٹی کے ڈھیلے کے، عورتوں کی ماہواری حیض کی گدی سے استنجاء کر رہا ہوں، یہ خواب دوپہر میں قیلولہ میں سوتے وقت دیکھا، اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلیہ کے ساتھ مباشرت میں اس کا خیال رکھا کریں کہ وہ ماہواری سے فارغ ہونے کے بعد پوری طرح غسل کر کے پاک صاف ہو جائے، تب مباشرت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود وغفرلہ۔



کتاب الطہارۃ

باب فی نواقض الوضوء

(نواقض وضو کا بیان)

کیا آنکھ کے زخم کا پانی ناقض وضو ہے؟

سوال [۱۰۱۷۱]: زید کی آنکھ سے بعض مرتبہ کسی تکلیف کی وجہ سے پانی آتا ہے اور زید امام بھی ہے اور یہ پانی نماز پڑھنے کے دوران بھی آجاتا ہے، ایسی صورت میں نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اندرون جسم کوئی زخم ہے اس سے مواد کی صورت میں پانی آجاتا ہے، تو یہ ناقض وضو اور مفسدِ صلوٰۃ ہے، اگر یہ بات نہیں تو ناقض وضو اور مفسدِ صلوٰۃ نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

(۱) ”لا ینقض لو خرج من أذنه ونحوها كعینه وثدیہ قیح ونحوه كصدید وماء سرۃ وعین لا بوجع، وإن خرج به أي: بوجع نقض؛ لأنه دلیل الجرح“۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف: ۱/۱۲۷، سعید)

”الطاهر إذا خرج من السيلين نقض الوضوء كالريح بخلاف غير السيلين كالدمع والعرق إن كان الماء يسيل من الجرح ينقض الوضوء“۔ (البحر الرائق، کتاب الطہارۃ: ۸۲/۱، رشیدیہ)
”الدم، والقيح، والصدید، وماء الجرح، والنفطة، والسرۃ، والثدي، والعین، والأذن لعلۃ سواء علی الأصح. ولو صب دهنًا فی أذنه فمكث فی دماغه ثم سال من أذنه أو من أنفه لا ینقض الوضوء“۔ =

کیا صرف لیٹنا ناقض وضو ہے؟

سوال [۱۰۱۷۲]: مسائل کی کتاب میں لکھا ہے کہ چت یا کروٹ سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا صرف چت یا کروٹ سونے سے ٹوٹ جاتا ہے یا نیند لگنا ضروری ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ چت لیٹے یا کروٹ پر، نیند لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱)، چاہے کروٹ سے لگی ہو یا چت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۶ھ۔

پلو تھ مارے ہوئے نیند کا حکم

سوال [۱۰۱۷۳]: کوئی شخص با وضو پلو تھ (۲) مار کر نماز کی حالت کی طرح بیٹھا ہوا ہے، داخل نماز

= (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء: ۱۰/۱، رشیدیہ)
(۱) ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”وکاء السہ العینان، فمن نام فلیتوضاً“ رواہ أبو داود۔

قال الشيخ الإمام محي السنة، رحمه الله تعالى: هذا في غير القاعد (هذا) أي: هذا الحكم (في غير القاعد) أي: من النائمین یعنی هذا فیمن نام مضطجعاً، فأما من نام قاعداً ممكناً مقعده من الأرض ثم استيقظ ومقعده ممكن كما كان فلا يبطل وضوءه وإن طال نومه“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطہارۃ، باب ما یوجب الوضوء، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۳۱۶: ۳۶/۲، رشیدیہ)

”وینقضہ حکماً نوم یزیل مسکۃ أي: قوۃ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الأرض، وهو النوم علی أحد جنبیه أو ورکیه أو قفاه أو وجهه وإلا یزول مسکۃ لا ینقض وإن تعمدہ فی الصلاۃ أو فی غیرہا علی المختار كالنوم قاعداً، ولو مستنداً إلى ما لو أزیل لسقط، علی المذهب، وساجداً أو محتبياً ورأسه علی رکبتيه أو شبه المنكب الخ“۔ (الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی نواقض الوضوء: ۱۲۱/۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الطہارۃ، الباب الأول، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء، ومنها النوم: ۱۲/۱، رشیدیہ)

(۲) ”پلو تھ: سرین کے بل بیٹھنے کا خاص طریقہ“۔ (نور اللغات، ص: ۸۴۸، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

نہیں ہے، نیند آگئی اس حالت میں اس کا ایک پاؤں زمین پر ٹک گیا، مگر نیند فوراً ٹوٹ گئی، تو وضو باقی رہا یا جاتا رہا؟ نیز ہاتھ ٹیکنے کے تھوڑی دیر بعد دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اسی طرح بیٹھا رہا، بیٹھنے کی جگہ زمین سے نہیں اٹھی، تو وضو برقرار ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۶ھ۔



(۱) ”وينقصه حكماً نوم يزيل مسكة أي: قوة الماسكة بحيث تزول مقعدته من الأرض وإلا يزيل مسكة لا ينقص، وإن تعمد في الصلاة أو غيرها على المختار، كالنوم قاعداً.

(قوله: كالنوم) مثال للنوم الذي لا يزيل المسكة“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

الطهارة، مطلب نواقض الوضوء: ۱/۱۴۱، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۵۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۳۵/۱، مكتبه غفاريه كوئٹہ)

باب الغسل (غسل کا بیان)

نطفہ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہو سکتا ہے؟

سوال [۱۰۱۷۴]: ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جب کہ انسان کا وجود ہی نطفہ سے ہے، تو غسل سے

اور وضو سے کیسے پاک ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قطرہ ناپاک کی ماہیت بدل دی گئی، اس کو اشرف المخلوقات بنا دیا (۱)، اب اگر وہ ناپاک ہو جائے تو

اس کے پاک ہونے کی صورت بتا دی گئی۔

﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ ﴿وَأَن كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ (۲). واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلْسَلَةٍ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَفْسًا فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا

النُّفُثَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَّكَ

الله أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ (المؤمنون: ۱۲-۱۴)

”فہذا ید لک علی أن الإنسان أحسن خلق باطناً وظاهراً جمال ہیئتہ و بدیع ترکیب، الرأس

بما فیہ، والصدر بما جمعه، والبطن بما حواه، والفرج وما طواه، والیدان وما بطشتاه، والرجلان وما

احتملتاه؛ ولذلك قالت الفلاسفة: إنه العالم الأصغر؛ إذ كل ما في المخلوقات جمع فيه“۔ (أحكام

القرآن للقرطبي، التین: ۸۴/۲۰، دار إحياء التراث العربي بیروت)

(وکذا فی روح المعانی، التین: ۱۷۵/۳۰، دار إحياء التراث العربي بیروت)

(۲) (المائدة: ۲)

الفصل الأول في فرائض الغسل (فرائض غسل کا بیان)

غسل میں کلی کا بھول جانا

سوال [۱۰۱۷۵]: غسل کرتے وقت اگر کلی کرنا بھول جائے جب یاد آجائے، کر لینا۔ مسائل کی کتاب میں لکھا ہے کہ کیا جسم کے سوکھ جانے کیڑے وغیرہ پہننے کے بعد بھی کر سکتے ہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واجب ادا کرتے ہوئے کلی کرنا یاد نہ رہا، تو بدن خشک ہونے سے پہلے یا بعد میں جب بھی یاد آئے، کلی کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔



(۱) ”ترک المضمضة أو الاستنشاق أو لمعة من أي موضع كان من البدن ناسياً فصلی، ثم تذكر ذلك يتمضمض أو يستنشق أو يغسل اللمعة، ويعيد ما صلى إن كان فرضاً لعدم صحته“۔ (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، فرائض الغسل، ص: ۵۰، سهیل اکیڈمی لاہور)
”وإذا نسي المضمضة والاستنشاق في الجنابة حتى صلى لم يجزه) وهو عندنا؛ فإن المضمضة والاستنشاق فرضان في الجنابة، سنتان في الوضوء“۔ (کتاب المبسوط، کتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل: ۱/۱۷۷، مکتبہ غفاریہ)

”نسي المضمضة أو جزأ من بدنه فصلی، ثم تذكر فلو نفلًا لم يعده لعدم صحة شروعه“۔
(قوله: نسي المضمضة) أي: في الغسل المفروض (قوله: فلو نفلًا لم يعد) وأما الفرض فيطالب بأدائه لعدم انعقاده“۔ (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، کتاب الطهارة: ۸۹/۱، دارالمعرفة بیروت)

الفصل الثاني في موجبات الغسل (موجبات غسل کا بیان)

کیا شراب موجب غسل ہے؟

سوال [۱۰۱۷۶]: شراب پی کر وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ نشہ نہ ہو۔ رات کو شراب پی تھی، صبح بغیر غسل کے صرف وضو کر کے نماز پڑھی گئی، تو آیا غسل ضروری ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب پینا حرام ہے۔ اس کے پینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے (۱) اور قرآنی حکومت

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ (المائدة: ۹۰)

”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لعن الله الخمر، وشاربها، وساقياها، وبائعها، ومبتاعها، وعاصرها، ومعتصرها، وحاملها، والمحمولة إليه“ (سنن أبي داود، كتاب الأشرية، باب تحريم الخمر: ۱۶۲/۲، رحمانیہ لاہور)

”اقتضت هذه الآية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: (رجس) لأن الرجس اسم في الشرع لما يلزم اجتنابه؛ ويقع اسم الرجس على الشيء المستقذر النجس، وهذا أيضاً يلزم اجتنابه فأوجب وصفه إياها بأنها رجس لزوم اجتنابها، والوجه الآخر: قوله تعالى: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر والأمر يقتضي الإيجاب، فانتظمت الآية تحريم الخمر من هذين الوجهين“ (أحكام القرآن للخصاص، المائدة، باب تحريم الخمر: ۶۴۸/۲، قديمی)

”(وحرّم قلیلها وکثیرها) بالإجماع (لعینها) أي: لذاتها وفي قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ الآية، عشر دلائل على حرمتها مبسوطة في المجتبى وغيرها“ (الدر المختار، كتاب الأشرية: ۶/۴۴۸، ۴۴۹، سعید)

ہو تو حد بھی جاری کرنے کا حکم ہے (۱)۔ تاہم اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، بلا غسل بھی وضو کر کے نماز درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

ایضاً

سوال [۱۰۱۷۷]: ایک شخص نمازی ہے، مگر کبخت شرابی ہے، بعد نمازِ عشاء شراب پیتا ہے، تو وہ صبح کی نماز بغیر غسل کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب پینا کبیرہ گناہ ہے، اس پر لعنت ہوتی ہے (۳)، مگر اس سے غسل واجب نہیں ہوتا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”یحد مسلم، ناطق، مکلف، شرب الخمر ولو قطرة ثمانین سوطاً“۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب: ۴/۳۷، ۴۰، سعید)
(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد الشرب: ۵/۴۷، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، الباب السادس فی حد الشرب: ۲/۱۶۰، رشیدیہ)
(۲) ”المعاني الموجبة للغسل إنزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة، والتقاء الختانین من غیر إنزال، والحيض، وكذا النفاس بالإجماع“۔ (الهدایة، کتاب الطهارة، فصل فی الغسل: ۱/۳۱، ۳۲، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

”يفترض الغسل بواحد من سبعة أشياء: أولها: خروج المنی إلى ظاهر الجسد إذا انفصل عن مقره، وهو الصلب بشهوة، وكان خروجه من غیر جماع كاحتلام ومنها: توارى حشفة، وتوارى قدرها من مقطوعها في أحد سبيلي آدمي حي فيلزمهما الغسل ومنها: وجود ماء رقيق بعد الانتباه من النوم ومنها: وجود بلل ظنه منياً بعد إفاقة إن سكر وبعد إفاقة من إغماء احتياطاً. ويفترض بحيض، ونفاس بعد الطهر من نجاستهما بالانقطاع إجماعاً“۔ (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الطهارة، فصل ما يوجب الاغتسال، ص: ۹۶، ۱۰۰، قدیمی)

(و کذا فی مختصر القدوري، کتاب الطهارة، ص: ۸۰۷، قدیمی)

(۳) تقدم تخريجه تحت عنوان: ”کیا شراب موجب غسل ہے؟“۔

(۴) تقدم تخريجه تحت عنوان: ”کیا شراب موجب غسل ہے؟“۔

باب التیمم

(تیمم کے احکام کا بیان)

تنگی وقت کی وجہ سے تیمم کا حکم

سوال [۱۰۱۷۸]: میرا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور میں ایک چھوٹے سے بچے کی ماں ہوں، رات میں اپنے شوہر سے ہمبستری کرتی ہوں اور مجھے صبح میں فجر سے پہلے پانی سے نہانے کا موقع نہیں ملتا ہے، کیا جسم میں جہاں نجاست لگی ہو، اُسے دھو کر تیمم کر کے فجر کی نماز ادا کر سکتی ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک عذر شرعی نہ ہو، تیمم کافی نہیں، دیر میں اٹھنا وقت تنگ ہو جانا عذر نہیں، اس لئے تیمم کی اجازت نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۸ھ۔



(۱) ”ولا یتیمم لفوت جمعة، ووقت، ولو وترأ؛ لفواتها إلى بدل“۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم: ۲۴۶/۱، سعید)

”الأصل: أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى خلف، لا يجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرية النيرة“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطہارۃ، الباب الرابع في التيمم، الفصل الثالث في المتفرقات: ۳۱/۱، رشیدیہ)

”ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء في سائر الصلاة ماعدا صلاة الجنائز والعيد لا یتیمم عندنا، بل يتوضوء ويقضي الصلاة وإن خرج الوقت“۔ (الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۸۳، سهيل اكيڈمی لاہور)

أحكام المعذورین

(معذور کے احکام کا بیان)

معذور کی تعریف اور حکم

سوال [۱۰۱۷۹]: مسئلہ یہ ہے کہ ناچیز ایک بیماری میں مبتلا ہے۔ مجھے ریح کی بیماری ہے، وضو کرتا ہوں، لیکن بار بار پیچھے کی راہ سے ہوا نکل جاتی ہے، کوئی پانچ منٹ کے بعد یا دس منٹ کے بعد یا پندرہ منٹ کے بعد ہوا نکلتی رہتی ہے، کئی بار تو ایک منٹ بھی نہیں ہوتا ہے کہ ہوا نکل جاتی ہے، اس وجہ سے مجھے نماز میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ مہربانی فرما کر کچھ راستہ بتائیے، کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟ بار بار وضو چلے جانے کی وجہ سے میں نماز کو ایک بار وضو کر کے ادا کر لیتا ہوں، تو نماز ہوگئی یا نہیں اور اس طرح ادا کی ہوئی نماز کو لوٹا نا پڑے گا یا نہیں؟ یا نماز ہو جائے گی۔

کبھی کبھی جاگ کر اٹھنے کے بعد کبھی کبھی وضو ۲۰ یا ۲۵ منٹ تک رہتا ہے یا کبھی آدھ گھنٹہ تک بھی رہتا ہے روزانہ پانچ وقت کی نماز میں سے ایک دو بار کی نماز میں ہی ایسا نہیں ہوتا، باقی اکثر ٹائم بھی ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہوا نکلنے کا ایسا موقع کبھی کبھی پیش آتا ہے، باقی اکثر ٹائم پر ہوا چھوڑتی رہتی ہے۔ مجھے یہ بیماری دو تین سال سے ہے، میری ابھی تک تو نمازوں کو ایک بار ہی وضو کر کے ادا کرتا رہتا ہوں پر دو تین بار بھی وضو کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک دفعہ آپ اندازہ کر لیں اس طرح کہ مثلاً: مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ہوتا ہے اس پورے وقت میں اگر آپ کو اتنا وقت بھی نہ ملے، کہ آپ وضو کر کے مغرب کی نماز اس وضو سے ادا کر سکیں، بلکہ ہوا نکلتی رہے تو آپ معذور ہیں (۱)۔ آپ کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت آنے پر تازہ وضو کر لیا کریں، پھر جب

(۱) ”(والمعذور من لا يمضي عليه وقت صلاة إلا والذي ابتلى به يوجد فيه) هذا تعريف المعذور في حالة البقاء، وأما في حالة الابتداء فإن يستوعب استمرار العذر وقت الصلاة كاملاً“۔ (مجمع الأنهر، =

دوسری نماز کا وقت آئے، تو پھر وضو کر لیں (۱)۔

غرض ایک وقت کی نماز کے لئے ایک وضو کافی ہے اور دوسری وقت کی نماز کے لئے دوسرا وضو کریں، جب تک وقت باقی رہے گا اس وضو سے نماز درست ہوگی، غرض اس طرح وقت کے اندر اندر ہوا نکلنے سے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں، پھر آپ معذور ہی رہیں گے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت کی نماز کا حال ایسا ہی رہے، بلکہ پورے وقت میں ایک دوبارہ ہوا نکلتی رہے تب ہی معذور ہوں گے، اگرچہ ۲۰، ۲۵ منٹ تک ہوا نہ نکلے۔ جب کسی ایک نماز کا پورا وقت مثلاً: مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ اس طرح گزر جائے کہ بالکل ہوا نہ نکلے تو آپ معذور نہیں رہیں گے (۲) پھر

= کتاب الطہارۃ، فصل فی المعذور: ۸۵/۱، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

”وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث“ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۳۰۵/۱، سعید)
(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع، ومما يتصل بذلك أحكام المعذور: ۳۰/۱، ۴۱، رشیدیہ)

(۱) ”و حکمہ الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلًا، فإذا خرج الوقت بطل أي: ظهر حدثه السابق“ (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۳۰۵/۱، ۳۰۶، سعید)
(و كذا في الفقه الإسلامي رآدلتہ، المطلب الثامن وضوء المعذور: ۴۴۳/۱، رشیدیہ)

(و كذا في ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۸۴/۱، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)
(۲) ”وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لأنه الانقطاع الكامل“ (قوله: وفي حق الزوال) أي: زوال العذر، وخروج صاحبه عن كونه معذوراً (قوله: تمام الوقت حقيقة) أي: بأن لا يوجد العذر في جزء منه أصلاً فيسقط العذر من أول الانقطاع“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۳۰۵/۱، سعید)

”ثم إذا انقطع وعاد في وقت آخر إن استمر العذر وقتاً كاملاً كان صاحب عذرٍ وإلا فلا“ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، قبيل باب الأنجاس: ۱۵۵/۱، دار المعرفة بيروت)
(و كذا في الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر، كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۸۶/۱، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

جب بھی ہوا نکلے دوبارہ وضو کی ضرورت ہوگی۔ خدائے پاک آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

تقاطر مذی کا حکم

سوال [۱۰۱۸۰]: زید کو دودن تک مذی کے قطرات نکلتے ہیں، پھر دودن بند ہو کر پھر یہ مرض شروع

ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بیماری میں شمار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بحالت قیام نماز پڑھتے وقت رکوع وسجود میں مذی کے قطرات نکلتے ہیں اور بیٹھ کر نہیں نکلتے، تو نماز بیٹھ کر پڑھنی چاہیے (۱)، اگر دو روز یہ حالت رہتی ہے کہ نماز پڑھنے کا وقت بغیر قطرات کے نہیں ملتا، تو وہ دودن میں معذور ہے، پھر جب یہ حالت نہیں رہتی، تو وہ معذور نہیں رہتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

(۱) ”وما لو صلى قائماً سلس بوله، ولو صلى قاعداً لا، فإنه يصلي قاعداً“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱۹۹/۲، رشیدیہ)

”وکذا إن صلى قائماً سلس بوله أو سال جرحه أو لم يقدر على القراءة، ولو صلى قاعداً لم يصبه شيء يصلي قاعداً، كذا في السراجية“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱۳۶/۱، رشیدیہ)

(وکذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلوة المريض، ص: ۴۳۱، قدیمی)

(۲) ”وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة..... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث..... وهذا شرط العذر في حق الابتداء، وفي حق البقاء، كفى وجوده في جزء من الوقت ولو مرة. وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لأنه الانقطاع الكامل“۔

(الدر المختار، کتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۳۰۵/۱، سعید)

”شرط ثبوت العذر ابتداء أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملاً وهو الأظهر كالا نقطاع“

طہارت و نماز میں وہم

سوال [۱۰۱۸۱]: گزارش یہ ہے کہ احقر کو شک اور وہم کا مرض ہے، غسل وغیرہ یا دوسری پاکی میں تسلی نہیں ہوتی، انتہاء یہ کہ پانی ڈالتا ہوں، لیکن پھر بھی وہم باقی رہتا ہے، وضو ہے یا کسی قسم کی طہارت ہے؟ حتیٰ کہ نماز میں بھی دعا نہیں پڑھتا ہوں اور مکرر پڑھتا ہوں، بار بار یہی وسوسہ لگا رہتا ہے، وضو کریں یا نماز پڑھیں اور عادہ کرتا رہتا ہوں۔ لہذا آپ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا ہے، تاکہ جناب مجھے کوئی وظیفہ یا تعویذ بتائیے، تو میری یہ حالت بدل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

آپ ”لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم“ کثرت سے پڑھا کریں (۱) اور کچھ مدت کسی

= لا یثبت مالہم یتسوعب الوقت کله وشرط بقائه أن لا یمنی علیہ وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلی به یوجد فیہ هكذا فی التبیین“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطہارۃ، ومما یتصل بذلك أحکام المعذور: ۴۰/۱، ۴۱، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطہارۃ، فصل فی المعذور: ۸۵/۱، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”و ضد جمیع وساوس الشیطان ذکر اللہ بالاستعاذۃ والتبری عن الحول والقوة، وهو معنی قولک: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم، وذلك لا یقدر علیہ إلا المتقون الغالب علیہم ذکر اللہ تعالیٰ“۔ (احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلیط الشیطان علی القلب بالوساوس الخ: ۳/۳۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یأتی الشیطان أحدکم، فیقول: من خلق کذا؟ من خلق کذا؟ حتی یقول: من خلق ربک؟ فإذا بلغه؛ ولیستعذ باللہ ولینتہ“۔

(فلیستعذ باللہ) طرداً للشیطان إشارة إلى قوله تعالیٰ: ﴿إلا عبادک منهم المخلصین﴾ وإیماء إلى قوله علیہ الصلوۃ والسلام: ”لا حول ولا قوة إلا باللہ“ فإن العبد بحوله وقوته لیس له قوة المغالبة مع الشیطان ومجادلته، فیجب علیہ أن یتلججی إلى مولاه یعتصم باللہ من الشیطان الذي أوقعه فی هذا الخاطر الذي لا أقبح منه الخ“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الوسوۃ، رقم =

بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں، حق تعالیٰ آپ کو اس پریشانی سے نجات دے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۸۸ھ



= الحدیث: ۶۵: ۱/۲۲۶، رشیدیہ

”وأما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فليستعد بالله ولينته: فمعناه إذا عرض له هذا الوسواس فليلجأ إلى الله تعالى في دفع شره عنه، وليعرض عن الفكر في ذلك“۔ (شرح صحيح مسلم للنووي، باب بيان الوسوسة في الإيمان: ۱/۵۵، المطبعة المصرية ومكتبها)

باب فی الانجاس و تطہیرھا

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

کتے کی قے اور پائخانہ سے مسجد کو پاک کرنا

سوال [۱۰۱۸۲]: زید نے جب کہ وہ مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوا، تو اندرونی حصہ میں ایک سمت کتے کا پاخانہ دیکھا اور دوسری طرف اس کی قے مشاہدہ کی، تو مسجد کی صفائی اور مشکوک صفوں کی پاکی کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا محض قے کو اس کے مقام سے دور کر دینا کافی ہوگا، یا شک و شبہ کے ماتحت تمام مسجد اور سب صفوں کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے؟ اور کتنی مرتبہ دھونا درست ہوگا؟ صرف سرسری اور محدود صفائی سے زید کو اطمینان نہیں ہے، اس لئے جب سے یہ صورت پیش آئی ہے، مسجد مذکور میں نماز ادا کرنے کے بجائے گھر پر ہی نماز ادا کرنا مناسب خیال کیا ہے۔ اس کا کچھ جواز ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ ”مسجد یا صف پر“ کتے کا پاخانہ یا قے موجود ہو، اس کو صاف اور پاک کر دینا ضروری ہے۔ تب اس جگہ نماز پڑھی جائے۔ تمام مسجد اور تمام صف کا پاک کرنا ضروری نہیں (۱)۔ شک کو ختم کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”ہی ستۃ: طہارۃ بدنہ من حدث وخبث ومكانه أي: موضع قدمیه أو إحداهما إن رفع الأخری وموضع سجوده اتفاقاً فی الأصح، لا موضع یدیه ورکتیه علی الظاهر إلا إذا سجد علی کفہ کما سیجیء من الشانی أي: الخبث، لقوله تعالیٰ: ﴿وٹیابک فطهر﴾، فبدنہ ومكانه أولى لأنها ألزم“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۲۰۲، ۲۰۳، سعید)

”(یجب) أي: یفرض (علی المصلی) أي: من یرید أن یصلی قبل الشروع فی الصلاة (أن یریل النجاسة) المانعة (عن بدنہ وثوبہ والمكان الذي یصلی فیہ) أي: علیہ أو المراد المكان الذي یقع فعل =

ناپاک گھی اور مٹی کے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال [۱۰۱۸۳]: کسی گھی یا دودھ کے مٹی کے برتن میں چوہا گر کر مر جائے تو اس دودھ یا گھی کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس برتن کا دھونے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ مٹی کے برتن میں چوہا مر جائے یا کتا مٹی کے برتن میں منہ ڈال دے، تو وہ مٹی کا برتن دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتا، کیا اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھی اگر جما ہوا ہے تو چوہا نکال کر اس کے آس پاس سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پھینک دے، باقی پاک ہے (۱)، اگر گھی پتلا بہتا ہوا ہے، تو سب ناپاک ہو گیا اس کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں اس کے برابر پانی ملا کر آگ پر پکایا جائے، جو پانی سے جل جائے، تو پھر اتنا ہی پانی ڈال کر پکایا جائے، اسی طرح تین دفعہ پکانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ گھی کے برابر پانی ملا کر رکھ دیا جائے، جب گھی اوپر آ جائے اور پانی نیچے رہ جائے تو گھی کو الگ کر لیا جائے، پھر اسی طرح کیا جائے، تین دفعہ اس طرح کرنے سے پاک ہو جائے گا (۲)۔

= الصلاة فيه. (الحلي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الثاني الطهارة، ص: ۱۷۷، سهيل اكيذمي لاهور)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۶۵، رشيديه)

(۱) "أن فأرة وقعت في سمن، فماتت، فسل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "ألقوها وما حولها

وكلوه" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله: ۲/ ۸۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"الفأرة لو ماتت في السمن إن كان جامداً قور ما حوله ورمي به، والباقي طاهر يؤكل وحد

الجامد أنه إذا أخذ من ذلك الموضع لا يستوي من ساعته، وإن كان يستوي فهو مائع". (الفتاوى

العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، الفصل الأول: ۱/ ۴۵، رشيديه)

"وتقور نحو سمن جامد بأن لا يستوي من ساعته لأن السمن الجامد لم يتنجس كله، بل ما

ألقي منه فقط". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الانجاس: ۱/ ۳۱۴، سعيد)

"ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حكم بطهارة ما جاور السمن الذي جاور الفأرة، وحكم

بنجاسة ما جاور الفأرة". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، في الفأرة تموت في السمن: ۱/ ۲۲۵، رشيديه)

(۲) "ويطهر لبن، وعسل، ودبس، ودهن يغلى ثلاثاً". (الدر المختار). "لو تنجس العسل فتطهيره أن =

دودھ میں چوہا گر کر مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے (۱)۔

مٹی کا برتن تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، خواہ کسی طرح ناپاک ہوا ہو، اس کو مٹی سے رگڑ کر دھو لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

= یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود إلی مکانہ، والذہن یصب علیہ الماء، فیغلی، فیعلو الذہن الماء، فیرفع بشیء، ہکذا ثلاث مرات، وهذا عند أبي يوسف خلافاً لمحمد، وهو أوسع، وعليه الفتوى.
(ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس: ۳۳۴/۱، سعید)

”ولو تنجس العسل فتطہیرہ أن یصب فیہ ماء بقدرہ، فیغلی حتی یعود إلی مکانہ والذہن یصب علیہ الماء، فیغلی، فیعلو الذہن الماء، فیرفع بشیء، ہکذا یفعل ثلاث مرات.“ (دررالحکام فی غرر الأحکام، باب تطہیر الأنجاس: ۴۵/۱، میر محمد کتب خانہ کراچی)

”تنجس العسل، یلقى فی طنجر، ویصب علیہ الماء، ویغلی حتی یعود إلی مقدارہ، ہکذا ثلاثاً فیطہر. قالوا: وعلى هذا الدبس، الذہن النجس یغسل ثلاثاً بأن یلقى فی الخابیۃ، ثم یصب فیہ مثلہ ماء، ویحرک، ثم یرک حتی یعلو الذہن، فیؤخذ ویثقب أسفل الخابیۃ حتی ینخرج الماء، ہکذا ثلاثاً فیطہر.“
(الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسة، الفصل الأول: ۴۳/۱، رشیدیہ)

(۱) ”فأرة وجدت فی قمقمة ولم یدر هل ماتت فیہا، أو فی جرة، أو فی بئر، یحمل علی القمقمة.“
(الدرالمختار). ”صورتہ: ملأجرة من بئر، ثم ملأ قمقمة من تلك الجرة، ثم وجدت فی القمقمة فأرة وفي نہایۃ الحدیث: القمقمة ما یسخن فیہ الماء من نجاس وغیرہ ویكون ضیق الرأس.“ (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس: ۳۳۸/۱، سعید)

(و کذا فی الحلبي الكبير، باب الأنجاس، ص: ۱۵۰، سهیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، باب الأنجاس: ۲۸/۱، رشیدیہ)
(۲) ”الأواني ثلثة أنواع: خزف وخشب وحديد ونحوها فإن كان الإناء من خزف أو حجر وكان جديداً ودخلت النجاسة فی أجزاءہ یحرق، وإن كان عتيقاً یغسل.“ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، باب الأنجاس: ۱۶۳/۱، دارالمعرفة بیروت)

”دن الخمر إذا غسل ثلاثاً وكان عتيقاً مستعملاً یطہر.“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس: ۴۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار، باب الأنجاس: ۳۳۴/۱، سعید)

باب الاستنجاء

(استنجاء کا بیان)

استنجاء و غسل کے وقت استقبال قبلہ

سوال [۱۰۱۸۴]: آیا مسجد میں غسل خانہ یا استنجاء پاک کرنے کی جگہ اگر اس طریقہ سے بنوالی جائے کہ اگر نہانے کے لئے جائیں یا استنجاء پاک کرنے کی غرض سے جائیں تو قبلہ کی طرف نشست ہوتی ہے۔ اگر دوسری طرف سے کھڑے ہوں یا بیٹھیں تو منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے یہ درست ہے؟ اگر درست نہیں، تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ شرح طریقہ سے تحریر فرمائیں۔ اگر ایسے غسل خانہ بنے ہوئے ہوں، تو اس کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

استنجاء پاک کرنے کے لئے قبلہ رو بیٹھنا یا غسل کے لئے قبلہ رو ہونا خلاف ادب ہے (۱)، اس لئے یا تو ان غسل خانوں کا رخ بدلوادیا جائے اور اگر دشواری ہو، تو پھر لوگوں کو چاہئے کہ وہ استنجاء پاک کرتے وقت اور غسل کرتے وقت غرض بحالت برہنگی قبلہ رو نہ ہوا کریں، بلکہ رخ ذرا بدل کر استنجاء و غسل کریں (۲)۔

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، فصل الاستنجاء: ۱/۳۴۱، سعید)

”قولہ: لم یکرہ) أي: تحریماً علی ما اختارہ التمر تاشی. أما التنزیہیۃ فثابتۃ لقول الحلبي ”ترکہ

أدب“. (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الطہارۃ، فصل الاستنجاء: ۱/۲۶۱، دارالمعرفۃ)

(و کذا فی الحلبي الكبير، کتاب الطہارۃ، مطلب فی اداب الوضوء، ص: ۲۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

”و ادابہ کادابہ سوی استقبال القبلة؛ لأنه یكون غالباً مع كشف عورة. (قولہ مع كشف عورة) فلو

كان متزراً فلا بأس به“. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطہارۃ، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۵۶، سعید)

(۲) ”عن أبي أيوب الأنصاري (رضي الله تعالى عنه): أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إذا أتيتم

الغانط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها، ولكن شرقوا أو غربوا“۔ =

”کرہ تحریماً استقبال قبلہ، واستدبارھا لأجل بول أو غائط، فلو

للاستنجاء لم یکرہ“۔ (درمختار مع هامش الشامی: ۲۲۸/۱)۔

”لم یکرہ أي: تحریماً لما فی المنیة: أن ترکہ أدب، ولما مر فی

الغسل أن من أدابه أن لا یستقبل القبلة؛ لأنه یكون غالباً مع كشف العورة

حتى لو كانت مستورة لا بأس به“۔ (شامی، نعمانیہ: ۲۲۸/۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔

ایسے زیور کے ساتھ بیت الخلا میں جانا، جس پر اللہ لکھا ہو

سوال [۱۰۱۸۵]: عورتیں جو برائے تزئین شوہر گلے میں ہار پہنی ہوئی ہوں، ان میں بعض جگہ اللہ

یا محمد کا نام لکھا ہوتا ہے تو آیا اس ہار کو پہنے ہوئے بیت الخلا میں جانا کیسا ہے؟ مکروہ ہے، تو اس کو متعین کریں۔

مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

= قال أبو أيوب: فقد منا الشام فوجدنا مراحيض قد بنيت قبل القبلة فنحرف ونستغفر الله“۔

(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب قبله أهل المدينة: ۵۷/۱، قديمي)

”قوله: فكنا ننحرف عنها ونستغفر الله تعالى، يعني كنا نجلس مستقبل القبلة نسياناً على وفق

بناء المراحيض ثم ننتبه على ذلك الهيئة المكروهة، فنحرف عنها، ونستغفر الله تعالى“۔ (بذل

المجهود، كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة: ۷/۱، قاسمية ملتان)

”قوله: فنحرف عنها الضمير إما يرجع إلى القبلة فالمعنى: كنا نتخلى فيها، ونميل عن سمت

القبلة قدر ما أمكن لنا، ونستغفر الله تعالى من عدم تحويل سمت كاملاً وهو الأقرب“۔ (معارف السنن،

باب النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول: ۹۰/۱، سعيد)

”ولو غفل عن ذلك وجلس يقضي حاجته، ثم وجد نفسه كذلك فلا بأس، لكن إن أمكنه

الانحراف ينحرف فإنه عد ذلك من موجبات الرحمة، فإن لم يفعل فلا بأس اهـ“۔ (رد المحتار، كتاب

الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أحكام المساجد: ۶۵۵/۱، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نام پاک کے احترام کے خلاف ہے، مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ۔



(۱) ”ویکره الدخول للخلاء، ومعه شيء مكتوب فيه اسم الله أو قرآن وفي حاشية الطحطاوي: ”لما روى أبو داود والترمذي عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا دخل الخلاء نزع خاتمه أي: لأن نقشه محمد رسول الله“. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، ص: ۵۴، قديمی)

(و کذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء: ۱/۳۴۵، سعيد)

(و کذا في الفتاوى العالمکیریه، کتاب الطهارة، الباب السابع: ۱/۵۰، رشیدیہ)

کتاب الصلاة

کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہو جائے گی؟

سوال [۱۰۱۸۶]: کچھ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں، بے نمازیوں کو بھی نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں: ”تم جو نمازیں پڑھتے ہو، ہمیں علم ہے، ہم انشاء اللہ خدا کے فضل و کرم سے ویسے ہی بخشے جائیں گے۔“ یہ کس حد تک ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے (۱)، اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمائی، حالانکہ بخشے بخشائے تھے، تارک نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ اس کا حشر فرعون و ہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا (۲)، اس سے بے پروائی اختیار کرنا نہایت خطرناک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

(۱) ”عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”خمس صلوات افترضهن الله تعالى، من أحسن وضوئهن و صلاهن لوقتھن وأتم ركوعهن وخشوعهن، كان له على الله عهد أن يغفر له، ومن لم يفعل ذلك فليس له على الله عهد، إن شاء غفر له وإن شاء عذبه.“ (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثاني: ۵۸/۱، قديمی)

”هي فرض عين على كل مكلف ويكفر جاحداً بدليل قطعي الخ.“ (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

”(اعلم) (بأن الصلاة) (فريضة) أي: مفروضة مقطوع بالحكم بها (ثابتة) (بالكتاب) أي: بالقرآن (والسنة) الخ.“ (الحلبی الكبير، ص: ۶، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أنه ذكر الصلاة يوماً، فقال: من حافظ عليها، كانت له نورا وبرهاناً ونجاة يوم القيمة، ومن لم يحافظ عليها، لم =

تعزیه داری چھوڑنے کے لئے نماز چھوڑنے کی شرط

سوال [۱۰۱۸۷]: زید نماز بھی پڑھتا ہے اور تعزیه داری بھی کرتا ہے، اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم تعزیه داری چھوڑ دو، تو وہ یہ شرط لگاتا ہے کہ میں تعزیه داری اس وقت چھوڑ دوں گا جب کہ نماز بھی چھوڑ دوں گا، بکر نے اس کو شرط سے بچانے کے لئے کہا کہ ٹھیک ہے، تم تعزیه داری چھوڑ دو اور نماز چھوڑ دو، کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز خدائے پاک کا فریضہ ہے، جس کا ادا کرنا ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے (۱)، مروجہ تعزیه شیطان کی اطاعت ہے، شیطان کی اطاعت سے روکنے کے لئے یہ شرط لگانا کہ خدا کا فریضہ بھی ترک کر دے گا، یہ غلط ہے۔ اس کا کسی کو بھی حق نہیں، لہذا زید کا شرط لگانا بھی غلط ہے اور بکر کا اس شرط کو منظور کرنا بھی غلط ہے، بکر کو اس کا کوئی حق نہیں، اس کو بھی توبہ لازم ہے، زید بھی شیطان کی اطاعت چھوڑ دے اور خدائے پاک کے فریضہ پر قائم رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۹۶ھ۔

تارک نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۱۸۸]: ایک خاص مسئلہ حضور سے دریافت طلب ہے، وہ یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو

= تَکُنْ لَهُ نُورًا وَلَا بَرَهَانًا وَلَا نَجَاةً، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأَبِي بَنْ خَلْفٍ“.

(مشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، الفصل الثالث: ۱/۵۸، ۵۹، قدیمی)

(و کذا فی مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رقم: ۶۵۴۰:

۲/۳۵۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (البقرة: ۴۳)

”عن عبد اللہ بن الصامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”خمس

صلوات افترضهن الله تعالى، من أحسن وضوئهن وصلاتهن لوقتھن..... الخ“ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث

عبادة بن الصامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): ۶/۴۳۲، رقم: ۲۲۱۹۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”هي فرض عين على كل مكلف“ (الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعید)

جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور دوسری نمازیں بالکل نہیں پڑھتے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ صرف عید و بقر عید کی نماز پڑھتے ہیں اور سال بھر فرض نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے، ان کے لئے شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسلمان رہ جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اس ترک نماز کی حالت میں فوت ہو جائیں، تو ان کا شریعت کے مطابق مسلمانوں میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور کچھ لوگ کوئی نماز بھی ساری عمر میں نہیں پڑھتے، لیکن نماز سے انکار نہیں کرتے، ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے، جو شخص بلا عذر عداً نماز ترک کر دے، قضا پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اور خوف عذاب بھی نہ ہو، تو فقہاء نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے، جیسا کہ مجمع الأنہر میں موجود ہے (۱) اور حدیث میں صاف صاف آیا ہے کہ:

”من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر جهاراً، كما في الجامع الصغير“ (۲).

تاہم ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمان ہی جیسا کرنا چاہیے، وہ مرجائے تو غسل و کفن و نماز جنازہ کے

(۱) ”فمن أنكر شرعيتها كفر بلا خوف“ (مجمع الأنهر، کتاب الصلاة: ۱/۱۰۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

”ويكفر بترك الصلاة متعمداً غير ناوٍ للقضاء، وغير خائف من العقاب“ (البحر الرائق، کتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشیدیہ)

”هي فرض عين على كل مكلف..... ويكفر جاحداً لثبوتها بدليل قطعي، وتار كها عمداً مجانة، أي: تكاسلاً فاسقاً، يحبس حتى يصلي؛ لأنه لحق العبد، فحق الحق أحق“ (الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعید)

(و كذا في الترغيب والترهيب، كتاب الصلاة، الترهيب من ترك الصلاة تعمداً وإخراجها عن وقتها تهاوئاً: ۱/۱۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۸۵۸۷: ۱۱/۵۷۳۸، مکتبہ نزار مصطفى الباز مکة)

بعد دفن کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۴۰۱ھ۔



(۱) ”وہی فرض علی کل مسلم مات خلا أربعة: (بغاة) اھ“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة

الجنائزہ: ۲/۲۱۰، سعید)

”وأما بيان من يصلى عليه، فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه، صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثى، حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق، ومن بمثل حالهم، لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”صلوا على كل بر وفاجر“ وقوله: ”للمسلم ست حقوق وذكر من جملتها: أن يصلى على جنازته من غير فصل“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلى عليه: ۲/۳۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا في الفتاوى العالمکیریة، کتاب الصلاة، باب الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت:

۱/۱۶۲، ۱۶۳، رشیدیہ)

باب المواقیت

الفصل الأول في أوقات الصلاة

(اوقات نماز کا بیان)

فجر کی نماز کا وقت مستحب

سوال [۱۰۱۸۹]: حنفی صاحب کے نزدیک فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور بطریق سنت، نماز جماعت کس ٹائم گھنٹہ کے وقت کے مطابق کھڑی ہونی چاہیے؟ میں شرع کے مطابق وقت معلوم کرنا چاہتا ہوں، جو کہ ہمارے آقائے نامدار کا نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز، عامۃً صبح صادق ہونے پر اتنی دیر کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ تاریکی ختم ہو کر ایسی حالت ہو جائے کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر صورت پہچان لیں، جس کو عربی میں اسفار کہتے ہیں (۱)۔

(۱) ”عن أبي سمره قال: حدثني أبو طريف: أنه كان شاهداً مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حصن الطائف، فكان يصلي بنا صلاة الفجر حتى لو أن إنساناً رمى بنبله أبصر مواقع نبله“۔ (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب الوقت الذي يصلي فيه الفجر أي وقت هو: ۱/۱۲۲، سعيد)

”عن رافع بن خديج قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر..... قال أبو عيسى: حديث رافع بن خديج حديث حسن صحيح“۔ (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعيد)

”قال عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: ”ما صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة قبل ميقاتها إلا صلاتين: صلاة العصر بعرفة، وصلاة الفجر بمزدلفة“ فإنه قد غلس بها، فسمى =

اس کا اندازہ یہ ہے کہ نماز ختم ہونے پر اگر یہ معلوم ہو کہ نماز صحیح نہیں ہوئی، تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ اس کو سورج نکلنے سے پہلے لوٹایا جائے (۱)۔ اس طرح اس زمانہ کا نمازوں کے وقت کو بیان کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس وقت گھڑی، گھنٹہ، منٹ کا حساب نہیں کیا جاتا تھا، آپ سورج نکلنے سے پندرہ منٹ پہلے نماز ختم کر دیں گے تو انشاء اللہ یہ نماز سنت کے موافق ہوگی (۲)۔ طلوع وغروب سال بھر میں مختلف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

= التغلیس بالفجر صلاة قبل المیقات؛ فعلم أن العادة كانت في الفجر الإسفار“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۷۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الحلبي الكبير، کتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، سهیل اکیڈمی لاہور)
(۱) ”والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية، ثم يعيده بطهارة لو فسد، وقيل: يؤخر جداً“۔

(قوله: ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكورة ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً. والحاصل: أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر وإعادة الصلاة على الحالة الأولى قبل الشمس“۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب في نوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۹، رشیدیہ)

(و کذا فی الحلبي الكبير، کتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهیل اکیڈمی لاہور)
(۲) ”عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخرأ، وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس“۔ (جامع الترمذی، أبواب الصلاة، باب منه: ۱/۳۹، ۴۰، سعید)

”ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس، فأمسك عن الصلاة قوله: (ما لم تطلع الشمس) أي: شيء منها“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب المواقیت، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۸۱: ۲/۲۶۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ علیہ الصلاة والسلام قبل البعثة:

وقت فجر میں تین طرح کا عمل

سوال [۱۰۱۹۰]: جب مسجد کی گھڑی کا وقت ریڈیو کے وقت کے مطابق ہو اور نقشہ طلوع و غروب میں طلوع آفتاب کا وقت سات بج کر ۲۰ منٹ دکھایا گیا ہو۔

”الف“ وضو کر کے سات بج کر دس منٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ اور طلوع آفتاب کا انتظار کرتا ہے اور تیس منٹ گزارنے کے بعد سات بج کر چالیس منٹ پر فجر قضا پڑھتا ہے۔

”ب“ وضو کر کے سات بج کر پندرہ منٹ پر مسجد میں آتا ہے۔ اور فوراً دو رکعت نماز فجر ادا کر لیتا ہے۔ جو ۷ بج کر ۱۸ منٹ میں فارغ ہو سکتا ہے۔

دوسرے ۷ بج کر ۳۵ منٹ پر قضا پڑھتا ہے۔ ”ب“ کا خیال یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے دو منٹ قبل تک، ادا نماز کا وقت ہے۔ صرف طلوع آفتاب کے وقت سجدہ حرام ہے۔

”ج“ وضو کر کے سات بج کر ۳۰ منٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ فوراً دو رکعت نماز سنت قضا پڑھ کر دو رکعت نماز فرض قضا پڑھتا ہے۔

”ج“ کا خیال ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت گزر چکا، سورج باہر ہو چکا، چونکہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، لہذا نماز فجر پڑھنی چاہیے۔

استفسار یہ ہے کہ ان تینوں حضرات۔ ”الف“، ”ب“، ”ج“ کے عمل میں کیا کوتاہی ہے؟ کس کو کس جگہ اصلاح کر لینی چاہیے؟ کس کا خیال درست اور کس کا نادرست ہے؟ کس کو نماز لوٹانا واجب ہے کس کو نہیں؟ مسئلہ صرف نماز فجر سے متعلق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلوع شمس سے دس منٹ قبل ”الف“ کو نماز کا وقت ملا، پھر بھی اس نے نماز فجر ادا نہیں کی، بلکہ بیٹھ گیا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس نے قضا نماز پڑھی، تو الف گنہگار ہوا (۱)۔ کنارۃ آفتاب ظاہر ہونے

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الأركان، ومنها: الوقت: ۵۵۸/۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”عن ابن شہاب الزہری قال: قال سعید بن المسیب: إن أبا قتادة بن ربعي أخبره قال: قال رسول =

سے پہلے تک نماز فجر کا وقت رہتا ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ نماز اور سجدہ اس وقت ہی حرام ہے، غلط ہے (۱)۔ البتہ کنارۃ آفتاب ظاہر ہونے پر نماز فجر کا وقت ختم ہو گیا۔ اس وقت سجدہ کرنا بھی منع ہے (۲)۔ البتہ اس کی تحقیق اگر

= اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : قال اللہ عز وجل : إني فرضت على أمتك خمس صلوات وعهدت عندي عهداً أنه من جاء يحافظ عليهن لوقتهن أدخلته الجنة، ومن لم يحافظ عليهن فلا عهد له عندي“.

(سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب في المحافظة على الصلوات: ۷۳/۱، رحمانیہ لاہور)

”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الذي تفوته صلاة العصر، فكأنما وتر أهله وماله“ متفق عليه..... قال ابن عبد البر: ويحتمل أن يلحق بالعصر باقي الصلوات، وقد نبه بالعصر على غيرها، وخصت بالذكر لكونها الوسطى فتركها أقبح من غيرها“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات، رقم الحديث: ۵۹۴: ۲۸۱/۲، رشیدیہ)

”﴿قویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون﴾..... وإما عن فعلها في الوقت المقدر لها شرعاً فيخرجون عن وقتها بالكلية، كما قاله مسروق وأبو الضحى“. (تفسير ابن كثير، الماعون: ۷۱۸/۳، مكتبة دار السلام)

(۱) ”عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخرًا، وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس..... وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس..... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس“ (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب منه: ۳۹/۱، ۴۰، سعيد)

”ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس، فأمسك عن الصلاة قوله: (ما لم تطلع الشمس) أي: شيء منها“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب المواقیت، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۸۱: ۲۶۲/۲، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ علیہ الصلاة والسلام قبل البعثة: ۳۵۷-۳۵۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان، ومنها: الوقت: ۵۵۸/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن عقبة بن عامر الجهني يقول: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ينهانا =

کی ہے کہ نقشہ طلوع وغروب میں تحریر کردہ وقت صحیح نہیں، بلکہ کنارہ آفتاب سات بج کر دس منٹ پر ظاہر ہوتا ہے، تو ”الف“ کا اس وقت نماز نہ پڑھنا درست ہوا۔ اور طلوع کے بعد آفتاب کی زردی ختم ہو کر سفیدی نمایاں ہو جائے، اس وقت نماز پڑھنا درست ہوتا ہے (۱)۔ اور ۲۰ منٹ گزرنے پر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، بلکہ اس سے پہلے ہی سورج کا رنگ صاف ہو جاتا ہے۔

”ب“ نے جو نماز فجر ادا کی ہے وہ صحیح وقت پر ادا کی ہے (۲)۔ پھر اگر یہ اندیشہ تھا کہ سنت ختم ہونے سے پہلے ہی کنارہ آفتاب ظاہر ہو جائے گا، اس لئے اس وقت سنت ادا نہ کی، بلکہ طلوع آفتاب کے ۱۵ منٹ بعد قضا پڑھی تو وہ صحیح ہوگی (۳)۔ سنت کا وقت فرض سے پہلے ہے، البتہ فرض کے بعد طلوع سے پہلے سنت کا پڑھنا

= أن يصلي فيهن أو أن يقبر فيهن موتانا، حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب“ (صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الأوقات نهي عن الصلاة فيها: ۲/۱، قدیمی)

”(وکرہ) تحریماً، وکل ما لا يجوز مکروه (صلاة) مطلقاً (ولو) قضاء أو واجبة أو نفلاً أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهواً) (مع شروق) (واستواء) (وغروب إلا عصر يومه) فلا يكره فعله لأدائه، قوله: (مع شروق) وما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق أقول: ينبغي تصحيح ما نقلوه عن الأصل للإمام محمد رحمه الله تعالى من أنه ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع“ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۳/۱-۳/۲، سعید) (و کذا فی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی الأوقات المکروهة، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، قدیمی)

(۱) (حوالہ بالا، یعنی حتی ترتفع ما لم ترتفع الشمس قدر رمح الخ)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۴۷

(۳) ”(وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل (وإلا لا))“

(قوله: إذا خاف الخ) علم منه ما إذا غلب على ظنه بالأولى، نهر. وإذا تركت لخوف فوت الجماعة فالأولى أن تترك لخوف خروج الوقت“ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۶/۲، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۳۰۰/۱، دارالمعرفة بیروت)

= ”ومن انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر إن خشي أن تفوته ركعة =

بھی مکروہ ہے (۱)۔

”ج“ کی یہ بات صحیح ہے کہ موت کا بھروسہ نہیں، مگر نماز پڑھنے کے لئے اتنا لحاظ کرنا چاہیے کہ سورج صاف ہو جائے، زردی ختم ہو جائے (۲)۔ اگر یہ بات دل میں پختہ ہو جائے کہ موت کا بھروسہ نہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ نماز قضا کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۱۵ھ۔

نماز فجر دن کی نماز ہے یا رات کی؟

سوال [۱۰۱۹۱]: زید کہتا ہے کہ فجر کی نماز دن کی نماز ہے۔ عمر کہتا ہے کہ رات کی نماز ہے اور زید اپنی تائید میں جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرٹھی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول بطور استدلال پیش کرتا ہے اور عمر نہار عرفی کو استدلال میں پیش کرتا ہے، تو شرعاً فجر کی نماز دن کی نماز ہے یا رات کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ”صلوة النهار عجماء“ (۳)، یعنی دن کی نماز میں قرأت زور سے

= ویدرک الأخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل؛ لأنه أمکنه الجمع بین الفضیلتین، وإن خشي فوتها دخل مع الإمام؛ لأن ثواب الجماعة أعظم والثواب بالترك ألزم بخلاف سنة الظهر حيث یرکھا فی الحالین“۔ (الهدایة، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۱/۵۲، شرکت علمیه ملتان)

(۱) ”وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع؛ لکراهة النفل بعد الصبح“ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۷، سعید)

”فأفاد المصنف أنها لا تقضى قبل طلوع الشمس أصلاً“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۱۳۱، رشیدیہ)

”وإذا ترکھا فعندھما لا تقضى أصلاً لا قبل طلوع الشمس لکراهة النفل فیہ“۔ (الحلی الكبير، کتاب الصلاة، فصل فی النوافل، ص: ۳۹۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۴۷

(۳) (تفسیر الطبری، بنی اسرائیل: ۱۵/۱۲۵، دارالمعرفة) =

نہیں کی جاتی۔ اس حدیث کے اعتبار سے فجر کی نماز کو دن کی نمازوں میں شمار نہ کرنا بھی درست ہے۔ اس لئے اس میں قرأت زور سے کی جاتی ہے، اس لئے کہ یہ رات کی نماز ہے۔ نیز لغۃ عرفان سورج نکلنے سے شروع ہوتا ہے، اس لئے بھی فجر کی نماز دن کی نمازوں میں داخل نہیں، کیونکہ طلوع شمس سے پہلے پڑھی جاتی ہے، اصطلاح شرع میں نہار (دن) کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے (۱)۔ صوم وغیرہ میں اس کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اور نماز فجر کا وقت صبح صادق ہونے پر شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ رات میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی اذان بھی درست نہیں (۲)۔ نماز فجر دن کی نمازوں میں داخل ہے، اس لئے نہ یہ اختلاف کی چیز ہے، نہ آپس میں لڑنے

= (و کذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلاة، أبواب القراءة، باب وجوب الجهر فی الجهریة والسر فی السریة: ۱/۴، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”(اليوم): معروف مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها، أو من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس..... والأخير تعريف شرعي عند الأكثر.“ (تاج العروس للإمام الزبيدي، فصل الياء من باب الميم: ۱۱۵/۹)

” (اليوم): زمن مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها.“ (المجمع الوسيط: ۱۰۶۷/۲، انتشارات ناصر خسرو طهران ایران)

”یوم: طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت“۔ (القاموس الوحید، ص: ۱۷۵، ادارہ اسلامیہ لاہور)

”اليوم: معروف مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها أو من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس..... والأخير تعريف شرعي عند الأكثر.“ (تاج العروس للإمام الزبيدي، فصل اليا من باب الميم: ۱۱۵/۹)

” (قوله: اليوم) أي: اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب.“ (رد المحتار، کتاب الصوم: ۳۷۱/۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصوم: ۴۵۴/۲، رشیدیہ)

(۲) ”وعند أبي حنيفة ومحمد لا يؤذن في الفجر قبله لما رواه البيهقي: أنه عليه الصلاة والسلام قال: يا بلال! لا تؤذن حتى يطلع الفجر.“ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵۷/۱، رشیدیہ)

”وأما بيان وقت الأذان والإقامة، فوقيتهما ما هو وقت الصلاة المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه ويعيده إذا دخل الوقت في الصلاة كلها؛ في قول أبي حنيفة ومحمد.“ (بدائع =

اور بحث کرنے کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۶ھ۔

ظہر اور عصر کا وقت

سوال [۱۰۱۹۲]: ظہر اور عصر کا وقت احادیث کی روشنی میں کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ استواء کے بعد زوال ہو کر سایہ بڑھنا شروع ہو جائے اور انتہا اس وقت ہے جب کہ ہرشی کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے، سایہ اصلی کے علاوہ (۱)۔

= الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۱/۲۵۸، دارالكتب العلمية بيروت

”تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقاً، وكذا في الصبح عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى، وإن قدم يعاد في الوقت هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك“
(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، رشيدية)

(۱) ”(وَأَوَّلُ وَقْتِ) (صَلَاةِ) (الظُّهْرِ) (زَوَالِ الشَّمْسِ) أَيِ الْجُزْءِ الْكَائِنِ بَعِيدِ زَوَالِ الشَّمْسِ عَنْ خَطِّ الاسْتِوَاءِ مِنَ الزَّمَانِ، وَهَذَا أَيْضاً بِالْإِجْمَاعِ (وَأَخْرَجَ وَقْتُهَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ سِوَى فِيءِ الزَّوَالِ (أَيِ: سِوَى الْفِيءِ الَّذِي يَكُونُ لِلْأَشْيَاءِ عِنْدَ الزَّوَالِ (وَقَالَا) أَيِ: أَبُو يَوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ الْأُئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ آخِرَ وَقْتُهَا (إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ) سِوَى فِيءِ الزَّوَالِ (وَأَوَّلُ وَقْتِ) (صَلَاةِ) (العصر) إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ) فَعَلَى قَوْلِهِ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ سِوَى فِيءِ الزَّوَالِ، وَعَلَى قَوْلِهِمَا إِذَا صَارَ مِثْلَهُ سِوَاءِ (وَأَخْرَجَ وَقْتُهَا) مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ (أَيِ الْجُزْءِ الْكَائِنِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الزَّمَانِ وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ“ (الحلي الكبير، كتاب الصلاة، باب المواقیت، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۲۷، ۲۲۸، سهيل اكيڈمي لاہور)

”واختلف العلماء في أوقات الصلاة مع الاتفاق على أن الصلاة لها أوقات مخصوصة لا تجز =

عصر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور انتہاء غروب شمس تک ہے (۱)۔
ظہر کے وقت کی ابتداء اور عصر کے وقت کی انتہاء میں جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔ ظہر کے وقت کی
انتہاء اور عصر کے وقت کی ابتداء میں اختلاف ہے (۲)۔ دلائل سب کے پاس ہیں۔

گرمی میں ظہر کے وقت تاخیر مستحب ہے۔ امام اعظم کی دلیل ظہر کے وقت کی ابتداء کے لئے یہ حدیث ہے۔

”فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وکان قدر الشراک اھ“ أبو داود شریف (۳)۔

”والمراد منه أن وقت الظہر حین يأخذ الظل فی الزیادة بعد الزوال

اھ“۔ بذل المجہود: ۱/۲۲۶ (۴)۔

ظہر کے وقت کی انتہاء کے لئے یہ حدیث ہے:

”فلما کان الغد صلی بی الظہر حین کان ظلہ مثله اھ“ أبو داود شریف (۵)۔

= قبلہا، وأجمعوا علی أن ابتداء وقت الظہر الزوال ولا خلاف فی ذلک یعتقد بہ واختلف فی آخرہ
ثم اختلفوا فی آخر وقت الظہر، فقال اکثرہون وفیہم أبو یوسف ومحمد: آخر وقت الظہر إذا صار ظل
کل شیء مثله، وهو رواية عن الإمام الأعظم أبي حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ، وقال أبو حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ
ظاہر الروایة عنه: آخر وقت الظہر إذا صار الظل قائمتین واحتجوا لہ بحديث أمر فیہ بإبراد الظہر حتی
ساوی الظل التلول ولا یحصل ذلک الإبراد إلا إذا بلغ ظل کل شیء مثلیہ، وأما أول وقت العصر فعلى
الاختلاف الذی ذکرنا فی آخر وقت الظہر“۔ (بذل المجہود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۲۲۷،
معهد الخلیل الإسلامی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۲۲۵، ۲۲۶، رشیدیہ)

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۲۵۱

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۲۵۱

(۳) (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۶۷، رحمانيہ لاہور)

(وجامع الترمذی، أبواب الصلاة عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باب ماجاء فی مواقیت

الصلاة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۳۸، سعید)

(۴) (بذل المجہود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۲۲۶، الخلیل الإسلامی)

(۵) (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۶۸، رحمانيہ لاہور)

عصر کے وقت کی ابتداء کے لئے یہ دلیل ہے:

”وصلیٰ بی العصر حین کان ظلہ مثلہ اھ“ أبو داود شریف (۱).

”أی: فرغ من الظهر حینئذ کما شرع فی العصر فی الیوم الأول

حینئذ قال الشافعی وبہ یندفع اشتراکھما فی وقت واحد ویدل لہ خبر مسلم،

وقت الظهر ما لم یحضر العصر اھ“ بذل المجہود، ص: ۲۲۷ (۲).

عصر کے وقت کی انتہاء کے لئے یہ دلیل ہے:

”من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدركها“.

بذل المجہود: ۲۲۷/۱ (۳).

ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جانے پر ظہر کی نماز پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے خلاف نہیں، بلکہ عین موافق ہے (۴)۔ دلائل کے تعارض، ترجیح، تضعیف، تنسیخ، تعدیل، تخریج وغیرہ مباحث کی تفصیل مطلوب ہو، تو شروح حدیث، فتح الملہم، بذل المجہود، فیض الباری، اوجز المسالک وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

مثل اول پر نماز عصر پڑھنا

سوال [۱۰۱۹۳]: امام اہل حدیث اگر عصر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھے، تو کیا حنفی کی نماز ہو جائے گی؟

= (و جامع الترمذی، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ماجاء في مواقیت

الصلاة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۳۸/۱، سعید)

(۱) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب المواقیت : ۲۸/۱، رحمانیہ لاہور)

(و جامع الترمذی، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ماجاء في مواقیت

الصلاة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : ۳۸/۱، سعید)

(۲) (بذل المجہود، كتاب الصلاة، باب المواقیت : ۲۲۷/۱، الخلیل الإسلامی)

(۳) (بذل المجہود، كتاب الصلاة، باب المواقیت : ۲۲۷/۱، الخلیل الإسلامی)

(۴) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۵۱

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا ضرورت ایسا نہ کرے، ضرورت گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر ایک مثل پر پڑھنا

سوال [۱۰۱۹۴]: میں مقامی کالج میں ایم، اے اردو سال اول کا متعلم ہوں، ہماری کلاس شام کے اوقات میں لگتی ہے، کوئی نہ کوئی نماز بروقت شروع ہو کر ختم بھی ہو جاتی ہے، جب کہ ہم پڑھ رہے ہوتے ہیں، جواب طلب بات یہ ہے کہ آپ بتائیں کہ کیا میں اس نماز کو قبل از وقت پڑھ سکتا ہوں یا پھر قضاء پڑھوں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے پڑھنے کا کوئی حق ہی نہیں، الا یہ کہ اجازت ہو، جیسے عصر کی نماز کہ عامۃً سایہ دو مثل ہونے پر ادا کی جاتی ہے، مگر ایک مثل پر بھی گنجائش ہے، لہذا عصر کی نماز مثل واحد پر پڑھ سکتے ہیں اس کی قضا نہ کریں (۲)، لیکن مغرب کی نماز غروب سے پہلے نہیں ہو سکتی (۳)۔ اسی طرح ظہر کی نماز زوال آفتاب سے

(۱) ”والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثليين ليكون مؤدياً للصلايتين في وقتها بالإجماع“۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ علیہ الصلاة الخ: ۳۵۹/۱، سعید)

(و کذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/۱۷۳، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، ۴۲۶، رشیدیہ)

(۲) ”وروی الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن آخر وقتها إذا صار ظل كل شيء مثله سوى فيء الزوال، وهو قول أبي يوسف، ومحمد، وزفر، والحسن، والشافعي“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا في الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعید)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشیدیہ)

(۳) ”وأما أول وقت المغرب: فحين تغرب الشمس بلا خلاف“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت) =

پہلے نہیں ہو سکتی (۱)، مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ مگر ایک قول میں مثلین تک گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۰ھ۔

مغرب وعشاء کی نمازوں میں فاصلہ

سوال [۱۰۱۹۵]: مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک کا کم از کم کیا فاصلہ ہونا چاہیے؟ یہاں عام طور پر رواج بنایا گیا ہے کہ اس کے درمیان زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فاصلہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی عالم یا عابد اس طریق کار کا شکار بن جائے، تو آپ اس کی نماز ہونے نہ ہونے کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے اطراف میں مغرب سے عشاء تک کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، غروب شمس سے شفق

= ”قولہ: (والمغرب منه إلى غروب الشفق) أي وقت المغرب من غروب الشمس إلى غروب

الشفق“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۴۲۶/۱، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة: ۳۶۱/۱، سعید)

(۱) ”وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ: فَحِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ بِلَا خِلَافٍ“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في

بیان شرائط الأركان: ۵۶۱/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۴۲۵/۱، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة: ۳۵۹/۱، سعید)

(۲) ”وَأَمَّا آخِرُهُ: فَلَمْ يَذْكُرْ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ نَصًّا، وَاخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، رَوَى مُحَمَّدٌ عَنْهُ: إِذَا

صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيَهُ سِوَى فِيءِ الزَّوَالِ، الْمَذْكُورِ فِي الْأَصْلِ: وَلَا يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ حَتَّى يَصِيرَ

الظِّلُّ قَامَتَيْنِ وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ آخِرَ وَقْتِهَا: إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، سِوَى فِيءِ

الزَّوَالِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ وَزُفَرٍ وَالْحَسَنِ“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان

شرائط الأركان: ۵۶۱/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۴۲۵/۱، رشیدیہ)

(وکذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الصلاة، ص: ۱۷۵، ۱۷۶، قدیمی)

ابيض کے غروب ہونے تک اتنا ہی وقت ہوتا ہے (۱)، جس کا دل چاہے مشاہدہ کر لے یا یہاں کی جنتریوں میں دیکھ لے، اس سے کم فاصلہ پر عشاء کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ لہذا یہ نماز قبل از وقت ہوئی، جس کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے (۲)۔ ایک قول پر صحیح بھی ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۲ھ۔

(۱) ”وَأَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرَبِ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ ثُمَّ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي فِي الْأَفْقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا هُوَ الْحُمْرَةُ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ“۔ (الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقیت: ۸۱/۱، ۸۲، مکتبہ شرکت علمیه)

”والمغرب منه إلى غروب الشفق الأحمر وهو البياض“

قوله: (وهو البياض) أي: الشفق هو البياض عند الإمام، وهو مذهب أبي بكر الصديق، وعمر ومعاذ، وعائشة رضي الله تعالى عنهم، وعندهما وهو رواية عنه هو الحمرة فثبت أن قول الإمام هو الأصح، وبهذا ظهر أنه لا يفتى ويعمل إلا بقول الإمام الأعظم“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۴۲۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی کتاب المبسوط، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۲۹۲/۱، ۲۹۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”ومنها الوقت؛ لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها، قال الله تعالى: ﴿إِنْ الصَّلَاةُ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ أي: فرضاً مؤقتاً، حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۵۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

”ابتداء ببيان الوقت؛ لأنه سبب للوجوب وشرط للأداء“۔ (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب المواقیت: ۲۱۷/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

”والشرط الخامس من الشروط الستة هو الوقت، قدمه على النية مع زيادة اهتمامها؛ لكونها شرطاً لكل صلاة كالاستقبال ثم إن دخول الوقت شرط لصحة أداء الصلاة“۔ (الحلي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۲۵، سهيل اكيڏمي لاهور)

(۳) مغرب کی انتہاء اور عشاء کی ابتداء غروب شفق پر ہوتی ہے۔ لیکن شفق کی مراد میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے شفق ابیض مراد لیتے ہیں جب کہ صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس سے شفق احمر مراد ہے۔ لہذا ان کے قول کے مطابق نماز صحیح ہو جائے گی۔

”ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه قالت الثلاثة، وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرهما، (قوله وإليه رجع الإمام) أي: إلى قوليهما الذي هو رواية عنه أيضاً، وصرح=

صلوة الحاجة وغيره بعد مغرب پڑھنے کا حکم

سوال [۱۰۱۹۶]: کیا صلاۃ حاجت، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء بھی بعد المغرب بلا کراہت جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا کراہت اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۸۹ھ۔

= في المجموع بأن عليها الفتوى، ورده المحقق في الفتح بأنه لا يسعده رواية ولا دراية الخ. وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت وفي السراج: قولهما أوسع وقوله أحوط، والله أعلم. (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطى: ۳۶۱/۱، سعيد)

”وأما أول وقت العشاء: فحين يغيب الشفق بلا خلاف بين أصحابنا لما روي في خبر أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق“ واختلفوا في تفسير الشفق: فعند أبي حنيفة: هو البياض، وهو قول أبي بكر، وعمر وعند أبي يوسف ومحمد، والشافعي: هو الحمرة وهو قول عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهم. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۲۸/۱، ۵۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

”ووقت المغرب منه إلى غيوبة الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه يفتى وقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أحوط؛ لأنه الأصل في باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت: ۵۱/۱، رشيدية)

(۱) ”ولا بد أن نذكر أحكام تحية المسجد فنقول: هي على حذف مضاف أي: تحية رب المسجد؛ لأن المقصود منها التقرب إلى الله تعالى لا إلى المسجد؛ لأن الإنسان إذا دل بيت الملك فإنما يحيي لا بيته وقد ذكر الإجماع على سنيتها غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة ففني أي وقت صلاها حصل المقصود من ذلك.“ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۲۳، رشيدية)

”سن تحية المسجد بر كعتين يصلّيها في غير وقت مكروه قبل الجلوس لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين.“

قوله: (في غير وقت مكروه) في القهستاني إذا دخل المسجد بعد الفجر، أو العصر لا يأتي =

انگلینڈ میں وقت عشاء

سوال [۱۰۱۹]: یہاں انگلینڈ میں آج کل چھ گھنٹے کی رات ہوتی ہے، تو اکثر فتوے کے مطابق شفق احمر کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ کے بعد، ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد، کوئی سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتا ہے، لیکن ابھی بعض لوگ غروب کے بعد ۳۶ منٹ کے بعد یا ۴۳ منٹ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے ہیں، تو کیا عشاء کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شفق احمر غروب ہونے پر بھی نماز عشاء کا وقت آجائے گا، جتنے منٹ بعد بھی غروب ہو، شفق ابیض غروب ہونے پر بالاتفاق وقت عشاء شروع ہو جائے گا (۱)۔

= بالتحية، بل يسبح، ويهلل ويصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“۔ (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل تحية المسجد، ص: ۳۹۴، قديمی)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في تحية المسجد: ۱۸/۲، سعيد)
(۱) ”وأما أول وقت العشاء: فحين يغيب الشفق بلا خلاف بين أصحابنا لما روي في خبر أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۶۸/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

”قوله: (والمغرب منه إلى غروب الشفق) أي: وقت المغرب من غروب الشمس إلى غروب الشفق لرؤية مسلم ”وقت صلاة ما لم يسقط نور الشفق قوله (وهو البياض) أي: الشفق هو البياض عند الإمام وهو مذهب أبي بكر الصديق وعمر وعائشة رضي الله تعالى عنهم. وعندهما وهو رواية عنه هو الحمرة وهو قول ابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهما وفي السراج الوهاج: فقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة أحوط“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۴۲۶/۱، ۴۲۷، رشيدية)

”ووقت المغرب منه إلى غيوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتي هكذا في شرح الوقاية. وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة هكذا، وقولهما أوسع للناس، وقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أحوط“۔ (الفتاوى العالمية، كتاب الصلاة، باب المواقیت، الفصل الأول:

ہنجگانہ نماز کے مستحب اوقات

سوال [۱۰۱۹۸]: باجماعت نماز ہنجگانہ کے خصوصاً آج کل موسم گرما میں اول و بہتر اوقات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا مستحب ہے۔

”لقوله عليه الصلاة والسلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر“.

رواه الترمذي. (مشكاة شريف: ۶۱/۱) (۱).

ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر اندر ایسے وقت مستحب ہے کہ گرمی کی شدت میں کمی آجائے۔

”لقوله عليه الصلاة والسلام أبردوا بالظهر فإن شدة الحر من فيح

جهنم“.

عصر کی نماز ایسے وقت مستحب ہے کہ دو مثل کے بعد سورج میں تغیر پیدا نہ ہو۔

”لأنه عليه الصلاة والسلام فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس

بيضاء نقية“.

مغرب کی نماز آفتاب غروب ہونے پر جلد ہی پڑھنا مستحب ہے۔

”لأنه عليه الصلاة والسلام: كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس

وتوارت بالحجاب“.

عشاء کی نماز کو ثلث لیل تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

”لقوله عليه الصلاة والسلام: لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات، الفصل الثاني، ص: ۶۱، قديمی)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر: ۷۷/۲، قديمی)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب وقت صلاة العصر: ۷۰/۱، رحمانیہ لاہور)

(۴) (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في وقت المغرب: ۴۲/۱، سعيد)

يُخَرُّوا الْعِشَاءَ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ“ رواه الترمذي (۱). وقال حديث حسن

صحيح. (تبیین الحقائق: ۱/۲۰۸-۸۳/۸۴) (۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تہجد کا وقت

سوال [۱۰۱۹۹]: ایک شخص دس گیارہ بجے نفل وتر پڑھ کر سو جاتا ہے کہ اگر تہجد کے لئے بیدار نہ ہو جائے تو نفل رات کی اس کو تہجد میں مجرا (۳) ملیں گے۔ یہ شخص بارہ ایک بجے جاگتا ہے، لیکن اس وقت تہجد اس نیت سے نہیں پڑھتا کہ شاید صبح کی نماز کے لئے بعد میں نہ جاگ سکے اور اخیر رات میں نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہے اور اس وقت تہجد بھی ادا کرے اور ساتھ ہی نماز صبح بھی ادا کرے۔ اگر یہ شخص تہجد کے لئے صبح نہیں جاگتا، تو کیا سونے کے وقت کے نفل جو اس نے تہجد میں مجرا کیا ہے یا بارہ ایک بجے جب کہ وہ جاگے، اسی وقت تہجد ادا کرے؟ بہتر طریقہ سے مطلع فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہجد کا اصل وقت سو کر اٹھ کر اخیر شب ہے (۴)، اگر اس وقت نہ اٹھ سکے تو سونے سے پہلے بھی پڑھ لینے سے ثواب مل جائے گا (۵)، پھر سونے میں جس قدر تاخیر ہو جائے، مثلاً: ایک بجے سوئے گا تو اسی وقت پڑھ لے یہ زیادہ اچھا ہے، اگرچہ دس بجے پڑھنے سے بھی اجر کا مستحق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۴۰۰ھ۔

(۱) (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في تأخير صلاة العشاء الآخرة: ۱/۴۲، سعيد)

(۲) (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة: ۱/۲۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”مجرادینا: وضع کرنا، حساب میں لگا دینا، حساب میں محسوب کر دینا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”(وندى صلاة الليل) خصوصاً آخره كما ذكرناه، وأقل ما ينبغي أن يتنفل بالليل ثمان ركعات.

قوله: (خصوصاً آخره) وهو السدس الخامس من أسداس الليل، وهو الوقت الذي ورد فيه =

تہجد کا وقت کب تک ہے؟

سوال [۱۰۲۰۰]: مکتوبات شیخ الاسلام، ص: ۱۸۹، جلد اول مکتوب نمبر ۷۷ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک بیان فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور اخیر شب میں بھی تہجد پڑھی ہے، مگر آخری ایام میں اور زیادہ اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے، جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے، برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سداً اخیر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں۔ تہجد ترک بہجود یعنی ترک نوم سے عبارت ہے، اس

= النزول الإلهي“۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الوتر، فصل فی تحیۃ المسجد الخ، ص: ۳۹۶، قدیمی)

”ومن المندوبات ركعتا السفر وصلاة الليل، وأقلها على ما في الجوهرة، ولو جعله أثلاثاً فالأوسط أفضل، ولو أنصافاً فالأخير أفضل۔

(قولہ ولو جعلہ أثلاثاً الخ) أي: لو أراد أن يقوم ثلثه وینام ثلثیه والثلث الأوسط أفضل من طرفیه، ولو أراد أن يقوم نصفه وینام نصفه، الأخير أفضل لقلة المعاصي، وللحديث الصحيح، ينزل ربنا إلى سماء الدنيا في كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الأخير، فيقول: من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألني فأعطيه من يستغفرني فأغفر له“۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی صلاة الليل: ۲/۲۵، سعید)

”يندب الصلاة ليلاً خصوصاً آخره، وهي أفضل من صلاة النهار“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته،

الباب الثاني - الصلاة الفصل الثامن - النوافل أو صلاة التطوع، صلاة التهجّد: ۲/۱۰۶۳، رشیدیہ)

(۵) ”وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة،

مطلب فی صلاة الليل: ۲/۲۴، سعید)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي أي: غالباً (فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر) وهو بظاهره يشمل ما إذا كان بعد نوم أم لا“۔ (مرقاۃ المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب صلاة الليل، الفصل الأول، رقم الحديث:

۱۱۸۸: ۳/۲۳۵، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۲، رشیدیہ)

لئے اوقاتِ نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں (۱)۔

اتنا ارشاد کیا گیا ہے، لیکن یہ بات ارشاد نہیں کی کہ کوئی شخص اگر نماز تہجد کا پابند ہو اور کسی وجہ سے سفر میں تھا، نیند آگئی، آنکھ نہ کھل سکی اور نماز تہجد رہ گئی، ساتھ ہی تسبیح وغیرہ اذکار رہ گئے تو دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے یا دس بجے کے اتنی ہی پڑھ لے، تو کیا نماز تہجد ادا میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اس ناکارہ نے حضرت محمد یوسف صاحب خلیفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ سے سنا تھا۔ کیا ایسا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں ایسا شخص تہجد کی فضیلت سے محروم نہیں رہے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۶ھ۔

وقت اشراق

سوال [۱۰۲۰۱]: طلوع آفتاب ۴ بج کر اٹھارہ منٹ پر ہے اور ایک شخص اشراق کی نماز ۴ بج کر ۲۵

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر إحدى عشر ركعة، يسلم من كل ركعتين، ويوتر بواحدة، فيسجد السجدة من ذلك قدر ما يقرأ أحدكم خمسين آية قبل أن يرفع رأسه، فإذا سكت المؤذن من صلاة، وتبين له الفجر، قام فركع ركعتين خفيفتين، ثم اضطجع على شقه الأيمن حتى يأتيه المؤذن للإقامة“ (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل الخ: ۱/۲۵۳، قديمی)

(۲) ”عن ابن وهب ابن عبد القارئ قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من نام من حزبه أو عن شيء منه فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل“ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، أبواب التطوع، باب من نام عن حزبه: ۱/۱۹۴، رحمانیہ)

”قوله: (كأنما قرأه) أي أثبت أجره في صحيفة عمله إثباتاً مثل إثباته حين قرأه من الليل“

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب القصد في العمل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۲۴۷: ۲۸۹/۳، رشیدیہ)

(وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ: ۱/۲۵۶، قديمی)

منٹ پر شروع کرے، تو کیا صحیح ہوئی؟ کم سے کم کتنا توقف کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی دیر میں شعاع شمس صاف نہیں ہوتی، بلکہ وقت مکروہ رہتا ہے۔ بیس منٹ میں بالکل وقت مکروہ خارج ہو جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۶ھ۔

جنتری سے اوقات مقرر کرنا

سوال [۱۰۲۰۲]: حاجی اور نمازی کچھ اس قدر نیک ہیں کہ ان کی باتیں سمجھ سے بالاتر ہیں، ان کے آئے دن کے مسائل سے مساجد ویران ہیں۔ یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ کسی بھی وقت کی جماعت کی نماز میں لوگوں کی رعایت ضروری ہے۔ یا جو ٹائم مقرر علی الاعلان کیا گیا ہے، کبھی معترض حاجی و نمازی کہتے ہیں کہ میں سنتیں پڑھ رہا تھا کہ امام نے جماعت کی تکبیر کیوں پڑھنے دی، کبھی کہتے ہیں کہ جماعت کی نماز بہت طویل ہونی چاہیے، اگر کبھی اتفاق سے پہلے آگئے، تو سارے اعتراض مفقود ورنہ اعتراض کی باری ہے۔

سوال یہ ہے کہ نماز جماعت میں کسی کا لحاظ پاس ہے، یا ٹائم مقررہ کا سنت کے مطابق؟

۲..... کیا نماز جماعت کو آدمیوں کی کھانسی یا آواز سن کر طویل کر دیا جائے یا نہیں؟

۳..... فجر کی نماز کی جماعت کس وقت ہونی چاہیے؟ کیا پندرہ منٹ تک جماعت کھڑی رہے یا اتنی طویل ہونی چاہیے کہ اگر کسی کو غسل جنابت کی ضرورت ہو، تو وہ غسل کر کے سنتیں پڑھے اور اس کی پہلی رکعت نہ نکل سکے اور آفتاب طلوع ہونے سے کتنی دیر پہلے جماعت ختم ہو جانی چاہیے اور کتنی طویل؟

(۱) ”وذكر في الأصل ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع، واختار الفضيلي أن الإنسان مادام يقدر على النظر إلى قرص الشمس في الطلوع فلا تحل الصلاة، فإذا عجز عن النظر حلت وهو مناسب لتفسير التغير المصحح كما قدمناه“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۴۳۴/۱، رشیدیہ)

” (قوله: مع شروق) وما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق كما تقدم في الغروب أنه الأصح“. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۳۷۱/۱، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱۷۹/۱، ۱۸۰، دار المعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس پریشانی سے نجات کے لئے سلامتی اس میں ہے کہ سال بھر کی نمازوں کے اوقات وہاں کے حالات کے مناسب جتنیروں کو دیکھ کر نیز آس پاس کی مسجدوں کا حال معلوم کر کے متعین کر لئے جائیں اور ہر ماہ کا نقشہ اوقات مسجد میں لگا دیا جائے، تاکہ امام صاحب اس وقت پر جماعت شروع کرادیں اور آنے والے اس کی پابندی کریں۔

۲..... لوگوں کا جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد پہنچ کر اس لئے کھانا سنا کہ امام صاحب نماز طویل کر دیں اور اس پر امام صاحب کا نماز کو طویل کرنا شرعاً درست نہیں (۱)۔

۳..... فجر کی جماعت آفتاب نکلنے سے اتنے پہلے ختم کر دی جائے، کہ اگر سلام کے بعد معلوم ہو کہ نماز نہیں ہوئی، مثلاً: امام صاحب نے بے خبری میں بلا غسل پڑھا دی، پھر ان کو معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت ہے، تو وہ جلدی جلدی غسل کر کے دوبارہ جماعت طلوع سے پہلے کرادیں، تب سورج نکلے (۲)۔ مثلاً: سورج سے ۱۵ منٹ

(۱) ”وكره تحريماً إطالة ركوع أو قراءة لإدراك الجائي: أي: إن عرفه وإلا فلا بأس به، ولو أراد التقرب إلى الله تعالى لم يكره اتفاقاً لكنه نارد، وتسمى مسألة الرياء، فينبغي التحرز عنها“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۹۳، ۴۹۵، سعيد)

”وأطال الركوع لإدراك الجائي لا تقرباً لله فهو مكروه، وفي الذخيرة والبدائع وغيرهما قال أبو يوسف: سألت أبا حنيفة عن ذلك فقال: أخشى عليه أمراً عظيماً يعني الشرك“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۵۱، ۵۵۲، رشديه)

”(قوله: إن عرفه) عليه حمل ماروي عن الإمام أخشى عليه أمراً عظيماً وهو الرياء الذي هو شرك العمل..... قوله فلا بأس به يفيد أنه خلاف الأولى والضمير في به يرجع إلى الطول المأخوذ من الإطالة“۔ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع في الصلاة: ۱/ ۲۲۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) ”والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد“۔

(قوله ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكورة ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً، والحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة =

پہلے ختم ہو جائے اور نماز فجر میں قرأت طویل مسنون ہے۔ سورہ حجرات سے سورۃ البروج تک۔ جب جماعت کا وقت متعین کر دیا جائے گا تو امید ہے کہ شکایت ختم ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کے لئے کس کا اعتبار کیا جائے؟

سوال [۱۰۲۰۳]: دوامی اسلامی جنتریوں اور قاسمی جنتری میں کم و بیش ۴/ منٹ کا فرق ہے، قاسمی جنتری ریڈیو ٹائم کے مطابق تیار کی گئی ہے، قاسمی جنتری کے اول صفحہ پر نوٹ درج ہے کہ اس جنتری کو استعمال کرنے والے اپنی گھڑیاں ریڈیو ٹائم سے ملا کر رکھیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھڑیاں سب مسجدوں کی ریڈیو ٹائم سے چلتی ہیں اور جنتری دوامی اسلامی استعمال کرتے ہیں۔ قاسمی جنتری میں طلوع دوامی جنتری سے چار منٹ قبل ہوتا ہے اور دوامی اسلامی جنتری میں چار منٹ بعد، بہت آدمی اس چار منٹ کے دوران نماز فجر ادا پڑھتے ہیں، ان کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں کی اکثریت دوامی اسلامی جنتری کو ہی صحیح مانتی ہے، جب کہ دوامی اسلامی جنتری کے ضمیمہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ریڈیو ٹائم سے ملانے والے تفاوت کر لیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار منٹ کا فرق ایسا نہیں ہے کہ جس کا لحاظ رکھنے سے کچھ پریشانی لاحق ہو، اس کی رعایت سے ہی نماز

= ولو من حدث أكبر۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من

مغربها: ۳۶۶/۱، سعید)

”يستحب تأخير الفجر، ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ، کتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/ ۵۱، ۵۲، رشیدیہ)

”وقد قالوا في حد الإسفار أيضاً أن يبدأ في وقت يمكنه أن يصليها فيه على وجه السنة، ويبقى من الوقت بعد سلامه ما لو ظهر أنه كان على غير طهارة يمكنه أن يتوضأ ويعيدها على وجه السنة قبل خروجه“۔

(الحلي الكبير، کتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/ ۱۷۷، دارالمعرفة بیروت)

ادا کی جائے، تاکہ دونوں جنتریوں کے موافق نماز صحیح ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۱۴۰۶ھ۔

فجر کی سنتوں کا وقت ادا و قضا

سوال [۱۰۲۰۲]: فجر کی سنتوں کا وقت فرض کے اول ہے یا بعد، سنتیں پہلے پڑھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنتیں فرض سے پہلے پڑھنی چاہیے (۲)، اگر وقت نہیں ملا تو طلوع شمس سے پہلے نہیں پڑھی جائیں

(۱) ”عن الحسن بن علي رضي الله تعالى عنه قال: حفظت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: دع ما يريبك إلى ما لا يريبك، فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة“۔ (جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب: ۷۸/۲، سعيد)

”والمعنى اترك ما تشك فيه من الأقوال والأعمال أنه منهي عنه أو لا أو سنة أو بدعة، واعدل إلى ما لا تشك فيه منهما، والمقصود أن يبنى المكلف أمره على اليقين البحت، والتحقيق الصرف، ويكون على بصيرة في دينه“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۲۷۷۳: ۱۹/۶، رشیدیہ)

”يندب الخروج من الخلاف لا سيما للإمام لكن بشرط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهبه“۔ (الدرالمختار، کتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف: ۱۲۷/۱، سعيد)

”أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلايتين في وقتها بالإجماع“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ علیہ الصلاة والسلام قبل البعثة: ۳۵۹/۱، سعيد)

(۲) ”وسن مؤكداً أربع قبل الظهر ورکعتان قبل الصبح“۔ (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲، ۱۳، سعيد)

”(سن سنة مؤكدة) منها (رکعتان قبل) صلاة (الفجر)“۔ (مراقی الفلاح شرح نورالإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۷، قديمی)

”(اعلم أن السنة قبل الفجر) أي: صلاة الفجر (رکعتان) وابتدأ بها؛ لأنها أقوى السنة المؤكدة“۔ (الحلي الكبير، کتاب الصلاة، فصل في النوافل، ص: ۳۸۳، سهيل اكيڏمي لاهور)

گی، بلکہ سورج کے بلند ہونے پر پڑھیں (۱)، مگر قضا لازم نہیں، بلکہ غیر مؤکدہ ہے (۲)۔ اگر جماعت شروع ہوگئی تو جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر نہ پڑھیں، بلکہ دور وضو خانہ، حجرہ وغیرہ میں پڑھ لیں، بشرطیکہ جماعت بالکلیہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، بلکہ ایک رکعت یا تشهد میں شریک ہونے کی توقع ہو (۳)۔

(۱) "إذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها ولا يقضيها إلا بطريق التبعية.

(قوله وإذا خاف الخ) علم منه ما إذا غلب على ظنه بالأولى نهر، وإذا تركت لخوف فوت الجماعة، فالأولى أن تترك لخوف خروج الوقت (قوله ولا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) أي: لا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعاً لقضائه لو قبل الزوال؛ وما إذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكرهية النفل بعد الصبح. وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر. قيل هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله أحب إلى دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه. وقالوا: لا يقضي، وإن قضى فلا بأس به. (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۶/۲، ۵۷، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱۳۱/۲، رشديه)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۳۰۰/۱، دارالمعرفة بيروت)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) "ثم السنة المؤكدة التي يكره خلافها في سنة الفجر وكذا في سائر السنن هو أن لا يأتي بها مخالطاً للصف بعد شروع القوم في الفريضة، ولا خلف الصف من غير حائل، وأن يأتي بها إما في بيته وهو الأفضل، أو عند باب المسجد إن أمكنه ذلك بأن كان ثمة موضع يليق للصلاة، وإن لم يمكنه ذلك ففي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل أو في الداخل إن كانوا يصلون في الخارج، إن كان هناك مسجدان صيفي وشتوي، وإن كان المسجد واحد فخلف استوانة ونحو ذلك كالعمود والشجرة وما أشبهها في كونها حائلاً، وإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه، ومخالط للصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة لما فيه من مخالفة الجماعة، هذا الحكم المذكور إذا كان إتيانه بها بعد شروع بخلاف سنة الفجر فإنه يجوز أدائها إذا علم أنه يدركه في التشهد عندهما. وعند محمد إذا علم أنه يدرك الركعة الثانية، كذا قيل بناء على الاختلاف في الجمعة" (الحلي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، فروع، ص: ۳۹۶، ۳۹۷، سهيل اكيڈمی لاہور) =

یہ طریقہ حنفیہ نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ احادیث میں جماعت میں شریک ہونے کی بھی اہمیت وارد ہوئی ہے اور فجر کی سنتوں کی بھی تاکید شدید ہے اور جماعت شروع ہو جانے پر کوئی دوسری نماز پڑھنے پر تکبیر بھی ہے اور نماز فجر کے بعد کسی اور نماز کی ممانعت بھی ہے اور سورج کچھ بلند ہونے پر فجر کی سنتوں کی قضا بھی ثابت ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے ان جملہ احادیث پر عمل ہو جاتا ہے اور کوئی حدیث ترک نہیں ہوتی۔ حنفیہ کو اللہ پاک نے یہ خاص کمال عطا فرمایا ہے۔ شکر اللہ سعيہم و کثر سوادہم۔

”عن أبي ابن كعب رضي الله تعالى عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً الصبح فلما سلم قال: أشاهد فلان؟ قالوا: لا قال: شاهد فلان؟ قالوا: لا، قال: إن هاتين الصلاتين أثقل الصلوات على المنافقين، ولو تعلمون ما فيهما لا يتموها ولو حبواً على الركب، وإن الصف الأول على مثل صف الملائكة ولو علمتم ما فضيلته لا بتدرتموه، وإن صلاة الرجل مع الرجل أزكى من صلاته وحده، وصلاته مع الرجلين أزكى من صلاته مع الرجل، وما كثر فهو أحب إلى الله، رواه أبو داود والنسائي اه“۔

= ”(والا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد (لا) يتركها، بل يصلها عند باب المسجد إن وجد مكاناً وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم۔

(قوله وقيل التشهد) أي إذا رجا إدراك الإمام في التشهد لا يتركها بل يصلها (قوله عند باب المسجد) أي: خارج المسجد كما صرح به القهستاني، وقال في العناية: لأنه لو صلاها في المسجد كان متغفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه، فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصلها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد، وأشد كراهة أن يصلها مخالطاً للصف والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل (قوله: وإلا تركها) قال في الفتح: وعلى هذا أي: على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لا يصلي فيه إذا لم يكن عند باب مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة“۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۵۶/۲، ۵۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۴۷۴/۱، ۴۷۵، مصطفى البابی الحلبي مصر)

مشكاة شريف: ٩٦/١ (١).

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدعوهما أي (الركعتين قبل الفجر) وإن طردتكم الخيل“ اهـ. أبوداود شريف: ١٧٩/١ (٢).

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة رواه مسلم اهـ.“ مشكاة شريف: ٩٦/١ (٣).

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس، ولا صلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس. متفق عليه“ اهـ. مشكاة، ص: ٩٤ (٤).

”وقصة قضاء السنة صبيحة ليلة التعريس معروفة مشهورة في كتب الحديث. عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وابن عباس رضي الله تعالى عنه، والإمام يصلي فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى ركعتين، ثم دخل مع الإمام فلما سلم الإمام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس، فقام فركع ركعتين عن ابن عمر أنه جاء والإمام يصلي الصبح، ولم يكن صلى ركعتين قبل صلاة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة رضي الله تعالى عنها ثم أنه صلى مع الإمام اهـ. طحاوى شريف، ص: ٢٥٦، مطبوعه (٥).

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة، الفصل الثاني: ٩٦/١، قديمي)

(٢) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ١٨٤/١، رحمانيه)

(٣) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة، الفصل الثاني: ٩٦/١، قديمي)

(٤) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب أوقات النهي، الفصل الأول، ص: ٩٢، قديمي)

(٥) (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب أداء سنة الفجر بعد إقامة الصلاة: ٢٥٤/١، ٢٥٨، سعيد)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من لم يصل ركعتي الفجر فليصليهما بعد ما تطلع الشمس“ رواه الترمذي وإسناده صحيح اه“. آثار السنن (۱)، والروايات مبسوطه في هذا الباب في آثار السنن وشرح معاني الآثار وإعلاء السنن وغيره من كتب الأحناف.



(۱) (آثار السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة قضاء ركعتي الفجر قبل طلوع الشمس، ص: ۲۳۵، امداديه ملتان)

الفصل الثاني في الأوقات المكروهة

(اوقات مکروہہ کا بیان)

نماز فجر ختم ہونے سے پہلے سورج کا طلوع ہونا

سوال [۱۰۲۰۵]: انتہائے وقت فجر ۵:۳۸ منٹ تھا، تو ابر کی وجہ سے سورتیں لمبی ہو کر ۵:۴۳ کو ختم ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر ختم ہونے سے پہلے اگر سورج نکل آیا، تو اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔ وہ نماز صحیح نہیں

ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۸۷ھ۔

نماز فجر میں طلوع تک تاخیر کرنا

سوال [۱۰۲۰۶]: ایک مسجد کا امام جو مسجد ہی کے حجرہ میں رہتے ہوئے، فجر کی نماز اس قدر تاخیر

(۱) ”وكره صلاة مطلقاً مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه بخلاف الفجر.

(قوله بخلاف الفجر) أي: فإنه لا يؤدي فجر يومه وقت الطلوع؛ لأن وقت الفجر كله كامل

فوجبت كاملة فتبطل بطرؤ الطلوع الذي هو وقت فساد“۔ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط

العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۳، سعيد)

”والفجر كل وقته وقت كامل؛ لأن الشمس لا تعبد قبل طلوعها فوجب كاملاً، فإذا اعترض

الفساد بالطلوع، تفسد؛ لأنه لم يؤدها كما وجب“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، كتاب

الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۶۰۱: ۲/۲۸۶، رشیدیہ)

”ووقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطرؤ الطلوع الذي هو وقت فساد لعدم

الملائمة بينهما“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۶، رشیدیہ)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۸۰، دارالمعرفة بيروت)

سے پڑھتے ہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی ایک یا دو منٹ کے بعد طلوع شمس ہو جاتا ہے، اکثر ایسا کرتے ہیں۔
امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ اس کی اصلاح کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۲/۲/۹۲ھ۔

فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنا

سوال [۱۰۲۰۷]: میرا عقیدہ ہے کہ صبح کی سفیدی ہونے کے بعد جب سے ایک روزہ دار کے لئے کھانا بند ہو جاتا ہے، صرف دو رکعت سنت ہی ادا کرنی ہے، اس کے علاوہ کوئی نوافل اشراق تک پڑھنی جائز نہیں ہیں۔ کیا صبح کی سنت گھر ادا کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد دو رکعت ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۱) ”(والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (بإسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد، وقيل يؤخر جداً، (قوله: ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكورة، ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً. والحاصل: أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر..... (قوله: وقيل يؤخر جداً) قال في البحر: وهو ظاهر إطلاق الكتاب أي: الكنز، لكن لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس.“ (رد المختار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۶، سعيد)

”يستحب تأخير الفجر، ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۱، ۵۲، رشيدية)
(و كذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهيل اكيڈمی لاہور)
(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۷، دار المعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کے وقت میں جب کہ سنت گھر پر ادا کر لی، تو مسجد میں جا کر تحیۃ المسجد نہ پڑھیں (۱)، جو فرض پڑھیں گے، اسی سے تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کے وقت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا

سوال [۱۰۲۰۸]: ہم صبح فجر کی سنت گھر میں پڑھ کر چلتے ہیں، اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے

(۱) ”و کرہ نفل قصداً ولو تحیۃ مسجد..... بعد صلاة فجر، وصلاة عصر..... وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره، لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر، سوى سنته لشغل الوقت به تقديرًا، حتى لو نوى تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعيين.“

(قوله ولو تحیۃ مسجد) أشار به إلى أنه لا فرق بين ماله سبب أو لا كما في البحر..... (قوله حتى لو نوى الخ) تفریع علی ما ذكره من التعلیل أي: وإذا كان المقصود كون الوقت مشغولاً بالفرض تقديرًا وسنته تابعة له فإذا تطوع انصرف تطوعه إلى سنته لئلا يكون اتيا بالمنهي عنه فتأمل“. (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۳۷۵/۱، ۳۷۶، سعید)

”قوله: (وبعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر) أي: ومنع عن التنفل بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر بأكثر من سنته قصد لما رواه أحمد وأبو داود ”لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين“ وفي رواية الطبراني: ”إذا طلع الفجر فلا تصلوا إلا ركعتين“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۴۳۸/۱، ۴۳۹، رشیدیہ)

(و كذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة: الشرط الخامس الوقت، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، سهيل اكيڏمي لاهور)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب الصلاة: ۲۳۴/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”وأداء الفرض أو غيره، وكذا دخوله بنية فرض أو اقتداء ينوب عنها بلا نية.“

(قوله: ينوب عنها بلا نية) قال في الحلية: لو اشتغل داخل المسجد بالفريضة غير ناوٍ للتحية قامت تلك الفريضة مقام تحية المسجد لحصول تعظيم المسجد“. (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في تحية المسجد: ۱۸/۲، سعید)

”وقد قالوا: إن كل صلاة صلاها عند دخوله فرضاً أو سنة فإنها تقوم مقام التحية بلا نية كما في البدائع وغيره“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲۳/۲، رشیدیہ) =

ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جماعت کھڑی ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ ایسی صورت میں دو رکعت آداب مسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت فجر میں اس کی اجازت نہیں (۱)، اگرچہ جماعت میں کچھ دیر ہو۔ کذا فی الشامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

عصر کے بعد باتیں کرنا

سوال [۱۰۲۰۹]: نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

۱- تلاوت قرآن، ۲- درس قرآن، ۳- دینی بحث و مباحثہ۔ اور آخر میں یہ بھی معلوم کرادیں کہ اس وقت میں کسی قسم کی عبادت ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب باتیں اس وقت بھی درست ہیں، البتہ وقت غروب جب کہ نماز مکروہ ہوتی ہے، ذکر تسبیح وغیرہ میں مشغول ہونا، تلاوت میں مشغول رہنے سے افضل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (و کذا فی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الوتر، فصل فی تحیة المسجد، ص: ۳۹۴، قدیمی)

(۱) "قولہ: (وبعد طلوع الفجر، بأكثر من سنة الفجر) أي: ومنع عن التنفل بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر بأكثر من سنته قصداً لما رواه أحمد وأبو داود "لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين"، وفي رواية الطبراني "إذا طلع الفجر فلا تصلوا إلا ركعتين". (البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۴۳۸/۱، ۴۳۹، رشیدیہ)

"و کرہ نفل قصداً ولو تحیة المسجد بعد طلوع فجر سوی سنتہ۔

(قولہ ولو تحیة المسجد) أشار به إلى أنه لا فرق بين ماله سبب أو لا كما في البحر۔

(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۳۷۵/۱، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة: ۲۳۴/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "وفي البغية: الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الأوقات التي تكره فيها الصلاة =

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم ديوبند۔



= والدعاء والتسبيح أفضل من قراءة القرآن“ (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ١/ ٢٣٤، رشيديه)

”الصلاة فيها على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل من قراءة القرآن وكأنه لأنها من أركان الصلاة، فالأولى ترك ما كان ركناً لها“.

(قوله: الصلاة فيها) أي: في الأوقات الثلاثة، وكالصلاة الدعاء والتسبيح كما هو في البحر.....

(قوله: فالأولى) أي: فالأفضل ليوافق كلام البغية، فإن مفاده إنه لا كراهة أصلاً؛ لأن ترك الفاضل لا كراهة

فيه“. (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ١/ ٣٤٢، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ١/ ١٨١، دارالمعرفة بيروت)

باب الأذان

الفصل الأول في إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

اذان کا جواب اور اذان و نماز میں فصل

سوال [۱۰۲۱۰]: اذان کے وقت اذان کا جواب دینا کیا ہے؟ فرض ہے یا سنت ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اذان و جماعت میں کتنا فصل ہونا چاہیے؟ امید ہے کہ حدیث کی روشنی میں سلف و خلف کے واقعات کے ساتھ مفصل جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

محمد ایوب سورتی غفرلہ

الجواب حامداً ومصلحاً:

اذان کا جواب مستحب ہے (۱)، مغرب کی اذان و جماعت میں کچھ زیادہ فصل کی ضرورت نہیں۔

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن“ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي: ۸۶/۱، قديمي)
 ”(ويجيب) وجوباً، وقال الحلواني: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان بأن يقول) بلسانه (كمقالته إلا في الحيعلتين) فيقول (وفي: الصلاة خير من النوم) فيقول: صدقت وبررت“
 (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۶/۱، ۳۹۷، سعيد)

”يجب على السامعين عند الأذان الإجابة، وهي أن يقول مثل ما قال المؤذن إلا في قوله: حي على الصلاة حي على الفلاح، فإنه يقول مكان حي على الصلاة لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ومكان قوله على الفلاح ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن، كذا في محيط السرخسي“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۵۷/۱، رشيدية)

دوسرے اوقات اذان و جماعت میں نصف گھنٹہ کا فصل مناسب ہے (۱)۔ جمعہ کی اذان اول اور اذان ثانی میں بھی فصل مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۵ھ۔



(۱) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لبلال ”يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك وإذا أقمت فاحذر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الأكل من أكله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى ترواني“۔ (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الترسل في الأذان: ۳۸/۱، سعيد)

”(ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعيًا لوقت الندب (إلا في المغرب) فيسكت قائما قدر ثلاث آيات قصار، ويكره الوصل إجماعاً“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱، ۳۹۰، سعيد)

”ومنها: الفصل فيما سوى المغرب بين الأذان والإقامة؛ لأن الإعلام المطلوب من كل واحد منهما لا يحصل إلا بالفصل، والفصل فيما سوى المغرب بالصلاة، أو بالجلوس مسنون، والوصل مكروه، وأصله ما روي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال لبلال: ”إذا أذنت ولأن الأذان لاستحضار الغائبين، فلا بد من الإمهال ليحضروا“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سنن الأذان: ۶۴۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

”وفصل بين الأذان والإقامة مقدار ركعتين، أو أربع يقرأ في كل ركعة نحوًا من عشر آيات كذا في الزاهدي، والوصل بين الأذان والإقامة مكروه بالاتفاق كذا في معراج الدراية وأما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يفصل بينهما بسكتة يسكت قائماً مقدار ما يتمكن من قراءة ثلاث آيات قصار، هكذا في النهاية“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان: ۵۶/۱، ۵۷، رشيدية)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعا کا بیان)

اذان کے بعد وسیلہ کی دعا

سوال [۱۰۲۱۱]: لفظ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

تفسیر ابن کثیر و دیگر تفاسیر میں ہے کہ وسیلہ ایک منزل ہے، جنت میں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور اس منزل کے حصول کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مؤذن اذان ختم کر دے تو اور دعا پڑھنے کے بعد میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”الوسيلة“ ایک بہت بڑا بلند درجہ ہے، جو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ

(۱) ”والوسيلة هي التي يتوصل بها إلى تحصيل المقصود، والوسيلة أيضاً علم على أعلى منزلة في الجنة، وهي منزلة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وداره في الجنة، وهي أقرب أمكنة الجنة إلى العرش. وقد ثبت في صحيح البخاري عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من قال حين يسمع النداء: ”اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلاة القائمة، ات محمداً الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته“، إلا حلت له الشفاعة يوم القيامة“.

(تفسير ابن كثير، المائدة: ۳۵: ۷۴/۲، دار الفحاء)

”والوسيلة درجة في الجنة، وهي التي جاء الحديث الصحيح بها في قوله عليه السلام: ”فمن سأل لي الوسيلة حلت له شفاعتي“.

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، المائدة: ۳۵: ۹۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وفسر بعضهم الوسيلة بمنزلة في الجنة بناء على ما رواه مسلم وغيره، إنها منزلة في الجنة جعلها الله تعالى لعبده وأرجوا أن أكون أنا، فاسئلوا لي الوسيلة“.

(روح المعاني، المائدة: ۳۵: ۱۲۳/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نے متعین فرمایا ہے، جس کے متعلق اذان کے بعد دعا کی ترغیب حدیث میں آئی ہے، یہ حدیث مشکوٰۃ شریف (۱) اور دیگر کتب صحاح میں موجود ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۶ھ۔



(۱) ”عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول، ثم صلوا عليّ، فإنه من صلى عليّ صلاة، صلى الله عليه بها عشراً، ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة في الجنة لا ينبغي إلا لعبد من عباد الله وأرجوا أكون هو، فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة“۔ رواه مسلم۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن، الفصل الأول: ۶۵/۱، قديمی)

(۲) ”عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من قال حين يسمع النداء: ”اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة ات محمدًا الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته“ حلت له شفاعتي يوم القيامة“۔ (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿عسى أن يبعثك ربك مقاماً محموداً﴾: ۶۸۶/۱، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل.....: ۱۶۶/۱، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن: ۸۸/۱، رحمانیہ)

(وسنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الدعاء عند الأذان: ۱۱۰/۱، قديمی)

وابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ما يقال إذا أذن المؤذن: ۵۳/۱، قديمی)

الفصل الثالث فيما يكره في الأذان

(مكروهات اذان کا بیان)

بحالت نشہ اذان و نماز کا حکم

سوال [۱۰۲۱۲]: ایک مسلمان جو شراب پینے کا عادی ہے، مگر اتنی نہیں پیتا ہے کہ مدہوش ہو جائے، اپنے ہوش و حواس میں رہتا ہے، یہ ہے کہ کوئی شخص بات چیت کرے، تو تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ شراب پئے ہے۔ نماز کا جب وقت ہوتا ہے تو باقاعدہ وضو کر کے نماز ادا کرتا ہے اور اکثر مسجد میں اذان بھی دے دیا کرتا ہے۔ تو براہ کرم تحریر فرمائیے کہ ایسے شراب پئے ہوئے شخص کو ایک مسلمان نماز پڑھنے سے اس کو ایسی حالت میں روک سکتا ہے یا نہیں؟ اور اذان دینے پر منع کر سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... ایسے شخص کو نماز شراب پئے ہوئے ادا کرنا چاہیے یا نہیں اور شراب پی کر نماز ادا کرنے پر گنہگار ہوایا نہیں؟

۳..... ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اول شراب پی کر گنہگار ہوا، دوسرے شراب پئے ہوئے نماز پڑھی تو دوسرا گناہ اس نے کیا۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ شراب پینے پر گنہگار ضرور ہوا، مگر نماز ادا کرنے پر نماز کا اجر و ثواب ضرور پائے گا، ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شراب پینا حرام ہے (۱)، لیکن اگر اس سے نشہ نہ ہو، ہوش و حواس درست رہیں، تو اس حالت میں

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ (المائدة: ۹۰)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن البتع وهو شراب العسل، وكان أهل اليمن يشربونه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كل شراب أسكر =

ایسے شخص کو نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہیے (۱)، جب کہ وہ باقاعدہ وضو کر کے نماز ادا کرتا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کرتا جو کہ احترام مسجد اور احترام نماز کے خلاف ہو۔

۲..... ایسے شخص کو اس حالت میں بھی نماز ضرور پڑھنی چاہیے (۲)، لیکن شراب کو ترک کرنا بھی لازم اور فرض ہے، جب تک شراب کا کوئی قطرہ پیٹ میں رہے گا، اللہ تعالیٰ کے دربار میں نماز قبول نہیں ہوگی۔

۳..... شراب پینے سے گنہگار ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے (۳)، اس لئے اس کا چھوڑنا بھی سب

= فهو حرام“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب الخمر من العسل وهو البع: ۸۳۷/۲، قدیمی)

”اقتضت هذه الآية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: (رجس) لأن الرجس اسم في الشرع لما يلزم اجتنابه؛ ويقع اسم الرجس على الشيء المستقذر النجس، وهذا أيضاً يلزم اجتنابه، فأوجب وصفه إياها بأنها رجس لزوم اجتنابها، والوجه الآخر: قوله تعالى: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر والأمر يقتضي الإيجاب، فانتظمت الآية تحريم الخمر من هذين الوجهين“۔ (أحكام القرآن للجصاص، المائدة، باب تحريم الخمر: ۶۴۸/۲، قدیمی)

”(و حرم قليلها وكثيرها) بالإجماع (لعينها) أي: لذاتها وفي قوله تعالى: ﴿إنما الخمر والميسر﴾ الآية عشر دلائل على حرمتها مبسوطة في المجتبى وغيره“۔ (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۲، ۴۴۹، سعيد)

(۱) ”حتى تعلموا ما تقولون“ يدل على أن السكران الذي منع من الصلاة هو الذي قد بلغ به السكر إلى حال لا يدري ما يقول، وأن السكران الذي يدري ما يقول لم يتناول النهي عن فعل الصلاة“۔ (أحكام القرآن للجصاص، النساء، باب الجنب يمر في المسجد: ۲۸۷/۲، قدیمی)

”حتى تعلموا ما تقولون“ فإن كان بحيث لا يعلم ما يقول تجنب وإن كان بحيث يعلم ما يقول فأتى بالصلة فحكمه حكم الصاحي“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۴۳: ۱۴۴/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”حتى تعلموا ما تقولون“ والمعنى لا تصلوا في حالة السكر، حتى تعلموا قبل الشروع ما تقولون قبلها إن بذلك يظهر أنكم ستعلمون ما ستقرءونه فيها“۔ (تفسير روح المعاني، النساء: ۳۸/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) راجع الحاشية المقدمة انفاً

(۳) ”قال أبوهريرة رضي الله تعالى عنه: إن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا يزني الزاني حين يزني“ =

کے نزدیک ضروری ہے۔ نشہ نہ ہونے کی حالت میں ہوش و حواس صحیح رہتے ہوئے نماز پڑھنے سے فریضہ نماز ادا ہو جائے گا اور اس نماز سے وہ گنہگار نہیں ہوگا (۱)، لیکن اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور خدا تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

پیشہ ور پھرانی کو مؤذن بنانا

سوال [۱۰۲۱۳]: پیشہ ور پھرانی کی اذان جب کہ وہ ڈھولک اور سارنگی کے ساتھ مانگتا ہو اور ساتھ

= وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن“.

(صحيح البخاري، كتاب الأشرية، باب قول الله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ.....﴾ الخ: ۸۳۶/۲، قديمی)

”أقول: الحديث: نص في حرمة الخمر، وحرمة بيعها، وحرمتها منصوصة في القرآن،

ومصرح بكونها نجسة، وهذا القدر مما اتفق عليه المسلمون“۔ (إعلاء السنن، كتاب الأشرية، باب

حرمة الخمر: ۲۲/۱۸، إدارة القرآن کراچی)

”وأما بيان أحكام هذه الأشرية: أما الخمر فيتعلق بها أحكام: منها: أنه يحرم شرب قليلها

وكثيرها إلا عند الضرورة؛ لأنها محرمة العين، فيستوفى في الحرمة قليلها وكثيرها ومنها: أنه يكفر

مستحلها؛ لأن حرمتها ثبت بدليل مقطوع به“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الأشرية: ۴۱۶/۲-۴۲۸،

دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۳۸۱

(۲) ”لا يلزم من صحة العمل قبوله ووجوده لقوله تعالى: ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾“۔ (مرقاة

المفاتيح، حديث النية المسمى بطليعة كتب الحديث: ۱۰۰/۱، رشيدية)

”وقال العلامة العيني رحمه الله تعالى في شرح البخاري: الإخلاص في الطاعة ترك الرياء

ومعدنه القلب، وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان

والنية التي هي شرط لصحة الصلاة مثلاً أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي“۔ (الدر المختار مع رد المحتار،

كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۵/۲، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب أن النية ليست واجبة في الوضوء: ۱۰۸/۱، إدارة القرآن کراچی)

غیر اللہ کے نام کا کھانا پینا بھی بلا تکلف کھاتا پیتا ہو، نرمی اور گرمی کے ساتھ منع کرنے کے باوجود بھی اپنے اس کام سے باز نہ آتا ہو، کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص کو مؤذن نہ بنایا جائے اس کی اذان مکروہ ہے۔ ڈھولک، سارنگی وغیرہ لے کر مستقلاً مانگنے کا پیشہ کرنے والے اور غیر اللہ کے نام کی نذر وغیرہ کھانے والے بھی اس میں شامل ہیں، یعنی ان کی اذان مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) ”ویکفره أذان جنب وإقامته إقامة محدث لا أذانه وأذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً، لكنه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي.“

(قوله: من جاهل تقي) أي: حيث لم يوجد عالم تقي“. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۱/۳۹۲، سعيد)

”وأما الفاسق فلأن قوله لا يوثق به، ولا يقبل في الأمور الدينية، ولا يلزم أحداً فلم يوجد

الإعلام“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيدية)

”وصرح بکراهة أذان الفاسق ولا يعاد، فالإعادة فيه ليقع على وجه السنة“. (فتح القدير،

كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الفصل الرابع في إعادة الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

غروب سے پہلے اذان کا حکم

سوال [۱۰۲۱۲]: امام صاحب کی گھڑی میں دو منٹ باقی تھے مغرب کی اذان میں، مگر قاری صاحب نے اذان پڑھوادی، جب کہ امام صاحب نے منع کیا تھا، مگر وہ نہیں مانے۔ جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے، تب سائرُن ہوا (۱)، اس پر امام صاحب نے کہا دو منٹ رک جاؤ، قاری صاحب اس سے پہلے بھی امام صاحب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھا چکے تھے اور پہلے امام صاحب کو ہٹایا ہے، ان قاری کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غروب آفتاب سے پہلے مغرب کی اذان جائز نہیں، اگر اذان وقت سے پہلے ہوگئی، تو اس اذان کا اعادہ لازم ہے (۲) اور نماز مغرب غروب سے پہلے جائز نہیں، اس طرح پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوئی (۳)۔

(۱) ”سائرُن: ایک آلہ جس سے بلند آواز پیدا ہوتی ہے۔ بھونپو“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”وأما بيان وقت الأذان والإقامة، فوقيتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه، ويعيده في الصلوات كلها“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۲۵۸/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

”قوله: (ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي: في الوقت إذا أذن قبله؛ لأن يراد للإعلام بالوقت فلا يجوز قبله بلا خلاف في غير الفجر“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵۷/۱، رشیدیہ)

”ولا يؤذن لصلاة قبل دخول وقتها ويعاد في الوقت؛ لأن الأذان للإعلام وقبل الوقت تجهيل“۔

(قوله ولا يؤذن لصلاة قبل دخول وقتها) ويكره ويعاد، وبه قال أبو يوسف والشافعي رحمه الله تعالى إلا

في الفجر على ما في الكتاب“۔ (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲۵۳/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ”قوله: (والمغرب منه إلى غروب الشمس) أي: وقت المغرب من غروب الشمس إلى غروب =

ضد کی وجہ سے مخالفت کر کے امامت سے الگ کر دینا بہت بیجا اور غلط حرکت ہے (۱)۔ لازم ہے کہ آپس میں صلح و صفائی کر کے ہر ایک اپنی غلطی کی دوسرے سے معافی مانگے اور غلط طریقہ چھوڑ کر صحیح طریقہ اختیار کرے، جو شخص تمام نمازیوں میں صحیح العقیدہ، صحیح العمل، صحیح الاخلاق، مسائل نماز و طہارت سے واقف، صحیح پڑھنے والا ہو، اس کو امام تجویز کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ۔

= الشفق لروایۃ مسلم "وقت صلاة المغرب ما لم يسقط نور الشفق". (البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۴۲۶/۱، رشیدیہ)

"وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس و آخر وقتها ما لم يغيب الشفق". (الهدایۃ، کتاب الصلاة، باب المواقیف: ۸۱/۱، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

"ومنها: الوقت؛ لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها، قال الله تعالى: (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً) أي: فرض مؤقتاً؛ حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته، إلا صلاة العصر يوم عرفة على ما يذكر". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۵۸/۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

"والشرط الخامس من الشروط الستة هو الوقت قدمه على النية مع زيادة اهتمامها لكونها شرطاً لكل صلاة كالاستقبال ثم إن دخول الوقت شرط لصحة أداء الصلاة". (الحلی الكبير، کتاب الصلاة، الشرط الخامس، الوقت، ص: ۲۲۵، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "استفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بلا جنحة وعدم أهلية". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب: لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة، أو عدم أهلية: ۳۸۲/۲، سعید)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۸۰/۵، رشیدیہ)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلیٰ بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ثم الأورع أي: الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات". (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، سعید)

"وأولى الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة، فإن تساوا فأقرؤهم، فإن تساوا فأورعهم". (الهدایۃ، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱۲۱/۱، شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا في الحلی الكبير، کتاب الصلاة، فصل الإمامة، الأولیٰ بالإمامة، ص: ۶۱۲، سهیل اکیڈمی لاہور)

الفصل الخامس في الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

قضا نماز کے لئے اذان و اقامت

سوال [۱۰۲۱۵]: میں قضا نماز کبھی گھر پر پڑھتا ہوں، کبھی مسجد میں، مسجد میں قضا نماز اکثر نماز باجماعت کے بعد ادا کرتا ہوں، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا مجھے گھر پر قضا نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں کہنا ہے یا نہیں اور مسجد میں کیا اذان و اقامت بھی کہنی ہے یا نہیں؟ اور اگر اذان و اقامت کہنی ضروری ہے، تو آہستہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قضا نماز اس طرح پڑھنی چاہیے کہ کسی کو علم نہ ہو کہ یہ قضا نماز پڑھ رہے ہیں (۱)، اس لئے مسجد میں فجر نماز کے بعد اور عصر نماز کے بعد نہ پڑھیں، جب مسجد میں قضا نماز پڑھتے ہیں تو وہاں اذان و اقامت ہوتی ہی ہے اور مکان پر جب پڑھتے ہیں تو وہاں مسجد کی اذان کافی سمجھی جاتی ہے۔ اگر اذان و اقامت کی نوبت آئے، تو آہستہ آہستہ کہیں تاکہ دوسروں کو اشتباہ نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "ویسن ذلک (أي الأذان) ولا فيما يقضي من الفوائت في مسجد لأن فيه تشويشاً وتغليطاً، ويكره

قضاءها فيه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها، بزازية". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۴۵۵/۱، رشيدية)

(و كذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۰/۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) "وهذا إنما يظهر أن لو كان الأذان لجماعة، أما إذا كان منفرداً يؤذن بقدر ما يسمع نفسه فلا يلزم فيه تشويش

وتغليط". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۸۷/۱، دارالمعرفة بيروت)

"..... وأما إذا لم يكن كذلك فلا يؤذن له في المسجد لخوف التشويش، وأحب أن يؤذن لنفسه بحيث

لا يسمعه من سواه". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱۰/۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

الفصل السادس في الأذان في اذان المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ

سوال [۱۰۲۱۶]: بچہ کے پیدا ہونے پر بعض لوگ کچھ فاصلہ سے بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہتے ہیں، اس لئے کہ بچہ کے قریب ہونے سے نفرت کرتے ہیں تو کیا یہ مسنون طریقہ سے اذان ہو جائے گی یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ جب پیدا ہونے کے بعد اس کو پاک صاف کر کے اس کے کان کے قریب اذان و اقامت کہی جائے، اس سے نفرت نہ کی جائے، کان میں اس زور سے آواز نہ دی جائے، کہ بچہ پریشان ہو جائے اور آواز کو برداشت نہ کر سکے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۰ھ۔



(۱) ”قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي عن الحسين رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: ”من ولد له ولد، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى، لم تضره أم الصبيان، كذا في الجامع الصغير للسيوطي“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصيد والذبائح، باب العقیقة: ۷/۷۵، رشیدیہ)

”وقال الرافعي رحمه الله تعالى: قال السندي رحمه الله تعالى: فيرفع المولود عند ولادة على يديه مستقبل القبلة، ويؤذن في أذنه اليمنى، ويقيم في اليسرى“۔ (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵، سعيد)

(و كذا في العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في اذان المولود: ۱/۲۷۸، سعيد)

باب الإقامة والتثویب

الفصل الأول في الإقامة

(اقامت کا بیان)

منفرد کے لئے اقامت کا حکم

سوال [۱۰۲۱۷]: اگر اکیلے فرض نماز ادا کرے، تو اقامت کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اکیلے فرض نماز پڑھتے وقت بھی نیت سے پہلے اقامت مستحب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے؟

سوال [۱۰۲۱۸]: اگر مؤذن کسی شخص سے صرف ایک مرتبہ یہ کہہ دے کہ جب بھی آپ مسجد میں

تشریف لائیں، آپ میرے بغیر کچھ کہے تکبیر کہہ دیا کریں، تو کیا اس شخص کا ایک مرتبہ کی اجازت کے بعد پھر دوبارہ

اجازت نہ لینا اور تکبیر کہہ دینا جائز اور درست ہوگا یا ہر مرتبہ اور ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے؟

(۱) ”وذكر الشيخ أن الضابط عندنا: أن كل فرض أداء كان أو قضاء يؤذن له ويقام، سواء أدى منفرداً أو

بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة في المصر“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۳۵۵، رشیدیہ)

”قولہ: فی بیتہ) ای؛ فیما یتعلق بالبلد من الدار والکرم وغیرہما قہستانی۔ وفي التفاریق: وإن

كان في كرم أو ضيعة يكتفي بأذان القرية أو البلدة إن كان قريباً وإلا فلا. وحد القرب أن يبلغ الأذان إليه

منه“۔ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۳۹۵، سعید)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/ ۲۳۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک دفعہ کی اجازت بھی کافی ہے، جب کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔



(۱) ”وإن أذن رجل وأقام آخر يأذنه لأبأس به“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۷، رشیدیہ)
”وإن أذن رجل وأقام آخر إن غاب الأول جاز من غیر کراهة، وإن کان حاضراً، ویلحقه
الوحشة بإقامة غیره، وإن رضی به لایکره عندنا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلاة، الباب الأول فی
الأذان: ۱/۵۴، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الصلاة، الفصل الأول فی الأذان: ۱/۵۰، رشیدیہ)

الفصل الثاني في التثويب

(تثویب کا بیان)

نماز فجر کے لئے قرآن کریم کی تلاوت یا نظم وغیرہ سے جگانے کا حکم

سوال [۱۰۲۱۹]: ہمارے قصبہ کی مسجد میں روزانہ فجر کی اذان کے بعد ایک یا دو رکوع پڑھتے ہیں، اس کے بعد نظم پڑھتے ہیں، جماعت ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے رک جاتے ہیں، اس نیت سے کہ لوگوں کو فجر کی نماز جماعت سے مل جائے، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ پڑھنا غالباً ریڈیو اور اسپیکر پر ہوتا ہوگا، ایسے وقت پر کچھ لوگ سو رہے ہوں گے، کچھ ضروریات میں مشغول ہوں گے، قرآن پاک کی طرف توجہ دینے سے قاصر ہوں گے، اس لئے اس کو ترک کیا جائے (۱)، ویسے ہی نماز کے واسطے بلانے کے لئے شریعت نے اذان تجویز کی ہے، ریڈیو اسپیکر پر قرآن پاک اور نظم پڑھنا تجویز

(۱) "قال العلانی: "[فروع] يجب الاستماع للقرآن مطلقاً؛ لأن العبرة لعموم اللفظ.

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: وفي الفتح عن الخلاصة: رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن فالإثم على القارئ، وعلى هذا: لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم اه لأنه يكون سبب لإعراضهم على استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم تأمل يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمة". (رد المحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإمامة: ۵۴۶/۱، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقرأة القرآن الخ: ۳۱۸/۵، رشیدیہ)

(و كذا في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۳۳۰/۲، امجد اکیڈمی لاہور)

نہیں کیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحينون الصلوات، وليس ينادي بها أحد تكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارى، وقال بعضهم: اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود، قال: فقال عمر رضي الله تعالى عنه: أولاً تبعثون رجلاً ينادي بالصلاة؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا بلال! قم فناد بالصلاة“۔ (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في بدء الأذان: ۴۸/۱، سعيد)

”لما روي عن علي رضي الله تعالى عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال: ”أخرجوا هذا المبتدع من المسجد“۔ (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲۷۴/۱، مكتبه غفاريه كوئٹہ)

باب صفة الصلاة

الفصل الأول في شروط الصلاة

(شروط صلاة کا بیان)

کیا نیت کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟

سوال [۱۰۲۲۰]: جو کام نماز سے پہلے جائز تھے، نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد جائز ہے کیا؟ امام نے تکبیر تحریمہ کر لی اس کے بعد مقتدی کا نیت کرنا یعنی زبان سے نیت کے الفاظ کا دہرانا کیسا ہے؟ ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ مقتدی اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے، ان کا یہ کلام درست ہے کیا؟ نیت کی کیا تعریف ہے؟ جس کام کے کرنے کا ارادہ دل سے ہو، اُسے نیت کہتے ہیں یا دل کی بات کو زبان سے دہرایا جاتا ہے، اس کو نیت کہتے ہیں۔ کسی مقصد کے تحت جو کلمات زبان سے نکلتے ہیں، اس کو اقرار کہتے ہیں کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قطعاً نہیں (۱)۔ ”نية عزم القلب على الفعل“ کسی بھی کام کے لئے دل کی آمادگی کا نام نیت ہے۔

(۱) ”عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم“۔ (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء: ۲۰/۱، رحمانیہ لاہور)

”(وتحريمها التكبير) قال المظهر: سمي الدخول في الصلاة تحريماً؛ لأنه يحرم الأكل، والشرب، وغيرهما على المصلي. فلا يجوز الدخول في الصلاة إلا بالتكبير“۔ (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الطهارة، باب ما يوجب الوضوء، رقم الحديث: ۳۱۲: ۳۴/۲، رشیدیہ) =

اور شرعی اصطلاح میں اطاعت و قرب خداوندی کے لئے کسی کام کے کرنے کا نام، اس کو نیت کہتے ہیں، زبان سے اقرار ضروری نہیں اور زبان سے کہنا بھی ممنوع نہیں (۱)۔

”واصطلاحاً قصد الطاعة، والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد فعل“

(شرح الحموي على الأشباه، ص: ۲۹) (۲)۔

بہت سی باتیں مقصد واضح کرنے کی نظر سے مثال کے طور پر بھی پیش کی جاتی ہیں، اس کو فقہ کی اصطلاح میں اقرار نہیں کہا جاتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عربی میں نیت نماز

سوال [۱۰۲۲۱]: کوئی آدمی مثلاً: فجر کی نماز میں نیت عربی میں یوں کرے کہ:

”نويت أن أصلي لله تعالى ركعتي صلاة الفجر فرض الله تعالى

متوجهاً إلى جهة الكعبة الشريفة الله أكبر“۔

= ”والتحريم جعل الشيء محرماً، سميت بها لتحريم الأشياء المباحة قبل الشروع“۔

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۴۲/۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۰۶/۱، رشيدية)

(۱) ”والنية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي أما الذكر باللسان فلا معتبر به، ويحسن ذلك

لاجتماع عزيمته“۔ (الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط التي تتقدمها: ۹۶/۱، شریکت علمیہ ملتان)

”(وهو أي: عمل القلب (أي يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أي صلاة يصلي والتلفظ) عند

الإرادة (بها مستحب) هو المختار“۔ (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۱۵/۱، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية:

۶۵/۱، رشيدية)

(۲) (شرح الحموي على الأشباه، الفن الأول، قول في القواعد الكلية، الأولى: لا ثواب إلا بالنية:

۶۳/۱، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص:

۲۱۵، قديمی)

اس طریقہ سے نیت کر کے نماز پڑھنا، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ کیا یہ الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیت نام ہے ارادہ قلبی کا، جو چیز کرنے کے لئے دل میں سوچ لی جاوے، وہی نیت ہے، یہی چیز دل میں سوچی گئی ہے، اس کو زبان سے استجاباً کیا تو اس سے نماز میں خرابی نہیں آئی، بغیر زبان سے کہے صرف دل کی سوچی ہوئی نیت پر کفایت کرے تب بھی کافی اور درست ہے۔ طریقہ مذکورہ پر زبان سے کہنا قرآن و احادیث سے ثابت نہیں۔

”النية هي إرادة لا العلم والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة،

وهو أن يعلم بداهة أي صلاة يصلي، والتلفظ بها مستحب هو المختار. وقيل:

سنة“ (درمختار مع هامش الشامي: ۱/۲۷۸) (۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

سنت میں نیت کا طریقہ

سوال [۱۰۲۲۲]: سنتوں کی نیت کیسے کرنا چاہیے؟ تحریر فرمائیے گا۔ یہاں کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں:

”سنت اللہ رسول اور کچھ کہتے ہیں طریقہ رسول کا“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنتوں کی نیت اس طرح کرے کہ مثلاً: مغرب کی دو رکعت سنت، اللہ کے واسطے پڑھتا ہوں، سنت

رسول اللہ کے طریقہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۴، ۴۱۵، سعید)

(و کذا في الهداية، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۲/۹۶، شرکت علمیه ملتان)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۲، رشیدیہ)

(۲) ”والنية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي، أما الذكر باللسان فلا معتبر به، ويحسن ذلك =

نفل نماز میں حتمی نیت کرنا

سوال [۱۰۲۲۳]: ایک شخص عرصہ سے نفل نماز کی نیت اس طرح باندھتا ہے:
 ”نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی، نفل اپنے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف
 کی طرف، وقت فلاں۔“

کیا یہ طریقہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نفل اللہ نے لازم قرار نہیں دی، اس لئے اس کے پڑھنے پر کوئی پکڑ نہیں، بلکہ یہ
 میرا اپنا حق ہے، اگر پڑھوں گا تو مجھے ثواب ملے گا، نہیں پڑھوں گا تو ثواب سے محروم نہیں رہوں گا، اس لئے یہ
 شرک نہیں اور ایسے شخص کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۵/۱۰/۸۶ھ۔

لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۲۴]: تہبند کے نیچے لنگوٹ باندھ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ پاک ہے، تو جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= لاجتماع عزیمتہ“۔ (الہدایۃ، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۹۶/۱، شرکت علمیہ ملتان)

”(وہو) أي: عمل القلب (أن يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أي صلاة يصلي والتلفظ) عند

الإرادة (بها مستحب) هو المختار“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۱۵/۱، سعید)

”والحق: أنهم إنما ذكروا العلم بالقلب لإفادة أن النية إنما هي عمل القلب، وأنه لا يعتبر باللسان لا أنه شرط

زائد على أصل النية“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۸۲/۱، رشیدیہ)

(۱) ”(هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه) وكذا ما يتحرك بحركته أو يعد حاملاً له الخ۔“

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرله۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

جس کپڑے میں بدن نظر آئے اس میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال [۱۰۲۲۵]: ٹرالین کپڑا جس میں بعض میں تمام بدن نظر آتا ہے، بعض میں نہیں آتا۔ اس کا

پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے کیسا ہے؟ اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ عورتوں کے لباس میں اوڑھنی ہو یا

ساڑھی یا کرتا سب کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کپڑے میں اعضاء نظر آتے ہیں اور ستر عورت نہیں ہوتا تو اس کا پہننا مرد اور عورت ہر دو کے لئے ناجائز ہے (۱)۔ (۲)۔ الا یہ کہ اس سے اوپر یا اس کے نیچے ستر عورت کپڑا ہو، اگر اس میں اعضاء نظر نہ آئیں، بلکہ وہ ستر عورت ہو، یعنی گاڑھی قسم کا ہو، تو دونوں کے لئے درست ہے، اس کو پہن کر نماز بھی درست ہے (۲)۔

= (قولہ: وثوبہ) أراد ما لا یس بدن، فدخل القلنسوة، والخف، والنعل عن الحموي.
(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۰۲/۱، سعید)

”وأما طهارة ثوبه فلقوله تعالى: ﴿وَتَبَايَكَ فَطَهَّر﴾ فإن أظهر أن المراد ثيابك البسوة وأن معناها طهرها من النجاسة.“ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۶۴/۱، رشیدیہ)

”تطهير النجاسة من بدن المصلي، وثوبه، والمكان الذي يصلي عليه واجب هكذا في الزاهدي.“ (الفتاوى العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۵۸/۱، رشیدیہ)

(و کذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱۸۹/۱، دارالمعرفة بیروت)

(۱) ”وحد الستر أن لا یر ماتحتہ، حتی لو ستر بثوب رقيق یصف ماتحتہ لا یجوز.“ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۶۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا في تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۲۵۲/۱، ۲۵۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا في الفتاوى العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۵۸/۱، رشیدیہ)

(۲) ”فإن الإسلام لم یقصره علی نوع دون نوع، ولم یقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هیئة خاصة من =

اگر اس میں ریشم غالب ہو، تو مردوں کے لئے منع ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۸۸ھ۔

مستورات کے لئے ٹخنہ ستر ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۲۲۶]: عورتوں کے ٹخنے بسا اوقات نماز میں کھل جاتے ہیں، لہذا اعادہ نماز کی ضرورت

ہے یا نہیں؟ ٹخنہ ایک عضو ہے یا کسی عضو کا جزو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”الکعب تبع للساق اه“ سکب الأنهر: ۸۱/۱ (۲)۔

= اللباس، ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادي“۔ (تکملة فتح الملہم، کتاب

اللباس والزينة: ۸۷/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل

في اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

(و کذا في مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل في اللبس: ۱۹۱/۴، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إن الله

عز وجل أحل لأناث أمتي الحرير والذهب، وحرمه على ذكورها“۔ (سنن النسائي، کتاب الزینۃ، باب

لبس تحريم الذهب: ۲۹۳/۲، قدیمی)

”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت عمر رضي الله تعالى عنه يذكر أن النبي صلى

الله تعالى عليه وسلم قال: ”من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة“۔ (جامع الترمذی، أبواب

الاستئذان والأدب، باب ما جاء في كراهية الحرير والديبا ج: ۱۰۹/۲، سعید)

”قوله: (حرم للرجل لا للمرأة لبس الحرير إلا قدر أربع أصابع) يعني يحرم على الرجل لا على

المرأة لبس الحرير..... وإنما حرم لبس الحرير على الرجال دون النساء لما روى أبو موسى

الأشعري..... الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل في اللبس: ۳۴۷/۸، رشیدیہ)

(و کذا في تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل في اللبس: ۳۱/۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) (الدر المنتقى المعروف بسکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، باب شروط =

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ٹخنے مستقل عضو نہیں، بلکہ تابع ساق ہیں۔

ان کے کھل جانے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں (۱)، کیونکہ یہ ربع ساق نہیں، گوا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ

ان کے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۸ھ۔

قبلہ سے معمولی انحراف کی صورت میں نماز کا حکم

سوال [۱۰۲۲۷]: محلہ میں صرف ایک مسجد ہے اور جمعہ کی نماز میں نیز عیدین کی نماز میں بعد پڑھنے مسجد کے دیگر مصلیان سڑک پر نماز بوجہ مجبوری ادا کرتے ہیں اور سڑک پر نماز پڑھنے کی شکل میں کسی کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہو پاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ تھوڑا سا ٹیڑھا ہے اور سڑک بالکل سیدھی ہے اور کوئی شکل بھی نہیں ہے، اگر صفیں قبلہ کی شکل میں لے جائیں، تو تمام راستہ بند ہو جاتا ہے اور موٹر وغیرہ سب رک جاتی ہیں، اس سے بھی ٹریفک والے اعتراض کرتے ہیں، تو اس شکل سے ان مجبوریوں کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے، معمولی انحراف ہو تو بھی ادا ہو جاتی ہے،

= الصلاة: ۱/۱۲۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۷۲، رشیدیہ)

(و کذا في النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۱۸۳، رشیدیہ)

(۱) ”قولہ: (و کشف ربع ساقها يمنع..... الخ) لأن قليل الانكشاف عفو عندنا للضرورة، فإن ثياب

الفقراء لا تخلو عن قليل خرق كالنجاسة القليلة“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة:

۱/۴۷۱، رشیدیہ)

”واعلم أن انكشاف ما دون الربع عفو إذا كان في عضو واحد“۔ (مجمع الأنهر، کتاب

الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۱۲۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا في الفتاوى العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشیدیہ)

اگر شمال یا جنوب کی طرف رخ ہو جائے گا تو نماز نہیں ہوگی (۱)۔ اب آپ خود اندازہ کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں؟

سوال [۱۰۲۲۸]: ایک غیر مسلم نے ہم سے سوال کیا کہ مسلمان سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو پھر مسلمان کعبہ کے رخ کیوں سجدہ کرتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کعبہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدہ خدائے وحدہ لا شریک لہ کو ہی کیا جاتا ہے، کعبہ کو ہرگز نہیں کیا جاتا، جو شخص کعبہ کو سجدہ کرے، اسلام اس کو مشرک قرار دیتا ہے (۲)، سجدہ کرتے وقت رخ کسی جانب ضرور ہوگا، اس کے لئے سمت کعبہ کو تجویز

(۱) ”فیعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرفاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة..... ولا بأس بالانحراف انحرفاً لا تزول به المقابلة بالكلية، بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة..... فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها“۔ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۲۸/۱، ۴۳۰، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۹۵/۱، ۴۹۶، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۸۳/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(۲) ”(قوله: حتى لو سجد للكعبة نفسها كفر) تفريع على كون الاستقبال شرطاً، يعني لما كان المسجود له هو الله تعالى، والتوجه إلى الكعبة مأموراً به كما تقدم كان السجود لنفس الكعبة كفراً. قال الرافعي: (قوله كان السجود لنفس الكعبة كفراً) أي: إذا نوى العبادة كما ذكره في الردة. وقال السندي: لجعله شريكاً لله تعالى في العبادة، ولم يأذن بالعبادة لسواه اهـ“۔ (الدرالمختار مع تقريرات الرافعي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۲۷/۱، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱۹۷/۱،

دارالمعرفة بيروت)

کر دیا گیا (۱)۔ اس کی خصوصیت معلوم کرنا چاہیں، تو ”قبلہ نما“ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

قبلہ کا مشتبہ ہونا

سوال [۱۰۲۲۹]: نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ غلط رخ پر نماز پڑھی گئی ہے، تو کیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی قبلہ کا رخ بتانے والا نہیں تھا اور مسجد کے ذریعہ بھی معلوم نہیں ہو سکا اور تحری کر کے نماز پڑھی، تو ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿فَوَلَّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۴۴)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”البيت قبله لأهل المسجد والمسجد قبله لأهل الحرم، والحرم قبله لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي“.
(تفسير ابن كثير، التوبة: ۱/۶۳، دارالسلام رياض)

”لا خلاف بين العلماء أن الكعبة قبله في كل أفق، وأجمعوا على أن من شاهدها وعابنها فرض عليه استقبالها، وأنه إن ترك استقبالها وهو معان لها وعالم بجهتها فلا صلاة له“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، التوبة: ۲/۲۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”فإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد، فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى لا يعيدها“۔ (الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۱/۹۷، شركت علمیه ملتان)
”ويتحرى عاجز عن معرفة القبلة، فإن ظهر خطؤه لم يعد“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۳، سعيد)

”وأطلق في الاشتباه فشمّل ما إذا كان بمكة أو بالمدينة بأن كان محبوساً، ولم يكن بحضرته من يسئله فصلى بالتحري ثم تبين أنه خطأ، روي عن محمد: أنه لا إعادة عليه، وكان الرازي يقول: تلزمه الإعادة..... والأول أحسن. كذا في الظهيرية“۔ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۰، رشيدية)

الفصل الثاني في أركان الصلاة (اركان نماز کا بیان)

فرض و نفل نماز میں قیام کا حکم

سوال [۱۰۲۳۰]: نماز کے فرائض میں قیام بھی ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ قیام سے کیا مراد ہے؟ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ تین بار ”سبحان اللہ“ کہنے کی مقدار قیام فرض ہے، اس سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ نماز بیٹھ کر جائز ہی نہیں، کیونکہ ایک فرض قیام کی کمی رہ جاتی ہے اور کسی فرض کے رہنے پر نماز نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں قیام فرض ہے (۱)، بلا عذر ترک قیام سے نماز فرض ادا نہیں ہوگی (۲)، نفل میں قیام فرض

(۱) ”من فرائضها التي لا تصح بدونها ومنها القيام في فرض لقادر عليه“. (الدر المختار، كتاب

الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۴۲، ۴۴۵، سعيد)

”وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة

الصلاة: ۱/۵۰۹، رشیدیہ)

(و کذا في الفتاوى العالمکیرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشیدیہ)

(۲) ”وأما الفرض فلا يصح قاعداً مع القدرة على القيام“. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر

والنوافل: ۲/۱۱۰، رشیدیہ)

”ولا يجوز أن يصلّيها قاعداً مع القدرة على القيام“. (الفتاوى العالمکیرية، كتاب الصلاة،

الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۲، رشیدیہ)

”من فرائضها التي لا تصح بدونها الخ“. (قوله: التي لا تصح بدونها صفة كاشفة إذ لا

شيء من الفروض ما تصح الصلاة بدونه بلا عذر“. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة:

۱/۴۴۲، رشیدیہ) =

نہیں وہ بیٹھ کر بھی درست ہے، البتہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے نصف اجر ملتا ہے۔ کذا فی البحر الرائق (۳)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۶ھ۔

چار پائی پر نماز

سوال [۱۰۲۳۱]: ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے جنگل میں رات کو عشاء کی نماز چار پائی پر پڑھی، اندھیرے اور گھاس کھاڑ کی وجہ سے چار پائی پر پڑھی۔ اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چار پائی پاک ہے یا اس پر پاک کپڑا یا بوری وغیرہ ہے اور سجدہ صحیح طریقہ سے ہو جائے، تو اس پر نماز ہو جائے گی (۱)، اندھیرے اور گھاس کی وجہ سے اس کی نوبت آ جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

= "قوله: (ويتنفل قاعداً مع قدرته على القيام ابتداء و بناء) بيان أيضاً لما خلف فيه النفل والفرائض والواجبات وهو جوازه بالقعود مع القدرة على القيام، وقد حكى فيه إجماع العلماء وروى البخاري عن عمران بن الحصين مرفوعاً "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم" وقد ذكر الجمهور كما نقله النووي رحمه الله تعالى: أنه محمول على صلاة النفل قاعداً مع القدرة على القيام، وأما إذا صلاها مع عجزه فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قاعداً". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۳۶/۲، سعید)

(و کذا فی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة النفل جالساً الخ، ص ۴۰۲، ۴۰۳، قدیمی)

(۱) "قوله: وأن یجد حجم الأرض) تفسیرہ: أن الساجد لو بالغ لا یتسفل رأسه أبلغ من ذلك، فصح على طنفسة، وحصیر، وحنطة، وشعیر، وسریر، وعجلة إن كانت على الأرض، لا على ظهر حیوان كبساط مشدود بین أشجار". (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلى انتهائها: ۵۰۰/۱، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: الشروع فی =

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت

سوال [۱۰۲۳۲]: ایک شخص ہے، جو کہ بیٹھ کر مستحب نماز ادا کرتا ہے، آیا وہ سجدہ کس طرح کرے، رانوں کو پیروں سے جدا کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرتا ہے، اسی طرح بیٹھ کر پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرے، رانوں کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

نماز کے دوران سجدے میں دعا کرنا

سوال [۱۰۲۳۳]: حدیث شریف میں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں دعائیں مانگا کرتے تھے، اس سے کیا مراد ہے؟ آیا نماز ختم کر کے سجدہ میں جا کر کے دعائیں مانگتے یا پھر نماز کے دوران میں سجدہ

= الصلاة: ۲۲۲/۱، دارالمعرفة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۵۸/۱، رشیدیہ)

(۱) ”عن میمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ”أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان إذا سجد جافی بین یدیه حتی لو أن بهمة أرادت أن تمر تحت یدیه مرت“۔ (سنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب صفة السجود: ۱۳۷/۱، مکتبہ إمدادیہ)

”ویظهر عضدیہ فی غیر زحمة، ویباعد بطنه عن فخذیه لیظهر کل عضو بنفسه“۔

(الدر المختار، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الركوع للجائی: ۵۰۳/۱، سعید)

”(قوله: لیظهر کل عضو بنفسه) فلا تعتمد الأعضاء علی بعضها؛ ولأنه أشبه بالتواضع، وأبلغ فی تمکین الجبهة والأنف من الأرض، وأبعد من هیئات الکسالی، فإن المنبسط یشبه الکلب، ویشعر حاله بالتهاون بالصلاة، وقلة الاعتناء بها“۔ (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، فصل:

الشروع فی الصلاة: ۲۲۳/۱، دارالمعرفة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰، رشیدیہ)

دوران میں دعا مانگا کرتے تھے؟ کسی نے مجھے بتایا ہے کہ نماز کے دوران سجدے میں جب جاتے تھے، تو گھنٹوں سجدے میں گرے ہوئے گڑ گڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کی تشریح مجھے چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفل نماز بہت طویل پڑھتے تھے، قیام بھی بہت طویل ہوتا تھا، بعض دفعہ سو پارہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے (۱)، اتنے طویل قیام کے ساتھ رکوع بھی طویل ہوتا تھا اور سجدہ بھی اسی کے موافق ہوتا تھا اور تسبیحات کے علاوہ کچھ دعائیں بھی ہیں (۲)، یہ نماز کے ساتھ انتہائی انس اور ذوق کی بات ہے کہ اتنی دیر تک اپنے مولیٰ جل

(۱) ”عن حذيفة رضي الله تعالى عنه قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذات ليلة فافتتح البقرة فقلت: يركع عند المائة ثم مضى فقلت: يصلي بها في ركعة، فمضى فقلت يركع بها، ثم افتتح النساء فقرأها، ثم افتتح آل عمران فقرأها، يقرأ مترسلاً، إذا مر بآية فيها تسبيح سبح، وإذا مر بسؤال سأل، وإذا مر بتعوذ عوذ، ثم ركع فجعل يقول: ”سبحان ربي العظيم“ فكان ركوعه نحواً من قيامه، ثم قال: سمع الله لمن حمده، ثم قام طويلاً قريباً مما ركع، ثم سجد فقال: ”سبحان ربي الأعلى“ فكان سجوده قريباً من قيامه قال: وفي حديث جرير من الزيادة فقال: سمع الله لمن حمده“ (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل: ۲۶۴/۱، قديمی)

”عن المغيرة رضي الله تعالى عنه يقول: إن كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليقوم أو ليصلي حتى ترم قدماه أو ساقاه فيقال له فيقول: ”أفلا أكون عبداً شكوراً“ (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى ترم قدماه: ۱۵۲/۱، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب التحريض على قيام الليل، الفصل الأول، ص: ۱۰۸، قديمی)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده، ”سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي“ يتأول القرآن“ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۱۱۳/۱، قديمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقول في سجوده: ”اللهم اغفر لي ذنبي كله دق وجله، وأوله وآخره، وعلانيته وسره“ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: ۱۹۱/۱، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع والسجود: ۱۳۵/۱، رحمانیہ لاہور)

شانہ کے سامنے سر رکھے ہوئے اور دعائیں مانگ رہے ہیں، یہ صورت نہیں تھی کہ نماز سے فارغ ہو کر کے مستقل سجدہ کر کے اس میں دعا مانگتے تھے، جیسا کہ بعض آدمی کرتے ہیں، البتہ کسی خاص نعمت کے شکر یہ میں سجدہ بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۶/۸۵ھ۔

محمد جمیل الرحمن، نائب مفتی۔

مرد و عورت کی نماز میں فرق

سوال [۱۰۲۳۲]: ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ مختلف ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا کسی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو اور طریقہ سے نماز ادا کرنی چاہیے، یہ طریقہ ہے، میرا مطلب سجدہ میں جانے کا طریقہ پاؤں خاص طرح سے رکھنے کا طریقہ ہے، جب کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سجدہ میں یوں نہ بیٹھو جس طرح کتا بیٹھتا ہے، بہر حال کچھ اس طرح کے الفاظ ہیں، مگر عورتوں کو جس طرح جانا سکھایا جاتا ہے، اس سے کچھ وہی صورت پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں کو اس طرح سجدہ وغیرہ پردہ داری کے خیال سے علماء نے سکھایا ہے، تو کیا حدیث اور قرآن کے علاوہ خود ایسے طریقے رائج کئے جاسکتے ہیں؟ مجھے اس سلسلہ میں واضح جواب چاہیے۔

(۱) ”وسجدة الشکر مستحبة به یفتی، لكنها تکره بعد الصلاة؛ لأن الجہلۃ یعتقدونہا سنة أو واجبة وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔“

(قوله وسجدة الشکر) وهي لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة، أو رزقه الله تعالى مالا أو ولداً أو اندفعت عنه نقمة، ونحو ذلك يستحب له أن يسجد لله تعالى شكراً مستقبلاً القبلة بحمد الله تعالى فيها ويسبحه، ثم يكبر فيرفع رأسه كما في سجدة التلاوة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱۱۹/۲، ۱۲۰، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۳۲۸/۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشکر: ۱۳۵/۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کے لئے اس طرح سجدہ کرنے کا حکم خود حدیث شریف میں ہے، علماء نے حدیث کی مخالفت کر کے یا حدیث سے بے نیاز ہو کر کسی مصلحت کی بناء پر یہ حکم اپنی طرف سے نہیں دیا ہے۔

”والمرأة تنخفض وتلرز بطنها بفخذيهما، روي عن يزيد ابن أبي حبيب: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مرّ على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتها فضمما بعض اللحم إلى بعض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل“. زيلعي: ۱/۱۸ (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۶/۸۵ھ۔

محمد جمیل الرحمن، نائب مفتی۔



(۱) (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”عن يزيد بن أبي حبيب، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مرّ على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتها فضمما بعض اللحم إلى للأرض؛ فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل“۔ (کتاب المراسیل للإمام أبی داود السجستانی، کتاب الصلاة، باب جامع الصلاة، رقم الحديث: ۸۹، ص: ۱۹۱، دارالصمیعی المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ)

”عن يزيد بن أبي حبيب، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مرّ على امرأتين تصليان، فقال: ”إذا سجدتها فضمما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل“۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاة، باب ما يستحب للمرأة من ترک التجافی فی الركوع والسجود: ۵/۳۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۱، رشیدیہ)

(و کذا فی تلخیص الحبیر، باب صفة الصلاة: ۱/۳۹۴، مکتبہ نزار مصطفى البابی الحلبي مصر)

الفصل الثالث في سنن الصلاة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

دو قدموں کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال [۱۰۲۳۵]: اگر کسی کی عادت ہوگئی، ایک بالشت سے زیادہ فاصلہ رکھ کر نماز میں کھڑے ہونے کی اور اس سے اس کو خشوع اور خضوع زیادہ ہوتا ہے، تو ایسا کرنا کسی حنفی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت کا فصل کر کے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ ترک مستحب سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے، نہ مکروہ ہوتی ہے (۱)، البتہ مستحب کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ کذا في الطحطاوي (۲). فقط والله تعالى اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۴ھ۔

(۱) ”ویسن تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع“۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بیان سننها، ص: ۲۶۲، قدیمی)

”وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴، سعید)

(و کذا في الفتاوى العالمکیریه، کتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة: ۱/۷۳، رشیدیہ)

(۲) ”والأولى ما عليه الأصوليون من عدم الفرق بين المستحب والمندوب، وتركه لا يوجب إساءة ولا عتاً، لكن فعله أفضل“۔ (حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في ادبها، ص: ۲۷۶، قدیمی)

”ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة، إذ لا بدلها من دليل خاص اهـ“۔ (ردالمحتار،

کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لا بدلها من دليل خاص: ۲/۷۷، سعید)

نماز میں ٹخنوں کو ملانے کا حکم

سوال [۱۰۲۳۶]: نماز میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا چاہیے یا نہیں؟ کیا حدیث یا فقہ میں اس کی ممانعت

ہے یا اس کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں تصریح کی ہے کہ دونوں قدم کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھے (۱)، اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ سے ٹخنہ نہیں ملایا جائے گا۔ علاوہ ازیں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر نماز پڑھنا بہت دشوار ہے اور قعدہ تو اس حالت میں ممکن بھی نہیں، البتہ ایک نمازی دوسرے نمازی کے ساتھ صف میں کھڑا ہو کر اپنا ٹخنہ دوسرے کے ساتھ سیدھ میں رکھے، آگے پیچھے نہ رکھے، تاکہ صف سیدھی رہے، یہی حکم حدیث و فقہ سے ثابت ہے (۲)۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب العیدین: ۳۵۵/۱، دار المعرفۃ بیروت)

(۱) ”ویسن تفریج القدمین فی القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع“۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان سننہا، ص: ۲۶۲، قدیمی)

”وینبغی أن یکون بینہما مقدار أربع أصابع الید؛ لأنه أقرب إلى الخشوع“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۴۴/۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وادابہا وکیفیتہا: ۷۳/۱، رشیدیہ)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أقيموا صفوفكم فإني أراكم من وراء ظهري، وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه“۔ (صحيح البخاري، کتاب الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف: ۱۰۰/۱، قدیمی)

”عن أبي القاسم الجدلي قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: أقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على الناس بوجهه فقال: ”أقيموا صفوفكم ثلاثاً، والله لتقيمن صفوفكم أو ليخالفن الله بين قلوبكم“ قال: فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، وكعبه بكعبه“۔ (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ۱۰۶/۱، رحمانیہ لاہور)

”قال: أي: نعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه: فرأيت الرجل: ”أي: من الصحابة المصلين =

یہ نہیں کہ ایک نمازی ٹخنہ کو دوسرے نمازی کے ٹخنہ سے ملا لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۵ھ۔

امام تکبیر تحریمہ کب کہے؟

سوال [۱۰۲۳۷]: امام صاحب کس وقت تکبیر تحریمہ یعنی نیت باندھے، کتاب وسنت کے مطابق

کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں یہ قول بھی ہے کہ قد قامت الصلوة پر امام نماز شروع کر دے اور سب مقتدی بھی اس کی اقتداء میں شروع کر دیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر شروع کرے، امام بھی مقتدی بھی، اس میں بھی کوئی تشدد اختیار نہ کیا جائے، دونوں قول درمختار اور شامی میں مذکور ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۹ھ۔

= بالجماعة بعد صدور ذلك القول من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "يلزق": أي يلصق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، وكعبه بكعبه، ولعل المراد بالالزاق المحاذاة، فإن إلزاق الركبة بالركبة، الكعب بالكعب في الصلاة مشكل، وأما إلزاق المنكب بالمنكب فمحمول على الحقيقة." (بذل المعهود شرح أبي داود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ۳۶۰/۱، إمداديه ملتان)

(وإعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصف ورصها: ۳۱۹/۴، إدارة القرآن كراچی)

"(ويصف) أي: يصفهم الإمام بأن الإمام بأن يأمرهم بذلك، قال الشمني: وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا منابهم." (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۸/۱، سعيد)

(۱) "(وشروع الإمام) في الصلاة (مذقيل قد قامت الصلاة) ولو آخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً وهو

قول الثاني والثالث، وهو أعدل المذاهب (قوله وشروع الإمام) وكذا القوم؛ لأن الأفضل عند أبي حنيفة

مقارنتهم له كما سيأتي. (قوله: لا بأس به إجماعاً) أي: لأن الخلاف في الأفضلية فنفي البأس أي: الشدة

ثابت في كلا القولين وإن كان الفعل أولى في أحدهما." (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة،

آداب الصلاة: ۴۷۹/۱، سعيد)

امام کے پیچھے ثناء پڑھنا

سوال [۱۰۲۳۸]: اگر آہستہ نمازوں میں یا فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کوئی مقتدی نماز میں شامل ہو جائے، کیا وہ اس وقت ثناء پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

سوال [۱۰۲۳۹]: سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین پیش امام و مقتدی دونوں کو کہنا چاہیے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورت شروع کرنی چاہیے یا بغیر بسم اللہ کے پڑھنا چاہیے؟ پیش امام صاحب سورہ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورت شروع کرتے ہیں ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲..... قد قامت الصلوة پر نیت باندھنا چاہیے، مگر ہمارے پیش امام تکبیر کے کافی دیر بعد نیت باندھتے

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۳۱، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل من ادابها، ص: ۲۷۶، قدیمی)

(۱) ”وقرأ سبحانک اللہم تارکاً وجل ثناؤک إلا فی الجنازة متقصراً علیہ.....“ إلا إذا شرع الإمام فی القراءة سواء کان مسبوقاً أو مدبرکاً، سواء کان إمامه یجهر بالقراءة أولاً، فإنه لا یأتی به لما فی النهر عن الصغری: أدرك الإمام فی القيام یثنی ما لم یبدأ بالقراءة“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی بیان المتواتر والشاذ: ۱/ ۴۸۸، سعید)

”أطلقه فأفاد أنه یأتی به کل مصل، إماماً کان أو منفرداً لکن قالوا: المسبوق لا یأتی به إذا کان الإمام یجهر بالقراءة للاستماع، وصححه فی الذخیرة“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: ۱/ ۵۴۰، رشیدیہ)

”ثم اعلم أن الثناء یأتی به کل مصل فالمقتدی یأتی به ما لم یشرع الإمام فی القراءة مطلقاً سواء کان مسبوقاً، أو مدبرکاً فی حالة الجهر أو السر“۔ (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۵۶، قدیمی)

ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جس نماز میں قرأت آہستہ کی جاتی ہے، اس میں الحمد کے بعد آمین کہہ کر بسم اللہ پڑھ کر سورت شروع کی جائے اور جس نماز میں آواز سے قرأت کی جاتی ہے، سورت سے پہلے پڑھنا مسنون نہیں (۱)، مقتدی الحمد للہ پڑھتا ہے، نہ سورت۔

۲..... اقامت ختم ہونے پر بھی نماز شروع کرنا درست ہے، قد قامت الصلوة پر بھی اجازت ہے،

(۱) اس جواب میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے جواب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق دیا ہے، جب کہ فتویٰ شیخین کے مذہب پر ہے کہ امام کے لئے سورہ فاتحہ اور سورت کے درمیان ”بسم اللہ“ پڑھنا مستحب ہے، مسنون نہیں۔ نماز جہری ہو یا سری، دونوں میں یہی مسئلہ ہے۔

”ثم اعلم أنه لا فرق في الإتيان بالبسملة بين الصلاة الجهرية، والسرية، وفي حاشية المؤلف على الدرر: واتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة والسورة، بل هو حسن سواء كانت الصلاة سرية أو جهرية، وينافيه ما في القهستاني أنه لا يسمي بين الفاتحة والسورة في قولهما، وفي رواية: عن محمد قال في المضمرات: والفتوى على قولهما، وعن محمد أنها تسن في السرية دون الجهرية لئلا يلزم الإخفاء بين جهرين، وهو شنيع واختاره في العناية، والمحيط، وقال في شرح الضياء: لفظ الفتوى أكد من المختار، وما في الحاشية تبع فيه الكمال وتلميذه ابن أمير حاج حيث رجح أن الخلاف في السنية. فلا خلاف أنه لو سمي لكان حسناً لشبهة الخلاف في كونها آية من كل سورة“ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۰، ۲۶۱، قديمي)

”وفيه أيضاً..... قوله: (ولا تكره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمي بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهرًا كان حسناً عند أبي حنيفة، ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي شبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة، بحر“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن: ۱/ ۳۹۰، سعيد)

(وكذا في معارف السنن، كتاب الصلاة، حديث أن الجهر بالبسملة بدعة والبسملة بين السورة والفاتحة: ۲/ ۳۷۲، ۳۷۳، سعيد)

تکبیر ختم ہونے کے بعد بلا وجہ تاخیر مناسب نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

سوال [۱۰۲۴۰]: وضو بنا کر جب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر نیت

باندھے یا بغیر بسم اللہ پڑھے نیت باندھ لے، یعنی نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر بسم اللہ کے نیت باندھنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں، اس موقع پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں،

اس کو ضروری سمجھنا غلط اور ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رفع یدین کتنی جگہ ہے؟ نیز مرد و عورت کی نماز میں فرق

سوال [۱۰۲۴۱]: ایک جماعت اہل حدیث ہے، جن کی نمازوں میں فرق ہے، وہ جماعت ایک

(۱) ”(و شروع الإمام) في الصلاة (مذ قیل: قد قامت الصلاة) ولو آخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، قوله (لا

بأس به إجماعاً) أي: لأن الخلاف في الأفضلية فنفي البأس أي: الشدة ثابت في كلا القولين، وإن كان

الفعل أولى في أحدهما“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، آداب الصلاة: ۴۷۹/۱، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۸، قدیمی)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۳۱/۱، رشیدیة)

(۲) ”قال ابن منير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبها الخ“۔ (فتح الباري،

كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۴۳۰/۲، قدیمی)

”قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب

منه الشيطان من الإضلال“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم

الحديث: ۹۴۶: ۳/۳، رشیدیہ)

(و كذا في السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۳/۲، سهیل اکیڈمی لاہور)

رکعت میں تین مرتبہ رفع الیدین کرتی ہے اور وہ جماعت عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق نہیں بتلاتی، مرد بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھتے ہیں اور عورتیں بھی مردوں کی طرح سجدہ کرتیں ہیں، صحیح حدیثوں کا حوالہ دے کر بتلائے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور وتر میں بھی ان کے یہاں فرق ہے، وہ رکعت وتر پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور الحمد اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں پہلے جاتے ہیں، پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد تسبیح پڑھ کر سیدھے کھڑے ہو کر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعائوت پڑھتے ہیں، پھر سجدہ میں جاتے ہیں، غرض کہ ہماری نماز سے بالکل مختلف ہے۔ آپ لکھیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے؟ تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور زور سے نماز میں آمین کہتے ہیں، یہ کون سے دور کی حدیثوں میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابتداء میں رفع یدین ایک رکعت میں کئی مرتبہ کیا جاتا تھا (۱)، اس کے بعد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین باقی رہ گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس طرح ثابت ہے (۲)،

(۱) ”عن سالم بن عبد اللہ، عن أبيه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة، وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك أيضاً، وقال ”سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد“ وكان لا يفعل ذلك في السجود“ (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین فی التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء: ۱/۲ * ۱، قدیمی)

(و صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبيرة الاحرام، والركوع، وفي الرفع من الركوع: ۱/۶۸، قدیمی)

(و مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الأول، ص: ۷۵، قدیمی)

(۲) ”عن علقمة قال: قال لنا ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فصرى ولم يرفع يديه إلا مرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح“ (مشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الثالث، ص: ۷۷، قدیمی)

(و جامع الترمذی، وقال: حدیث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، حدیث حسن، أبواب الصلاة، باب رفع الیدین عند الركوع: ۱/۵۹، سعید)

(و سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۸، رحمانیہ)

پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین فرماتے تھے (۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔ دوسرے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کیا جاوے۔ ان کے پاس بھی روایات موجود ہیں (۲)۔ اور یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے کہ اس پر کچھ لڑائی کی جائے اور جو کچھ اختلاف ہے، افضل وغیر افضل کا ہے، جیسا کہ ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں تصریح کی ہے (۳)۔ مستقل رسائل بھی لکھے ہیں۔ البحر الرائق: ۱/۳۲۲، میں ہے:

(۱) ”عن البراء رضي الله تعالى عنه: ”أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود“۔ (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۱۸، رحمانیہ)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة، وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعها كذلك وقال ”سمع الله لمن حمده، ربنا لك الحمد“ وكان لا يفعل ذلك في السجود“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الأول، ص: ۷۵، قدیمی)

”عن نافع: أن ابن عمر (رضي الله تعالى عنهما) كان إذا دخل في الصلاة كبر ورفع يديه، وإذا ركع رفع يديه، وإذا قال سمع الله لمن حمده، رفع يديه، وإذا قام من الركعتين رفع يديه، ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“۔ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين: ۱/۱۰۲، قدیمی)

”عن مالك بن الحويرث (رضي الله تعالى عنه) أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه، وإذا ركع رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه، وإذا رفع رأسه من الركوع قال: ”سمع الله لمن حمده“ فعل مثل ذلك“۔ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام: ۱/۱۶۸، قدیمی)

(۳) ”وأما ما ليس بفرض فهم يخبرون في أن يفعلوا ما شأوا منه، وإنما الخلاف بين الفقهاء فيه في الأفضل منه“۔ (أحكام القرآن للجصاص تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ البقرة: ۱۸۳، باب كيفية شهود الشهر: ۱/۲۸۲، قدیمی)

”فلا يرفع يديه عند الركوع، ولا عند الرفع منه، ولا في تكبيرات الجنائز؛

لحديث أبي داود عن البراء رضي الله تعالى عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم يرفع يديه حين افتتح الصلوة، ثم لم يرفعهما حتى انصرف“ (۱).

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دونوں طرح کے عمل کی روایات ثابت ہیں (۲)۔

وفي فتح القدير: ”واعلم أن الآثار عن الصحابة والطرق عنه صلى الله

تعالى عليه وسلم كثيرة جداً، والكلام فيها واسع من جهة الطحاوي وغيره، والقدر

المتحقق بعد ذلك كله ثبوت رواية كل من الأمرين عنه عليه الصلاة والسلام

الرفع عند الركوع كما رواه الأئمة الستة في كتبهم عن ابن عمر، وعنده كما

رواه أبو داود وغيره عن ابن مسعود وغيره الخ. البحر الرائق: ۱/۳۲۳ (۳).

”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: أن النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم كان لا يرفع يده إلا عند افتتاح الصلاة ثم لا يعود بشيء من ذلك“ (۴).

مجمع الزوائد میں روایت موجود ہے کہ دو عورتیں نماز پڑھ رہی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کو فرمایا: بعض اعضاء کو بعض اعضاء سے ملا کر چپکا کر سجدہ کیا کریں (۵)، یعنی مردوں کی طرح کشادگی کے

(۱) (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۳، رشیدیہ)

(و کذا في تبیین الحقائق کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۲، ص: ۵۱۳، وأيضاً، ص: ۵۱۴، رقم الحاشیة ۲، ۱

(۳) (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۳، رشیدیہ)

(۴) (إعلاء السنن، کتاب الصلاة، باب ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح: ۳/۷۳، إدارة القرآن کراچی)

(۵) لم أجده في مجمع الزوائد ولكن في سنن الكبرى للبيهقي:

”عن يزيد بن أبي حبيب (رضي الله تعالى عنه): أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مر على

امرأتين تصليان فقال: ”إذا سجدتما فضمما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك

كالرجل“، (سنن الكبرى للبيهقي، کتاب الصلاة، باب ما يستحب للمرأة من ترک التجافي الخ:

۲/۳۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت) =

ساتھ سجدہ نہ کریں، بلکہ سجدہ کی حالت میں اپنے ذرا عین (کہنیوں) کو زمین سے لگائیں اور عضدین (بازوؤں) کو سینے سے اور شکم (پیٹ) کو زانو پر رکھ لیا کریں، ان کا قعود بھی تورک (۱) کے ساتھ ہوتا ہے، رفع یدین بھی مردوں کی طرح نہیں کریں گی، کسی روایت میں ایسا بھی ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر بعد میں ایک رکعت مستقل پڑھی، مگر عامۃً تین رکعت ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھنے کا معمول تھا (۲)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح کا اہتمام فرمایا اور دیگر صحابہ کا بھی یہی معمول تھا (۳)۔

= (و كذا في تلخيص الحبير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۹۴/۱، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة)

(۱) ”تورک: سرین پریٹھنا“۔ (القاموس الوحید، ص: ۱۸۴، إدارة اسلامیات)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أن رجلاً سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن صلاة الليل فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”صلاة الليل مثنى مثنى، فإذا خشي أحدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى“ وعن نافع أن عبد الله ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يسلم بين الركعة والركعتين في الوتر حتى يأمر ببعض حاجته“۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، أبواب الوتر، باب ماجاء في الوتر: ۱۳۵/۱، قديمي)

”عن عبد العزيز بن جريج قال: سألت عائشة رضي الله تعالى عنها: بأي شيء كان يوتر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قالت: كان يقرأ في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية: ”بقل يا أيها الكافرون“ وفي الثالثة ”بقل هو الله أحد، والمعوذتين“۔ (جامع الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ماجاء ما يقرأ في الوتر: ۱۰۶/۱، سعيد)

(وسنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الوتر، ص: ۸۲، قديمي)

(۳) ”عن عبد الرحمن بن عبد القاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه، ويصلي الرجل ويصلي بصلاته الرهط، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: والله! إني لأراني لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد، لكان أمثل، فجمعهم على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه“۔ (الموطأ للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانہ)

”كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رمضان بثلاث وعشرين ركعة“۔

(الموطأ للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، ص: ۹۷، مير محمد كتب خانہ) =

آمین زور سے بھی ثابت ہے، آہستہ بھی، یہ کہنا غلط ہے کہ آہستہ سے ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ۔

قومہ میں تحمید اور تسبیح کا حکم

سوال [۱۰۲۴۲]: ۱..... نماز میں قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد دعاء ماثورہ پڑھنا ضروری ہے؟
۲..... رکوع سے کھڑے ہونے پر ”سمع اللہ لمن حمدہ“ اور ”ربنا لک الحمد“ دونوں کا پڑھنا ضروری ہے؟ اس کے متعلق علماء کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... سنت ہے (۲)۔

= ”إن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه جمع الناس في رمضان على أبي بن كعب وعلى تميم

الداري، الخ“۔ (عمدة القارئ، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان: ۱۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) ”عن وائل بن حجر رضي الله تعالى عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فلما قرأ

غير المغضوب عليهم ولا الضالين، قال: ”أمين“ وأخفى بها صوته“۔ (مسند الإمام أحمد بن حنبل:

۴/۵، رقم الحديث: ۱۸۳۷۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: إذا أمّن الإمام فأمنوا،

فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه“ قال ابن شهاب: وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم يقول: ”أمين“۔ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۱۰۸/۱، قديمي)

(و كذا في آثار السنن، باب ترك الجهر بالتأمين، ص: ۱۲۴، مكتبة إمداديه ملتان)

(۲) ”(ودعا بما يشبه ألفاظ القرآن والسنة) أي: دعا لنفسه ولغيره من المؤمنين، وهذا أحسن من قول بعضهم

ودعا لنفسه؛ لأن من السنة أن لا يخص نفسه بالدعاء وهو سنة لما روينا، ولقوله تعالى: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ

فانصب﴾“۔ (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۲۰/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

”ويتشهد وصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ودعا بما يشبه ألفاظ القرآن؛ والأدعية

المأثورة“۔ (الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱۱۲/۲، ۱۱۳، مكتبة شرکت علميه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وأدائها: ۸۶/۲، رشديه)

۲..... منفرد تو دونوں کو پڑھے، مقتدی صرف ”ربنا لك الحمد“ پڑھے، امام صرف ”سمع الله لمن حمده“ پڑھے، یہ طریقہ سنت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مصلیٰ پر کھڑے ہو کر زمین پر سجدہ کرنے کا حکم

سوال [۱۰۲۴۳]: امام صاحب نے نماز فرض پڑھانے کے بعد اس مصلیٰ پر آگے بڑھ کر نماز سنت ادا کی، تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیر مصلیٰ پر (یعنی) اونچے پر اور سجدہ زمین (یعنی) نیچے پر نہیں کرنا چاہیے، از روئے شریعت ان مسئلوں سے آگاہ کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوگوں کا یہ اعتراض بے محل اور لغو ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”ثم يرفع رأسه من ركوعه مسمعاً، ويكتفي به الإمام، ويكتفي بالتحميد المؤتم، ويجمع بينهما لو منفرداً على المعتمد يسمع رافعاً، ويحمد مستوياً“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة: ۴۹۶/۱، ۴۹۷، سعيد)

”فإن كان إماماً يقول سمع الله لمن حمده بالإجماع، وإن كان مقتدياً يأتي بالتحميد، ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفرداً الأصح أنه يأتي بهما كذا في المحيط“۔ (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وأدائها: ۷۴/۱، رشيدية)

(و كذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۷۹، قديمي)

(۲) مصلیٰ اور زمین کے درمیان نصف ذراع سے کم کا فاصلہ ہے، اس وجہ سے اس طریقے سے سجدہ کرنا درست ہے۔

”ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز سجوده، وإن أكثرلا، إلا لزحمة كما مر، والمراد لبنة بخارى، وهي ربع ذراع، عرض ستة أصابع، فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثلثا عشر أصبعاً“۔ (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۵۰۳/۱، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، فرائض الصلاة، الخامس السجدة، ص: ۲۸۶، سهيل اكيڈمي لاہور)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۵۸/۱، رشيدية)

تشہد کے بعد کی دعا

سوال [۱۰۲۴]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد میں کون سی دعائیں پڑھتے تھے؟ اور بعد نماز کون سی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”اللهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يرجع السلام حيناً ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام تباركت ربنا وتعاليت يا ذا الجلال والإكرام“ دعا مانگی ہے؟ مشکوٰۃ شریف میں اتنی بھی کوئی دعا نہیں مل رہی ہے، بلکہ مختصر، شک اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ یہ دعا ایک دیوبندی فارغ التحصیل طالب علم نے اپنے کتابچہ میں درج فرمایا ہے، ملاحظہ ہو، کتابچہ شائع کردہ محمود شریف پونچھی کشمیری در سال ۱۹۴۹ء جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔ برائے مہربانی جواب سے مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حالت تشہد میں سلام سے پہلے ”اللهم إني ظلمت نفسي الخ“ اور ”اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم الخ“ وغیرہ منقول ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں باب الدعاء فی التشهد ملاحظہ کریں (۱)، نیز باب الذکر بعد الصلاة میں منقول ہے:

”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ اور دعائیں بھی منقول ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔



(۱) (مشکاة المصابيح، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، ص: ۸۷، قدیمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول بعد التشهد: ۱/۱۴۹، رحمانیہ لاہور)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم: ۱/۲۱۸، قدیمی)

(۲) (مشکاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الذکر بعد الصلاة، الفصل الأول، ص: ۸، قدیمی)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قدیمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۲۲، رحمانیہ لاہور)

الفصل الرابع في آداب الصلاة (نماز کے آداب کا بیان)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۱۰۲۵]: جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے، تو لوگ کس امام کی پیروی کرتے ہیں؟ جو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جوتے پہن کر نماز پڑھنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام سے بھی منقول ہے (۱)۔ اب ہماری مساجد کی وہ حالت نہیں جو اس زمانہ میں تھی، اب فقہاء نے لکھا ہے، کہ جوتے پہن کر مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ کذا فی عالمگیری (۲)، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ۔

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: بينما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي بأصحابه إذ خلع نعليه، فوضعها عن يساره، فلما رأى القوم ذلك، ألقوا أنعالهم، فلما قضى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلاته قال: "ما حملكم على إلقاءكم نعالكم؟" قالوا: رأيناك ألقيت نعليك فألقينا نعالنا الخ". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل: ۱/۱۰۳، مكتبة إمداديه ملتان)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي حافياً ومتنعلاً". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل: ۱/۱۰۳، مكتبة إمداديه ملتان)

"عن النعمان بن سلام عن ابن أبي أوس، قال: كان جدي، أوس، أحياناً يصلي، فيشير إليّ وهو في الصلاة، فأعطيته نعليه، ويقول: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في نعليه". (سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة، أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب الصلاة في النعل، ص: ۷۲، قديمي)

(۲) "ودخول المسجد متنعلاً مكروه كذا في السراجية". (الفتاوى العالمگیریة، كتاب الكراهية، =

نماز میں کیا خیال رکھنا چاہیے؟

- سوال [۱۰۲۴۶]: نماز میں اگر کسی چیز کا خیال آوے، مثلاً: شہر دکان مکان کا اور وہیں جم جاوے اور نماز پڑھتا رہے، کچھ بھول بھی نہ ہو، تو نماز ہوگی یا نہیں؟
- ۲..... ایک شخص ایک کونے میں نماز پڑھ رہا ہے، مگر وعظ و نصیحت بھی ہو رہا تھا، وہ بھی سن رہا ہے اور نماز ادا کر رہا ہے، تو اس سے نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟
- ۳..... اگر کوئی حاجی کعبہ شریف کا اور رخ اقدس کا نماز میں دل میں خیال رکھے، تو اس کی بھی نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲، ۱..... اگر فرائض و واجبات صحیح ادا کر دے، تو فریضہ نماز ادا ہو جائے گا (۱)، مگر اللہ پاک کی خوشنودی کا

= الباب الخامس في آداب المسجد الخ: ۱/ ۳۲۱، رشیدیہ

قلت: لكن إذا خشي تلويث فرش المسجد بها ينبغي عدمه وإن كانت طاهرة، وأما المسجد النبوي فقد كان مفروشا بالحصا في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم بخلافه في زماننا، ولعل ذلك محمل ما في عمدة المفتي من أن دخول المسجد متنعلاً من سوء الأدب، تأمل“. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في أحكام المسجد: ۱/ ۶۵۷، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة: ۲/ ۶۱، رشیدیہ)

(۱) ”(قوله ويخل بخشوعها) ومحل الخشوع القلب، وهو فرض عند أهل الله تعالى، وورد في الحديث أن الإنسان ليس له من صلاته إلا بقدر ما استحضر فيها، فتارة يكون له عشرها أو أقل أو أكثر“. (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب: في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۱/ ۳۷۹، سعيد)

”نظر المصلي إلى موضع سجوده قائماً، وإلى ظاهر قدميه راکعاً، وإلى أرنبة أنفه ساجداً، وإلى حجره جالساً، وإلى منكبيه مسلماً، تحصيلاً للخشوع في الصلاة ملاحظاً قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”اعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه، فإنه يراك“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، آداب الصلاة عند الحنفية: ۲/ ۹۱۳، رشیدیہ)

ذریعہ اور گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ نماز اس وقت بنے گی، جب دل بھی اللہ کے سامنے حاضر رہے اور اس کی عظمت سے بھرا ہوگا، اس لئے پوری کوشش کی جاوے کہ دل میں کوئی دوسرا خیال جمنے نہ پائے (۱)۔

۳..... عین نماز کی حالت میں یہ دھیان جمائے کہ اللہ پاک کو میں دیکھ رہا ہوں اور اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۷ھ۔



= (و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۱۴/۱، دارالمعرفة بیروت)
(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله تجاوز عن أمتي ما وسوست به صدرها ما لم تحمل به أو تتكلم“ متفق عليه“۔ (مشكاة المصابيح، کتاب الإیمان، باب الوسوسة، ص: ۱۸، قدیمی)

”وفي شرح مقدمة الكيداني للعلامة القهستاني: يجب حضور القلب عند التحريمة. فلو أشغل قلبه بتفكير مسئلة مثلاً في أثناء الأركان، فلا تستحب الإعادة، وقال البقالي: لم ينقض أجره، إلا إذا قصر، وقيل: يلزم في كل ركن، ولا يؤخذ بالسهو؛ لأنه معفو عنه، لكنه لم يستحق ثواباً كما في المنية“۔
(ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع: ۲۱۷/۱، سعيد)
(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بارزاً يوماً للناس، فأتاه رجل، فقال: ما الإیمان؟ قال: ”الإیمان أن تؤمن بالله وملئكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث.....“ قال: ما الإحسان؟ قال: أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك الخ“۔ (صحيح البخاري، کتاب الإیمان، باب سؤال جبريل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن الإیمان الخ: ۱۲/۱، قدیمی)

”وفي رواية: ”فإن لم تره“ أي: بأن غفلت عن تلك المشاهدة المحصلة لغاية الكمال فلا تغفل عما يجعل لك أصل الكمال؛ فإن ما لا يدرك كله لا يترك جُلُّه، بل استمر على إحسان العبادة مهما أمكن فإنه يراك أي: دائماً فاستحضر ذلك لتستحي منه حتى لا تغفل عن مراقبته، ولا تقصر في إحسان طاعته“۔ (مرقاة المفاتيح، کتاب الإیمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ۲: ۱۲۵/۱، رشيدیه)

(وصحيح مسلم، کتاب الإیمان: ۲۷/۱، قدیمی)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول في الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

نماز کے بعد جہراً ذکر کرنا

سوال [۱۰۲۲۷]: نماز ختم ہونے پر زور زور سے ذکر کرنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پیچھے لوگ چھوٹی ہوئی نماز ادا کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ ان کی نماز میں خلل نہ آئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرض نماز کے بعد وظیفہ پڑھنا

سوال [۱۰۲۲۸]: کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض کے بعد دو تین منٹ بیٹھ کر کچھ خصوصی وظائف پورے کر سکتے ہیں؟ یا فرض کے بالکل فوراً بعد سنت پڑھ کر اس کے بعد وہ وظائف پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح گنجائش ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ سنن کے بعد پڑھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”فالاسرار افضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر افضل حيث خلا“۔

(رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۲، سعید) =

فجر اور عصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے؟

سوال [۱۰۲۴۹]: حدیث شریف میں نماز صبح و نماز عصر کے بعد ذکر کر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، تو اس تھوڑی دیر سے نماز فجر و عصر کے بعد پورا وقت مراد ہے یا اس سے کم؟ اگر کم مراد ہے، تو کم از کم کتنی دیر ذکر کرنے سے فضیلت مل سکتی ہے؟

= (و کذا فی سباحة الفكر فی الجهر بالذکر، الباب الأول، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۴۶۹/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”عن وراذ مولى المغيرة بن شعبه قال: كتب مغيرة بن شعبه إلى معاوية رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد“

”..... عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي)

”ويكره تأخير السنة إلا بقدر ”اللهم أنت السلام“ الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف قلت: وفي حفظي حملة على القليلة“

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس لا بأس بالفصل بالأوراد: أي: القليلة التي بقدر اللهم أنت السلام الخ“ (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۵۳۰/۱، سعيد)

”وقال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، قال الكمال: هذا القول لا يعارض القولين قبله؛ لأن المشهور في ”لا بأس“ كونه خلاف الأولى، فالأولى أن لا يقرأ قبل السنة ولو فعل لا بأس به، ولا تسقط السنة لكن ينقص الثواب، ففي الفصل بالأوراد أولى“ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع في الصلاة: ۲۳۳/۱، دار المعرفة بيروت)

(و کذا فی الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اکیڈمی لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

فجر کے بعد اشراق تک اور عصر کے بعد غروب تک ذکر میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت ہے (۱)، اگر یہ سارا وقت نہ مل سکے، تو کم سے کم تسبیحات فاطمہ کی مقدار پر ہی قناعت کرے، یعنی سبحان اللہ ۳۳، الحمد للہ ۳۳، اللہ اکبر ۳۴، لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له، الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدير (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۶/۶/۹۴ھ۔

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين، كانت له كأجر حجة وعمرة“۔ قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”تامة تامة تامة“۔ (جامع الترمذي، أبواب السفر، باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس: ۱/۱۳۰، سعيد)

”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من صلى صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام، فصلّى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة“ رواه الطبراني وإسناده جيد“۔ (مجمع الزوائد للهيثمی، کتاب الأذکار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب: ۱۰/۱۰۴، دار الفکر بیروت)

(۲) ”ويسبحون الله تعالى ثلاثاً وثلاثين، ويحمدونه كذلك ثلاثاً وثلاثين، ويكبرونه كذلك ثلاثاً وثلاثين، ثم يقولون تمام المائة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من سبح الله في دبر كل صلاة ثلاثاً وثلاثين، وحمد الله تعالى ثلاثاً وثلاثين، وكبر الله ثلاثاً وثلاثين فتلك تسعة وتسعون۔ وقال: تمام المائة لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير غفرت خطاياہ وإن كانت مثل زبد البحر“۔ (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الصلاة، فصل في صفة الأذکار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، قديمی)

”ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختتم بسبحان ربك“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في حجة الله البالغة، أذکار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها، أذکار ما بعد الصلاة: ۲/۲۳، قديمی)

چلتے پھرتے ذکر کرنا

سوال [۱۰۲۵۰]: اٹھتے بیٹھے اور لیٹتے تو میرے نزدیک عبادت درست ہے، کیا چلتے پھرتے بھی تسبیح تحمید وغیرہ یا درود شریف ادا کی جاسکتی ہے؟ اور کیا درود شریف بھی بغیر زبان ہلائے چلتے پھرتے پڑھ سکتا ہے؟ یا زبان ہلا کر پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! زبان سے چلتے پھرتے بھی ذکر اللہ کیا جاسکتا ہے، حدیث پاک میں ہے: ”لا يزال لسانك رطبا من ذكر الله“ الحدیث (۱)۔ یہ جملہ اوقات و احوال کو شامل ہے، ہاں! جس جگہ جس حال میں منع ہے، اس سے اجتناب چاہیے، جیسے بیت الخلاء میں پہنچ کر زبان ہلا کر پڑھنے سے زبان بھی عبادت میں مشغول رہے گی، صرف دل سے پڑھنے سے دل تو مشغول عبادت رہے گا، زبان مشغول عبادت نہیں رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔



(۱) ”عن عبد الله بن بسر رضي الله تعالى عنه: أن رجلاً قال: يا رسول الله! إن شرائع الإسلام قد كثرت عليّ فأخبرني بشيء أتشبّث به قال: لا يزال لسانك رطباً من ذكر الله، قال الإمام الترمذي: هذا حديث حسن غريب“۔ (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الذكر: ۱۷۵/۲، سعيد)
”عن المهاجر بن قنفذ رضي الله تعالى عنه: أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر إليه فقال: إني كرهت أن أذكر الله تعالى ذكره إلا على طهر أو قال على طهارة“۔ (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول: ۱۳/۱، مكتبة رحمانیہ)

”يكره الذكر والكلام في حال قضاء الحاجة، سواء كان في الصحراء أو في البنيان، وسواء في ذلك جميع الأذكار والكلام، إلا كلام الضرورة حتى قال بعض أصحابنا: إذا عطس لا يحمد الله تعالى ولا يشمت عاطساً، ولا يرد السلام، ولا يجيب المؤذن، ويكون المسلم مقصراً لا يستحق جواباً، والكلام بهذا كله مكروه كراهة تنزيه، ولا يحرم، فإن عطس فحمد الله تعالى بقلبه، ولم يتحرك لسانه فلا بأس“۔ (كتاب الأذكار للإمام النووي، باب النهي عن الذكر والكلام على الخلاء، ص: ۳۷، مكتبة دار البيان)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الصلاة

(نماز کے بعد دعا کا بیان)

نماز کے بعد دعا کا طریقہ

سوال [۱۰۲۵۱]: کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد جماعتی رنگ میں بالجہر یا آہستہ دعا مانگا کرتے تھے؟ یا سب مقتدی اپنی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے انفرادی طور پر مانگا کرتے تھے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی پابندی نہیں تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة مكتوبة إلا أقبل بوجهه علينا، فقال: ”اللهم! إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني، وأعوذ بك من كل صاحب يؤذيني، وأعوذ بك من كل أمل يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر ينسيني، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني“۔ (عمل اليوم والليله لابن السني، باب ما يقول: في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰، مكتبة الشيخ)

”عن أبي امامة رضي الله تعالى عنه، قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلاة المكتوبات“ قال الترمذي رحمه الله تعالى: هذا حديث حسن“۔ (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۱۸۷/۲، سعيد)

”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي وإليه إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسئلك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني فإني مبتلى، وتنانني برحمتك فإني مذنب، وتنقي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لا يرد =

نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر کہنا

سوال [۱۰۲۵۲]: ایک امام صاحب نے نماز کے بعد دعا کرنا شروع کی، تمام مقتدیوں میں ایک مقتدی نے باواز بلند ”اللہم آمین“ کہا اور آخر دعا میں باواز بلند ”برحمتک یا أرحم الراحمین“ کہا، اس پر ایک عالم دین نے کہا کہ یہ بدعت بمبئی والوں کی طرح سے کس نے کی؟ اس طرح پر بمبئی کے اکثر لوگ کرتے ہیں، یہ بدعت ہے۔

جہر سے کہنے والے کو اس سے بڑا دکھ ہوا، کیونکہ وہ دعا کرنے والے کی دعا پر احیاناً جہر سے آمین کہہ دینے کو سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتا رہا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھتے ہوئے دعائے جبرئیل پر زور سے آمین ثابت ہے (۱)۔

آپ سے درخواست ہے کہ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ یہ بدعت ہے یا سنت؟ اور اس واقعہ میں شرعاً راستہ پر کون ہے؟

= یدیہ خائبین“۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب ما یقول فی دبر صلاۃ الصبح، رقم الحدیث: ۱۳۸، ص: ۱۲۱، مکتبۃ الشیخ)

”إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالى؛ وقال: اللهم أنت السلام..... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية الماثورة، لقول أبي أمامة..... رافعي أيديهم حذاء الصدر..... ثم يختمون بقوله تعالى: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾..... ثم يمسحون بها أي: بأيديهم وجوههم في آخره“۔ (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یفعلہ المقتدی، ص: ۳۱۵، قدیمی)

(۱) ”عن كعب بن عجرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: احضروا المنبر، فحضرنا، فلما ارتقى درجة، قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية، قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثالثة، قال: آمين، فلما نزل قلنا يا رسول الله! لقد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسمعه، قال: إن جبرئيل عرض لي، فقال: بعد من أدرك رمضان فلم يغفر له، وقلت، آمين، فلما رقيت الثانية، قال: بعد من ذكرت عنده، فلم يصل عليك، قلت: آمين، فلما رقيت الثالثة، قال: بعد من أدرك أبويه الكبر عنده أو أحدهما، فلم يدخلا الجنة، قلت: آمين“۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب البر والصلة: ۳/۱۷۰، رقم الحدیث: ۷۲۵۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

احیاناً ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں، ثابت بھی ہے (۱)، لیکن التزام کرنا اور جو شخص نہ کرے، اس پر ملامت کرنا ممنوع ہے، عامۃً ابتداءً اسی طرح ہوتی ہے، پھر اس پر مداومت اور التزام ہو کر ایک گروہ کے لئے شعار کی صورت بن جاتی ہے (۲)، غالباً امام صاحب کا مقصود بھی یہی ہوگا، اسی وجہ سے انہوں نے بمبئی سے تشبیہ دی ہوگی، تاہم اب اگر امام صاحب محبت اور نرمی سے تفہیم کر دیں، تو امید ہے کہ یہ تفہیم اس دکھ کی دوا بن جائے گی اور دکھ والے کو شفا ہو جائے گی۔ خدا کرے دونوں کے دل صاف ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۱ھ۔

(۱) ”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: ”جوف الليل الآخر، ودبر الصلوات المكتوبات، وقال الترمذي: هذا حديث حسن“.

(جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بالترجمة: ۱۸۷/۲، سعيد)

”قال: سمعت أم سلمة رضي الله تعالى عنها تقول: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: اللهم إني أسئلك علماً نافعاً وعملاً متقبلاً“.

(عمل اليوم والليلة لابن سني، باب ما يقول دبر صلوة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۰، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

”إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالى! وقال: اللهم أنت السلام..... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية الماثورة، لقول أبي أمامة..... رافعي أيديهم حذاء الصدر..... ثم يختمون بقوله تعالى: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾..... ثم يمسحون بها أي: بأيديهم وجوههم في آخره“.

(مراقبي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي، ص: ۳۱۵، ۳۱۸، قديمي)

(۲) ”الإصرار على المندوب تبلغه إلى حد الكراهة“.

(السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

”قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أمر على بدعة منكرة“.

(مراقبة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشيدية)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۲/۴۳۰، قديمي)

نماز کے ختم پر ”اللهم أنت السلام“ کی دعا کہاں تک ہے؟

سوال [۱۰۲۵۳]: نماز کی چھوٹی کتابوں میں بعد فرائض پڑھنے کے جو دعا ہے:

”اللهم أنت السلام، ومنك السلام، وإليك يرجع السلام، حینا ربنا

بالسلام، وأدخلنا دار السلام تبارکت ربنا وتعالیت یا ذا الجلال والإکرام“.

اس کو نمازی سنت ہی سمجھ کر پڑھتے ہیں، مگر ایک عالم صاحب نے بتایا کہ سنت صرف اتنی دعا ہے:

”اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“.

ان کی بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو الفاظ حدیث شریف میں نہیں، ان کو اس طرح پڑھنا جس سے لوگ یہ سمجھیں، کہ یہ بھی حدیث

شریف کے الفاظ ہیں، مغالطہ کا موجب ہے، اس لئے اس سے پرہیز چاہیے (۱)۔ عالم صاحب نے جو بتایا وہ صحیح ہے (۲)۔ جہاں مغالطہ نہ ہو، وہاں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۸/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۲۹/۳/۹۲ھ۔

(۱) ”عن حفص بن عاصم رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كفى بالمرء

كذباً أن يحدث بكل ما سمع“۔ (صحیح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع: ۹/۱، قدیمی)

”وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه، بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع

خصوصاً في أحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولذا ورد هذا الحديث في باب الاعتصام“.

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۵۶:

۳۹۲/۱، رشیدیہ)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا سلم لم يقعد

إلا مقدار ما يقول ”اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والإکرام“۔ (صحیح مسلم،

کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قدیمی)

(وسنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۲۲۲/۱، رحمانیہ لاہور)

سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا

سوال [۱۰۲۵۴]: فرائض کے بعد سنتوں کے قبل وہ دعائیں جو حسن حصین وغیرہ میں منقول ہیں، مانگنا کیسا ہے؟ افضل ہے یا مکروہ؟ جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں طویل دعائیں مانگنا مکروہ لکھا ہے، جب کہ حجتہ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”والأولی أن یأتی بهذه الأذکار قبل الرواتب“ (۱).

امید ہے کہ تفصیل سے مشرف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں دونوں قول ہیں۔

”کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۴۵۶“ (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

(۱) (حجة الله البالغه، أذکار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها، أذکار ما بعد الصلاة: ۲/ ۲۳، قديمی)

(۲) ”ويكره تأخير السنة إلا بقدر “اللهم أنت السلام“ الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره

الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكرهية التنزيهية، ارتفع الخلاف قلت: وفي حفطي حمله على القليلة.

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأن إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهياً، كانت خلاف الأولى الذي هو

معنى لا بأس. (قوله: وفي حفطي الخ) توفيق آخر بين القولين المذكورين، وذلك بأن المراد في قول

الحلواني لا بأس بالفصل بالأوراد أي: القليل التي بمقدار “اللهم أنت السلام الخ“ لما علمت من أنه

ليس المراد خصوص ذلك“. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في

بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/ ۵۳۰، سعيد)

”وقال الحلواني: “لا بأس“ بالفصل بالأوراد، قال الكمال هذا القول لا يعارض القولين قبله؛

لأن المشهور في: “لا بأس“ كونه خلاف الأولى، فالأولى أن لا يقرأ قبل السنة ولو فعل لا بأس به، ولا

تسقط السنة لكن ينقص الثواب، ففي الفصل بالأوراد أولى“. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار،

كتاب الصلاة، فصل: الشروع في الصلاة: ۱/ ۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

مشترک دعائیں کتنا وقت صرف ہونا چاہیے؟

سوال [۱۰۲۵۵]: اشتراکی دعا کتنی دیر تک مانگنی چاہیے؟ اگر آدھ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ مشترکہ دعائیں

وقت لگایا جائے، جب کہ آج کی دنیا میں مختلف لوگوں کی مختلف مصروفیات ہیں، تو کیا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

۲..... مسجد میں مشترکہ دعا کے وقت الحاح و زاری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر شخص کا حال یکساں نہیں، کسی کو دعائیں وقت خرچ کرنا عین سعادت معلوم ہوتا ہے اور واقعہً ہے بھی

بہت بڑی سعادت (۱)، کسی کو یہ وقت بار معلوم ہوتا ہے یا حوائج و ضروریات کی وجہ سے گنجائش نہیں ہوتی، اگر کوئی

شخص بالکل شریک نہ ہو، یا جلد ہی ختم کر کے چلا آئے، وہ اپنی مصالح کو خود جانتا ہے، اس لئے کسی پر اصرار نہ کیا

جائے، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنت و نفل کے بعد کس قدر طویل دعا مسنون ہے؟

سوال [۱۰۲۵۶]: سنت و نفل کے بعد طویل دعا مشروع و مسنون ہے یا نہیں؟

محمد انس تکی تال نینی تال

(۱) قال الله تعالى: ﴿أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا﴾ (البقرة: ۱۸۶)

وقال الله تعالى: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المؤمن: ۶۰)

”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: ”الدعاء

مخ العبادة“۔ (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء: ۱۷۵/۲، سعيد)

”والمعنى: أن العبادة لا تقوم إلا بالدعاء كما أن الإنسان لا يقوم إلا بالمخ“۔ (مرقاة المفاتيح،

كتاب الدعوات، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۲۳: ۵/۱۲۰، رشيدية)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله

يقول: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا دعاني“۔ (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل

الذكر والدعاء: ۳۴۳/۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلياً:

سنت و نفل کے بعد ہر شخص اپنے شرح صدر کے موافق جس قدر چاہے، دعا کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دعا سر اہو یا جہراً؟

سوال [۱۰۲۵۷]: قرآن پاک میں آیا ہے: ﴿وَادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً﴾ (۲) اس سے کیا مراد ہے؟ دعا کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آداب دعا میں سے یہ ہے کہ اس طرح دعا کریں کہ سر اور جہر کے درمیان ہو، نہ تو بالکل دل میں ہو، نہ اتنے زور سے کہ دوسروں کے لئے مغل بنے۔

”ومن الآداب في الدعاء: أن يدعو بخشوع، وتذلل وخفض صوت

أي: بأن يكون بين المخافتة والجهر كما في الأذكار عن الأحياء ليكون

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أنه قال: ”ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسئلك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني، فإني مبتلى، وتنالني برحمتك، فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لا يرديده خائبين“۔ (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، مكتبة الشيخ)

”(ودعا) لنفسه وأبويه وأستاذہ المؤمنین۔

(قوله: لنفسه وأبويه وأستاذہ المؤمنین) احتراز به عما إذا كانوا كفاراً فإنه لا يجوز الدعاء لهم بالمغفرة كما يأتي وكذا ينبغي أن يزيد لجميع المؤمنين والمؤمنات كما فعل في المنية؛ لأن السنة التعميم، لقوله تعالى: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾۔ (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة: ۱/۵۲۱، سعيد)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

أقرب إلى الإجابة“ (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، ص:

۱۷۳) (۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم.

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

دعائے ثانی

سوال [۱۰۲۵۸]: دعائے ثانی شرعاً جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی فعل کا عدم وقوع جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، ایسا فعل کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ عدم

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۷، قديمي)

”عن سعيد بن مالك رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”خير الذكر الخفي، وخير الرزق ما يكفي“. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه: ۱/۱۷۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”وقال بعض أهل العلم: إنما كان إخفاء الدعاء أفضل؛ لأنه لا يشوبه رياء“. (أحكام القرآن للجصاص، الأعراف، مطلب: في ستر العورة في الصلاة: ۵۳/۳، قديمي)

”(ادعوا ربكم تضرعاً) أي: ذوي تضرع أو متضرعين، فصبه على الحال من الفاعل بتقدير أو تأويل، وجوز نصبه على المصدرية، وكذا الكلام فيما بعده وهو من الضراعة وهي الذل والاستكانة يقال: ضرع فلان لفلان إذا ذل له واستكان، وقال الزجاج: التضرع: التملق وهو قريب بما قالوا: أي ادعوه تذلاً وجاء من حديث أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه: أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لقوم يجهرون: أيها الناس اربعوا على أنفسكم إنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعاً بصيراً وهو معكم وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته“ والمعنى ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصياح في الدعاء ومن هنا قال جمع: بکراهة رفع الصوت به وترى كثيراً من أهل زمانک يعتمدون الصراخ في الدعاء خصوصاً في الجوامع حتى يعظم اللغط ويشتد وتستك المسامع وتستد، ولا يدرون أنهم جمعوا بين بدعتين رفع الصوت في الدعاء وكون ذلك في المسجد“. (تفسير روح المعاني، الأعراف، مبحث في تفسير قوله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾: ۸/۱۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقوع سے شرعاً عدم جواز لازم آیا یا کہ نہیں؟ اور عدم وقوع اور عدم صدور زمانہ نبوی حجت شرعیہ ہے یا کہ نہیں؟ اور حجت اولہ شرعیہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ کون سی چیزائے اربعہ اور اربعہ علماء کا عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا ہر وقت جائز ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے دعا ثانیہ ثابت نہیں ہے، اس کو سنت کہنا غلط ہے (۱)، جو فی نفسہ مباح ہو، اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا، جس سے اس چیز کا واجب یا مستنون ہونا معلوم ہوتا ہے، درست نہیں (۲)، جس چیز کا داعیہ شرعیہ زمانہ خیر القرون میں موجود ہو اور

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس

منه فهو رد“۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/ ۳۷۱، قديمی)

”بأنها (أي: البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم من علم أو عمل أو حال بسوء شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصراطاً مستقيماً“۔

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

”ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واطبوا على أن الإمام ومن معه يقومون

بعد المكتوبة بعد قراءتهم ”اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ“ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل

يدعوا الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم

بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع

الإمام والمأمومين ضروري واجب..... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون

خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين“۔ (إعلاء السنن، كتاب الصلاة،

باب الانحراف بعد السلام وكيفية سنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/ ۱۶۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال

فكيف من أصر على بدعة أو منكر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل

الأول، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/ ۲۶، رشیدیہ)

(و كذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/ ۲۶۵،

سهیل اکیڈمی لاہور)

(و كذا في مجموعة رسائل اللكنوي، سباحة الفكر، الباب الأول: ۳/ ۴۹۰، إدارة القرآن كراچی)

پھر بھی وہ چیز موجود نہ ہو، تو یہ اس کی عدم مشروعیت کی دلیل ہے۔ ادلہ شریعہ چار ہیں:

۱- کتاب اللہ ۲- سنت (جس میں آثار صحابہ بھی شامل ہیں)

۳- اجماع ۴- قیاس مجتہد (۱)۔

اصول فقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے ان چار اصول (یعنی ادلہ شریعہ) کا تذکرہ اور ان کا حجت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۵ھ۔

دعائے ثانیہ کا حکم

سوال [۱۰۲۵۹]: انفرادی عبادت سے اجتماعی عبادت افضل و اعلیٰ ہے یا کہ نہیں؟ اکثر لوگ عام طور سے ہر جگہ جماعت سے نماز پڑھ لینے کے بعد دعائے مانگتے ہیں، اس طرح کہ امام دعا پڑھتے جاتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے جاتے ہیں، جس کو عرف میں دعائے ثانی کہا جاتا ہے، یہ دعائے ثانی ہیئت مذکورہ میں مانگنا شریعت میں کس درجہ کا گناہ ہے؟ اور دعائے ثانی مانگنے والا گناہ گار ہے یا کہ نہیں اور اس سے رک جانے والے یا روک دینے والے کے متعلق کیا اجر و ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہرگز افضل نہیں، بلکہ جس جگہ اجتماع کی ترغیب ہے وہاں افضل ہے۔ مثلاً: عیدین اور نصف شعبان کی شب بیداری اور اس میں عبادات نوافل و تلاوت وغیرہ کی ترغیب آتی ہے اور فقہاء نے اس کو مستحب کہا ہے (۲)، لیکن راتوں میں تہجد وغیرہ میں اجتماعی عبادت کو مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ

(۱) "أصول الفقه أربعة: كتاب الله تعالى، وسنة رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، قدیمی)

(و کذا فی نور الأنوار، بحث الكتاب والسنة وإجماع الأمة، ص: ۱۱، رحمانیہ لاہور)

(و کذا فی کشف الأسرار شرح أصول البزدوي، أصول الشرع ثلاثة، ص: ۶۲، قدیمی)

(۲) "وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من أحیی ليلة الفطر وليلة الأضحی، لم یمت قلبه يوم یموت القلوب" رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، =

شرعیہ، ص: ۲۱۸ میں فرماتے ہیں:

”وندب إحياء ليلتي العيدين، وليالي عشر ذي الحجة، وليلة النصف

من شعبان، ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد

وغیره“ طحطاوی، ص: ۳۲۶، فصل فی بیان النوافل (۱)۔

اور اس کی علت بھی بیان کی ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت

نہیں ہے۔ ”لأنه لم يفعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولا أصحابه“ الخ (۲)۔

اس طرح نفل نماز کو تنہا پڑھنا چاہیے، اجتماعی طور پر نفل نماز جماعت کے ساتھ علی سبیل التداعی مکروہ

ہے۔ کذا فی الطحطاوی (۳)۔

= ومجمع الزوائد. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، استحباب إحياء ليلتي العيدين: ۳۵/۷، إدارة القرآن كراچی)

”ومن المندوبات ركعتا السفر..... وإحياء ليلة العيدين، والنصف من شعبان، والعشر الأخير

من رمضان والأول من ذي الحجة، ويكون بكل عبادة تعم الليل أو أكثره“. (الدر المختار، باب الوتر

والنوافل، مطلب في إحياء ليلة العيدين: ۲۵/۲، سعيد)

”(و) ندب (إحياء ليلتي العيدين): الفطر والأضحى لحديث: ”من أحيا ليلة العيد، أحيا الله قلبه

يوم تموت القلوب“ ويستحب الإكثار من الاستغفار بالأسحار“. (مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل

في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمی)

(۱) (مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمی)

”ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج (رمضان) أي: يكره ذلك على سبيل التداعي،

بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر“. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في

كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۴۸/۲، ۴۹، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) (مراقی الفلاح، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمی)

(۳) ”والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة، فلاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان وعن

شمس الأئمة: أن هذا فيما كان على سبيل التداعي. قوله: (أن هذا) أي: كراهة الجماعة في النفل، أو ما

في حكمه كالوتر إذا كان على سبيل التداعي، أي: طريق يدعو الناس للاجتماع عليهم“. (حاشية =

دعائے ثانی کا یہ طریقہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم نہیں فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو اختیار نہیں کیا ہے اور صدیوں تک رائج نہیں ہوا، تو اس کو اب کیوں اختیار کیا جاتا ہے، کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس دعا سے بے نیاز تھے؟! کیا معاذ اللہ سستی پیدا کرنے والے تھے اور آج کے لوگ زیادہ مستعد اور شوقین ہیں اور پھر جو شخص اس دعائے ثانیہ میں شرکت نہ کرے، اس کو بنظر غیظ دیکھا جاتا ہے، اگر کوئی شئی فی نفسہ مندوب و مستحب ہو اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگے، تو وہ مکروہ ہو جاتی ہے۔

”الإصرار على الندب يبلغه إلى حد الكراهة، سباحة الفكر“ (۱)

جو چیز واجب اور مکروہ کے درمیان دائر ہو، اس کو تو ادا کر لیا جائے اور جو چیز سنت و مکروہ کے درمیان دائر ہو اس کو ترک کر دیا جائے۔

”وما دار بين كونه واجباً و كونه مكروهاً يوتى به احتياطاً، بخلاف ما

دار بين كونه سنة أو مكروهاً فإنه يترك اه“ کبیری، ص: ۴۰۲.

”إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل

البدعة اه“ شامی، ص: ۴۳۱ (۲).

= الطحطاوي على مراقبي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمی)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۲/۳۸، ۴۹، سعيد)

(و كذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۱) (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالى، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳/۳۴، إدارة القرآن كراچی)

”من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد، رقم: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشیدیہ)

(و كذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة =

اس دعائے ثانی پر علماء نے رسائل بھی تحریر کئے ہیں، جب اس دعا کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا ہے تو اس کو نہ واجب کہا جاسکتا ہے نہ مستحب، بلکہ اس کو مکروہ کہا جائے گا، پھر اس پر اصرار اس کو شدید تر بنادے گا۔ آپ خود غور کر لیں کہ اختیار کرنے اور اس کو روکنے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۵ھ۔

نماز کے بعد دعائے ثانیہ وثالثہ و فاتحہ مروجہ

سوال [۱۰۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ہمارے یہاں شافعی مسلک لوگ رہتے ہیں اور وہ ہر فرض نماز کے بعد تین تین دعائیں مانگتے ہیں اور اس کو نماز ہی شمار کرتے ہیں، گویا کہ جب تک وہ تین دعائیں ختم نہ ہو جائیں، نماز ہی پوری نہیں ہوتی، ان لوگوں نے دعاؤں کو فرض کا درجہ دے رکھا ہے۔
۱..... دعا امام سلام پھیر کر کعبہ کی طرف منہ کر کے ہی باواز بلند ”اللہم أنت السلام“ پڑھتا ہے، امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے تسبیح پڑھتا ہے، پھر دعائیں پڑھتا ہے اور تمام مقتدی آمین کہتے ہیں اور ایک دعا (فاتحہ وغیرہ) اور وہ یہاں مروج ہے، اس کے بعد نمازی اپنی جگہ سے اٹھتے ہیں۔

لہذا آپ حضرات سے عرض یہ ہے کہ کیا کسی حدیث میں تین تین دعائیں مانگنی ثابت ہیں یا نہیں؟
جواب مفصل لکھیں اور حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ نیز ان دعاؤں کے پڑھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟
۲..... ہمارے یہاں فاتحہ پڑھنے کا طریقہ یہ رائج ہے، ہر محفل میں کوئی کھانے کی چیز سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور پھر وہ چیز لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور فاتحہ پڑھنے والوں میں اکثر قاضی یا امام ہوتے ہیں، باواز بلند فاتحہ کہتے ہیں، اس کے بعد اور لوگ سورہ فاتحہ ﴿قل أعوذ برب الناس﴾، ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾، ﴿قل هو اللہ أحد﴾ پڑھتے ہیں، اس کے بعد فاتحہ پڑھنے والا یہ پڑھتا ہے:

”ما کان محمد أباً أحد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین

وکان اللہ بکل شیء علیماً“

= وبدعة کان ترک السنة اولیٰ: ۱/۲۲۲، سعید

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۳۵، رشیدیہ)

اس کے بعد ”ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“ اس کے بعد ”إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً“ اس کے بعد ”سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين“۔

یہ سب چیزیں فاتحہ پڑھنے والا ہاتھ اٹھا کر پڑھتا ہے اور جس قدر لوگ شامل ہوتے ہیں وہ سب کے سب بھی ہاتھ اٹھائے آئین آئین کہتے رہتے ہیں، ایک صاحب اس طرح فاتحہ پڑھنے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ براہ کرم از روئے شریعت اس طرح فاتحہ پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ جواب حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور ان آیات کے معنی اور مطلب اور شان نزول بھی تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ حدیث شریف سے ثابت نہیں اور اس کی اتنی پابندی کرنا (جیسا کہ سوالوں میں درج ہے) زبردست غلطی ہے، جو چیز شریعت نے نماز نہیں بنائی، اس کو نماز سمجھنا یا اس کے ساتھ نماز جیسا معاملہ کرنا اعتقادی و عملی غلطی ہے، جو لوگ اس کے پابند ہیں، وہ غلطی پر ہیں (۱)، اپنی طرف سے ثواب چاہے قرآن، نماز، تسبیح پڑھ کر ہو یا غریبوں کو صدقہ دے کر ہو یا روزہ رکھ کر ہو، غرض کوئی بھی نیک کام ہو، درست اور مفید ہے، اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے (۲)۔

(۱) ”قال الطیسی: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر“۔ (مرواة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رقم الحديث: ۹۴۶، رشیدیہ)

(و کذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۳۶۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۱/۵۴۹، رشیدیہ)

(۲) ”الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره..... الخ. قال في الرد دحضه: سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك“۔ (رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعید)

(و کذا في الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شرکت علمیہ)

(و کذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشیدیہ)

لیکن سوال میں جو طریقہ درج ہے، یہ حدیث شریف سے ثابت نہیں، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، نہ محدثین و فقہاء سے ثابت ہے، اس کو ختم کر کے سنت کے موافق طریقہ اختیار کیا جائے، جس چیز پر شرعاً ثواب ثابت نہ ہو، چاہے اصل عمل ہو یا عمل کا طریقہ ہو یا عمل کی قید ہو، وہ بدعت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ متفق علیہ (۱)، مشکاة: ۱/۲۷ (۲)۔

جو آیات (خاص) آپ نے لکھیں ہیں، ان کو فاتحہ یا ایصالِ ثواب کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں، ان کا ترجمہ، شانِ نزول، مطلب، تفسیر بیان القرآن میں دیکھ لیں، یہاں فاتحہ کے لئے ان کا کوئی ربط یا ثبوت ہوتا تو یہاں لکھ دیا جاتا، اگر کوئی ان آیات سے فاتحہ مروجہ کا استدلال کرتا ہے، تو وہ استدلال کا طریقہ معلوم ہونا چاہیے، تاکہ اس کا جواب دیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۱ھ۔

صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی؟

سوال [۱۰۲۶۱]: جوازیت یا مصیبت ہو کسی کی موت کے علاوہ، اس پر تو صبر کے سوا چارہ ہی نہیں، اس پر تو صبر مانگے یا اس سے نجات و عافیت مانگے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اذیت و مصیبت سے عافیت ہی مانگے (۳)، اگر ابتلا ہو جائے تو اس کے دفعیہ کی دعا کرے اور دفعیہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اُصطلحوا علی صلح جور فہو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی

(و صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قدیمی)

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۷، قدیمی

(۳) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: لم يكن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدع هؤلاء

الكلمات حين يمسي وحين يصبح: ”اللهم إني أسألك العافية في الدنيا والآخرة، اللهم إني أسألك

العفو والعافية في ديني ودنياي وأهلي ومالي الخ“ (سنن أبي داود، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا

أصبح: ۲/۳۵۰، رحمانیہ لاہور) =

تک بھی صبر مانگے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

نماز فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر و نعت میلاد کا حکم

سوال [۱۰۲۶۲]: جماعت ہونے کے بعد بالخصوص صبح اور عصر کی نماز کے بعد داخل مسجد میں تقریر یا

کتابی تعلیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے صحن میں مولود اور قصیدہ وغیرہ آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی تقریر و تعلیم کتاب درست و مفید ہے، صحیح قصیدہ بھی پڑھا جائے، جس میں حمد و نعت ہو، وہ بھی

درست ہے، مولود مروجہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "عن أنس رضي الله تعالى عنه، أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "يا رسول الله! أي الدعاء أفضل؟ قال: سل ربك العافية والمعافة في الدنيا والآخرة" ثم أتاه في اليوم الثاني، فقال: يا رسول الله! أي الدعاء أفضل؟ فقال له مثل ذلك، ثم أتاه في اليوم الثالث، فقال له مثل ذلك، قال: فإذا أعطيت العافية والمعافة في الدنيا والآخرة فقد أفلحت". (مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، الفصل الثاني: ۲۱۹/۱، قديمی)

(۱) "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان في بعض أيام التي لقي فيها العدو ينتظر حتى إذا مالت الشمس قام فيهم فقال: يا أيها الناس؟ لا تتمنوا لقاء العدو واسئلو الله العافية فإذا لقيتموهم فاصبروا..... الخ". (صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب كراهة تمنى لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء: ۸۴/۲، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا لم يقاتل أول النهار أخر القتال إلى أن تزول الشمس: ۴۱۶/۱، قديمی)

(۲) "الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلاة وسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومدحه، وعلى شر بل شرور لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال =

دعا میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو.....؟

سوال [۱۰۲۶۳]: ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کہنیاں سینے سے لگ جائیں، نیز بیٹھنا بھی قعدہ نماز کی طرح نہ ہو، تو کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، گناہ نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مختلف دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا

سوال [۱۰۲۶۴]: دعا مانگنے کے تین طریقے ہیں، ہاتھ پھیلا کر، بغیر ہاتھ پھیلائے، صرف زبان سے یا صرف دل سے تینوں طریقوں کے مواقع اور اوقات وقواعد سے مطلع فرمائیں۔

= الأجانب، وبعضها ليس فيها شر لكنها قليل نادر، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاصي ثم". (الفتاوى الحديشية، مطلب الإجماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شرّ وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، قديمي)

"فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جمّة..... الخ". (المدخل، فصل في المولد: ۳/۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"وأقبح منه النذر بقراءة المولد في المنابر، ومع اشتماله على الغناء واللعب..... الخ".

(رد المحتار، كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف: ۲/۴۴۰، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانه﴾ فقنا عذاب النار ﴿(ال عمران: ۱۹۱)

الجواب حامداً ومصلياً:

نمازوں کے بعد عموماً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا منقول ہے (۱)، اوقات مختلفہ میں صبح و شام رات مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت، جانور خرید کر، کھانا کھا کر، لیٹتے وقت، بغیر ہاتھ اٹھائے منقول ہے (۲)۔ دل میں ہر وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”وистحب للإمام بعد سلامه أن يتحول ثم يدعون لأنفسهم، وللمسلمين رافعي أيديهم“، (حاشية

الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۱۳۱-۳۱۷، قديمی)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۰۷/۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۳/۱، رشيدیه)

(۲) ”و دل الحديث على أنه إذا لم يرفع يديه في الدعاء لم يمسح بهما، وهو قيد حسن؛ لأنه صلى الله

تعالى عليه وسلم كان يدعو كثيراً كما هو في الصلاة والطواف وغيرهما من الدعوات المأثورة دبر

الصلوات، وعند النوم، وبعد الأكل، وأمثال ذلك، ولم يرفع يديه، ولم يمسح بهما وجهه“، (حاشية

الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۸، قديمی)

(و كذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، الفصل الثالث: ۲۷/۵، رشيدیه)